بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

بقیة کتاب الطلاق

باب تعليق الطلاق

(طلاقِ معلق کا بیان)

فصل فی التعلیق بکلمة کلّما

(کلمۂ کلما کے ساتھ طلاق دینے کا بیان)

فصل فی یمین الطلاق

(طلاق کی قسم اٹھانے کا بیان)

فصل فی التعلیق بالمشیئۃ

(لفظ انشاء اللہ کے ساتھ طلاق معلق کرنے کا بیان)

فصل فی المَخلص من التعلیق

(تعلیقِ طلاق سے بچنے کا بیان)

باب التفویض

(طلاق کا اختیار دینے کا بیان)

باب الفسخ والتفریق

(فسخ اور تفریقِ نکاح کا بیان)

فصل فی زوجة المفقود والغائب

(لاپتہ اور غائب شخص کی زوجہ کا بیان)

فصل فی زوجة المتعنت

(زوجۂ متعنت کا بیان)

فصل فی زوجة المجنون و العنین

(دیوانہ اور نامرد کی بیوی کا بیان)

فصل فی زوجۃ المجذوم
(جذامی کے فسخِ نکاح کا بیان)

باب الشہود فی الطلاق
(طلاق میں گواہی کا بیان)

باب الظهار والإيلاء

(ظہار اور ایلاء کا بیان)

باب اللعان والخلع

(لعان اور خلع کا بیان)

باب الرجعة

(رجعت کا بیان)

باب العدة والحداد

(عدت اور سوگ کا بیان)

باب النفقات

(نفقہ کا بیان)

باب الحلالة

(حلالہ کا بیان)

باب ثبوت النسب

(ثبوتِ نسب کا بیان)

باب الحضانة

(پرورش کا بیان)

باب المتفرقات

کتاب الرضاع

(رضاعت کا بیان)

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

بقية كتاب الطلاق

باب تعليق الطلاق

(طلاقِ معلق کا بیان)

طلاقِ مشروط کا حکم

سوال[۲۲۸۱]: ماقولكم أيها العلماء في هذه المسئلة کہ: ایک شخص اپنی منکوحہ بیوی کو - جو مدخول بہا ہے- بایں طور کہا کہ ''جو عورت میرے سے روٹھ کر میرے گھر سے گئی تو وہ بی بی میرے پر طلاق ہے'' کچھ مدت گزرنے کے بعد بیوی تو دل میں خفا ہے لیکن خاموش رہی اور خاوند نے یہ بات کہی کہ تُو اپنے بیٹوں کے پاس چونکہ دوسرے قصبہ میں تھے جا کر دیکھ لے کہ ان کی کیا حالت ہے۔ کیا اس صورت خاص میں طلاق رجعی پڑ جاتی ہے یا نہیں؟

نیز کچھ دنوں کے گزر جانے کے بعد یہ شخص اپنی بیوی مذکورہ کو کہتا ہے کہ ''اگر میں نے سنا کہ کسی لڑکے کی (جو کہ اس کے اپنے لڑکے ہیں) کمائی کھائی تو تیرے پر طلاق ہے''۔ اب بیوی نے اس پر یہ کہا کہ آپ لفظ طلاق نہ بولا کریں، اس بات پر غصہ ہوئے، گالیاں دیں اور پھر کہنے لگا کہ میں نے تو تجھ کو کہا ہے کہ ''اگر میں نے اپنے لڑکوں کی کمائی کھائی تو تُو میرے اوپر طلاق ہے''۔ لہٰذا باعثِ استفسار یہ بات ہوئی کہ مشروط بھی پایا گیا...... دونوں صورتوں میں بھی کمائی وغیرہ کھائی تو آیا ان مذکورہ بالا صورتوں میں عورت پر کتنی طلاقیں پڑیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر پہلی شرط کے پائے جانے کا بیوی کو اقرار ہے اور دوسری شرط کے پائے جانے کا شوہر کو

اقرار ہے(۱) تو صورتِ مسئولہ میں دو رجعی طلاقیں واقع ہوگئیں بشرطیکہ دوسری شرط عدت کے اندر پائی گئی ہو(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

''اگر فلاں کام کروں تو بیوی میری طرف سے قطعی آزاد ہے'' کا حکم

سوال[۶۲۸۲]: محمد علی نے اپنی لڑکی اصغری کا نکاح ضمیر احمد سے کر دیا، بعد میں جھگڑا ہوا، طرح طرح کے واقعات پیدا ہوئے جو خلافِ شرع تھے، اس کے بعد ضمیر احمد نے صلح کرنا چاہی اور اس نے یہ کہا کہ ''اگر میں مسماۃ مذکورہ کو سہارنپور اپنے عزیزوں کے پاس لیجانا چاہوں تو مسماۃ مذکورہ میری طرف سے قطعی آزاد ہے اور اپنا نکاحِ ثانی جہاں چاہے کرلے''۔ اس کے بعد وہ عزیز پورہ لڑکی کے باپ کے گھر سے بیمار ہو کر سہارنپور چلا گیا، بعد میں چند عزیزوں کے ہمراہ آکر لڑکی کو زبردستی لیجانا چاہا، لڑکی نے انکار کیا، اس نے بہت مارا اور ناک کاٹنے کا ارادہ کیا، چاقو ناک پر رکھ دیا۔ مقدمہ ہوا، ضمیر احمد اور اس کے عزیزوں کو سزا ہوگئی۔ تو کیا لڑکی آزاد ہے اور اپنا نکاح ثانی کر سکتی ہے؟

محمد ولی دیوبندی، پنیالہ روڑکی، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعی ضمیر احمد نے یہی الفاظ کہے ہیں جو سوال میں مذکور ہیں اور اس کے بعد اس نے اپنی شرط کے خلاف جھگڑا کیا ہے تو شرعاً اصغری کو اختیار ہے کہ عدتِ طلاق گزار کر اپنا نکاح دوسری جگہ کرلے(۳)۔ اگر بعینہ یہ

---

(۱) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۸۵، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۵، كتاب الطلاق، باب التعليق، رشيديه)

(۲) "وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقاً، لكن إن وجد في الملك طلقت وعتق، وإلا لا". (الدر المختار). "أطلق الملك فشمل ما إذا وجد في العدة، والمراد وجود تمامه في الملك لا جميعه". (رد المحتار: ۳/۳۵۵، كتاب الطلاق، باب التعليق، سعيد)

(۳) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت =

الفاظ نہیں کہے بلکہ دوسرے الفاظ کہے ہیں تو وہ الفاظ لکھنے پر حکم بتلایا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۵۲/۸/۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۹/ شعبان/۱۳۵۲ھ۔

''اگر میں فلاں کام کروں تو میری بیوی کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے'' کا حکم

سوال[۲۲۸۳]: زید اپنی والدہ کے کہنے سے، والدین کے مکان کی مرمت کرا رہا تھا، اسی اثناء میں کسی بات پر اس کی ماں اسی مرمت کے متعلق خفا ہوگئی، اس پر اس نے غصہ میں یوں کہا کہ ''اگر اب میں مرمت کے کام پر کھڑا ہوں تو میری بیوی کو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے''۔ اور اس کے کہنے سے اس کی نیت ماں پر ایک طرح سے تنبیہ تھی، نہ مطلق قلبی نیت طلاق کی تھی، نہ اس نے اپنی اہلیہ کی طرف مخاطب ہو کر یہ الفاظ کہے، نہ اس کی بیوی اس وقت وہاں موجود تھی، نہ اس کو اپنی منکوحہ سے کوئی رنجش تھی اور اس کی بیوی کو ۷/ ماہ کا حمل بھی تھا۔

اس کہنے کے بعد جب اس بات کو دو ہفتے گزر گئے، اس عرصہ میں نہ مرمت کا کام خود کیا، نہ کرایا۔ جب دو ہفتے گزر گئے تو اس نے اس خیال کے موافق کہ میں نے تمام عمر کے واسطے مرمت کے لیے عہد نہیں کیا تھا، یہ عہد اسی وقت کے لیے تھا، وہ گزر گیا اور بیچ میں اتنا وقفہ ہو گیا، وہ پھر مکان کی مرمت کرنے لگا اور ساتھ ہی یہ خیال کر کے کہ یہ ایک طرح کی قسم تھی، اگر کفارہ لازم ہو گیا ہوگا تو قسم کا کفارہ بھی احتیاطاً ادا کر دیا گیا اور اس کے بعد اس سے رجوع بھی کر لیا۔

اب اطمینان کے لیے جناب سے استفساراً گزارش ہے کہ اس صورت میں طلاق تو واقع نہیں ہوئی؟

= طالق''. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركة علمية ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۰۹، باب التعليق، دار الكتب العلمية بيروت)

"بخلاف فارسية قوله: "رہا کردم": لأنه صار صريحاً في العرف على ماصرح به نجم الزاهدي ..... وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق". (رد المحتار: ۳/ ۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

اگر خدانخواستہ واقع ہوگئی تو اب کیا صورت ہے جس سے وہ عورت حلال ہوجائے؟ نیز یہ تحریر فرمادیں کہ حقیقی بھائی کے ساتھ حلالہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر یہ بات متحقق ہوجائے کہ نکاح نہیں ٹوٹا تو الحمد للہ۔ مرقومہ باتوں کا جواب مدلل ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

راقم: محمد انوار الحق۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صریح الفاظ سے طلاق بلانیت بھی واقع ہوجاتی ہے:"صريحه مالم يستعمل إلافيه كطلقتك، وأنت طالق ومطلقة، ويقع بها واحدة رجعية وإن نوى خلافها أولم ينوشيئاً. اهـ". درمختار مختصراً: ۲/۶۶۳(۱)۔

وقوعِ طلاق کے لیے زوجہ کا حاضر ہونا، یا اس کو خطاب کرنا، یا اس کی طرف اشارہ کرنا ضروری نہیں بلکہ الفاظِ مذکورہ فی السوال سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے جیسا کہ اشارہ اور خطاب سے واقع ہوجاتی ہے، کیونکہ اصل مقصود زوجہ کی طرف طلاق کو مضاف کرنا ہے، وہ ان سب صورتوں میں حاصل ہے:"(قوله: لتركه الإضافة): أي المعنوية، فإنها الشرط، والخطاب من الإضافة المعنوية، وكذا الإشارة نحو: هذه طالق، وكذا نحو: امرأتي طالق، وزينب طالق". طحطاوی: ۲/۱۱۲(۲)۔

وقوعِ طلاق کے لئے رنجش ضروری نہیں، الفاظِ مذکورہ جس صورت سے بھی ادا کیے جائیں گے، طلاق واقع ہوجائے گی:"يقع طلاق كل زوج إذاكان بالغاً عاقلاً، سواكان حراً أوعبداً، طائعاً أومكرهاً،

---

(۱) (الدرالمختار: ۳/۲۴۷، ۲۵۰، کتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۹، باب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانيه: ۳/۲۶۰، فصل فيمايرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القران كراچی)

(۲) (حاشية الطحطاوي: ۲/۱۱۲، كتاب الطلاق، باب الصريح، دارالمعرفة بيروت)

" ولايلزم كون الإضافة صريحةً في كلامه لمافي البحر: لوقال: طالق، فقيل له: مَن عنيت ؟ فقال: امرأتي، طلقت امرأته .... لأن العادة أن مَن له امرأة إنما يحلف بطلاقها، لابطلاق غيرها".

(رد المحتار: ۳/۲۴۸، مطلب: سن بوش، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۳/۴۴۲، باب الطلاق، رشيديه)

كذافي الجوهرة. وطلاق اللاعب والهازل به واقع، وكذا لو أراد أن يتكلم بكلام، فسبق لسانه بالطلاق، فالطلاق واقع، كذافي المحيط". فتاوى عالمگیری: ۲/٥٥(۱)۔

''اگراب میں مرمت کے کام پر کھڑا ہوں تو میری بیوی کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے'' کے معنی عرفاً یہ سمجھے جاتے ہیں کہ (..........)(۲) سے کھڑا ہوں اور اس میں آئندہ کے لیے کوئی ایک ہفتہ یا دو ہفتہ کی تحدید نہیں۔ نیز جس کام پر کھڑا ہونے کے لیے عہد کیا اور طلاق کا حلف کیا ہے، اسی کام پر بعد میں کھڑا ہوا ہے، لہٰذا وقوعِ طلاق کی شرط متحقق ہوگئی اور چوں کہ اس شرط پر تین طلاق کو معلق کیا ہے، لہٰذا وقوعِ شرط کے بعد میں طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی۔

"ولو أضافه إلى شرط، وقع عقيب الشرط، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق، وهذا بالاتفاق، اهـ". هداية: ۲/۳٥٦(۳)۔ "متى كرر لفظ الطلاق بحرف الواو أو بغير حرف الواو، يتعدد الطلاق. اهـ". عالمگیری: ۲/٥٦(٤)۔

اب بغیر حلالہ کے رکھنا درست نہیں اور شوہر کے حقیقی بھائی سے بھی (اگر کوئی اور مانع: حرمتِ مصاہرت، حرمتِ رضاعت، جمع وغیرہ نہ ہو) حلالہ ہوسکتا ہے۔

الفاظِ مذکورہ فی السوال کے معنی متبادر وہ ہیں جو اوپر تحریر ہوئے، لیکن الفاظ میں گنجائش اس کی بھی ہے کہ

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳٥۳، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في تنوير الأبصار مع الدرالمختار: ۳/۲۳٥، ۲٤۱، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانيه: ۳/۲٥۷، الفصل الثالث في بيان من يقع طلاقه ومن لايقع، إدارة القران كراچی)

(۲) "ههنا لفظ سقط عن الأصل فوضعنا النقاط موضعه، ولعل اللفظ هو: ''آئندہ جب'' ۔ والله تعالىٰ اعلم.

(۳) (الهداية: ۲/۳۸٥، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/٤۲۰، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۰۹، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت)

(٤) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳٥۲، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غيرمدخول بها، سعيد)

اس قسم کو اس وقت کے ساتھ مخصوص مانا جائے اور اس کو یمینِ فور کہا جاوے، بس یہ قسم اسی وقت کے ساتھ مخصوص رہے گی اور وہ وقت گزرنے پر حالف حانث نہ ہوگا یعنی طلاق واقع نہ ہوگی، چونکہ والدہ کا کوئی کلام ذکر نہیں کیا، جس سے متأثر ہوکر یہ قسم کھائی ہے، اس لئے اس معنیٰ کی تعیین وترجیح دشوار ہے:

" وشرط للحنث في قوله: إن خرجت مثلاً فأنت طالق لمريد الخروج فعلُه فوراً؛ لأن قصده المنع عن ذلك الفعل عرفاً، ومدار الأيمان عليه، وهذه تسمى يمين الفور، تفرّد أبوحنيفة بإظهارها، ولم يخالفه أحد. وكذا في حلفه: إن تغديت فكذا بعد قول الطالب: تعال تغدّ معي، شرط للحنث تغديه معه ذلك الطعام المدعو إليه، وإن ضم إلى: إن تغديتُ اليوم أومعك فعبدي حر، حنث بمطلق التغدي لزيادته على الجواب، فجعل مبتداء، اه". درمختار۔

قال الشامي تحت قوله: "(فوراً) أرادت أن تخرج، فقال الزوج: إن خرجت، فعادت وجلست وخرجت بعد ساعة، لايحنث. تهيأت للخروج، فحلف: لاتخرج، فإذاجلست ساعةً، ثم خرجت، لايحنث؛ لأن قصده منعها من الخروج الذي تهيأت له، فكأنه قال: إن خرجت الساعة، وهذا إذا لم يكن له نية، فإن نوى شيئاً عمل به. (وقوله: هذه تسمى يمين الفور) –من فارت القدر غلت، استعير للسرعة أو من فَوَرَانِ الغضب– انفرد الإمام بإظهارها، وكانت اليمين أولاً قسمين: مؤبدة: أي مطلقة، وموقتة، وهذه مؤبدة لفظاً موقتة معنىً تتقيد بالحال، إما بأن تكون بناء على أمرٍ حاليٍّ كمامثل، أو أن تقع جواباً لكلام يتعلق بالحال كما في: إن تغديت، أفاده في النهر. (قوله: فجعل مبتدءاً) لكن لونوى الجواب دون الابتداء، صدق ديانةً؛ لأن احتمال كونه جواباً قائم لاقضاءً، لمخالفته الظاهر فيمافيه تخفيف عليه، اه". ردالمحتار: ۱۲۹/۳ (۱)۔

پس اس صورت میں دیانۃً حالف کی نیت معتبر ہوگی اور قضاءً معتبر نہ ہوگی، اور یہ کلام دراصل تعلیق ہے اور یمین اس کو مجازاً کہا جاتا ہے، لہٰذا کفارۂ یمین اس میں کافی نہیں، بلکہ بصورتِ حنث طلاقِ مغلظہ ہوگی،

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۷۶۱/۳، ۷۶۳، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى والركوب، مطلب في يمين الفور، سعيد)

کذافی رد المحتار، باب التعلیق (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۰/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

معاہدہ کی خلاف ورزی پر وقوع طلاق کو معلق کرنا

سوال [۶۲۸۴]: میں ۷/ستمبر کو تمام پنچایت کے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنی بیوی سعیدہ خاتون کو حتی الامکان آرام سے رکھوں گا اور کسی قسم کی تکلیف اس کو نہیں پہنچنے دوں گا اور اگر میری بیوی نے ۷/ستمبر ۱۹۶۸ء سے پوری دوسال کی مدت کے اندر قرآن اٹھا کر حلفاً اقرار کیا کہ مجھے بابت ضروریاتِ زندگی یا جسمانی یا روحانی از روئے شریعت کسی قسم کی تکلیف ہوئی تو یہ اقرار نامہ بلا کسی جبر واکراہ برضاء وبخوشی طلاق نامہ سمجھا جائے گا اور طلاقِ بائن واقع ہوجائے گی اور صورت مذکورہ میں میری بیوی سعیدہ خاتون کی طرف سے مہر معاف سمجھا جائے گا اور میری طرف سے جہیز کا موجودہ سامان واپس دیا جائے گا۔

نوٹ: ۷/ستمبر/ سے ایک ماہ کی مدت کے اندر کی شکایت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

اب سوال یہ کہ میری بیوی ۷/ستمبر سے میرے ساتھ نہیں رہی بلکہ وہ میرے ساتھ مورخہ ۱۶/ستمبر/ ۶۸ء سے رہنے لگی اور پھر مورخہ ۱۱/اکتوبر ۶۸ء سے اپنے باپ کے یہاں چلی گئی۔ اب وہ لوگ کہتے ہیں کہ طلاق واقع ہوگئی، حالانکہ نوٹ جو اوپر لکھا گیا اس کے لحاظ سے ایک ماہ کے اندر شکایت کا کوئی اعتبار نہ ہونا چاہئے۔

صورتِ نزاع یہ ہوئی کہ میں نے اپنی بیوی کو جب وہ میرے ساتھ رہنے لگی تو از راہ سرزنش اس کی ایک غلطی پر اس کو مار دیا اور یہ واقعہ ۷/ستمبر اور ۱۰/اکتوبر ۱۹۶۸ء ہی کا ہے۔

لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ عہد نامہ جو اوپر مذکور اور واقعہ جو نیچے مذکور ہے، دونوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فقہ حنفی کے مطابق جواب تحریر فرمائیں۔

---

(۱) "أن التعليق في الحقيقة إنما هو شرط وجزاء، فإطلاق اليمين عليه مجاز لما فيه من معنى السببية اليمين يقع على الحلف بالله تعالى وعلى التعليق". (رد المحتار: ۳/۳۴۱، باب التعليق، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/ ۸/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۱۹/ ۹/ ۸۸ھ۔

طلاق معلق بالشرط

سوال[۲۲۸۵]: ایک شخص کی عورت مطلقہ رجعی ہے، بعدازاں اس نے دوسری طلاق معلق بشرط دی، شرط پوری ہونے کے بعد ہی تیسری معلق بشرط طلاق کی قسم کھائی۔ دوسری طلاق کے دو چار دن کے بعد شرط پوری ہوگئی۔ آیا قبل ختم ہونے عدت طلاقِ ثانی طلاقِ ثالث پڑ جائیگی یا نہیں؟ پہلی اور دوسری طلاق میں رجوع صرف لفظاً کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عدت ختم ہونے سے پہلے ہی تیسری طلاق بھی واقع ہوگئی (۲)، رجوع قولاً کیا ہو یا فعلاً سب کا ایک ہی حکم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ۲/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۴/ صفر/ ۵۸ھ۔

---

(۱) "قال في البحر: ثم اعلم أن ظاهر المتون يقتضي أنه لو علق طلاقها بعدم وصول نفقتها شهراً، ثم ادعى الوصول وأنكرت، فالقول قوله في عدم وقوع الطلاق، وقولها في عدم وصول الحال". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق، مطلب اختلاف الزوجين في وجود الشرط: ۳۵۶/۳، سعيد)

"وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الهداية: ۳۸۵/۲، باب اليمين في الطلاق، شركت علمية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۲۰/۱، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(۲) "الصريح يلحق الصريح والبائن بشرط العدة". (الدر المختار: ۳۰۶/۳، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۸۳/۳، باب الكنايات في الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت) .... =

''اگر تو اب سرائے جائے گی تو طلاق دے دوں گا'' کہنے کا حکم

سوال [۶۲۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید اور اس کی بیوی میں اس بات پر معمولی جھگڑا ہوا کہ مسماۃ ھندہ زوجۂ زید اپنے باپ کے مکان سے اپنی خالہ کے گھر گئی کیونکہ زید کی رنجش ہندہ کی خالہ سے تھی، دورانِ گفتگو میں کچھ واقعات ایسے پیش آئے کہ زید کا غصہ زیادہ بڑھ گیا، جس پر زید نے کہا کہ ''اگر تو اب سرائے جاوے گی تو طلاق دیدوں گا''۔ سرائے محلہ ہے جہاں کہ ہندہ کا یعنی اس کے باپ کا مکان ہے اور غصہ کی حالت میں زید نے بار بار یہی کہا کہ ''اگر تو سرائے جاوے گی تو طلاق دیدوں گا''۔ اور یہ واقعہ مسماۃ ہندہ کے نانا کے مکان پر گزرا، ہندہ نے جواب میں کہا کہ ''میں نہ سرائے جاؤں گی اور نہ زید کے مکان پر، بلکہ تمام رات سڑک میں کھڑی ہوکر گزاردوں گی''۔

اس جھگڑے کے دورانِ گفتگو میں ہندہ کا باپ بھی آگیا، ہندہ کے باپ نے کہا کہ کیا واقعہ ہے؟ معلوم ہونے پر چند کلمات بطورِ نصیحت ہندہ کے باپ نے کہے کہ یہ لفظ تیری نوکِ زبان کیوں ہے جو اچھا نہیں اور بعید از شرافت ہے؟ جس کے جواب میں بحالتِ غصہ زید نے یہ کہا کہ صاحب! اب بھی کہتا ہوں کہ ''اگر سرائے گئی تو طلاق ہے'' اور بحالتِ غصہ ایک ہی سانس میں طلاق، طلاق، چھ سات مرتبہ کہا۔ زید کی ماں بھی وہاں موجود تھی، ماں نے زید کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ چل اور زید مع اپنی ماں کے وہاں سے اپنے گھر ہندہ کو روتا پیٹتا چھوڑ کر چلا آیا۔ مسماۃ ہندہ اور اس کے باپ پریشان رہے کہ کیا طلاق واجب آگئی یا نہیں، کیونکہ ان کی رائے میں طلاق واجب نہیں آئی تھی؟

زید کے چلے جانے کے بعد ہندہ کی صرف یہی خواہش تھی کہ وہ زید کے مکان پر چلی جائے۔ ہندہ کے عزیزوں کی رائے میں طلاق ہوگئی تھی، ہندہ تمام شب اور اگلے دن ظہر کے بعد تک اپنے نانا کے مکان پر ہی رہی اور بار بار روکر یہی کہا کہ اگر کوئی صورت ہوتو میں زید کے مکان پر چلی جاؤں، لیکن تمام عزیزوں نے ہندہ کو یقین دلایا کہ طلاق ہوگئی۔ بعد ظہر ہندہ کا باپ ہندہ کو اپنے گھر یعنی سرائے لے گیا۔

مسماۃ ہندہ بحالت مجبوری روتی پیٹتی ان کے ساتھ چلی گئی۔ زید کو اپنی بیوی سے بے انتہا محبت ہے، کسی ارادہ سے قطعی طلاق نہیں دی، صرف غصہ کی حالت میں طلاق دی گئی جس کا زید کو بہت زیادہ رنج اور افسوس ہے،

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۷، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

لہٰذا استدعاو عرض ہے کہ اگر شرع میں گنجائش ہوتو فی سبیل اللہ غور فرما کر ممنون فرمایا جاوئے۔

ازطرف: مرغوب الٰہی، محلہ لال مسجد، دیوبند۔

الجواب حامداًومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اب نہ رجعت کا اختیار باقی رہا، نہ دوبارہ نکاح کی گنجائش رہی، جب تک کہ حلالہ نہ ہوجائے کوئی جواز کی صورت نہیں۔ اول مرتبہ جب یہ کہا کہ ''اگر اب تو سرائے جائیگی تو طلاق دیدوں گا'' یہ تو وعدۂ طلاق تھا، محض سرائے جانے سے طلاق نہ پڑتی (۱) جب تک کہ خاوند طلاق نہ دیتا، لیکن جب ہندہ کے باپ کے ساتھ یہ کہا ''اگر سرائے گئی تو طلاق ہے'' اس سے تعلیق ہوگئی، پھر ایک سانس میں ''طلاق، طلاق'' چھ سات مرتبہ جب کہا، اگر اس کو بھی سرائے جانے پر مرتب کیا جائے تو سرائے جانے سے تحقیقِ شرط کی بناء پر مغلظہ ہوگئی۔ اور اگر ان چھ سات مرتبہ والی طلاق کو سرائے جانے پر مرتب نہیں کیا، بلکہ اس سے فی الحال طلاق دینا مقصود تھا تو اسی وقت مغلظہ ہوگئی، سرائے جانے کے انتظار کی بھی ضرورت نہیں:

''وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق، اھ''. ھدایہ: ۲/۳٦۵ (۲)۔ ''کرر لفظ الطلاق، وقع الكل، الخ''. درمختار: ۲/٤٦٠ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) ''وعدۂ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی:''بخلاف قوله: طلقي نفسك، فقالت: أنا طالق، أو أنا أطلق نفسي، لايقع؛ لأنه وعد، جوهرة''. (الدرالمختار). ''بخلاف قولها: أطلق نفسي، لايمكن جعله إخباراً عن طلاق قائم؛ لأنه إنما يقوم باللسان، فلو جاز لَقام به الأمران في زمن واحد، وهو محال'. (ردالمحتار، باب تفويض الطلاق: ۳/۳۱۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۸۴، كتاب الطلاق، الفصل السابع الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب تفويض الطلاق: ۳/۵۴۵، رشيديه)

(۲) (الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق. ۴/۵، كتاب الطلاق، باب التعليق، رشيديه)

(۳) (الدرالمختار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد) .... =

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

طلاق غصہ میں بھی واقع ہوجاتی ہے بلکہ عامۃً غصہ ہی میں دی جاتی ہے، خوشی میں کون طلاق دیا کرتا ہے؟(۱) فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جواب صحیح ہے، مگر ذرا جواب کی شقوں میں سائل کو غور کی ضرورت ہے، سوال سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ ایک سانس میں ''طلاق طلاق'' چھ سات مرتبہ جو کہا ہے، یہ شرط کے ساتھ ملا کر کہا یا بلا شرط کے؟ اور ہندہ کے عزیزوں نے جو طلاق سمجھی وہ خود سمجھی یا کسی عالم سے دریافت کیا تھا اور کون سے الفاظ سے انہوں نے طلاق سمجھی تھی، اگر دوبارہ تحقیق کی ضرورت ہو تو بہتر یہ ہے کہ دار العلوم دیوبند ہی میں مکرر تحقیق کر لیجائے اور سب واقعہ بیان کر دیا جائے۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ جمادی الأولی/ ۶۹ھ۔

''اگر میں تیری عورت کی طرف دیکھوں یا نظر کروں تو میری بیوی کو تین طلاق'' کا حکم

سوال[۶۲۸۷]: زید نے عمر کو کہا کہ ''تو اگر میری عورت کو دیکھے تو تیری عورت کو طلاق'' تو اس وقت عمر نے کہا کہ ''اگر میں تیری عورت کی طرف دیکھوں یا نظر کروں یا بات کروں تو میری عورت کو تین طلاق''۔ تو اس صورت حال میں کہ عمر راستہ میں کھڑا تھا، یا راستے کے اندھیرے میں بیٹھا تھا تو عمر کی نظر زید کی بیوی پر پڑ گئی تو طلاق ہوگئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کتنی؟ اور طلاق کی قسم کھانا کیسا ہے؟ حالانکہ غصہ میں بغیر سوچے قسم کھالی ہے جبکہ

= (وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه: ۲۷۵/۳، فصل فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۴۵۴/۱، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها مرفوعاً: "لاطلاق ولاعتاق في إغلاق". والمراد (بالإغلاق) الغضب الذي يحصل به الدهش وزوال العقل، فإن قليل الغضب لا يخلو الطلاق عنه إلانادراً". (إعلاء السنن: ۱۸۶/۱۱، ۱۸۷، باب عدم صحة طلاق الصبي الخ، إدارة القرآن كراچی)

"ويقع طلاق من غضب، خلافاً لابن القيم". (ردالمحتار: ۲۴۴/۳، مطلب في طلاق المدهوش، سعيد)

عمر کا ارادہ نہ تھا کہ یہ زید کی عورت کو دیکھے اور اچانک نظر پڑ گئی۔ امام صاحب اور امام شافعی کا مذہب کیا ہے؟ طلاق پڑتی ہے تو کیا حکم ہے، اور مغلظہ پڑتی ہے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عمر نے اگر قصداً زید کی عورت کو نہیں دیکھا بلکہ بلاقصد اس پر نظر پڑی اور اس نے فوراً نظر ہٹالی تو اس کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی (۱)۔ اگر قصداً اس کو دیکھا ہے تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی (۲)، اب بغیر حلالہ کے تعلقِ زوجیت قائم کرنا درست نہیں (۳) طلاق کی قسم کا یہی حکم ہے کہ شرط پائے جانے کے بعد طلاق ہوجاتی ہے، غصہ ہو یا رضامند سب کا ایک ہی حکم ہے، دل سے نیت ہو یا نہ ہو، اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ یمینِ فور کا دوسرا حال ہے (۴)، کتبِ فقہ حنفی واصول فقہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۱۹/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "ولو قال لها: إن كشفت وجهك على غير محرم فأنت طالق، فرآها غير المحرم من غير قصدها بأن سترت في الكن، فاطلع عليها رجل، لا يحنث". (الفتاوى التاتارخانية: ۴/۶۱۳، كتاب الأيمان، الفصل الثاني عشر في الحلف على الأفعال، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى البزازية بهامش الفتاوى العالمكيرية: ۴/۳۴۵، الفصل الرابع والعشرون في الرؤية، رشيديه)

(۲) " وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰ الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهدايه: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركة علميه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۵، باب التعليق، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (سوة البقرة: ۲۳۰)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۹، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركة علميه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۰۹، ۴۱۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة، سعيد)

(۴) "وشرط للحنث في قوله: إن خرجت مثلاً فأنت طالق، أو إن ضربت عبدك فعبدی حر، لمريد =

’’منکوحہ اگر کہلائے کہ میں اس کے پاس جانا نہیں چاہتی تو طلاق ہے‘‘

سوال[۲۲۸۸]: زید اپنی بیوی کو مار پیٹ کرتا رہا، ایک دن چھ آدمیوں کے سامنے کہا کہ ’’میری بیوی مجھے مہر کا دعویٰ لکھدے تو میں طلاق لکھ دوں گا بلکہ اس کو رکھنا نہیں چاہتا‘‘ پھر کہا کہ ’’منکوحہ اگر کہلائے کہ میں اس کے پاس جانا نہیں چاہتی تو طلاق ہے‘‘۔ دو مسلمانوں کے سامنے لڑکی نے اس کے پاس جانے کو بالکل منع کر دیا، اس پر وہ چلا گیا۔ تو منکوحہ کو اپنی شادی دوسری کب اور کس صورت کے بعد کرنی چاہیے؟ اگر منکوحہ اس پر مہر کا دعویٰ نہ کرے تو اس کی علیحدگی ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے یہ کہا تھا کہ اس کی منکوحہ اگر یہ کہدے کہ میں اس کے پاس جانا نہیں چاہتی تو طلاق ہے اور اس کے جواب میں اس کی منکوحہ نے یہ کہا کہ میری طرف سے کہدو کہ میں اس کے پاس جانا نہیں چاہتی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی (۱)، اس کے کہنے کے بعد تین ماہواری گزرنے پر دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ اگر یہ صورت پیش نہیں آئی، شوہر نے اس طرح کہا تھا کہ طلاق لکھ دوں گا یا طلاق دیدوں گا، پھر اس نے نہ طلاق دی نہ طلاق لکھی تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، جب وہ طلاق دے اور اس کے بعد عدت

= الخروج والضرب فعلُه فوراً؛ لأن قصده المنع عن ذالک الفعل عرفاً". (الدرالمختار). "أرادت أن تخرج فقال الزوج: إن خرجت، فعادت وجلست وخرجت بعد ساعة، لايحنث". (ردالمحتار: ۳/۷۶۱، ۷۶۲، کتاب الأیمان، مطلب یمین الفور، سعید)

وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۵۵۵، کتاب الأیمان، باب الیمین في الدخول والخروج والسکنی، :ارإحیاء التراث العربي بیروت)

وكذا في البحرالرائق: ۴/۵۲۹، ۵۳۱، کتاب الأیمان، باب الیمین في الدخول والخروج، رشیدیه)

(۱) "وإذا أضافه إلی الشرط، وقع عقیب الشرط اتفاقاً، مثل أن یقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعلیق الطلاق، رشیدیه)

(وكذا في الهدایة: ۲/۳۸۵، باب الأیمان في الطلاق، شرکت علمیه)

(وكذا في تبیین الحقائق: ۳/۱۰۹، باب التعلیق، دارالکتب العلمیة بیروت)

گزرجائے تب دوسرے نکاح کی اجازت ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۶/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

”اگرتم دونوں چھت پر آئی تو دونوں کو تینوں طلاق“ کہنے کا حکم

سوال [۶۲۸۹]: ابوبکر کی بیوی زاہدہ خاتون ہے، ابوبکر زاہدہ کو بہت چاہتا ہے، ابوبکر نے زاہدہ سے کہا: میری دو بات ہمیشہ یاد رکھنا:

۱..... ”نماز کی ہمیشہ پابند رہنا ورنہ میں تم کو طلاق دیدوں گا“۔ دوسری یہ کہ ”میری پہلی بیوی تم سے عمر میں بڑی ہے، کبھی اس سے جھگڑنا نہیں، ورنہ میں تم کو طلاق دیدوں گا“۔ زاہدہ خاتون بیحد نماز کی پابند ہوگئی، اور لڑائی جھگڑے سے دور رہنے لگی۔ ایک روز زاہدہ ابوبکر کی بڑی بیوی سے جھگڑ گئی، ابوبکر اپنی چھت پر سویا ہوا تھا، لڑائی کی آواز ابوبکر کے کان میں گئی، ابوبکر نے اپنی دونوں بیویوں کو چھت پر بلوایا اور لڑائی کا حال دریافت کیا، ابوبکر کی دونوں بیویوں کی غلطی ثابت ہوئی۔

ابوبکر نے ڈرانے کے خیال سے دونوں سے یہ کہا کہ ”اگر تم دونوں چھت پر آئی تو دونوں کو تینوں طلاق“۔ ابوبکر نے اس خیال سے طلاق دیا کہ یہ دونوں رات بھر چھت پر نہ آئیں گی، کل کیلئے میرے دل میں کوئی طلاق نہ ہوگی۔ ابوبکر طلاق کے معاملے میں جاہل ہے، اس نے یہ سوچا کہ آج ہی طلاق رہے گی، کل نہ ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھت پر جانے سے ان پر طلاق ہوجائے گی، چاہے کل کو جائیں یا اس کے بعد جائیں۔ اگر اس طرح کہتا کہ اگر آج رات تم دونوں چھت پر آئیں تو تم دونوں کو تین طلاق، پھر رات گزرنے کے بعد جاتیں تو طلاق نہ ہوتی لیکن اس طرح نہیں کہا۔

اب تو حکم یہ ہے کہ جب بھی چھت پر جائیں گی تین طلاق واقع ہوجاہیں گی (۱)۔ اگر کوئی شخص ایک

---

(۱) ”وإذا أضافه إلی الشرط، وقع عقیب الشرط، مثل أن یقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق“. =

روز کے لئے طلاق دیدے تو وہ ہمیشہ کیلئے ہوجاتی ہے(۱)، لیکن طلاق کیلئے شرط کوایک دن کے ساتھ مخصوص کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۷/ ۹۶ھ۔

''اگر فلاں نے میرا روپیہ واپس کرنے میں رکاوٹ ڈال دی تو میری بیوی کو طلاق''

سوال[۲۲۹۰]: خالد نے ابوبکر کے پاس پانچ سورو پے بطورِ امانت رکھے، اور خالد پہلے سے ابوبکر کا قرضدار ہے، دوسرے لوگوں نے خالد کو بھڑکایا کہ ابوبکر تم کو روپیہ واپس نہیں دیگا، خالد نے قسم کھالی کہ ''اگر ابوبکر نے میرا روپیہ واپس کرنے میں رکاوٹ پیدا کی اور میرے کاروبار کرنے کیلئے روپیہ واپس نہیں دیا تو ابوبکر کی خالہ زاد بہن جو میرے نکاح میں ہے اس کو تین طلاق''۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق کب واقع ہوگی؟ اگر ابوبکر روپیہ دینے سے انکار کردیا اور کہدے کہ میں نے اپنے قرضہ میں رقم مجرا کرلی تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟ انکار کے بعد اگر ابوبکر رقم واپس کردے تو کیا طلاق واقع نہ ہوگی؟ اگر پانچ سورو پے میں سے کچھ رقم واپس کردی اور کچھ باقی رہ گئی تو کیا تب بھی طلاق واقع ہوجائے گی؟

= (الهداية: ۲/ ۳۸۵، کتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركة علمية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۲۰، کتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة: "إن وإذاوغيرهما"، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختارمع رد المحتار: ۳/ ۳۵۵، کتاب الطلاق، باب التعليق، سعيد)

(۱) "حلف: لايفعل كذا، تركه على الأبد؛ لأن الفعل يقتضي مصدراً منكراً، والنكرة في النفي تعم".

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/ ۸۴۳، کتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل، مطلب: حلف لايفعل كذا، تركه على الأبد، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۵/ ۲۰۲، کتاب الأيمان، باب اليمين في تقاضي الدراهم، مسائل متفرقه، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۵۳۲، کتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل وغيرذالك، دارالكتب العلمية، بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ابوبکر نے وہ امانت والا روپیہ واپس نہیں کیا، بلکہ خالد کے طلب کرنے پر کاروبار میں رکاوٹ ڈالی خواہ کچھ روپیہ روک کر، خواہ کل روک کر، اوراس روپے کو اپنے قرض میں مجرا کرلیا توحسبِ تعلیق خالد کی بیوی (ابوبکر کی خالہ زاد بہن) پر طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی:"وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقا، اه". عالمگیری: ۱/۴۳۰ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"اگر میں فلاں سے پہلے شادی کرلوں تو میرے لئے ساری دنیا کی عورتوں کوطلاق ہو" کا حکم

سوال[۶۲۹۱]: اگر کوئی شخص یوں حلف کرے کہ "اگر میں فلاں سے پہلے شادی کروں تو میرے لئے ساری دنیا کی عورتوں کوطلاق ہو"۔ اگر خدانخواستہ وہ شخص جس پر اپنی شادی کو معلق کیا ہے وہ قبل شادی کے انتقال کرجائے تواس کوشادی کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں توالفاظِ مذکورہ کہتے وقت قائل کے نکاح میں کوئی عورت موجود نہیں، اگرکسی کے نکاح میں کوئی عورت موجود ہواوروہ یہ کہے کہ تمام اہلِ دنیا کی عورتوں کوطلاق تب بھی اس کی بیوی پرطلاق واقع نہ ہوگی، اِلّا یہ کہ وہ اس کی نیت کرے:"ولو قال: نساء أهل الدنيا، اه". عالمگیری: ۱/۲۵۷ (۲)۔ ہاں

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة: "إن وإذا وغيرهما"، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۰۹، ۱۱۰، كتاب الطلاق، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الهدايه: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۷، الباب الثاني، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان: ۱/۴۲۲، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانيه: ۳/۲۸۴، إيقاع الطلاق بالإضافه إلى بعض المرأة، إدارة القران كراچی)

"لو قال: كل امرأة أتزوجها مالم أتزوج فاطمة، فهي طالق، فماتت فاطمة أوغابت، فتزوج غيرها، طلقت في الغيبة، ولاتطلق في الموت". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۱۹، الفصل الثاني في تعليق الطلاق، رشيديه)

اگراس طرح کہے کہ ''اگرفلاں شخص سے پہلے میں شادی کروں توجس عورت سے بھی شادی کروں تواس کوطلاق، یاجوعورت میرے نکاح میں آئے اس کوطلاق'' پھرطلاق واقع ہوجائے گی اوراس شخص سے پہلے شادی کرنادرست نہیں ہوگا(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور۔

الجواب صحیح:سعیداحمدغفرلہ، صحیح:عبداللطیف،۲۶/ربیع الاول/۶۴ھ۔

تعلیق طلاق بالمُحال

سوال[۶۲۹۲]: زیدنے اپنی منکوحہ ہندہ کوکسی ناچاقی ودل شکنی کی وجہ سے بحالتِ غصہ کہا کہ جوچیزتمہیں امانت دیاہوں ہمیں دے دو،اس کی شدیدضرورت ہے،اگرنہیں دوگی تومیں تمہاری حالت کوخراب کردوں گا،اس کاہندہ نے کچھ جواب نہیں دیا،اوربچی کوگودمیں لیکرکواڑکے پاس کھڑی رہی،اسی اثناءمیں زید نے مذکورہ بالاجملہ باربارادا کیا۔

آخرالامرجب ہندہ نے زیدکوامانت کی چیزکے متعلق ہاں اورنہیں،کچھ نہیں کہاتوزیدنے برافروختہ ہوکرکہاکہ''اے ہندہ!امانت کی چیزاگرتم نے آج نہیں دی توتم پرتین طلاق''۔مگرہندہ اس پرخائف نہیں ہوئی، بالآخرزیدنے ہندہ کوگردن پکڑکرگھرسے نکال دیا۔کچھ ہی دیربعدہندہ نے چنداشخاص کے سامنے جواب دیاکہ امانت کی چیزگھرہی کے مصرف میں خرچ ہوگئی ہے،لیکن یہ بات زیدکوفوراً ہی معلوم نہیں ہوئی،بلکہ دوسرے روزمعلوم ہوئی کہ ہندہ نے امانت کی چیزہمارے ہی مصرف میں خرچ کی ہے جس کایقین بھی زیدکوہوچکا، مگرچونکہ قبل ازیں ہندہ کابھائی کسی مولوی سے زبانی پوچھ آیاکہ زیدنے ہندہ کوایسے الفاظ کہے کہ''اگرتم ہم کوآج چاول نہیں دوگی توتم پرتین طلاق''یہ کہنے کے بعدہندہ نے اس دن چاول نہیں دیا۔اس پرمولوی صاحب نے

---

(۱) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً". (الفتاوى العالمكيرية، المصدر السابق: ۱/۴۲۰، رشيديه)

"ولوقال: كل امرأة أتزوجها، فهي طالق فتزوج نسوةً، طلقن". (الفتاوى التاتارخانيه: ۳/۵۰۵، كتاب الطلاق، الأيمان بالطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدرالمختار: ۳/۳۴۵، باب التعليق، سعيد)

جواب دیا کہ طلاق ہوچکی۔

اس جواب کے تحت ہندہ کے ورثاء لوگ گاؤں کے پانچ آدمیوں کو بلاکر زید سے ہندہ کے حقوق کا مطالبہ کیا جس میں ثالث نے طلاق ہوجانے کا یقین کی وجہ سے حقوق کا تصفیہ کردیا، مگر ہندہ نے برسرِ پنچایت بھی جواب دیا کہ امانت کی چیز یعنی دھان کا چاول تیار کئے تھے جو کہ مزدوروں کو دیا گیا اور باقی دھان کا جو چاول تیار کیا تھا وہ ناشتہ میں صرف ہوچکا ہے۔ بعد اس کے صبح ہوکر زید کو ان لوگوں سے معلوم ہوا جن لوگوں کے سامنے ہندہ نے کچھ دیر ہی بعد گھر کے مصرف میں صرف ہونے کا اقرار کیا تھا، تب زید کو یقین ہوا کہ مطالبہ والی شے ہمارے ہی مصرف میں صرف ہوئی ہے۔ اس صورت میں ہندہ کا کہنا صحیح ہے اور میرا دعویٰ غلط ہے۔ مزید برآں ہندہ کو تین ماہ کا حمل متحقق ہے۔ امید ہے جواب باصواب سے جلد نوازیں گے کہ صورتِ مذکورہ میں ہندہ کو طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندہ کے بھائی نے مولوی صاحب کے سامنے ناتمام سوال پیش کیا، اس کا جواب وہی ہے جو مولوی صاحب نے دیا۔ اگر سوال پورا پیش کیا جاتا جیسا کہ تحریر میں ہے تو وہ جواب نہ ہوتا۔ صورت واقعہ کا جواب یہ ہے کہ زید نے ایسی شرط پر طلاق کو معلق کیا ہے جس کا پورا کرنا ممکن نہیں، لہٰذا یہ تعلیق ہی صحیح نہیں، پس اس صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، نکاح بدستور قائم ہے۔ ایسی نظیریں بحر، شامی، عالمگیری وغیرہ میں موجود ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تعلیق طلاق کی ایک صورت اور دیوبند وسہارنپور کے جواب میں اختلاف

استفتاء [۲۲۹۳]: مندرجہ ذیل استفتاء دیوبند اور سہارنپور روانہ کیا گیا تھا، دونوں جوابوں میں

---

(۱) "ولو قال: إن دخل الجمل في سم الخياط فأنت طالق، لايقع الطلاق؛ لأن غرضه منه تحقيق النفي حيث علقه بأمر مُحال". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۱، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة: "إن وإذا وغيرهما"، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۳۴۲، باب التعليق، مطلب: لايحنث بتعليق الطلاق بالتطليق، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق: ۴/۴، كتاب الطلاق، باب التعليق، رشيديه)

اختلاف ہے، سوال مع جواب ہر دودونوں بمہر روانہ ہیں، بحوالہ تحریر فرمایئے کہ آپ کا جواب ٹھیک ہے یا دوسرا؟ اس مرتبہ نقل اقرارنامہ بھی روانہ ہے۔

استفتاء [۶۲۹۴]: کیا حکم دیتے ہیں علمائے شریعت اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک اقرارنامہ پنچوں کے سامنے تحریر کیا تھا کہ ''جو رقم میرے پاس ہے عرصہ پندرہ روز کے اندر اپنے پنچ برادران کے سامنے عبد القادر پدر زوجہ کو روانہ کردوں گا، اگر وقتِ مقررہ یعنی دو ہفتہ کے اندر نہ دوں تو میری عورت عقد سے خارج ہوکر مطلقہ سمجھی جائے''۔ میں حسب وعدہ وہ رقم زیور وغیرہ لے کر پوروہ رمضانی گیا اور پنچوں کو طلب کیا، لیکن کوئی پنچ بجز دو برادری کے محمد رفیع و دوست محمد جمع نہیں ہوئے، اس لئے وہ رقم لے کر واپس آیا، کیونکہ وعدہ تھا کہ پنچ کے سامنے عبدالقادر کو دوں گا۔

میں جب حسب وعدہ پوروہ رمضانی گیا تھا تو پنچ کے جمع کرنے کے موقع پر بعض لوگوں کے دریافت کرنے پر یہ کہہ دیا تھا کہ میں کچھ نہیں لایا اور بعض سے کہا تھا کہ لایا ہوں مگر بجز دو آدمیوں کے (جو پنچ کے افراد ہیں) کوئی جمع نہیں ہوا۔ ایسی حالت میں میری عورت شرعاً مطلقہ ہوگی یا نہیں؟

جواب از سہارنپور

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ مدتِ مذکورہ میں رقم نہیں دی تو شرط کے موافق طلاق واقع ہوگئی، محض رقم لے کر جانے اور پنچوں کو تلاش کرنے سے اقرارنامہ پر عمل نہیں ہوا۔ اگر رقم حسبِ قرارداد حوالہ کردی جاتی تو طلاق واقع نہ ہوتی:

"إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط، الخ". ہدایہ(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۲/۴/۷۰ھ۔

---

(۱) (الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۰۹، باب التعليق، دار الكتب العلمية بيروت)

جواب از دار العلوم دیوبند

الجواب:

آپ نے اقرار نامہ میں یہ الفاظ تحریر کئے ''کہ جو رقم میرے پاس ہے عرصہ پندرہ روز کے اندر اپنے پنچ برادران کے سامنے عبد القادر پدر زوجہ کو ادا کروں گا، اگر وقت مقررہ یعنی دو ہفتہ کے اندر نہ دوں تو میری عورت عقد سے خارج ہو کر مطلقہ سمجھی جائے''۔ آپ کے اس لکھنے کے بعد اگر پنچوں کے سامنے مدتِ مقررہ میں روپیہ نہ دیا جائے تو طلاق واقع ہو جائیگی، لیکن جب پنچ ہی جمع نہ ہوئے جن کے سامنے دینے کا اقرار تھا تو شرط نہیں پائی گئی، لہذا طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور سوال میں جو تفصیل لکھی ہے اس تفصیل کی رو سے مذکورہ صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی۔ شامی میں ہے:

"إنهم صرحوا بأن فوات المحل يبطل اليمين، وبأن العجز عن فعل المحلوف يبطلها أيضاً لو مؤقتةً لالو مُطْلَقةً". ۲/ ۵۲۳ (۱)۔ واللہ اعلم۔

سید احمد علی سعید، نائب مفتی دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، ۲۱/۳/۷۰ھ۔

الجواب وبيده أزمة الحق والصواب حامداً ومصلياً:

جب وقوعِ طلاق کو کسی شرط عدمی پر معلق کیا جائے جیسا کہ صورت مسئولہ میں عدمِ ادائے رقم مذکور پر معلق کیا گیا ہے اور محلِ برّ فوت ہونیکی بناء پر شرط برّ سے عاجز ہو جائے تب تو طلاق واقع نہیں ہوتی، لیکن اگر محلِ برّ تو باقی رہے مگر کسی مانع کی وجہ سے عاجز ہو جائے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ صورتِ مذکورہ میں حالف (زوج) یا اس کا خسر یا پنچ جو کہ محل برّ ہیں فوت ہو جاتے اور اس وجہ سے رقمِ مذکور ادا نہ کی جاتی تو ممکن تھا کہ طلاق واقع نہ ہوتی، لیکن ان سب کے باقی رہتے ہوئے مدتِ مذکورہ میں رقم ادا نہیں کی گئی، لہذا طلاق واقع ہوگئی:

" ومفاده الحنث فيمن حلف ليؤدِّينَّ اليوم دينه، فعجز لفقره وفقد مَن يقرضه، خلافاً

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۳۸۲، كتاب الطلاق، باب التعليق، مطلب: الأصل أن شرط الحنث إن كان عدمياً وعجز يحنث، سعيد)

لمباحثه فی البحر، الخ". درمختار- قال الشامی فی قوله: (ومفاده الخ): "أی لأن شرط الحنث فيه عدميّ وهوعدم الأداء، والمحل وهوالحالف باقٍ. وإذاكان يحنث فی حلفه لَيَمَسّنَ السماء اليوم مع كون شرط البرّ مستحيلاً عادةً، فحنثه هنا بالأولیٰ؛ لأن شرط البرّممكن بأن يغصب مالاً، أويجد مَن يقرضه، أويرث قريباً له، ونحوذلك، فإن ذلك ليس بأبعد من مس السماء، اه"(۱)۔

دیکھئے اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے کہا کہ "میں آج اپنا قرض ضرورادا کرونگا، اگرادانہ کروں تو مثلاً بیوی پر طلاق ہے" یہاں وقوعِ طلاق کوعدمِ ادائے قرض پر معلق کیا ہے جوکہ شرطِ عدمی ہے، پھرادانہ کرسکا کیونکہ روپیہ موجودنہیں تھااور کہیں سے قرض بھی نہیں مل سکا تو طلاق واقع ہوجاتی ہے اس لئے کہ محلِ برّ باقی ہے۔ اورشرط برّ سے عجز کی دوسری وجہ یہ جیسے اگر کوئی قسم کھائے کہ میں آج آسمان کوضرور ہاتھ لگاؤں گا، اگر ہاتھ نہ لگایا تو مثلاً بیوی پر طلاق ہے تو طلاق واقع ہوجاتی ہے کیونکہ زوج بھی موجود ہے اور آسمان بھی۔ پنچوں کوجمع کر کے رقمِ مذکور کاادا کرنااس قدر دشوارنہیں جیسا کہ آسمان کوہاتھ لگانا۔ ہاں! اگر محلِ برّ فوت ہوجائے توقسم ہی باطل ہوجاتی ہے، مثلاً مقروض یامُقرِض کاانتقال مدتِ معینہ سے قبل ہوجائے، چنانچہ شامی میں ہے:

"ولايرد ماقيل: إنه يستفاد عدم الحنث من قوله فی المنح: حلف: لَيقضينّ فلاناً دينه غداً، ومات أحدهما قبل مضی الغد، أوقضاه قبله أوأبرأه، لم تنعقد، الخ؛ لأن عدم الحنث فيه لبطلان اليمين بفوت المحل، كمالوصبّ ماءً فی الكوز، فإن شرط البرّ، صارمستحيلاً عقلاً وعادةً، بخلاف مس السماء، فإنه ممكن عقلاً وإن استحال عادةً، الخ"(۲)۔

محلِ برّ فوت ہونے کاایک اَور جزئیہ لکھاہے: "وكذالايرد مافی الخانية: إن لم آكل هذا الرغيف اليوم، فأكله غيرُه قبل الغروب، لايحنث؛ لأنه من فروع مسئلة الكوز، كماصرحوابه

(۱) (الدرالمختارمع ردالمحتار: ۳۸۳/۳، كتاب الطلاق، باب التعليق، مطلب: الأصل أن شرط الحنث إن كان عدمياً وعجز، يحنث، سعيد)

(۲) (ردالمحتار: ۳۸۳/۳، باب التعليق، الأصل أن شرط الحنث إن كان عدمياً وعجز، يحنث، سعيد)

لفوات المحل وهوالرغيف، اهـ"(۱)۔

شامی نے صاحبِ بحر کے قول کا اس طرح جواب دیا ہے:

"وما استشهد به صاحب البحر حيث قال: (قوله إن في القنية: متى عجز عن المحلوف عليه واليمين مؤقتة، فإنها تبطل، يقتضي لبطلانها في الحادثة المذكورة، اهـ). فيه نظر؛ لأن مراد القنية العجز الحقيقي كمافي مسئلة الكوز، وإلا ناقضه ما أطبق عليه أصحاب المتون من عدم البطلان في: لأصعدنّ السماء. ثم رأيت الرملي نقل عن فتاوى صاحب البحر أنه أفتى بالحنث في مسئلتنا مستنداً إلىٰ إمكان البرّ حقيقةً وعادةً مع الإعسار بهبة أوتصدق أو إرث، اهـ. وهو عين ما قلنا أولاً، ولله الحمد"۔ شامي، آخر باب التعليق، ج: ۲(۲)۔

لہٰذا وقوعِ طلاق میں شک نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ ربیع الاول/ ۷۰ھ۔

مفتی محمود حسن صاحب کا جواب صحیح ہے، صورتِ مذکورہ میں نذیر احمد کو روپیہ اور زیور شرط کے موافق عبدالقادر کو دینا چاہیئے تھا اور دو پنچ موجود تھے ان کے سامنے دینا کافی تھا، اگر اَور پنچ غائب ہوگئے یا نہیں آئے تو عبدالقادر تو موجود تھا اس کو موجود پنچوں کے سامنے روپیہ اور زیور دینا کافی تھا، مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ بعض پنچوں سے روپیہ نہ لانا بیان کیا، اس لئے تین طلاق حسبِ اقرار نامہ واقع ہوگئیں۔ دیوبند کا جواب تصریحاتِ فقہ کے خلاف ہے اور جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ سوال پر منطبق نہیں جیسا کہ مفتی محمود صاحب نے بیان کردیا، اس کے قریب نظیر عالمگیری: ۲/۱۵۳ میں ہے:

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۳۸۳، باب التعليق، الأصل أن شرط الحنث إن كان عدمياً وعجز، يحنث، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۴۷۸، كتاب الأيمان، باب اليمين في الأكل والشرب واللبس والكلام، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۵۵۲، ۵۵۴، كتاب الأيمان، باب اليمين في الأكل والشرب واللبس والكلام، رشيديه)

(۲) (رد المحتار: ۳/۳۸۳، كتاب الطلاق، آخر باب التعليق، مطلب: الأصل أن شرط الحنث إن كان عدمياً وعجز، يحنث، سعيد)

"مدیونٌ قال لرب الدین: إن لم أقضك مالك غداً، فعبدی حرّ، فغاب رب الدین، قالوا: هذا یدفع الدین إلی القاضی، فإذا دفع، لایحنث، ویبرأ من الدین، وهوالمختار. وإن کان فی موضع لم یکن هنالك قاض، حنث، کذافی فتاوی قاضی خان"(۱)۔

اب دیوبند دوبارہ اس جواب کو بھیج دیجئے اور جو جواب آئے اس سے ہم کو مطلع فرمایئے۔عبارات سب نقل کردیجئے تاکہ مفتیانِ دیوبند ملاحظہ فرمالیں۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ربیع الثانی/۲/۷۰ھ۔

خلافِ شرط کرنے سے طلاق

سوال[۶۲۹۵]: مسمی زید نے مسماۃ ہندہ کیساتھ ۴/فروری کو عقد کیا اور قبل نکاح ہندہ اوراس کے والد کے اصرار سے ایک اقرارنامہ لکھا جس میں آٹھ دفعات ہیں، آٹھویں دفعہ یہ ہے کہ جب کبھی اور جتنے بھی مندرجہ بالا نمبرا سے تا نمبر ۷ میں کسی ایک دفعہ کی خلاف ورزی کرنے اور مجھ مقر کی اس خلاف ورزی کو چھ ماہ گزرجاویں تو مقر کی زوجہ مسماۃ ہندہ اوراس کے والد اگر ہوں ورنہ دیگر اعزہ مسماۃ مذکورہ میں سے تین عزیز کی رائے سے مسماۃ ہندہ کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے نفس پر ایک طلاق رجعی دیدے اور یہ اختیاراس کا دائمی ہوگا کہ کسی رضایا سکوت سے زائل نہ ہوگا، تاآخر اقرارنامہ۔مسماۃ مذکورہ بالا بعد عقد رخصت ہوکر زید کے گھر آئی اور دستور کے مطابق تین روز تک بخوشی وشادمانی رہی، پھر اپنے باپ کے یہاں گئی، اس طرح بار بار آتی رہی۔

بدقسمتی سے عقد کے ڈیڑھ ماہ بعد دورے پڑ گئے جو اختناقِ رحم تجویز کیا گیا جس کا علاج کبھی زید کے یہاں اور کبھی ہندہ کے باپ کے گھر ہوتا رہا۔تقریباً ڈیڑھ سال تک یہی معاملہ رہا اور زید اقرارنامہ کی پوری پابندی کرتا رہا، اسی اثناء میں ہندہ اوراس کی والدہ جہیز کا سامان باجازت زید لے جاتی رہی۔آخر میں والد ہندہ بغرضِ علاج اپنے گھر لے گیا، زید متواتر رخصتی کے لئے جاتا رہا اور والد ہندہ اچھی ہوجانے کے بعد رخصت کرنے کا وعدہ کرتا رہا، بالآخر ایک مرتبہ رخصت کرنے سے صاف انکار کردیا اور کہا کہ ہم رخصت نہیں کریں گے،اس کو طلاق دیدو۔

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریة: ۲/۱۳۷، الباب الثانی عشر فی الیمین فی تقاضی الدراهم، رشیدیه)

اقرارنامہ میں ایک دفعہ اختلاف باہمی کی صورت میں دس روپیہ ماہوار وظیفہ دینے کی تھی، اس وقت چونکہ باہمی اختلاف ہوگیا تھا، اس لئے زید نے اس کی پوری پابندی کی ہے، دس روپیہ ماہوار کے حساب سے بذریعۂ منی آرڈر بھیجنا شروع کیا، مگر مسماۃ ہندہ اور اس کے والد نے لینے سے انکار کیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد مسماۃ ہندہ اور اس کے والد نے زید کو نوٹس دیا کہ تم اپنی تحریر کردہ اقرارنامہ پر کاربند نہیں، لہٰذا ہم دونوں باپ اور بیٹی نے متفقہ طور پر حسبِ تحریر اقرارنامہ چھ ماہ گزرنے کے بعد چند گواہوں کی موجودگی میں طلاقِ رجعی واقع کر لی اور حسبِ فتوی علماء مفتی صاحبان عدت بھی پوری کر لی اور عدت پوری ہونے کے بعد بروئے فتوی طلاق بائن ہوگی، اب ہمیں شرعاً قانوناً اختیار ہے کہ ہم جہاں چاہیں شادی کر لیں۔

نیز دینِ مہر وغیرہ کا مطالبہ کیا، باوجود اس کے زید کے اعزا سے طلاق دلانے کے لئے مجبور کرنا ہے، اعزا کے اس قول پر کہ جب طلاق واقع کر لی ہے تو اب پھر طلاق لینے کی کیا ضرورت ہے؟ والد ہندہ کہتا ہے کہ رہی اصل طلاق تو ہوتی نہیں جب تک زید خود اپنی زبان سے نہ کہے، اصل طلاق واقع نہ ہوگی۔ صورتِ مذکورہ کے ملاحظہ کرنے کے بعد علمائے دین سے چند امور دریافت طلب ہیں۔

۱.....صورت مذکورہ میں ہندہ اپنے اوپر زوجہ زید طلاق رجعی واقع کر سکتی ہے یا نہیں؟

۲.....اگر بالفرض طلاق واقع کر سکتی ہے تو طلاقِ رجعی ہوگی یا نہیں؟

۳.....اس کو طلاق رجعی واقع کر کے بلا اطلاع زید عدت پوری کرنی چاہیئے یا اطلاع کر کے؟

۴..... اگر بلا اطلاع عدت پوری کرے تو طلاق بائن ہوگی، یا اطلاع کے بعد عدت پوری کرنے پر بائن ہوگی؟

۵.....طلاق بائن ہونے کی صورت میں ہندہ کے ساتھ دوبارہ عقد کے لئے حلالہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے بیشتر متعدد مرتبہ اس واقعہ کا سوال آچکا ہے، محمد حسن خان صاحب کے نام سے ایک مرتبہ اقرارنامہ کی نقل بھی آئی تھی۔ آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر نے دس روپیہ ماہوار بذریعۂ منی آرڈر بھیجا جس کو لینے سے زوجہ اور اس کے والد نے انکار کیا، نیز ہندہ کا معالجہ شوہر کے مکان پر بھی ہوتا رہا اور

شادی کے بعد جب ہندہ رخصت ہوکر شوہر کے مکان پر آئی تو دستور کے مطابق تین روز بخوشی ودشادمانی رہی وغیرہ وغیرہ، مگر احمد حسن خانصاحب کے سوال میں تحریر تھا کہ شوہر کی بے التفاتی حد سے بڑھتی گئی، یہاں تک کہ زوجین میں ایک مرتبہ بھی ہمبستری کی نوبت نہیں آئی اور شوہر نے بیماری کے وقت سے خرچہ دینا بند کردیا، زوجہ کی طرف سے بارہا خرچہ کا تقاضا کیا گیا مگر شوہر نے خرچہ نہیں دیا اور طرح طرح کے طعن وتشنیع کرکے دل آزاری کی حتی کہ زدوکوب کیا وغیرہ وغیرہ، اب واللہ اعلم کہ کونسا سوال صحیح ہے اور کونسا غلط؟

اس لئے بہتر صورت یہ ہے کہ فریقین متفق ہوکر صحیح صحیح واقعہ تحریر کریں اور ہر دوفریق دستخط کرکے بھیجیں تاکہ موافقِ شرع جواب حاصل ہوسکے، ورنہ ہر سوال کے موافق جواب تحریر ہوگا، مفتی کو علم غیب نہیں ہوتا کہ سائل نے سوال میں صحیح واقعہ لکھا ہے یا غلط، اور ایسی صورت میں ذمہ داری سائل کے سر باقی رہتی ہے۔

ایک دفعہ ۱۳/ جمادی الاولیٰ/ ۶۰ھ کو جواب نمبر: ۲۵۱، دوسری مرتبہ ۱۰/ جمادی الثانیہ/ کو جواب نمبر: ۳۸۴، تیسری مرتبہ ۲۴/ رجب/ ۶۰ھ کو، جواب نمبر: ۴۴۴ یہاں سے گیا ہے۔ اب اس کے سوال کے مطابق جوابات تحریر ہیں:

۱......اگر خلافِ شرط کیا تو زوجہ کو طلاق واقع کرنے کا اختیار حسبِ اقرار نامہ حاصل ہے (۱)۔

۲......اگر ہمبستری یا خلوتِ صحیحہ ہوچکی ہے اب واقع کرنے سے طلاق رجعی واقع ہوگی ورنہ بائنہ ہوگی (۲)۔

---

(۱) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۲۰، كتاب الطلاق، باب التعليق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركة علميه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۰۹، باب التعليق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) " وإن فرق (الطلاق) بوصف أو خبر أو جمل بعطف أو غيره نحو: أنت طالق واحدة وواحدة .... أنت طالق، طالق، طالق، بانت بالأولى إلى عدة". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۸۶، طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/ ۲۹۸، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۷۱، فصل في الطلاق قبل الدخول، دار الكتب العلمية بيروت)

۳......اطلاع کرنا واجب نہیں۔

۴......عدت پوری ہونے پر بائنہ ہوجائیگی اطلاع کریں یا نہ کریں (۱)۔ اگر خلوتِ صحیحہ یا ہمبستری نہیں ہوئی تو شروع ہی سے بائنہ ہوگی۔

۵......حلالہ کی ضرورت تین طلاق یعنی مغلظہ میں ہوتی ہے (۲)، ایک طلاق بائنہ میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صرف طرفین کی رضامندی کافی ہوتی ہے (۳)۔ اگر طلاق رجعی ہوا اور عدت ختم نہ ہوئی ہو تو رجعت کافی ہے، دوبارہ نکاح کی ضرورت ہی نہیں (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۸/ ۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ شعبان/ ۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ شعبان/ ۶۰ھ۔

---

(۱) "أما الطلاق الرجعي .... فإن طلقها ولم يراجعها، بل تركها حتى انقضت عدتها، بانت". (بدائع الصنائع: ۴/ ۳۸۷، فصل في حكم الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

"وتنقطع الرجعة إن حكم بخروجها من الحيضة الثالثة إن كانت حرةً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۷۱، الباب السادس، الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (سورة البقرة: ۲۳۰)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۹۹، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركة علميه)

(وكذا في الدرالمختار: ۳/ ۴۰۹، ۴۱۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة، سعيد)

(۳) "وينكح مبانته بمادون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع". (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/ ۴۰۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۷۲، ۴۷۳، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۴) "إذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم =

”مقررہ شرائط کی خلاف ورزی کروں تو یہ عدم پابندی میری بیوی کے لئے طلاق مقصود ہو“ کہنے کا حکم

سوال[۶۲۹۶]: مسماۃ زیب النساء کا نکاح انوار الحق کے ساتھ ہوا، لیکن شوہر کی بدچلنی و بدخلقی کی بنا پر تعلقات کشیدہ ہوگئے۔ بعض حضرات نے صلح کرادی اور ایک اسٹامپ پر یہ بھی لکھوادیا کہ ”اگر میں ان شرطوں کی خلاف ورزی کروں تو یہ عدم پابندی میری طرف سے زینب النساء کیلئے طلاق متصور ہو“۔ سوال یہ ہے کہ اقرارنامہ کی شرائط کی عدمِ پابندی بھی حسبِ تحریر طلاق سمجھی جائے گی یا انوار الحق سے طلاق لینی پڑے گی؟ اور اگر عدم پابندی سے طلاق بائن پڑگئی تو عورت اپنا عقدِ ثانی کرسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اقرارنامہ درحقیقت طلاق کو شرائط کی عدم پابندی پر معلق کرنا ہے، لہٰذا عدم پابندی شرائط پر حسبِ اقرارنامہ طلاق واقع ہوجائے گی (۱)، مزید مطالبہ کی حاجت نہیں ہوگی، جبکہ صریح طلاق کو کسی اور صفتِ تشدید وغیرہ سے مؤکد نہیں کیا تو طلاقِ رجعی ہوگی، اور اسی وقت سے عدت لازم ہوگی (۲) اور شوہر کو اختتامِ عدت

= ترض“. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۴، باب الرجعة، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، باب الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) ” وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق“. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركة علميه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۰۹، باب التعليق، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) ” وابتداء العدة في الطلاق والموت عقيبهما، لإطلاق النص“. (مجمع الأنهر: ۱/۴۶۹، باب العدة، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۵۳۱، ۵۳۲، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

سے پہلے پہلے حقِ رجعت حاصل ہوگا(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۱۳۸۶ھ۔

''اگر ماروں پیٹوں یا گھر سے نکالوں تو مسماۃ پر سہ طلاق''

الاستفتاء [۶۲۹۷]: مسمی خضر نے عہد کیا ہے کہ ''کبھی اپنی زوجہ کو نہیں ماروں گا اور اگر ماروں پیٹوں یا گھر سے نکالوں تو مسماۃ پر سہ طلاق شرعی حرام ہوگی''۔اس واقعہ سے نکاح کرنے کا مجاز ہوگا یا نہیں؟ مسمی خضر کے نکاح کو دو یوم ہی گزرے تھے کہ اپنی زوجہ کو مار پیٹ کر کے اپنی گھر سے نکال دیا، اس واقعہ کو تین ماہ گزر گئے۔اب یہ نکاح شرعاً ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر واقعہ اس طرح ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، مسماۃ کو چاہیے کہ جس روز سے شوہر نے مار پیٹ کر اس کو گھر سے نکال دیا ہے اس روز سے عدت تین حیض گزار کر دوسری جگہ باقاعدہ اپنا نکاح ثانی کرے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۰/۸۵ھ۔

---

(۱) ''فمن طلق امرأته مادون الثلاث بصريح الطلاق ولم يصفه بضرب من الشدة.........فله أن يراجع وإن أبت المرأة عن رجوعه''. (مجمع الأنهر: ۱/۴۳۲، باب الرجعة، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، الباب السادس في الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۵۹۷، مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچي)

(۲) ''وإذا أضافه إلى شرط، وقع عقيب الشرط''. (الهداية: ۲/۳۸۵، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۰۹، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق: ۴/۵، باب التعليق، رشيديه)

نکاح میں کی گئی شرط کے خلاف کرنے سے وقوعِ طلاق اور قسم کا کفارہ

سوال[۶۲۹۸] : ا......زید نے عمر کی لڑکی سے درج ذیل شرائط پر نکاح کیا ہے:

ا- زید نے عمر سے بوقتِ نکاح برسرِ مجلس قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قسم کھائی اور کہا کہ "اگر میری اہلیہ کے وقت بلوغ تک میں تمہارے گھر میں ہی رہوں گا اور اس شرط پر عدمِ عمل کی صورت میں میری بیوی پر طلاق ہے اور میری بیوی مجھ پر بالکل حرام ہے"۔ اراکینِ مجلس اس پر گواہ ہیں اور یہ پورا قول وقرار اراکین مجلس کی موجودگی میں زید نے قرآن مجید اپنے ہاتھ پر رکھ کر کہا ہے۔

۲- دوسری شرط یہ کہ "میں کوئی بد دیانتی، خیانت، چوری وغیرہ نہیں کروں گا، اگر کسی بد دیانتی، خیانت میں مبتلا ہو جاؤں تو میری بیوی پر طلاق"۔ یہ اعلان بھی قرآن مجید ہاتھ میں رکھ کر برسرِ مجلس کیا ہے۔ فی الوقت حال یہ ہے کہ زید اپنی بیوی کو حالتِ عدم بلوغ میں اس کے والدین کے گھر چھوڑ کر اپنے گھر بھاگ گیا اور کئی مرتبہ عمر کے گھر سے مختلف اشیاء مختلف اوقات میں چوری بھی کی، جس پر اس علاقہ کے کئی شاہد ہیں۔ ایسی صورت میں زید پر اس کی بیوی حرام ہوئی یا نہیں؟ اور زید کی جانب سے اس کی بیوی پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے ایجاب وقبول ہونے سے پہلے اللہ کی یا قرآن کی یہ قسم کھائی تھی کہ یہ شرط پوری کرون گا، اور نہ کرنے کی صورت میں میری بیوی پر طلاق اور مجھ پر حرام، پھر شرط کے خلاف کیا ہے تو نہ بیوی حرام ہوئی ہے نہ ہی طلاق پڑی ہے (۱)، البتہ گنہگار رہوا ہے، قسم کے خلاف کرنے سے قسم کا کفارہ ادا کرے، یعنی دس مساکین کو صبح وشام کھانا کھلائے جیسے اپنے گھر میں اکثر حالات میں کھانا تیار ہوتا ہے، یا دس مسکینوں کو ایک ایک جوڑا کپڑا

---

(۱) "رجل قال: إن فعلت كذا، فامرأته طالق، وليس له امرأة فتزوج امرأةً، ثم فعل ذلک، لايحنث في يمينه".

(فتاویٰ قاضي خان علی هامش الهندية: ۱/۱۱۵، باب التعليق، مسائل تعليق الطلاق بالتزوج، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ البزازية، كتاب الطلاق، هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۲۷۵/۴، كتاب الأيمان، الثالث في المتفرقات، رشيديه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ۸۱/۳، الجزء السادس، كتاب الطلاق، باب من الطلاق، مكتبه حبيبيه كوئٹه)

دے۔اوراگراس کی طاقت نہ ہوتو پے درپے تین روزے رکھے(۱)۔

اوراگرزید نے ایجاب وقبول ہونے کے بعد مذکورہ بالاشرط لگائی تھی اورقسم کھائی تھی تو بیوی اس پرحرام ہوگئی ہےاورقسم کا کفارہ بھی زید پرواجب ہوا ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔

بدکاری نہ کرنے پرطلاق کومعلق کرکے مفعولیت کاارتکاب

سوال[۶۲۹۹]: زیدکوغلط کاری کی عادت تھی،ایک دن اس نے کہا کہ''آئندہ جب میں لونڈے بازی کروں تو میری بیوی کوطلاق''۔کچھ مدت گزرجانے کے بعدزید سے بصورتِ مفعول غلط کاری سرزدہوگئی، جبکہ مذکورہ بالاالفاظ عرفِ عام میں حالتِ فاعل کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔زیدکوشک رہتاہے کہ کہیں تُو نے حالتِ مفعول کوبھی تعلیقِ طلاق میں شامل تونہیں کیاتھا،حالانکہ قلبی رجحان اسی طرف ہے کہ اس نے مذکورہ بالاالفاظ ہی کاتلفظ کیاتھا،حالت مفعول کے بارے میں شک پریشان کرتارہتاہے۔توکیااس صورت میں طلاق

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿لايؤاخذ كم الله باللغو في أيمانكم، ولكن يؤاخذ كم بما عقدتم الأيمان، فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ماتطعمون أهليكم، أو كسوتهم، أوتحريررقبة، فمن لم يجد فصيام ثلثة أيام، ذلک كفارة أيمانكم إذاحلفتم، واحفظوا أيمانكم، كذالک يبين الله لكم ايٰته، لعلكم تشكرون﴾ (سورة المائده: ۸۹)

"كفارة اليمين عتق رقبة، يجزئ فيهامايجزئ في الظهار، وإن شاء كساعشرة مساكين، كل واحد ثوباً فمازاد، وأدناه مايجوزفيه الصلوة، وإن شاء أطعم عشرة مساكين كالإطعام في كفارة الظهار .... فإن لم يقدرعلى أحد الأشياء الثلاثة، صام ثلاثة أيام متابعات". (الهداية: ۲/۴۸۱، كتاب الأيمان، باب مايكون يميناً وما لايكون يميناً، فصل، مكتبه شركة علمية)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲/۶۱، كتاب الأيمان، الفصل الثاني في الكفارة، رشيديه)

(۲) " وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط، مثل أن يقول لامرأته : أنت طالق إن دخلت الدار، الخ". (الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركة علمية)

(وكذا في الدرالمختارمع رد المحتار: ۳/۳۵۵، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة إن وإذاوغيرها، رشيديه)

واقع ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً تو دونوں ہی کام (فاعلیت ومفعولیت) قابلِ لعنت ہیں (۱)، مگر ایمان کا مورد عرف پر ہوتا ہے (۲)، اس لئے صورت مسئولہ میں اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، صرف لعنت باقی رہے گی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۱/۳ھ۔

طلاق معلق میں تعلیق کی خبر سے پہلے اس کا ارتکاب

سوال [۶۳۰۰]: محمد یونس نے اپنے خسر کو خط لکھا جس کی نقل درج ذیل ہے:

قبلہ انیس الرحمٰن صاحب! سلام مسنون۔

''احوال ضروری ہیں کہ آپ کی بیٹی آپ کے گھر میں کھاتی ہے، آپ کی بیٹی جو کچھ بھی ہے وہ ہماری ہی

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "ملعون من سب أباه، ملعون من سب أمه، ملعون من ذبح بغير الله، ملعون من غيّر تخوم الأرض، ملعون من كمه أعمى عن طريق، ملعون من وقع على بهيمة، ملعون من عمل بعمل قوم لوط". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳۵۹/۱، (رقم الحديث: ۱۸۷۸)، مسند عبد الله بن عباس، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وجامع الترمذي: ۲۷۰/۱، كتاب الحدود، باب ماجاء في حد اللوطي، سعيد)

(والترغيب والترهيب: ۲۸۶/۳، الترهيب من اللواط وإتيان البهيمة والمرأة في دبرها، سواء كان زوجته أو أجنبية، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "الأصل أن الأيمان مبنية عند الشافعي على الحقيقه اللغوية، وعند مالك على الاستعمال القرآني، وعند أحمد على النية، وعندنا على العرف مالم ينو مايحتمله اللفظ، فلاحنث في: لايهدم، إلابالنية" (الدرالمختار). "(قوله: وعند ناعلى العرف)؛ لأن المتكلم إنمايتكلم بالكلام العرفي: أعني الألفاظ التي يراد بها معانيها التي وضعت لهافي العرف". (ردالمحتار: ۷۴۳/۳، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۹۶/۵، باب اليمين في الدخول والسكنى، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحرالرائق: ۵۰۱/۴، باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى والإتيان اهـ، رشيديه)

بن کر رہے گی، لیکن اگر وہ ہمارے حکم کے خلاف کہیں بھی قدم رکھے تو اس کا انجام بہت بُرا ہوگا، اس لئے آپ کو خبردار کر رہے ہیں کہ بعد میں آپ یہ نہ کہیں کہ پہلے کیوں نہ کہا۔ خیر اس خط کو دیکھتے ہی آپ اپنی بیٹی سے کہہ دیں گے، اس پر بھی وہ نہیں مانے گی تو اس کے ذمہ دار آپ اور آپ کی بیٹی ہوگی اور رو پیلی بستی نہیں جائے گی'' اگر اپنی من مانی سے جانا چاہتی ہے، یا آپ لوگ زور دیجئے گا اور اگر رو پیلی بستی جائے گی تو طلاق ہوجائے گی''۔ تفصیل کے ساتھ صاف صاف الفاظ میں جواب دیا جائے''۔

مذکورہ خط ۱۸/۳/۷۱ء کو لکھا گیا ہے اور مرسل الیہ کو ۱۴/ روز کے بعد خط ملتا ہے، اس کے درمیان لاعلمی میں وہ رو پیلی جا چکی ہے۔ ان باتوں کو سامنے رکھ کر جواب دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس خط میں شوہر نے بیوی کے رو پیلی بستی جانے پر طلاق کو معلق کیا ہے اور مرسل الیہ کو اول اس کی اطلاع کا ذمہ دار بنایا ہے کہ وہ بیوی کو خبردار کردے مگر خط مکتوب الیہ کو ملنے اور بیوی کو خبر ہونے سے پہلے ہی وہ رو پیلی بستی جا چکی تھی، اس لئے کوئی طلاق نہیں ہوئی (۱)۔ مکتوب الیہ کے خبردار کرنے پر جائے گی تو طلاق ہوجائے گی۔

اگر یہ کہا جائے کہ خط میں خبردار کرنے کا ذکر تو ضرور ہے مگر جس جملے سے شرط جزا کو ذکر کیا ہے اس میں یہ نہیں بلکہ اس سے پہلے ہے اور ایک ہی خط میں جتنے امور مذکور ہوں اور شوہر کا مقصود بھی ہو، لیکن چونکہ یمین کا مدار الفاظ پر ہوتا ہے نہ کہ اغراض پر (۲) اس لئے شرط و جزا پر نظر کرتے ہوئے طلاق کا حکم ہوگا، تو بہت

---

(۱) "ولو كتب على وجه الرسالة والخطاب كأن يكتب: يافلانة! إذا أتاك كتابي هذا فأنت طالق، طلقت بوصول الكتاب، جوهرة". (الدرالمختار). "ولو وصل إلى أبيها فمزقه ولم يدفعه إليها، فإن كان متصرفاً في جميع أمورها، فوصل إليه في بلدها، وقع، وإن لم يكن كذلك، فلا مالم يصل إليها".

(ردالمحتار: ۲۴۶/۳، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۸/۱، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق: ۴۳۳/۳، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۲) "الأيمان مبنية على الألفاظ لاعلى الأغراض". (الدرالمختار: ۷۴۳/۳، باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى الخ، سعيد) .... =

سے بہت ایک رجعی طلاق کا حکم ہوگا(۱)، شوہر کو اندرونِ عدت (تین ماہواری) رجعت کا حق حاصل ہوگا(۲)، اگر عدت میں رجعت نہ کی تو طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہوگی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

خفا ہو کر جانے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال[۱ ۰ ۲۳]: ایک شخص اپنی منکوحہ بی بی کو جو مدخول بہا ہے بایں طور کہا کہ ''جو عورت میرے سے روٹھ کر میرے گھر سے گئی تو وہ بیوی میرے پر طلاق ہے''۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد بیوی تو دل میں خفا ہے۔ لیکن خاموش رہی اور خاوند نے یہ بات کہی کہ تُو اپنے بیٹوں کے پاس جو کہ دوسرے گھر میں تھے جا کر دیکھ لے کہ ان کی کیا حالت ہے۔ کیا اس صورت خاص میں طلاق رجعی پڑ جاتی ہے یا نہیں؟ نیز کچھ دنوں

= (وكذا في البحر الرائق: ۴/ ۱ ۰ ۵، باب اليمين في الدخول والخروج الخ، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۵/ ۹۲، باب اليمين في الدخول والسكنى، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۲۰، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة إن وإذا وغيرهما، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار: ۳/ ۳۵۵، كتاب الطلاق، باب التعليق، سعيد)

(۲) " فمن طلق امرأته مادون الثلاث بصريح الطلاق ولم يصفه بضرب من الشدة.......... فله أن يراجع وإن أبت المرأة عن رجوعه". (مجمع الأنهر: ۱/ ۴۳۲، باب الرجعة، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۷۰، الباب السادس في الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقه، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۵۹۷، مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچي)

(۳) " إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۷۲، الباب السادس في الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۶۲، فصل فيماتحل به المطلقة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/ ۴۳۲، باب الرجعة، دارإحياء التراث العربي بيروت)

کے بعد یہ شخص اپنی بیوی مذکورہ کو کہتا ہے کہ ''اگر میں نے سنا کسی لڑکے کے ساتھ (جو اس کے اپنے لڑکے ہیں) کمائی کھاتی ہے تو میری طرف سے طلاق ہے''۔ اب بیوی نے اس پر یہ کہا کہ آپ لفظ طلاق نہ بولا کریں، اس بات پر غصہ ہو کر گالیاں دیں اور پھر کہنے لگا کہ ''جس نے تجھ کو کہا کہ اگر میرے اپنے لڑکوں کی کمائی کھاوے تو تُو میرے اوپر طلاق ہے''۔

لہٰذا باعثِ استفتاء یہ بات ہوئی کہ مشروط بھی پایا گیا، دونوں صورتوں میں بھی کمائی وغیرہ کھائی کہ آیا ان مذکورہ بالا صورتوں میں عورت پر کتنی طلاقیں پڑیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پہلی شرط کے پائے جانے کا بیوی کو اقرار ہے اور دوسری شرط کے پائے جانے کا شوہر کو اقرار ہے تو صورت مسئولہ میں دو رجعی طلاقیں واقع ہوگئیں (۱) بشرطیکہ دوسری شرط عدت کے اندر پائی گئی ہو (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۳/۲/۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، ۶۳/۲/۴ھ۔

---

(۱) ''وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار، فأنت طالق''. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الباب الرابع، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركت علميه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۵۰۲، الفصل السابع عشر في الأيمان بالطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(۲) ''الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة''. (الدرالمختار). ''(قوله: بشرط العدة هذا الشرط لابد منه في جميع صور اللحاق''. (ردالمحتار: ۳/۳۰۶، باب الكنايات، مطلب الصريح يلحق الصريح والبائن، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۷، الباب الثاني، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

''وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقاً، لكن إن وجد في الملك طلقت وعتق، وإلا لا''. (الدرالمختار). ''أطلق الملك، فشمل ما إذا وجد في العدة، والمراد وجود تمامه في الملك لاجميعه''. (ردالمحتار: ۳/۳۵۵، باب التعليق، سعيد)

''اگر چوٹن ہے تو طلاق'' کا حکم

سوال[۶۳۰۲]: میں یعنی عبدالسلام ایک روز کا واقعہ ہے کہ میرے بڑے بھائی سے اور مجھ سے جھگڑا ہورہا تھا۔ جھگڑے کے دوران میرے بڑے بھائی نے میری بیوی کو کہا کہ طبیعت خراب ہونے کا بہانہ کرتی ہے، پر! وقت ہوتا ہے تو کھانا کھالیتی ہے، اس بات پر میں نے ان کی بیوی کو کہا کہ وہ چوٹن ہے، اس کے جواب میں میرے بڑے بھائی نے میری بیوی کو چوٹن کہا۔ میری بیوی نے کہا کہ میں نے ناشتہ نہیں کیا تھا، بچوں کو کھانا کھلارہی تھی۔ اس پر میری والدہ نے کہا کہ ارے! چلو، اس پر میں نے کہا کہ ''بس تمہاری بات مان لی، چوٹن ہے تو طلاق طلاق طلاق، تینوں طلاق''۔ میری والدہ کہتی ہیں کہ ارے! چلو، اس کہنے سے میری مراد یہ تھی کہ وہ چوٹن ہے، میں نے تو صرف جھگڑا ختم کرانے کے لئے کہا کہ ''ارے! چلو، نہ یہ چوٹن تھی اور نہ وہ چوٹن ہے'' (۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عبدالسلام کی بیوی چوٹن ہے تو اس پر تین طلاق ہوگئی، ورنہ کوئی طلاق نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۱۳۹۵ھ۔

''اب اگر روٹی پکائے تو طلاق'' کا حکم

سوال[۶۳۰۳]: بکر نے اپنی زوجہ کو رمضان میں روٹی پکانے کو کہا، چونکہ وہ روزہ دار نہیں تھا، اس پر زوجہ نے کہا کہ میں ہرگز روٹی نہیں پکاؤں گی۔ اس جملے کو سن کر شوہر نے کہا ''اب اگر روٹی پکائے گی تو تجھ پر تینوں طلاق''۔ مذکورہ صورت میں اگر زوجہ روٹی پکائے گی تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) ''چوٹن: بظاہر'' کام چور'' کو کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) "امرأة قالت لزوجها: یاکوسج، فقال: إن کنت کوسجاً فأنت طالق، وأراد به التعلیق، فالمختار أنه إن کانت لحیته خفیفةً غیرمتصله تطلق، وإلافلا؛ لأنه هوالکوسج، والأصح أنه إن کانت لحیته خفیفةً فهو کوسج". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، الفصل الثالث في تعلیق الطلاق بکلمة "إن وإذاوغیرهما": ۱/۴۴۴، رشیدیه)

(وکذا في فتاویٰ قاضي خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۹۵، باب التعلیق، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر ہندہ نے اس وقت روٹی نہیں بنائی، بلکہ شام کو روٹی بنائی افطار کے وقت تو اس سے بکر کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، نکاح بدستور قائم ہے اور ہمیشہ اس کو روٹی پکا کر کھلانا بھی درست ہے، کیونکہ شوہر نے یہ کہا تھا کہ ''اب اگر تو روٹی بنائے گی تو تجھ پر تینوں طلاق'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت دن کے کھانے کیلئے وقت افطار سے پہلے روٹی بنائے گی تو تجھے طلاق ہے، اب روٹی شام کو بنائی طلاق کی شرط نہیں ہوئی (۱)۔ اگر اسی وقت جب شوہر نے کہا تھا جب ہی روٹی بنائی تو طلاق مغلظہ واقع ہوگی، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی کافی نہیں، ہاں! حلالہ کے بعد اگر دوبارہ نکاح کرے گا تو پھر روٹی بنانے سے کوئی طلاق نہیں ہوگی، کیونکہ شرط ختم ہو چکی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۶/۵/۱۳۹۹ھ۔

''میں ہار گیا تو طلاق ہے'' کا حکم

سوال [۶۳۰۴]: دو شخص آپس میں کسی معاملہ میں بحث کرتے ہیں اور ہار جیت میں آپس میں دونوں شرط لگاتے ہیں کہ ''میں ہار گیا تو اپنی بیوی کو طلاق دے دوں گا'' دوسرا بھی یہی کہتا ہے۔ اب اگر ان میں

---

(۱) " وشرط للحنث في قوله: إن خرجت مثلاً، فأنت طالق، أوإن ضربت عبدك فعبدي حر -لمريد الخروج والضرب- فعله فوراً؛ لأن قصده المنع عن ذلك الفعل عرفاً، ومدارالأيمان عليه".

(الدرالمختار: ۳/۷۶۱، ۷۶۲، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى والاتيان والركوب وغيرذلك، مطلب في يمين الفور، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۴/۵۲۹، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۷۲، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج، رشيديه)

(۲) "لوحلف: لاتخرج امرأته إلاباذنه، فخرجت بعد الطلاق وانقضاء العدة، لم يحنث، وبطلت اليمين بالبينونة، حتى لوتزوجهاثانياً، ثم خرجت بلا إذن، لم يحنث". (رد المحتار: ۳/۳۵۴، باب التعليق، مطلب: زوال الملك لايبطل اليمين، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۴/۳۴، باب التعليق، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۱۲۵، باب الأيمان في الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

سے جو ہار جائے اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ طلاق کیلئے یہ الفاظ کافی ہیں کہ نہیں؟ اور اگر یہ کہے کہ ''میں ہار گیا تو طلاق ہے''۔ کیا اس صورت میں بھی طلاق واقع ہوجائے گی؟ کیا کسی مسلمان کو ایسی شرط لگانا جائز ہے، یا شرط ہی نافذ نہیں ہوتی؟ اس قسم کی شرط لگانے والے پر کفارہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پہلی صورت میں طلاق محض اس شرط کے لگانے اور ہار جانے سے واقع نہیں ہوئی کہ یہ وعدۂ طلاق ہے نہ کہ ایقاعِ طلاق (۱)۔ دوسری صورت میں ہار جانے سے طلاق واقع ہوجائے گی: "إذا أضافه إلى شرط، وقع عقيب الشرط، اه" هدايه (۲)۔

مگر ایسی شرط لگانا شرعاً درست نہیں، طلاق کھیل نہیں، تین طلاق دینا گناہ ہے، تاہم اگر دیدے تو واقع ہوجاتی ہے۔ توبہ استغفار لازم ہے (۳)۔ کفارہ کچھ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

---

(۱) "قوله: طلقي نفسك، فقالت: أنا طالق أو أنا أطلق نفسي، لم يقع؛ لأنه وعد، جوهرة". (الدرالمختار). "بخلاف قولها: أطلق نفسي، لايمكن جعله إخباراً عن طلاق قائم؛ لأنه إنما يقوم باللسان، فلوجاز، لَقام به الأمْرَانِ في زمن واحد، وهومُحال". (رد المحتار: ۳/۳۱۹، باب تفويض الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۸۴، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسيه، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق: ۳/۵۴۵، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، رشيديه)

(۲) (الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة "إن وإذاوغيرهما"، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۱۰۹، ۱۱۰، كتاب الطلاق، باب التعليق، دارالكتب العلميه، بيروت)

(۳) "وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبوحنيفه وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبوثوروأبوعبيدة وآخرون كثيرون على من طلّق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاري: ۲۰/۲۳۳، كتاب الطلاق، باب من أجازطلاق الثلاث، مطبع أمين بيروت)

''بلا اجازت، باپ کے گھر گئی تو طلاق'' کا حکم

سوال [٦٣٠٥]: میری عورت تقریباً چار مرتبہ میری بلا اجازت، رائے ومشورے کے اپنے مکان یعنی کانپور سے لکھنو چلی جا چکی ہے، ہر مرتبہ دس پندرہ یوم کے بعد میرے ہمراہ جبراً ان کے والدین کہہ سن کے بھیجد یا کرتے ہیں اور ہر مرتبہ میری بلا اجازت جملہ سامان بھی اپنے ہمراہ لے جاتی ہیں، اس مرتبہ پھر میری عورت بغیر مجھ سے پوچھے مع بچوں اور جملہ سامان کے پوشیدہ طور پر اپنے مکان چلی گئیں۔ لہٰذا ایسی حالت میں عورت کا شوہر سے نکاح باقی رہا یا نہیں؟ اور مہر ادا کرنا اس کے اوپر واجب ہوا یا نہیں؟

میں نے ان کو پہلی ہی مرتبہ متعدد مَردوں اور عورتوں کے روبرو خوب اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ ''اگر آئندہ تم نے میری اجازت کے بغیر مکان سے قدم نکالا تو تم طلاق کی موجب ہوگی'' لیکن اس قدر سمجھانے کے بعد بھی ان کا یہ جانا چوتھی مرتبہ ہے، اس مرتبہ گئے ہوئے۔ دو ماہ ہوئے عورت کی عمر تقریباً ۴۲/ سال ہے، چار شادی ہوئیں، پہلے شوہر نے بھی انہیں وجوہات کی بناء پر دوسرے مہینہ میں طلاق دی تھی، دو شوہروں کا انتقال ہو گیا، چوتھا میں ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر تو یقیناً واجب ہے، بوقتِ عقد نکاح جو وقت اس کی ادائیگی کا مقرر ہو چکا ہے اس وقت پر ادا کرنا ضروری ہے، اگر وقت کا تقرر نہیں ہوا ہے تو جو طریقہ آپ کے خاندان میں جاری ہے اس طریقہ کے موافق ادا کرنا لازم ہے، اگر زوجہ معاف کر دے تو معاف ہو جائے گا اور اگر نہ وقت کا تقرر ہوا، نہ عورت نے معاف کیا نہ خاندان میں ادا کرنے کا رواج ہے تو ایسی صورت میں بھی اس کا ادا کرنا ضروری ہوگا (١)، یا معاف

= (وكذا في فتح القدير: ٣/ ٤٦٩، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ٦/ ٦، كتاب الطلاق، مكتبه حبيبيه)

(١) "ويتأكد عند وطئ أو خلوة صحت من الزوج أو من أحد هما، وأفاد أن المهر وجب بنفس العقد لكن مع احتمال سقوطه بردتها أو تقبيلها ابنه أو تنصفه بطلاقها قبل الدخول، وإنما يتأكد لزوم تمامه بالوطء ونحوه". (الدر المختار مع رد المحتار: ٣/ ١٠٢، باب المهر، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/ ٣٠٣، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر، رشيديه)

کرائیے یا ادا کیجئے۔ خاص کر جبکہ اس سے قطع تعلق منظور ہو جس قدر عرصہ تک بغیر آپ کی اجازت کے آپ کے مکان پر نہیں رہی اس عرصہ کا نفقہ آپ پر لازم نہیں (۱)۔

یہ لفظ کہ ''تم طلاق کی موجب ہوگی'' اگر اس سے یہ مراد ہے کہ ایسا کرنے سے تم پر طلاق واقع ہو جائے گی یعنی آپ نے مکان سے باہر قدم نکالنے پر طلاق کو معلق کیا اور طلاق کیلئے باہر جانے کو شرط قرار دیا ہے تب تو خلاف شرط کرنے کی بنا پر ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی (۲)، یعنی ایسا کہنے سے کہ جب پہلی مرتبہ وہ گئی تو ایک طلاق ہوگی جس کا حکم یہ کہ عدت تین حیض کے اندر اندر رجعت درست ہے یعنی اپنی طلاق واپس لے لیں اور پھر دونوں شوہر بیوی کی طرح رہنا شروع کر دیں، یہ بات جائز ہے (۳) اور اگر بغیر رجعت کے عدت گزر جائے تو طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہے (۴)۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ تم طلاق کی موجب ہوگی

---

(۱) ''وتسقط النفقة بردتها بعد البتّ: أي إن خرجت من بيته، وإلافواجبة''. (الدرالمختار: ۳/۲۱۱، باب النفقه، سعيد)

''وأما إذا كان الامتناع بغير حق بأن كان أوفاها المهر، أو كان المهر مؤجلاً، أو وهبته منه، فلانفقة لها...... وإن نشزت، فلانفقة لها حتى تعود إلى منزله''. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۴۵، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۰۳، كتاب الطلاق، باب النفقة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ''وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق''. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركة علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۰۹، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) ''وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها''. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، باب الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۴) ''وينكح مبانة بمادون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع''. (الدرالمختار: ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد) .... =

یعنی میں تم کوطلاق دیدوں گا تو یہ صرف وعدہ ہے، جب تک آپ طلاق نہ دیں گے، لفظِ مذکور کی بناء پر طلاق واقع نہ ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

''میری بیوی چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہوتو اس کوطلاق'' کا حکم

سوال[۶۴۰۲]: ''اگر میری بیوی جس سے میرا نکاح ہوا ہے چاند سے زیادہ خوبصورت نہ تھی تو اسے طلاق ہے'' اور وہ چاند سے زیادہ خوبصورت واقع میں نہیں ہے، مگر وہ اس کو بہت حسین جانتا ہے اور کہتا ہے۔ تو اس صورت میں طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو کونسی ہوئی؟ تشریح: اگر وہ چاند سے زیادہ خوبصورت بتادے اور واقع میں نہ ہو، یا وہ بھی اس کو چاند سے زیادہ خوبصورت نہ بتاوے یا چاند سے زیادہ خوبصورت واقع میں ہو اور وہ نہ بتاوے تو کیا ہر سہ صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کونسی؟ فقط۔

الجواب حامداًومصلیاً:

انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کی تخلیق احسنِ تقویم میں ہے، لہٰذا انسان سے خوبصورت کوئی شئی نہیں، پس طلاق واقع نہیں ہوئی:

"عن یحی بن أکثم القاضی أنه فسر التقویم لحسن الصورة، فإنه حکی أن ملك زمانه خلا بزوجته فی لیلة فقال: إن لم تکونی أحسن من القمر فأنت کذا، فأفتی الکل بالحنث إلایحی بن أکثم، فإنه قال: لایحنث فقیل له: خالفت شیوخك، فقال: الفتوی بالعلم ولقد أفتی

= (وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴۷۲، ۴۷۳، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(۱) " فقال الزوج: أطلق ''طلاق می کنم، طلاق می کنم'' فکرره ثلاثاً، طلقت ثلاثاً، بخلاف قوله: سأطلق طلاق ''کنم''، لأنه استقبال، فلم یکن تحقیقاً بالتشکیک". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۸۴، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیه)

(وکذا فی الدرالمختارمع رد المحتار: ۳/۳۱۹، باب تفویض الطلاق، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق: ۳/۵۴۵، باب تفویض الطلاق، رشیدیه)

من هو أعلم منا، وهو الله تعالى فإنه يقول: ﴿لقد خلقنا الإنسان فى أحسن تقويم﴾ اه". مفاتيح الغيب: ٨/٤٥٩(١)۔

قاضی یحیٰ بن اکثم کا حال حدائق الحنفیہ میں ہے، ص:۱۵۳(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۲/۲۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۷/صفر/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(١) (التفسير الكبير للرازى [مفاتيح الغيب] : ١٠/٣٢، ١١، دار الكتب العلميه طهران)

(۲) ''یحیٰ بن اکثم بن محمد بن قطن بن سمعان مروزی: بڑے علامہ فقیہ محدث صدوق عارف مذہب بصیر احکام تھے، ابومحمد کنیت تھی۔ آپ نے حدیث کو امام محمد و ابنِ مبارک و سفیان بن عیینہ وغیرہ سے سنا اور روایت کیا اور آپ سے بخاری نے غیر جامع میں اور ترمذی نے روایت کی۔ خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ آپ بدعت سے بالکل سلیم اور بڑے مضبوط اہل سنت و جماعت تھے۔ طلحہ بن محمد نے کہا ہے کہ آپ دنیا کے اعلام میں سے تھے، امر آپ کا مشہور اور نیکی معروف تھی، آپ کا فضل وعلم وریاست وسیاست کسی پر پوشیدہ نہ تھا۔ بیس سال کی عمر میں بعد وفاتِ اسمٰعیل بن حماد بن امام ابوحنیفہ کے بصرہ کے قاضی ہوئے۔ کہتے ہیں کہ اہل بصرہ نے آپ کو بسبب صغرسنی کے صغیر سمجھا، آپ نے یہ حال معلوم کرکے فرمایا کہ میں عتاب بن اسید سے عمر میں بڑا ہوں جن کو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا قاضی بنایا تھا اور نیز معاذ بن جبل سے بڑا ہوں جن کو آنحضرت نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا۔

خطیبِ بغدادی نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ لوگ یحیٰ بن اکثم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کو پاکی ہے کون ایسا کہتا ہے؟ پھر اس تہمت سے سخت انکار کیا۔ آپ نے فقہ میں ایک بہت بڑی کتاب لکھی تھی مگر لوگوں نے بسببِ طوالت کے اس کو ترک کیا اور ایک کتاب اصولِ فقہ میں اور ایک تنبیہ نام عراقیوں کے لئے تصنیف فرمائی۔ اور تراسی سال کی عمر میں ۲۴۲ھ یا ۲۴۳ھ میں وفات پائی۔ تاریخ ابنِ خلکان میں لکھا ہے کہ حسین بن عبداللہ بن سعید کہتے ہیں کہ میں اور آپ باہم بڑے دوست تھے، جب آپ فوت ہوئے تو میں نے چاہا کہ کسی طرح آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھوں کہ تمہارا کیا حال گزرا؟ پس ایسا ہی ہوا کہ ایک رات میں نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا نے آپ سے کیا سلوک کیا؟ آپ نے کہا کہ بخش دیا مگر زجر کر کے فرمایا کہ اے یحیٰ! دنیا کو تو نے اپنے اوپر خلط کیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے آنحضرت کی اس حدیث پر تکیہ کیا تھا کہ خدا تعالیٰ بوڑھے کو دوزخ میں عذاب کرنے سے شرم کرتا ہے۔ خدا نے فرمایا کہ میرے پیغمبر نے سچ کہا ہے، لیکن تو نے دنیا میں اپنی جان پر تخلیط کی تھی، پس میں نے تجھ کو بخش دیا۔ اکثم مرد عظیم البطن کو کہتے ہیں اور یہی معنی اکثم کے ہیں۔ ''امینِ عالم'' تاریخ وفات ہے''۔ (حدائق الحنفیہ، ص:۱۷۹، ۱۸۰، مکتبۃ الربیعہ، کراچی)

’’کسی ایک کے چھوڑنے سے دونوں ہی چھوٹ جائیں گی‘‘ سے طلاق کا حکم

سوال[٦٣٠٧]: میں نے پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی چچازاد بہن سے دوسرا نکاح کیا۔ نکاحِ ثانی کے وقت پہلی بیوی کے والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ میری بیٹی اور میری بھتیجی دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑ دوگے تو کیا ہوگا، تب جواباً میں نے کہا تھا کہ ’’میں قرآن اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسی ایک کو چھوڑنے سے دونوں ہی چھوٹ جائیں گی‘‘۔ کچھ دن کے بعد میرا کام کاج نہ کرنے اور پانچ وقت نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے میں نے غصہ ہو کر اپنی دوسری بیوی کو ’’ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق بائن‘‘ دے دی۔ اب سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں میری دونوں بیویوں پر طلاق پڑے گی یا صرف ثانی پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دوسری بیوی کو تو صاف صاف طلاق دے ہی دی ہے مگر پہلی پر بھی طلاق ہوگئی بشرطیکہ پہلی بیوی کے والد صاحب کے بعد کا جواب دوسرے نکاح کے بعد دیا ہو یعنی یہ جملہ ’’کسی ایک کے چھوڑنے سے دونوں ہی چھوٹ جائیں گی‘‘ دوسرے نکاح کے بعد کہا ہو: "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط، اھ". هدايه: ٢/٣٦٤(١)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٢/٦/٨٨ھ۔

ایک بیوی کی طلاق کو دوسری بیوی کی طلاق پر معلق کرنا

سوال[٦٣٠٨]: عمر نے دوسری شادی اس شرط پر کی ’’اگر دوسری بیوی (تجھ) کو طلاق دوں تو پہلی بیوی کو طلاقِ مغلظہ ہو جائے‘‘۔ اس کے بعد عمر نے دوسری بیوی کو طلاقِ مغلظہ دیدی۔ تو اس صورت میں پہلی بیوی کو کونسی طلاق ہوگی جب کہ پہلی بیوی کی ابھی تک رخصتی بھی نہیں ہوئی، غیر مدخولہ ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دوسری شادی کی اور اس دوسری بیوی سے یہ کہا کہ ’’اگر تجھ کو طلاق دوں تو میری پہلی بیوی پر طلاق

(١) (الهداية: ٣٨٥/٢، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ٤٢٠/١، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ١٠٩/٣، باب التعليق، دار الكتب العلمية بيروت)

مغلظہ ہوجائے'' اس کے بعد دوسری بیوی کوطلاقِ مغلظہ دیدی تو اس سے پہلی بیوی پر بھی طلاقِ مغلظہ ہوگئی، اگرچہ اس سے خلوت کی نوبت نہ آئی ہو(۱)۔ غیر مدخول بہا کو اگر تین طلاق تین الفاظ کے ساتھ دی جائے تو وہ پہلے ہی طلاق سے بائن ہوجاتی ہے، پھر دوسری اور تیسری طلاق لغو ہوجاتی ہے، لیکن تین طلاق بیک لفظ دی جیسا کہ صورتِ مسئولہ میں طلاق مغلظہ بصورتِ تعلیق دی گئی ہے تو طلاقِ مغلظہ ہوجائے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، ۴/۱/۸۸ھ۔

ایک مکالمہ جس میں طلاق مذکورنہیں

سوال[۶۲۰۹]: زید کی بیوی نے زید کو نماز پڑھنے کیلئے کہا تو زید نے کہا ''میں کل سے نماز پڑھوں گا اور اگر کل سے نماز نہیں پڑھوں گا تو کام بالکل چھوٹ جائے گا'' تو پھر زید کی بیوی نے کہا کہ جب کام چھوٹ جائے گا تو آپ اپنے گھر اور میں اپنے گھر۔ تو اس کے بعد زید نے پھر کہا کہ: میں نے ایک وقت نماز پڑھنے کو کہا ہے، ایک وقت پڑھوں گا۔ تو جب کل آیا تو زید نے نہ فجر پڑھی، نہ ظہر اور نہ ہی عصر و مغرب، صرف عشاء کی نماز پڑھی تھی۔

ایک دوسری بات یہ بھی ہے کہ ایک روز زید مچھلی کا شکار کرنے جارہا تھا، تو اس کی بیوی نے کہا کہ مچھلی نہیں ملے گی۔ اس پر زید نے کہا ''اگر مچھلی مل جائے گی تو سمجھوں گا کہ تجھ کو ایمان ہے اور اگر نہیں ملی تو سمجھوں گا کہ

---

(۱) " وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركت علميه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۰۹، باب التعليق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "قال لزوجته غير المدخول بها: أنت طالق ثلاثاً، وقعن، وإن فرق، بانت بالأولى، ولذا لم تقع الثانية". (الدر المختار: ۳/۲۸۴، ۲۸۲، طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۳، الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۲۹۸، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دار الكتب العلمية بيروت)

تو کافر ہے''۔ اتفاق سے اس دن مچھلی بھی نہیں ملی، زید کی بیوی حلف کے ساتھ یہ بیان کرتی ہے کہ اس روز مچھلی ملی تھی۔ زید کی بیوی حلفیہ یہ بیان کرتی ہے کہ زید نے یہ جملہ جو کہا ہے ''اگر کل سے نماز نہیں پڑھوگا تو کام بالکل چھوٹ جائے گا'' اس کے بعد ہی زید نے کہا کہ میں نے ایک وقت پڑھنے کو کہا ہے، یہ دوسرا جملہ ایک وقت کی گفتگو میں کہا، گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد نہیں کہا۔

زید کا بیان یہ ہے کہ میں آج سے اگر کسی وقت نماز نہیں پڑھوں گا تو کام چھوٹ جائے گا اور جس دن میں نے یہ بات کہی ہے، اس دن صرف عشاء کی نماز پڑھی ہے، اس کے بعد پھر کوئی نماز نہیں پڑھی۔ اور میرے اس کہنے سے کہ کام چھوٹ جائے گا طلاق کی نیت نہیں تھی، محض اپنی بیوی کو اطمینان دلانے کیلئے کہا تھا کہ تجھ کو میری بات کا اعتبار نہیں ہے کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا۔ زوجین کی مذکورہ گفتگو تقریباً ۱۲/ بجے دن میں ہوئی ہے۔ زید یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے صرف ایک وقت کی نماز کے لئے کہا تھا اور اسی ڈر سے کہ طلاق واقع نہ ہو جائے میں نے ایک وقت یعنی عشاء کی نماز پڑھ لی۔

نوٹ: مذکورہ بالا گفتگو کے بعد زوجین تقریباً سات ماہ یکجا رہے ہیں۔ صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اگر طلاق پڑی تو کیسی؟ زوجین اگر باہم رہنا چاہیں تو اس کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دونوں قسم کی گفتگو کے باوجود طلاق نہیں ہوئی (۱)، نکاح بدستور قائم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۸۹ھ۔

---

(۱) " وركنه لفظ مخصوص، هو ما جُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية .... وأراد اللفظ ولو حكماً ليدخل الكتابة المستبينة. وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته، فأعطاها ثلاثة أحجار ينوى الطلاق، ولم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كناية، لا يقع عليه". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۳/۲۰، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

جماع نہ کرنے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال[۶۳۱۰]: زید نے رات کو اپنی بیوی سے جماع کرنا چاہا، اس کی بیوی نے شوہر سے کہا کہ میں یہ کام نہیں کروں گی۔ زید نے کہا کہ ''جب تو یہ کام نہیں کریں گی تو میں نے تجھے طلاق دے دی''۔ اور یہ الفاظ زید نے نہ جانے کتنی بار کہے۔ اس کے بعد قریب ۶، ۷/ ماہ گزرنے پر وہ عورت جماع کیلئے تیار ہوگئی، پھر جماع کیا اور ان کے یہاں بچہ بھی پیدا ہوا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مذکورہ بالا صورت میں طلاق واقع ہوگئی؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر بیوی کا مقصد یہ تھا کہ میں اس وقت یہ کام نہیں کروں گی (اس وقت کوئی عذر ہوگا) اس پر شوہر نے اس وقت اصرار کیا اور مقصد یہ تھا کہ اس وقت نہیں کرے گی تو تجھے طلاق دیدی اور تین دفعہ کہہ دیا تو اسی وقت طلاق مغلظہ ہوگئی (۱)۔ اگر بیوی کا مقصد یہ تھا کہ میں عمر بھر یہ کام نہیں کروں گی اور شوہر نے بھی یہی کہا کہ اگر عمر بھر نہیں کرے گی تو تجھے طلاق۔ پھر ۶، ۷/ ماہ بعد یہ کام کرلیا تو کوئی طلاق نہیں ہوئی۔ اگر عمر بھر اس کی نوبت نہ آتی تو عمر کے اخیر وقت میں طلاق ہوتی (۲)۔ "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط".

---

(۱) " وشرط للحنث في قوله: إن خرجت مثلاً فأنت طالق، أو إن ضربت عبدک فعبدی حر -لمريد الخروج والضرب- فعلُه فوراً؛ لأن قصده المنع عن ذلک الفعل عرفاً، ومدار الأيمان عليه".

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/ ۷۶۱، ۷۶۲، کتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى والإتيان والركوب وغير ذلک، مطلب في يمين الفور، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/ ۵۲۹، کتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۳/ ۷۳، کتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج، رشيديه)

(۲) "(ولو حلف: ليفعلنّه، برّ بمرة)؛ لأن النكرة في الإثبات تخص، والواحد هو المتيقن ولو قيدها بوقت فمضى قبل الفعل، حنث إن بقي الإمكان، وإلا بأن وقع اليأس بموته أو بفوت المحل بطلت يمينه".

(الدرالمختار: ۳/ ۸۴۳، ۸۴۴، باب اليمين في البيع والشراء والصوم والصلاة وغيرها، سعيد)

"عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالىٰ أنه قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في رهط من الأشعريين استحمله فقال: "والله! لا أحملكم، ماعندي ماأحملكم". ثم أرسل إلينا، فحملنا، =

الفتاویٰ العالمكيرية: ١/ ٤٤٠ (١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٢٧/ ٦/ ٩٣ھ۔

تین طلاق کی تعلیق

استفتاء [٦٣١١]: محمد نعیم کے بھائیوں میں عرصہ دراز سے عداوت تھی، اس عداوت کا بدلہ ان لوگوں کو چکھانا ضرور تھا، ان کی بیوی ہندہ پر قبضہ کیا اور محمد نعیم ہندہ کو برابر تاکید کرتا تھا کہ تم ان لوگوں کے یہاں مت جایا کرو، مگر ہندہ اپنے شوہر کی ایک نہیں سنتی تھی۔ اس سلسلے میں کئی دفعہ مار پیٹ کی گئی، مگر یہ اپنے فعل سے باز نہیں آتی تھی۔ یہ عورت کی ذات اس رمز کو نہیں سمجھتی تھی کہ اس کا حشر کیا ہوگا، اتفاقاً انتیس ٢٩/ شعبان کو ہندہ طیب کے یہاں سے جو محمد نعیم کا بھائی ہوتا ہے کچھ چاول لا رہی تھی، محمد نعیم نے اس سے پوچھا کہ یہ چاول تم کہاں سے لائی، اس کا جواب ہندہ نے کچھ نہیں دیا، محمد نعیم نے سکوت اختیار کیا تھا، پھر بعد میں پتہ چلا کہ چاول طیب کے یہاں سے لایا گیا تھا۔

اس عدول حکمی کی سزا یہ دی گئی کہ رات کا کھانا ہندہ کو کھانے نہیں دیا گیا، صبح یکم رمضان ہوتا ہے، گھر کا کام کاج بدستور کر رہی تھی، مگر اندر اندر کرامت علی جو محمد نعیم کا بھائی تھا مخالفت میں کچھ اور باتیں بنا رہا تھا جس کی خبر محمد نعیم کو بالکل نہیں تھی۔ بعد نماز ظہر محمد نعیم نے اپنی بیوی سے کھانا تیار کرنے کو کہا، مگر ان کی ایک نہیں سنی، محلے کی عورتوں سے کہلوایا مگر کسی کی ایک نہیں سنی۔ آخر کار افطار کا وقت ہوا، محمد نعیم کہیں باہر سے گھر آیا

= نسي رسول الله صلى الله عليه وسلم يمينه، فرجعنا، فقلنا: يارسول الله! أتيناك نستحملك، فحلفت أن لاتحملنا، ثم حملتنا فظننا، أو فعرفنا أنك نسيت يمينك، قال: "انطلقوا، فإنما حملكم الله، إني -والله، إنشاء الله- لاأحلف على يمين، فأرى غيرها خيراً منها إلا أتيت الذى هو، وتحللتها".

(إعلاء السنن، كتاب الأيمان، بابٌ: إن حلف: لايفعل كذاحنث بفعله مرةً، ولو حلف: ليفعلن كذافعله مرةً في العمربّرفي يمينه: ١١/ ٤٦٣، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في فتح الباري: ١١/ ٦٥٠، كتاب الأيمان والنذور، باب: لاتحلفوا بآبائكم، قديمي)

(١) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/ ٤٢٠، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهدايه: ٢/ ٣٨٥، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ٣/ ١٠٩، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت)

تو معلوم ہوا کہ ابھی تک کھانا نہیں تیار کیا گیا ہے، اس معاملہ کو دیکھ کر بہت صدمہ ہوا، ہندہ کو سخت سست کہنے کے علاوہ زدوکوب کے لئے تیار ہوگیا۔

اس پر ان کے بھائی کرامت علی نے پکڑ کر کہا کہ تم کو کھانا کپڑا دینے کی قوت ووسعت نہیں تو شام کو مارپیٹ کرنے آئے ہو اور بگڑتے ہوئے کرامت علی نے ہندہ سے کہا کہ تم میرے یہاں چلی آؤ، میں تم کو میکے پہونچادوں گا اور قصہ محلے کے لوگوں کو سنا کر محمد نعیم کو ذلیل ورسوا کریں گے، اتنا جملہ کہنے کے بعد ہندہ کرامت علی کے یہاں چلی گئی۔

محمد نعیم نے کرامت علی سے باہر ہوکر کہا کہ کیا تم ان کو میکے پہونچاہی دوگے؟ جواب دیا کہ ہاں ہاں پہونچاہی دیں گے، اِس پر محمد نعیم نے دوبارہ ان سے کہا کہ اگر تم ہندہ کو رکھ لوگے بس محمد نعیم نے فوراً یہ کہہ دیا: ”طلاق دیا، طلاق دیا، طلاق دیا“۔ اس کے بعد کرامت علی نے تمام محلے میں یہ مشہور کردیا کہ میرے بھائی نے اپنی بیوی کو طلاق دیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ کرامت علی نے ہندہ کو نہ میکے پہونچایا اور نہ اپنے پاس ہی رکھا بلکہ ان کے بھائی کو خبر دیکر فوراً ہی ہندہ کو ان کے حوالہ کردیا۔ فرمایئے کہ اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کونسی ہوئی؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں شرعاً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی اگرچہ شوہر کے کلام میں طلاق کی نسبت زوجہ کی جانب صراحۃً موجود نہیں، مگر پہلے سے زوجہ ہی کا تذکرہ ہے، نیز شوہر اپنی زوجہ ہی کو طلاق دیا کرتا ہے:

”ویؤیده مافي البحر: لوقال: امرأة طالق إن قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتي، يصدق، اهـ. يفهم منه أنه لولم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن مَن له امرأة إنما يحلف بطلاقها لابطلاق غيرها، فقوله: إني حلفت بالطلاق، ينصرف إليها مالم يُرد غيرها؛ لأنه يحتمله كلامه، اهـ“. رد المحتار: ۲/۶٦٤(۱)۔

(۱) (رد المحتار: ۳/ ۲۴۸، كتاب الطلاق، مطلب: سن بوش، يقع به الرجعي، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۵۸، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۲۵، كتاب الطلاق، رشيديه)

اور شوہر نے وقوعِ طلاق کو معلق نہیں کیا اس بات پر کہ کرامت علی اس کی زوجہ کو رکھے بلکہ اپنی طلاق دینے کو اس کے رکھنے کے وعدے اور اقرار پر معلق کیا ہے یعنی یہ کہا ہے کہ اگر تم ہندہ رکھ لو، تو میں ہمیشہ کیلئے ایسا کردوں یعنی طلاق دیدوں، چنانچہ کرامت علی نے اس کے جواب میں وعدہ اور اقرار کرلیا، اس کے بعد بلاشرط تین مرتبہ طلاق دیدی، لہذا مغلظہ ہوگئی۔ کرامت علی نے اگر وعدہ پورا نہیں کیا تو اس کی ذمہ داری خود اس پر ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۲/۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۷/صفر/۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

طلاق مغلظہ شرط کے ساتھ

سوال[۶۳۱۲]: ایک عورت اپنے شوہر کے پاس چند مہینہ رہنے کے بعد اپنے گھر چلی گئی اور قریب آٹھ ماہ یا نو ماہ کے بعد پھر اپنے شوہر کے پاس گئی۔ قریب چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا، بچہ پیدا ہونے کے بعد مخالفین نے یہ بات اعلان کے ساتھ چلائی کہ یہ بچہ حرام کا ہے، اس اعلان پر لوگوں کو یقین نہیں ہوا۔ اس اعلان کے بعد اس کے شوہر نے غصہ میں یہ کہا کہ "میری بیوی نے بچہ حرام کا جنا ہے، میں نے اس کو تین طلاق دی"۔ از روئے شرع اس عورت پر طلاق مغلظہ ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح سے پورے چھ ماہ گزرنے کے بعد جو بچہ پیدا ہو، وہ ثابت النسب ہوتا ہے، اس کو حرام کہنا سخت گناہ اور حرام ہے(۱)، تاہم جب شوہر نے تین طلاق دی تو تین طلاق سے مغلظہ ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۵/۱۱ھ۔

---

(۱) "أكثر مدة الحمل سنتان، وأقلها ستة أشهر إجماعاً". (الدر المختار: ۵۴۰/۳، باب العدة، فصل في ثبوت النسب، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵۳۶/۱، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴۷۴/۱، باب ثبوت النسب، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وإذا قال لامرأته: أنت طالق، وطالق، وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلاثاً". =

''بیوی میکہ چلی جائے تو تین طلاق'' کا حکم

سوال[۱۳۱۳] : زید کا سسرال والوں سے آئے دن جھگڑا رہتا تھا، ایک مرتبہ زید کی بیوی اپنے میکہ گئی تو اس کے ماں باپ نے زید کو بہت پریشان کیا اور بھیجنے میں حیلہ حوالہ کرتے رہے۔ تب مجبور ہو کر زید نے کہا کہ ''اگر میرے حکم کے بغیر میری بیوی میکہ چلی جائے تو میری بیوی کو تین طلاق ہو جائے گی''۔ چار ماہ بعد بیوی کی ماں نے کسی سے لڑائی کی، اس لئے زید کی بیوی اپنی ماں کی وجہ سے میکہ کی طرف بڑھی، جب وہ میکہ کے نزدیک پہونچی تو بیوی کی ماں اور بہن نے میکہ کے اندر لانے کی کوشش کی اور کوشش پوری ہوئی، بیوی میکہ کے اندر داخل ہوگئی۔ بیوی کہتی ہے کہ میں میکہ خود نہیں گئی، بلکہ مجھے میکہ کے اندر کیا گیا، میں اپنا ہوش کھو بیٹھی تھی اور کچھ دیر بعد سسرال چلی آئی۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر بیوی اپنے پیروں سے چل کر میکہ گئی ہو، اس کو اٹھا کر زبردستی اندر داخل نہیں کیا گیا تو اس پر طلاق مغلظہ ہوگئی (۱)۔ شوہر کے مکان پر ہی عدت تین حیض گزار کر میکہ چلی جائے، زمانۂ عدت میں شوہر سے پردہ کرے، کوئی تعلق نہ رکھے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۹۰ھ۔

= (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۵، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۹۳، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۲۸۸، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(۱) " وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً مثل: أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار، فأنت طالق". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۰۹، باب التعليق، دار الكتب العلميه بيروت)

(۲) " إذا طلقها ثلاثاً أو واحدةً بائنةً، وليس له إلابيت واحد، فينبغي له أن يجعل بينه وبينها حجاباً، حتى لاتقع الخلوة بينه وبين الأجنبية". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۳۵، الباب الرابع في الحداد، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الهندية: ۱/۵۵۳، فصل فيمايحرم على المعتدة، رشيديه) =

''اگر اولاد ہوئی تو تجھے طلاق'' تین بار کہنے کا حکم

سوال[۶۳۱۴]: زید اپنی بیوی کے پاس بغرضِ وطی حاضر ہوا تو اس کی بیوی نے صحبت کرنے سے انکار کردیا، اس پر زید وہاں سے چلا آیا اور اپنی چارپائی پر لیٹ کر کہا کہ ''قسم خدا کی! اگر اولاد ہوئی تو تجھے طلاق ہے'' اور ان کلمات کو تین بار کہا۔ اب اولاد ہوچکی تو اس بیوی کو رکھنے کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

''فی أیمان الفتح: وقد عرف فی الطلاق أنه لوقال: إن دخلت الدارفأ نت طالق، إن دخلت الدارفأ نت طالق، إن دخلت الدارفأ نت طالق، وقع الثلاث یعنی بدخولٍ واحدٍ، کماتدل علیه عبارة أیمان الفتح''(۱)۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ ایک دفعہ بچہ پیدا ہونے سے تینوں طلاق واقع ہوکر حرمتِ مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے اس سے تعلقِ زوجیت قائم کرنے کی کوئی صورت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۵/۹۰ھ۔

''اگر تونے زنا کیا ہو اور نہ بتلایا تو تین طلاق'' کا حکم

سوال[۶۳۱۵]: ۱......شوہر شبہ کی بنا پر اپنی عورت کو زانیہ کہتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تونے زنا کیا ہوگا اور تو نہیں بتلائے گی تو میری طرف سے تجھ کو آج سے تین طلاق، پھر تقریباً چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا، پھر

= (وکذا فی فتح القدیر: ۳۴۵/۴، فصل: وعلی المبتوتة والمتوفی عنهازوجهاالخ، مصطفی البابی الحبلی مصر)

(۱) (رد المحتار علی الدرالمختار: ۳۷۶/۳، ۳۷۷، باب التعلیق، مطلب فیمالوتعدد الاستثناء، سعید)

(۲) '' قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن طلقها، فلاتحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ (البقرہ: ۲۳۰)

''وإن کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة وثنتین فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، ویدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها''. (الفتاوی العالمکیریة: ۴۷۳/۱، فصل فیما تحل به المطلقه ومایتصل به، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۱۶۲/۳، باب الرجعة، فصل فی ماتحل به المطلقة، دارالکتب العلمیة، بیروت)

اس کی باز پرس ہوئی، کیونکہ یہ بچہ بھی غیر محرم کی شکل کا ہے۔

۲..... اگر زید کی بیوی زنا کا اقرار کرلے کہ واقعی یہ حرام کا ہے تو طلاق پڑ جاوے گی یا نہیں؟ جبکہ دونوں ہمبستر بھی ہوتے رہے ہوں؟

۳..... اگر طلاق واقع ہوگئی تو زید کی بیوی زید کے لئے کیسے حلال ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... زید کا اپنی بیوی کو زانیہ کہنا جائز نہیں، بہت بڑا جرم ہے(۱)، جب تک زنا کا ثبوت نہ ہو جائے اس کی بیوی پر اس کہنے کی وجہ سے طلاق نہیں پڑے گی۔

۲..... بیوی اگر اقرار کرے گی تو طلاق نہیں ہوگی، طلاق مغلظہ جب ہوگی کہ طلاق کا ثبوت دوسرے طریقہ پر ہوا اور بیوی اقرار نہ کرے(۲)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إن الذین یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت المؤمنٰت، لعنوا فی الدنیا والآخرة، ولهم عذاب عظیم﴾ (سورة النور: ۲۳)

" عن أبی هریرة رضی الله عنه، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "اجتنبوا السبع الموبقات". قالوا: یارسول الله! وماهن؟ قال: "الشرک بالله، والسحر، وقتل النفس التی حرم الله إلابالحق، وأکل الربوا، وأکل مال الیتیم، والتولی یوم الزحف، وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات". (صحیح البخاری: ۲/۱۰۱۳ کتاب المحاربین من أهل الکفر والردة، باب رمی المحصنات، قدیمی)

(والصحیح لمسلم: ۱/۶۴ کتاب الإیمان، باب الکبائر و أکبرها، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد: ۲/۴۱ کتاب الوصایا، باب ماجاء فی التشدید فی أکل مال الیتیم، إمدادیه ملتان)

(۲) " وإذا أضافه إلی الشرط، وقع عقیب الشرط، مثل أن یقول لامرأته: إن دخلت الدار، فأنت طالق، وهذابالاتفاق؛ لأن الملک قائم فی الحال. والظاهربقاء إلی وقت وجود الشرط، فیصح یمیناً أو إیقاعاً". (الهدایة: ۲/۳۸۵، باب الأیمان فی الطلاق، مکتبه شرکت علمیه)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة: "إن وإذاوغیرهما"، رشیدیه)

(وکذا فی الدرالمختار: ۳/۳۵۵، باب التعلیق، سعید)

۳......اگر طلاقِ مغلظہ ہو جائے گی تو پھر بغیر حلالہ کے اس سے دوبارہ نکاح جائز نہیں ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۰ھ۔

''اگر تو نہیں آئے گی تو تجھ کو ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق'' کا حکم

سوال[۶۲۱۶]: زید نے ایک عورت سے شادی کی، عرصہ تک اتحاد و اتفاق رہا، پھر جھگڑا رہنے لگا۔ ایک روز زید نے غصہ میں کہا کہ ''تم میرے پاس نہیں آؤ گی'' اس طرح تین مرتبہ بلایا تو بیوی اس کے جواب میں کہتی ہے کہ جب تک جھگڑے کا فیصلہ نہیں ہوگا میں آپ کے پاس نہیں آؤ گی۔ تو زید نے کہا کہ ''اگر تو نہیں آئے گی تو تجھ کو ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق''۔ عورت چھ ماہ کی حاملہ ہے۔ اگر زید اس کو پھر نکاح میں لانا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابھی طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ زید نے طلاق کو شرط پر معلق کیا ہے، تنجیز طلاق نہیں ہوئی، لہذا تحققِ شرط سے پہلے طلاق کا حکم نہیں ہوگا۔ اور جس شرط پر تعلیق کی ہے اس کے لئے قید نہیں لگائی کہ اگر فلاں وقت تک نہیں آئے گی تو تجھ کو ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بلکہ مُطلق رکھا ہے۔ اگر بیوی جھگڑے کا فیصلہ ہونے سے پہلے ہی آجاوے تو حسبِ سابق نکاح میں رہے گی، جدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوگی:

''إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿الطلاق مرتان، فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان .... فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

''وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أويموت عنها''. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، باب الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۹، باب الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة، مكتبه شركت علميه)

فأنت طالق، وهذا بالاتفاق. اهـ". هدایه، ص: ٣٦٤(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۴/۲۲ھ۔

''اگر مکان نہ جلاؤں تو طلاق مغلظہ'' کا حکم

سوال[۶۳۱۷]: زید نے اپنے بھائی کے ساتھ جھگڑا کر کے کہا کہ تم اپنا گھر میرے مکان کی چھت کا پانی جہاں گرتا ہے، مکان کی دکھن جانب سے ساڑھے نو ہاتھ (پونے پانچ گز) چھوڑ کر اگر نہ بناؤ تو قسم خدا کی میں اس مکان کو جلادوں گا، اسپرٹ گھر میں ہے۔ اس نے کہا میں بناؤں گا، میں نے کہا قسم خدا کی میں جلادوں گا۔ پھر وہ دوبارہ بنالے گا، لہٰذا اس خیال سے میں نے کہا ''قسم خدا کی! تو جتنی بار بنائے گا اتنی مرتبہ جلاؤں گا، اگر نہ جلاؤں تو میری عورت پر طلاقِ مغلظہ، جب جب شادی کروں گا تب تب طلاق مغلظہ''۔

اب سوال یہ ہے کہ ''اگر نہ جلاؤں'' یہ شرط ہے، ''تو میری عورت پر طلاق مغلظہ الخ'' جزا ہے۔ وقوعِ شرط کے بعد تو طلاق پڑے گی۔ شرح وقایہ: ٢/٦٨، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، میں ہے:

"وفي: إن لم أطلقك فأنت طالق يقع في آخر حياته"(٢)۔

یہ مسئلہ اس مسئلہ کے ساتھ چسپاں ہوتا ہے یا نہیں؟ دوسری صورت یہ ہے کہ زید اگر اپنا مکان بیچ ڈالے یا کسی کو ہبہ کردے تو اس سے نجات ہوسکتی ہے یا نہیں؟ یاد رہے کہ زید کے بھائی نے اب تک گھر نہیں بنایا، لیکن ارادہ ہے اور زید اس سے نجات حاصل کرنے کے خیال میں ہے۔ شرعاً جو صورت سہل ہو جواب عنایت فرمائیں۔

---

(١) (الهداية، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق: ٢/٣٨٥، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق ٣/٣٥٥، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في الطلاق بشرط، الفصل الثالث في تعليق الطلاق: ١/٤٢٠، رشيديه)

(٢) "وفي إن لم أطلقك يقع في آخر عمره". (شرح الوقاية: ٢/٦٨، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اَسلم صورت یہ ہے کہ زید کا بھائی وہاں سے ساڑھے نو ہاتھ جگہ چھوڑ کر مکان بنالے۔ اگر زید نے اپناوہ مکان فروخت کردیا تب بھی قسم سے نجات مل جائے گی۔ نیز زید نے یہ نہیں کہا کہ جب وہاں مکان بناؤ گے فوراً جلادوں گا، لہٰذا اس میں توسع ہے، زندگی میں کسی وقت اس پر عمل کرنے سے "بارّفی الیمین" ہوجائے گا، یعنی قسم پوری ہوجائے گی، ورنہ اخیرِ حیات میں جبکہ بھائی کے مقررہ جگہ میں مکان بنالینے کے بعد زید کے کیلئے اس کے جلانے کی استطاعت ہی نہ رہے تب حانث ہوگا اور زید کی بیوی پر طلاقِ مغلظہ واقع ہوگی:

"لیأتینّه، فلم یأته حتی مات، حنث في آخر حیاته؛ لأن البرّ قبل ذلك موجود ولاخصوصیة للإتیان، بل كل فعل حلف أنه یفعله في المستقبل وأطلقه ولم یقیده بوقت، لم یحنث حتی یقع الیأس عن البرّ، مثل: لیضربنّ زیداً، أو لیعطین فلانةً، أو لیطلقن زوجته. ثم قال بعد أسطر: ثم اعلم أن الیمین المطلقة لاتكون علی الفور إلا بقرینة، ففي الظهیریه في الفصل السابع: ولوحلف: إن رای فلاناً لیضربنه، فالرؤیة علی القریب والبعید، والضرب متی شاء، إلا أن یعني الفور، اه". البحر الرائق: ٤/٣١٢(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۱۳۹۴ھ۔

طلاق معلقہ ومغلظہ

سوال[۶۳۱۸]: زید اور اس کے شرکاء نے عمر سے کہا کہ تم سے ایک کام ہے، تم ہمارے ساتھ موضع علی پور تک چلو، وہاں گئے تو کہا: ہندہ ایک لڑکی بالغہ ہے، اچھی ہے اور شرعی لحاظ سے کوئی کمی نہیں ہے، لہٰذا تم (عمر) اس سے نکاح کرلو، موضع کے لوگوں نے بھی عمر کو تسلی وتشفی دی کہ لڑکی ٹھیک ہے۔ عمر نے ہندہ سے نکاح اس شرط پر کیا کہ اگر ہندہ بالغہ ہے تو میں نکاح کرلیتا ہوں۔ نکاح کے بعد جب ہندہ عمر کے یہاں آئی تو معلوم ہوا کہ یہ تو نابالغہ ہے، پھر عمر اس کو واپس زید کے گھر چھوڑ آیا، کچھ دن بعد زید نے اس لڑکی ہندہ

---

(١) (البحر الرائق: ٥٢٤/٤، ٥٢٥ كتاب الأیمان، باب الیمین في الدخول والخروج، رشیدیه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ٥٥٤/١، باب الیمین في الدخول والخروج، دارإحیاء التراث العربي بیروت)

(وكذا في تبیین الحقائق: ٤٥١/٣ باب الیمین في الدخول والخروج، دارالكتب العلمیة، بیروت)

کوغائب کردیا۔

عمر نے پھر اپنی طرف سے بکر کو بھیجا صرف تحقیق کرنے کیلئے (مختار کل بنا کرنہیں) تا کہ ان سے معلوم کرکے آئے۔ بہت کچھ بات ہونے کے بعد زید اور اس کے شرکاء نے حلفیہ کہا کہ ''اگر ہندہ ہمارے علم میں ہو، یا کہیں گئی ہو تو ہماری عورتوں کو تین تین طلاق''۔ پھر بکر نے بھی عمر کی طرف سے کہا کہ اگر ''عمر تم سے اس معاملہ میں آئندہ کچھ کہے تو میری بیوی کو بھی تین طلاق''۔ اب عمر زید اور اس کے شرکاء سے اپنی منکوحہ ہندہ کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ کہ عمر کے اپنے اس معاملہ میں بات کرنے سے بکر کی عورت کو طلاق تو نہ پڑ جائے گی؟ اگر پڑے گی تو کونسی بائن یا مغلظ؟

نوٹ: یہ ہندہ نہ تو زید کی لڑکی ہے اور نہ اس کے شرکاء میں سے کسی کی ہے، بلکہ باہر کہیں سے زید لے کر آیا تھا۔ اب خدا جانے کہ یہ زید ہندہ کو اس کے والدین کی رضامندی سے لے کر آیا تھا یا بغیر رضامندی کے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ نابالغہ تھی اور اس کا کوئی ولی نکاح کرنے والوں میں نہیں تھا تو شرعاً یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف تھا (۱)، جب تک ولی اجازت نہ دے اس کو عمر کے پاس بھیجنا اور عمر کا خلوت میں جانچ کرنا کہ یہ نابالغہ ہے یا بالغہ شرعاً درست نہیں تھا، بلکہ یہ معصیت کا ارتکاب ہوا، توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر ہندہ کے کوئی ولی نہیں تو یہ نکاح بالکل بیکار ہوا، شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں (۲)۔ ہندہ بالکل اجنبی ہے عمر کے حق میں، ہرگز اس کو لانے

(۱) ''وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية، توقف نكاح الأبعد على إجازته''. (الفتاویٰ العالكمیریة: ۱/۲۸۵، الباب الرابع فی الأولياء، رشيديه)

(وكذا فی الفتاوى التاتارخانية: ۲۳/۳، الفصل الحادی عشر فی معرفه الأولياء إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: ۷۶/۳، ۸۱، باب الولی، سعيد)

(۲) ''الأصل عندنا أن العقود تتوقف على الإجازة، إذا كان لها مجيز حالة العقد جازت، وإن لم يكن تبطل''. (فتح القدير: ۳۰۸/۳، فصل فی الوكالة بالنكاح وغيرها، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(وكذا فی ردالمحتار: ۹۸/۳، باب الكفاءة، مطلب فی الوكيل والفضولی فی النكاح، سعيد)

(وكذا فی النهر الفائق: ۲۲۶/۲، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل فی الوكالة، رشيديه)

کا ارادہ نہ کرے۔ اگر زید اور اس کے شرکاء کے علم میں ہو اور ان کی معرفت ہندہ کہیں گئی ہے تو ان کی بیویوں پر طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی۔ اب عمر اس معاملہ میں کوئی تفتیش ومطالبہ نہ کرے تو بکر کی بیوی بیوی رہے گی، ورنہ اس پر بھی طلاق مغلظہ ہوجائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۱۳۹۵ھ۔

''اگر دوسری شادی کروں تو زوجۂ ثانیہ کو طلاق مغلظہ'' سے تیسری بیوی کو طلاق نہیں ہوگی

سوال [۶۲۱۹]: ایک شخص اپنی زوجہ اول کی موجودگی میں بقائمی ہوش وحواس یہ تحریر کردیتا ہے کہ ''تا دمِ زندگی وہ دوسری شادی نہ کرے گا، اگر کرے تو گویا زوجہ ثانیہ کو طلاق مغلظہ اور حرام ہوگی'' پھر زوجہ اولیٰ کی موجودگی میں وہ دوسری شادی کرتا ہے۔ تو ایسی صورت میں کیا اقرار کے خلاف ورزی ہوکر زوجہ ثانیہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زوجہ اول تو بدستور نکاح میں ہے، البتہ زوجہ ثانیہ نکاح کرتے ہی حرام ہوگئی اس کو رکھنا جائز نہیں (۲)، ہاں! قسم بھی ختم ہوگی یعنی اگر زوجہ ثالثہ اپنے نکاح میں لانا چاہے تو لاسکتا ہے، اس قسم کی وجہ سے وہ حرام نہیں ہوگی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۱۳۹۱ھ۔

---

(۱) " وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۰۹، باب التعليق، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲)" وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط". (الهدايه: ۲/ ۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركت علميه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۲۰، كتاب الطلاق، الباب الرابع، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة: إن وإذا وغيرهما، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۳۵۵، كتاب الطلاق، باب التعليق، سعيد)

(۳)" ألفاظ الشرط: إن، وإذا، وإذاما، وكل وكلما، ومتى، ومتى ما، ففي هذه الألفاظ إذا وجد الشرط، =

''حج سے پہلے اگر ہمبستری کی تو بیوی کو طلاق'' کا حکم

سوال [۶۳۲۰]: ایک شخص نے شادی سے پہلے یہ قسم کھائی کہ ''جب تک حج نہ کرلوں گا اس وقت تک شادی نہ کروں گا''لیکن اس کے گھر والوں نے زبردستی اس کی شادی کردی، شادی کے بعد اس نے قسم کھائی کہ ''جب تک میں حج نہ کروں گا جب تک میں ہمبستری نہ کروں گا، اگر میں نے ہمبستری کرلی تو اس بیوی کو طلاق ہوجائے گی''۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہمبستری سے طلاق ہوجائے گی جبکہ حج کرنے کی مالی قوت نہیں ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حج سے پہلے شادی کرنے سے قسم کا کفارہ لازم ہوگیا، پھر شادی کے بعد حج کرنے سے پہلے ہمبستری کرنے سے قسم کا کفارہ بھی لازم ہوگا (۱) اور ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی (۲) جس میں عدت تین ماہواری گزرنے سے پہلے رجعت کا حق حاصل رہے گا (۳)۔ قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس غریبوں کو دووقت شکم

= انحلت اليمين وانتهت؛ لأنها لا تقتضي العموم والتكرار، فبوجود الفعل مرةً تمّ الشرط وانحلت اليمين، فلايتحقق الحنث بعده". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۱۵، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الأول في ألفاظ الشرط، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۸۵، ۳۸۶، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، شركت علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۱۹، ۲۲، كتاب الطلاق، باب التعليق، رشيديه)

(۱) "والمنعقدة مايحلف على أمر في المستقبل أن يفعله أو لايفعله، وإذاحنث في ذلک، لزمته الكفارة". (لهداية: ۲/۴۷۸، كتاب الأيمان، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختارمع رد المحتار: ۳/۷۰۸، كتاب الأيمان، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۲/۱۲۳، كتاب الأيمان، الفصل الأول في المقدمة، امجد اكيڈمی لاهور)

(۲)" وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق".

(الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الدرالمختارمع رد المحتار: ۳/۳۵۵، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة: إن وإذا، رشيديه)

(۳)" وإذاطلق الرجل امرأته تطليقة رجعيةً أوتطليقتين، فله أن يراجعهافي عدتها، رضيت بذلک =

سیر کھانا کھلائے یا کپڑا دے، اگر اتنی استطاعت نہ ہوتو تین روزے مسلسل رکھے(۱)۔شادی کرلینے اور ایک دفعہ ہمبستری کرلینے سے قسم ختم ہوگئی (۲)۔اگر حج کرنے کی مالی استطاعت نہیں ہے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اللہ پاک جب استطاعت دے اس وقت حج کرے اور آئندہ ایسی قسم نہ کھائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۱۳۹۰ھ۔

نکاح پر طلاق کو معلق کرنا

سوال[۶۳۲۱]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ ''میں تجھ کو اتنا چاہتا ہوں کہ کسی دوسری عورت

= أولم ترض". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۷۰، الباب السادس في الرجعة، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(وکذا في الهدایه: ۲/۳۹۴، کتاب الطلاق، باب الرجعة، شرکت علمیه ملتان)

(وکذا في البحر الرائق: ۴/۸۳، کتاب الطلاق، باب الرجعة، رشیدیه)

(۱) قال الله تعالیٰ ﴿لایؤاخذکم الله باللغو في أیمانکم، ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الأیمان، فکفارته إطعام عشرة مساکین من أوسط ماتطعمون أهلیکم أوکسوتهم أوتحریر رقبة، فمن لم یجد، فصیام ثلثة أیام، ذلک کفارة أیمانکم إذاحلفتم، واحفظو أیمانکم، کذلک یبین الله لکم اٰیته لعلکم تشکرون﴾ (سورة المائده: ۸۹)

"کفارة الیمین عتق رقبة، یجزئ فیها مایجزئ في الظهار، وإن شاء کسی عشرة مساکین کلّ واحد ثوباً فمازاد، وأدناه مایجوز فیه الصلوة . وإن شاء أطعم عشرة مساکین کالإطعام في کفارة الظهار......... فإن لم یقدر علی أحد الأشیاء الثلثة، صام ثلثة أیام متابعات". (الهدایة: ۲/۴۸۱، کتاب الأیمان، باب مایکون یمیناً ومالایکون یمیناً، شرکت علمیه ملتان)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة: ۲/۶۱، کتاب الأیمان، الفصل الثاني في الکفارة، رشیدیه)

(۲)"ففي هذه الألفاظ إذاوجد الشرط، انحلت وانتهت الیمین: لأنها غیر مقتضیة للعموم والتکرار لغةً، فبوجود الفعل مرةً یتمّ الشرط ولابقاء للیمین بدونه". (الهدایة: ۲/۳۸۶، باب الأیمان في الطلاق، شرکت علمیه ملتان)

(وکذا في الدرالمختار مع رد المحتار: ۳/۳۵۲، باب التعلیق، مطلب: مایکون في حکم الشرط، سعید)

(وکذا في البحر الرائق: ۴/۲۲، کتاب الطلاق، باب التعلیق، رشیدیه)

سے نہ تیری زندگی میں کوئی نکاح کروں گا، نہ تیرے مرنے کے بعد، اور تیری زندگی میں کسی عورت سے اگر کوئی نکاح کروں تو تجھ پر تین طلاق کہ تجھ سے ہمیشہ کیلئے علیحدگی ہو جائے جسے میں برداشت نہ کرسکوں گا"۔ پوچھنا یہ ہے کہ اگر وہ مرد عورت کی زندگی میں دوسرا نکاح بھی کرلے اور پہلی عورت کو طلاق بھی نہ پڑے اور یہ مفت کی ایذا عورت کو نہ پہونچے، اس کی کیا صورت ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پہلی عورت کی زندگی میں کسی عورت سے نکاح کرے گا تو پہلی عورت پر طلاقِ مغلظہ واقع ہو جائے گی (۱)۔ نکاحِ ثانی کی تدبیر یہ ہے کہ کوئی فضولی شخص بغیر اس کے امر اور بغیر وکالت کے ازخود کسی عورت سے اس کا نکاح کردے اور یہ خاموش رہے، زبان سے کچھ نہ کہے۔ جب وہ فضول شخص ایجاب وقبول کر چکے تو یہ عملاً اس نکاح کو نافذ کردے، مثلاً: مہر (معجّل) اس عورت کے پاس بھیج دے اور وہ عورت اس مہر پر قبضہ کرلے تو اس صورت میں نکاح بھی صحیح ہو جائے گا اور پہلی زوجہ پر طلاق بھی واقع نہیں ہوگی:

"إذا قال: کل امرأة أتزوجها فهي طالق، فزوجه فضولي وأجاز بالفعل بأن ساق المهر ونحوه، لاتطلق، بخلاف ما إذا وکّل به، لانتقال العبارة إليه، اه". عالمگیری: ۱/ ۴۱۹ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ رجب/ ۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ رجب/ ۶۶ھ۔

---

(۱) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً". (الفتاوى العالمكيريه، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة إن وإذا وغيرهما: ۱/ ۴۲۰، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۱۹، باب التعليق، الفصل الثاني في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/ ۸۴۶، باب اليمين في الضرب والقتل وغير ذالک، مطلب: حلف لايتزوج فزوجه فضولي، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/ ۴۱۸، ۴۱۹، باب التعليق، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

''اگر میں اس سے نکاح کروں'' یا ''میرا اس سے نکاح ہو جائے تو اس کو طلاقِ مغلظہ'' کا حکم

سوال[۶۳۲۲]: مضطر اجنبی نے مسمی غزالہ غیر منکوحہ اجنبیہ کے متعلق کہا کہ ''اگر میں اس سے نکاح کروں'' یا ''میرا اس سے نکاح ہو تو اس کو طلاقِ مغلظہ ہے''۔ مضطر کو یاد نہیں کہ اس نے ان دونوں جملوں میں سے کونسا جملہ کہا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کونسے قول کو ترجیح دی جائے گی اور کوئی شکل غزالہ سے نکاح کی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ شرط یہ ہے کہ غزالہ کی شادی کسی غیر سے نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب آدمی ایسی قسم کھاتا ہے تو اس کا مقصد اس عورت سے انتہائی بُعد اختیار کرنا ہوتا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ کسی طرح بھی وہ عورت اس کے نکاح میں نہ آسکے اور اس سے پوری دوری رہے، مگر جملہ نمبر:۱ بولنے کی صورت میں نکاح کرنے کی نسبت اپنی طرف کی گئی ہو تو فقہاء نکاحِ فضولی کی شکل میں وقوعِ طلاق کا حکم نہیں دیتے جبکہ حالف نے اجازت بالفعل دی ہو(۱) اور یہ درحقیقت ایک مخرج اور حیلہ ہے، لیکن جب وہ بالفعل نکاح کی اضافت اپنی طرف نہ کرے بلکہ یہ کہہ دے کہ ''میرا اس سے نکاح ہو'' تو اس صورت میں باب الحیلہ بھی مسدود ہو جاتا ہے۔

چونکہ حالف کو شک وتردد ہے کہ کونسا جملہ کہا ہے، اب اگر اس کا اس عورت سے نکاح ہو خواہ فضولی ہی کی شکل میں ہو۔ اور فرض کیجئے کہ اس نے جملہ نمبر:۲ بولا ہو تو حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں، ہمیشہ حرام میں ابتلاء رہے گا۔ اگر اس سے نکاح نہ ہو تو ابتلائے معصیت سے حتماً محفوظ رہے گا، اندریں حالات وہ خود ہی کوئی ایسا راستہ اختیار نہ کرے۔ اس کو چاہئے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی نقل فرمودہ حدیث "دع مايريبك إلى مالا يريبك" الحديث(۲) کے تحت تنزہ کی راہ پر چلے۔ یہ سخت نادانی ہے کہ ایجاب وقبول سے جو حلال

---

(۱) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: ''کلما کی قسم اور اس کا حل''، راجع، ص: ۹۸)

(۲) والحديث رواه الإمام أحمد وهو: " عن أبي الحوراء السعدي قال: قلت للحسن بن علي: ماتذكر من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم؟ قال: أذكر أني أخذت تمرةً .... قال: وكان يقول: "دع مايريبك إلى مالا يريبك، فإن الصدق طمانينة، وإن الكذب ريبة". الحديث. (مسند الإمام أحمد بن جنبل: ۱/۳۲۹، (رقم الحديث: ۱۷۲۵)، دارإحياء التراث العربي بيروت)

ہوجانے والی تھی اس کو پیشگی ہی ناقدری کرکے آئندہ کیلئے اپنے اوپر حرام کرلیا جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/۹۰ھ۔

''اگر میری شادی اس سے نہیں بلکہ دوسری عورت سے ہوئی تو دوسری بیوی کو دوطلاق'' کا حکم

سوال[۶۳۲۳]: اگر زید نے یہ کہا کہ''اگر میری اس کے ساتھ شادی نہ ہوئی اور اس کے علاوہ کسی دوسری سے ہوئی تو اس دوسری کو دوطلاق'' اور اس کے بعد اس نے ایک قسم کھائی، صرف اس میں طلاق کا ذکر تھا اور وہ حانث ہوگیا۔ تو ایسی صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟ اور اس میں''جب جب'' کی قید موجود نہیں تھی، اگر تین طلاقیں پڑیں تو طلاق مغلظہ ہوگی۔ ایسی صورت میں اگر غیر کفو میں نکاح کیا تو قسم ادا ہوگی یا نہیں بغیر وارث کی اجازت کے؟ مثلاً لڑکی بالغ مطلقہ ہے تو اس سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس عورت سے عمر بھر شادی نہ ہوئی اور دوسری عورت سے ہوگئی تب دوسری عورت پر طلاق ہوگی، ورنہ جب تک شادی کا امکان ہے دوسری عورت پر شادی کرنے سے طلاق نہیں ہوگی (۱)۔قسم پوری ہونے کیلئے کفو کا ہونا شرط نہیں، نکاح میں جیسی طلاق (ایک یا دو یا مغلظہ) کو معلق کیا جائے، تحقق شرط کے بعد ویسی طلاق واقع ہوجاتی ہے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۸۷ھ، الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

---

(۱) ''وفي: والله! ليأتين فلاناً، فلم يأته حتى مات، حنث في آخر جزء من أجزاء حياته؛ لأن عدم الإتيان حينئذٍ يتحقق لاقبله. وفي الغاية: وأصل هذا أن الحالف في اليمين المطلقة لا يحنث مادام الحالف والمحلوف عليه قائمين، لتصور البرّ''. (مجمع الأنهر ۱/۵۵۴، باب اليمين في الدخول والخروج، دارإحياء التراث العربي بيروت)

''كل فعل حلف أنه يفعله في المستقبل، وأطلقه ولم يقيده بوقتٍ، لم يحنث حتى يقع اليأس عن البر، مثلاً: ليضربن زيداً، أو ليعطين فلانةً، أو ليطلقن زوجته، وتحقق اليأس عن البر، يكون بفوت أحدهما''. (البحر الرائق: ۴/۵۲۴، باب اليمين في الدخول والخروج، رشيديه)

(۲) ''وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً مثل: أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت =

''جب تک مکان نہیں بنالوں گا، تب تک میری بیوی کو تین طلاق'' کہنے کا حکم

سوال[۶۳۲۴]: خالد کی لڑکی سلمیٰ سے زید کی شادی ہوئی، زید سے ایک بچی بھی پیدا ہوئی۔ خالد نے اپنے داماد زید کو مکان بنانے کے لئے کچھ زمین دی تھی، جس کی بنیاد کھدوا کر اینٹیں بھی بھروا چکا تھا۔ پھر خالد نے زید کو مکان بنانے سے روک دیا۔ زید نے غصہ میں آ کر یہ کہا کہ ''جب تک اس زمین پر میں مکان نہیں بنالوں گا تب تک میری طرف سے میری بیوی سلمیٰ کو تین طلاق''۔ صورتِ مذکورہ میں کون سی طلاق واقع ہوئی؟ اور زید کو سلمیٰ کے رکھنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا یہ کہنا کہ ''جب تک میں اس زمین پر مکان نہیں بنالوں گا تب تک میری طرف سے سلمیٰ کو تین طلاق''۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ زید اپنی زوجہ کو اپنے اوپر تین طلاق سے حرام قرار دیتا ہے اور حرمت ہمیشہ کے لئے نہیں، بلکہ مکان بنانے تک کے لئے ہے۔

اس میں دو باتیں ہیں: ایک ہے تین طلاق سے حرمت، دوسری بات ہے اس کی تحدید وتعیین۔ سو پہلی بات کا اس کو اختیار ہے کہ وہ اپنی بیوی کو تین طلاق سے حرام کرلے اور دوسری بات اس کو شرعاً اختیار نہیں یعنی اس حرمت کی تحدید وتعیین وہ اپنی طرف سے نہیں کرسکتا، کیونکہ اس کی تحدید وتعیین قرآنِ پاک نے کردی ہے، وہ یہ ہے کہ تین طلاق سے جو حرمت ہوتی ہے وہ حلالہ تک رہتی ہے بغیر حلالہ کے ختم نہیں ہوتی۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور مکان بنانے سے ختم نہیں ہوگی، بغیر حلالہ کے وہ عورت زید کے لئے جائز نہیں ہوسکتی:

لقوله تعالیٰ: ﴿الطلاق مَرَّتَانِ –إلی قوله تعالیٰ– فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ الآیة(۱)۔

= طالق". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۴۲۰/۱، الفصل الثالث في تعلیق الطلاق، رشیدیه)

(وکذا في الهدایة: ۳۸۵/۲، باب الأیمان في الطلاق، رشیدیه)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۱۰۹/۳، باب التعلیق، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۱) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰) ....=

"وینکح مبانة بمادون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع لامطلقة بها: أی بالثلاث حتی یطئها غیره بنکاح وتمضی عدته، اھ". درمختار مختصراً(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵/۱۲/۲۵ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، ۱۳۸۵/۱۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵/۱۲/۲۶ھ۔

= "عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها: أن رجلاً طلق امرأته ثلثاً، فتزوجت، فطلق. فسئل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم أتحل للأول؟ قال: "لا، حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الأول". (صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلث: ۲/۷۹۱، قدیمی)

"وإن کان الطلاق ثلثاً فی الحرة أو ثنتین فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، ویدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها، والأصل فیه قوله تعالیٰ: ﴿فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ والمراد الطلقة الثالثة". (الهدایة، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۳۹۹، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(۱) (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، ۴۱۰، سعید)

قال العلامة المرغینانی رحمه اللہ تعالیٰ: "وإذا کان الطلاق بائناً دون الثلث، فله أن یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها؛ لأن حل المحلّیة باق؛ لأن زواله معلق بالطلقة الثالثة". (الهدایة، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۲/۳۹۹، مکتبه شرکة علمیه بیروت)

فصل في التعليق بكلمة كلّما

(کلمہ کلّما کے ساتھ طلاق دینے کا بیان)

کلّما کی قَسم

سوال[۶۳۲۵]: مثلاً زید نے مع احباء ملکر بکروعمر کو کسی بات پر جبراً کہا ہے کہ دونوں کو آپس میں تا قیامِ مدرسہ گفتگو کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور اگر ایک کہیں چلا گیا اتفاقیہ دوسرے کے پاس اگر مہمان ہو گیا تو اس صورت میں علی حالہ گفتگو کر سکتے ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر خدانخواستہ تم دونوں میں سے کوئی بیمار ہو گیا اور حالفین نے تیمارداری کی اجازت دی تو بول سکتے ہیں اور بکروعمر کو کہا ہے کہ تم دونوں عدمِ گفتگو پر حلف کھا سکتے ہو یا نہیں، اگر کھا سکتے ہو لفظ ''کلما'' کے ساتھ حلف کھالو اور یوں کہو کہ ''میں نے فلاں کیساتھ تا قیام مدرسہ قولاً وتحریراً گفتگو کی تو جتنی عورتوں سے نکاح کروں گا، مطلقہ ہو جائیں گی'' اور بکر اور عمر نے مجبوراً تسلیم کرلیا اور ایک نے الفاظِ مذکورہ زبان سے سنادیئے، دوسرے نے کہا کہ مجھے یہ الفاظ تو یاد نہیں رہتے ہیں لکھ دو، اور اسے پرچہ دیکھ کر سنادیا۔

تو تفصیل وار بحوالہ کتب وصفحہ تحریر فرمائی جائے محلوفین کے درمیان آپس میں قرض ہے تو اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی اور اگر محلوفین اور غیر محلوفین شریک ہو کر کھانا پکادیں اور ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھالیں ایک پیالہ سے تو حانث ہوں گے یا نہیں، نیز اس قسم کی حلف دینے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صورتِ مسئولہ میں اگر تا قیامِ مدرسہ بکر اور عمر کسی قسم کی بھی گفتگو کریں گے تو حانث ہو جائیں گے، خواہ قولاً گفتگو کریں خواہ تحریراً حتی کہ اگر ایک مثلاً بکر کسی مجمع میں موجود تھا اور عمر نے آکر السلام علیکم کہا تب بھی حانث

ہوجائیں گے(۱) اس طرح اگر تشمیت کی یا اَور کوئی بات کی۔ جو کچھ قرض کا معاملہ آپس میں ہے اس کے متعلق جبر کرنے والوں سے کہیں کہ وہ کوئی انتظام کریں یا کوئی اَور شخص وصول کرکے دیدے، شریک ہوکر بغیر گفتگو کے کھانے پکانے اور ساتھ کھانے سے حانث نہ ہوگا(۲)۔ لأن الیمین رفعت علی الکلام لا علی الموکلة، اگر گفتگو کریں گے تو حانث ہوجائیں گے۔ اور جو نکاح کریں گے طلاق ہوجائے گی (۳)۔

البتہ اگر کسی فضولی نے نکاح کردیا اور حالف نے قول سے نہیں بلکہ فعل سے اجازت دیدی اس طرح کہ مہر زوجہ کے حوالہ کردیا تو پھر اس حلف کی وجہ سے طلاق واقع نہ ہوگی، اگر گفتگو کرنے سے پہلے نکاح کرلیا تب طلاق نہ ہوگی اور اس صورت میں خواہ خود نکاح کرلے خواہ کوئی وکیل کرے خواہ فضولی کرے:

قال العلامة الکردری: "إن کلم فلاناً فکل امرأة، یتزوجها فهی طالق، فهو علی التزوج

---

(۱) اگر تحریراً گفتگو کریں گے تو حانث نہیں ہوں گے: "واعلم أن الکلام لایکون إلاباللسان، فلایکون بالإشارة ولابالکتابة، .... لوحلف لایحدثه، لایحنث إلا أن یشافهه، وکذا: لایکلمه، یقتصر علی المشافهة (البحر الرائق، کتاب الأیمان، باب الیمین فی الأکل والشرب واللبس والکلام: ۵۵۹/۴، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الأیمان، الفصل الثامن فی الکلام: ۲۸۷/۴، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب الأیمان، الفصل التاسع، الجنس الأول: ۱۴۳/۲، امجد اکیڈمی لاهور)

(۲) "لو سلم علی جماعة هو فیهم، حنث". (ملتقی الأبحر: ۵۶۶/۱، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

"لوحلف: لایتکلم فلاناً، فمر علی قوم وهو فیهم فسلم علیهم، یحنث". (خلاصة الفتاوی، کتاب الأیمان، الفصل التاسع، الجنس الأول: ۱۴۳/۲، امجد اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الأیمان، الثامن فی الکلام: ۲۸۷/۴، رشیدیه)

(۳) "ولوحلف لایتکلم ولانیة له، فصلی وقرء فیها أو سبح أو هللّ، لم یحنث استحساناً". (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الأیمان، الفصل العاشر فی الحلف علی الأقوال، نوع منه فی الکلام: ۴۵۷/۴، إدارة القرآن کراچی)

بعد الکلام، اھ". بزازیة: ۲۸۸/٤(۱)۔ "ولو مر الحالف علی جماعة فیهم المحلوف علیه، فسلم علیهم الحالف، حنث وإن لم یسمع المحلوف علیه، اھ"۔ هندیة: ۹۲/۲(۲)۔

"لو عطس فلان، فقال: یرحمك الله، یحنث، کذا فی الخلاصة، اھ". هندیه: ۹۹/۲(۳)۔ "حلف لا یتزوج، فالحیلة أن یزوجه فضولی، ویجیزه بالفعل، اھ". ص: ۳۲۲(٤)۔

اور اس قسم کا حلف دینا اکثر مشائخ کے نزدیک ناجائز ہے، اگر مدعیٰ علیہ انکار کردے تو قاضی جبر نہیں کرسکتا ہے اور نہ سکوت کی وجہ سے فیصلہ جائز ہے، اگر فیصلہ کردیگا تو ہونافذ نہ ہوگا، اور بعض علماء کے نزدیک جائز ہے:

"أو الیمین بالله تعالی لابطلاق وعتاق إلا إذا، الخ". کنز(۵)۔

"التحلیف بالطلاق والعتاق والأیمان المغلظة لم یجوّزه أکثر مشائخنا، اھ. وفی الخانیة: وإن أراد المدعی تحلیفه بالطلاق والعتاق فی ظاهر الروایة یجیبه القاضی إلی ذلك؛ لأن التحلیف بالطلاق والعتاق حرام، ومنهم من جوّزه فی زماننا، والصحیح ما فی ظاهر الروایة، اھ".

---

(۱) (الفتاویٰ البزاریة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الأیمان، نوع آخر فی المعترضة: ۲۸۸/۴، رشیدیه)

"ولو قال: إنّ کلمتُ فلاناً فکل امرأة أتزوجها فهی طالق، فهذا علی التی تزوج بعد الکلام". (خلاصة الفتاوی، کتاب الأیمان، الفصل التاسع فی المبین فی الکلام، الجنس الثانی فی المعترضة: ۱۴۴/۲،)

(۲) (الهدایة: ۹۷/۲، رشیدیه)

(۳) (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السادس فی الیمین علی الکلام، کتاب الأیمان، الفصل التاسع فی الیمین فی الکلام: ۹۹/۲، رشیدیه)

"ولو عطس فلاناً فقال الحالف یرحمک الله، یحنث". (خلاصة الفتاوی، کتاب الأیمان، الفصل التاسع فی الیمین فی الکلام، اما الجنس لأکل: ۱۴۳/۲، امجد اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۴۲۰/۴، کتاب الأیمان، إدارة القران کراچی)

(۴) (الأشباه والنظائر: الفن الخامس، الحیل، ص: ۳۹۸، ۳۹۹، قدیمی)

(۵) (کنز الدقائق، کتاب الدعوی، ص: ۳۱۴، رشیدیه)

وفی کتاب الحظر والإباحة من التتارخانية: والفتوى على عدم التحليف بالطلاق والعتاق، اهـ. .... وفي خزانة المفتيين كما في منية المفتي، وزاد: فلو حلّفه القاضي بالطلاق فنكل وقضى بالمال، لاينفذ قضائه على قول الأكثر، اهـ. .... وأما من قال بالتحليف بهما فيعتبر ويقضي به، اهـ". بحر: ۷/ ۲۱۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ ۶/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ جمادی الثانیہ/ ۵۹ھ۔

کلما کی قسم

سوال [۶۳۲۶]: زید نے کلما کی قسم کھائی جس کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص کہتا ہے کہ "میں کلما کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ فلاں کام میں نے نہیں کیا"۔ حالانکہ اس نے وہ کام کیا، اور یہ قسم ایسے شخص نے کھائی جو کلما کے معنی اور اس کا مطلب اور اس کا اثر جانتا تھا۔ تو کیا صرف اتنا لفظ کہہ دینے سے قسم منعقد ہو جائے گی، یا پوری عبارت کہنے سے منعقد ہوتی ہے؟ اور اس قسم میں حانث ہونے پر کوئی حیلہ یا کفارہ ہے جو بیوی کو طلاق نہ پڑے؟ مدلل مفصل مع حوالہ کتب جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

صرف اتنا کہنے سے قسم منعقد نہیں ہوئی، اس لئے حانث ہونے اور کفارہ ادا کرنے یا حیلہ تلاش کرنے کا اس پر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (۲)، البتہ جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے، اس سے اجتناب لازم ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/ ۳/ ۸۵ھ۔

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الدعوىٰ، أحكال الدعوى: ۷/ ۳۶۲، رشيديه)

(۲) "انه قد اشتهر في رساتيق شروان أن من قال: جعلت كلما، أوعليّ كلما أنه طلاق ثلاث معلق، وهذا باطل ومن هذيانات العوام". (رد المحتار: ۳/ ۲۴۷، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(۳) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "عليكم =

ایضاً

سوال[۶۳۲۷]: زید نے جھوٹی قسم کھائی اور پھر یہ کہا کہ ''اگر میں اس قسم میں جھوٹا ہوں تو جب جب میں نکاح کروں میری بیوی کو تین طلاق''۔ اب اگر زید نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کیلئے کوئی گنجائش شرعی ہے یا نہیں؟ بعض علماء نکاحِ فضولی سے اس کے لئے نکاح صحیح ہوجانے کو کہتے ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں۔ اور شریعتِ مطہرہ کا اس میں جو بھی حکم ہو جس سے نکاح کے بعد طلاق واقع نہ ہو اس کو بیان فرماویں۔ اگر نکاحِ فضولی سے اس کا نکاح صحیح ہوجائے تو ایسا طریقہ تفصیل سے بیان فرمائیں جس میں شرعی قباحت نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر کسی شخص نے اس طرح کہا کہ: ''اگر میں فلاں کام کروں تو جب جب میں نکاح کروں میری بیوی پر تین طلاق''۔ تو اس کیلئے اس قسم سے بچنے کیلئے تدبیر یہ ہے کہ کوئی شخص جو کہ حالات سے واقف ہو وہ جس عورت سے اس کا نکاح مناسب سمجھے بحیثیتِ فضولی نکاح کردے، مثلاً: اس عورت سے کہے: میں نے تمہارا نکاح اتنے مہر پر فلاں شخص سے کردیا، وہ عورت جواب میں کہے کہ میں نے اس کو قبول کیا اور یہ ایجاب وقبول کم از کم دو گواہوں کے سامنے ہو۔ پھر یہ فضولی اس قسم کھانے والے سے آکر کہے کہ میں نے فلاں عورت سے تمہارا نکاح کردیا ہے، اتنا مہر لاؤ، وہ زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ کل یا جزو مہر دیدے، پھر وہ مہر عورت کے پاس پہنچادے۔ اس طرح اس نکاح فضولی کی یہ اجازتِ فعلی ہوئی جس سے نکاح درست ہوگیا اور قسم بھی نہیں ٹوٹی اور اس عورت پر طلاق بھی واقع نہیں ہوئی:

"ففي جميعها: أي جميع الألفاظ إذا وجد الشرط، انتهت اليمين، إلا في كلما، فإنها تنتهي فيها بعد الثلاث مالم تدخل على صيغة التزوج؛ لدخولها على سبب الملك، فلو قال: كلما تزوجت امرأةً فهي طالق، تطلق بكل تزوج ولو بعد زوج آخر. والحيلة فيه عقد الفضولي، وكيفية عقد الفضولي أن يزوجه فضوليٌّ، فأجاز بالفعل بأن ساق المهر ونحوه لا بالقول، فلا تطلق،

= بالصدق، فإن الصدق يهدي إلى البر .... وإياكم والكذب فإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلى النار، ومايزال العبد يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عندالله كذاباً". (جامع الترمذي: ۱۸/۲، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في الصدق والكذب، سعيد)

اھ". مجمع الأنهر مختصراً: ۱/ ٤١٨، ٤١٩(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۱۴۰۶ھ۔

"کلما تزوجت" کا حکم

سوال[۶۳۲۸]: ایک شخص حلف اٹھاتا ہے اس نوع سے کہ "جب نکاح کروں جب میری عورت کو طلاق" اور وہ غیر شادی شدہ ہے، پھر شادی کرتا ہے۔ تو اس کی عورت کو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اس قسم کے حلف کا کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس حلف کا حکم یہ ہے کہ جب وہ نکاح کرے گا یہی اس کی عورت پر طلاق ہو جائے گی:

"وفيها كلها تنحل: أى تبطل اليمين إذا وجد الشرط مرةً، إلا في كلما، فإنه ينحل بعد الثلاث، فلا يقع إن نكحها بعد زوج آخر، إلا إذا دخلت "كلما" على التزوج، نحو: كلما تزوجتك فأنت كذا، لدخولها على سبب الملك، وهو غير متناه، اه". درمختار: ۲/ ۷۷۲(۲)۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، ۴/۲/۶۳ھ۔

---

(۱) (مجمع الأنهر: ۱/ ۴۱۸، ۴۱۹، باب التعليق، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۱۹، الفصل الثاني في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۸۴۶، باب اليمين في الضرب والقتل وغير ذالك، مطلب: حلف: لايتزوج فزوجه فضولي، سعيد)

(۲) (الدر المختار: ۳/ ۳۵۲، ۳۵۳، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۱۵، الفصل الأول في ألفاظ الشرط، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۵۰۵، الأيمان بالطلاق، نوع آخر في تعليق طلاق امرأته بفعلها، إدارة القرآن كراچي)

جبراً کلما کی قسم لینا، نابالغ کی قسم، قسم کا کفارہ

سوال[۶۳۲۹]: زید ایک شخص بہت ہی غصہ والا ہے، اس نے ایک لڑکے سے - جس کی عمر ۱۳، یا ۱۴، یا ۱۵/ سال ہے - اپنے غصہ کا رعب ڈال کر حلف اٹھوایا کہ ''اگر کوئی بات میں آپ سے پوشیدہ رکھوں تو میری بیوی پر جب بھی میں شادی کروں طلاق ہے، پھر جتنی مرتبہ میں شادی کروں اتنی ہی مرتبہ طلاق پڑے''۔ اگر چہ اس لڑکے کی ابھی شادی تو کہاں منگنی کی بات بھی کہیں طے نہیں ہوئی اور یہ حلف چند ایسے امور کے متعلق اٹھوایا ہے جن کے ظاہر ہونے میں زید اور اس کی بیوی اور تمام گھر میں فتنہ وفساد برپا ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ لہٰذا دریافت طلب امور یہ ہیں:

۱..... کیا زید شرعی طور پر جبکہ وہ لڑکا اس کا کوئی قرابت دار بھی نہیں، بلکہ زید کے لڑکے سے تعلیم پاتا ہے، اس لڑکے سے حلف اٹھوا سکتا ہے؟

۲..... کیا زید کے غصہ کے رعب میں آکر یہ حلف اس لڑکے کا اٹھانا شرعی حیثیت سے حلف ہوسکتا ہے؟

۳..... کیا اس حلف کی پابندی اس لڑکے پر ضروری ہے؟

۴..... کیا اس کی خلاف ورزی پر اس لڑکے کی بیوی پر نکاح کرنے سے طلاق پڑ جاوے گی یا نہیں؟

۵..... کیا زید اس کے حلف کے ماتحت جس قدر حلف فعلاً اپنے حکم کا پابند بنانا، کسی سے ملنے نہ دینا چاہیے اس کی تعلیم کا نقصان ہو، اٹھوالے وہ سب قابلِ پابندی ہیں؟

۶..... کیا ان حلفوں کا اور طلاق والے حلفوں کا کوئی کفارہ ہوسکتا ہے؟

۷..... اگر ہو تو اس سے مطلع فرمائیں۔

برائے نوازش اور خدا کے واسطے اس کا جواب مع حوالۂ کتب ونقلِ عبارت ونمبر وار عنایت فرمائیں تاکہ ایک مسلمان کا گھر محفوظ رہ سکے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ ظلم ہے۔

۲..... اگر لڑکا نابالغ ہے تو اس کا حلف شرعاً غیر معتبر ہے، اگر بالغ ہے تو اس کا حلف معتبر ہے(۱)

(۱) ''في شرح النقاية: بأنها تقوى الخبر وبذكر الله تعالى أو بالتعليق، وظاهر ما في البدائع أن التعليق =

اگر اس کو احتلام ہوتا ہے یا وہ پورے پندرہ سال کا ہے تو بالغ ہے (۱)۔

۳..... بالغ پر پابندی ضروری ہے، نابالغ پر نہیں: "و أما شرائطها في اليمين بالله تعالى، ففي الحالف أن يكون عاقلاً بالغاً، فلا يصح يمين المجنون والصبي وإن كان عاقلاً". هنديه: ۵۱/۲ (۲)۔

۴..... اگر بوقتِ حلف لڑکا بالغ ہے تو اس کے خلاف کرنے سے طلاق پڑ جاوے گی (۳)۔

۵..... اگر حلف کرے گا اور وہ بالغ ہے تو پابندی لازم ہوگی، پھر مصلحت اس کے خلاف سمجھے تو قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے (۴)۔

= يمين في اللغة أيضاً قال: لأن محمداً أطلق عليه يميناً، وقوله حجة في اللغة. وذكر أن فائدة الاختلاف تظهر فيمن حلف: لايحلف، ثم حلف بالطلاق أو العتاق، فعند العامة يحنث، وعند أصحاب الظواهر لايحنث. وركنها اللفظ المستعمل فيها، وشرطها العقل والبلوغ". (البحر الرائق: ۲۶۵/۴، كتاب الأيمان، رشيديه)

(۱) "بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، والجارية بالاحتلام والحبل، فإن لم يوجد فيهما شئ فحتى يتمّ لكل منهما خمس عشرة سنةً، به يفتى". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، باب: ۱۵۳/۶، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۵۱/۱، كتاب الأيمان، الباب الأول في تفسيرها شرعاً، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع رد المحتار: ۷۰۴/۳، كتاب الأيمان، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۶۵/۴، كتاب الأيمان، رشيديه)

(۳) " وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاوى العالمكيرية: ۴۲۰/۱، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۳۸۵/۲، باب الأيمان في الطلاق، شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۰۹/۳، باب التعليق، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۴) "قال النبي صلى الله عليه وسلم لعبد الرحمن: "وإذا حلفتَ على يمين فرأيتَ غيرها خيراً منها، فأت الذي هو خير، ولتكفر عن يمينك". (جامع الترمذي: ۲۷۹/۱، أبواب النذور والأيمان، باب فيمن حلف على يمين فرأى غيرها خيراً منها، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الأيمان: ۴۲۴/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

۶......اگر نابالغ ہے تو اس کا حلف ہی معتبر نہیں ہوگا، نہ اس کی پابندی لازم ہوگی، مگر زید کا اس کی مصلحت کے خلاف اور نقصان دہ امور پر حلف لینا صریح ظلم ہے(۱)، اگر خلافِ شرع کسی بات پر جبراً قسم لی ہے تو اس خلاف شرع کی پابندی ناجائز ہے۔

۷......ایک قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس بھوکوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، یا دس غریبوں کو کپڑا پہنائے، یا دس غریبوں کو ہر ایک کو ایک صدقۂ فطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت دے، اگر اس کی قدرت نہ ہو تو ہر ایک قسم کے عوض میں تین روزے مسلسل رکھے۔ اور طلاق والے حلف میں یہ صورت ہو سکتی ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کا نکاح کردے اور وہ لڑکا زبان سے کچھ نہ کہے، نہ ہی اس نکاح کو قبول کرے، نہ کرے، البتہ فعل سے اس نکاح کی اجازت دیدے اس طرح کہ بیوی کا مہر معجّل ادا کردے، اس سے نکاح صحیح ہو جائے گا اور طلاق واقع نہ ہوگی:

"وهي (أي الكفارة) أحد ثلثة أشياء إن قدر: عتق رقبة، يجزئ فيهامايجزئ في الظهار، أوكسوة عشرة مساكين، أو إطعامهم. فإن لم يقدرعلى أحد هذه الأشياء الثلثة صام ثلثة أيام متتابعات. وإن اختار الطعام فهوعلى نوعين: طعام تمليك، وطعام إباحة، طعام التمليك أن يعطي عشرة مساكين كل مسكين نصف صاع من حنطة أود قيق أوسويق أوصاعاً من الشعير، كما في صدقة الفطر. وطعام الإباحة أكلتان مشبعتان غداءً وعشاءً أوغداءان أوعشاءان، أوعشاء وسحور، والمستحب أن يكون غداءً وعشاءً بخبز وإدام، ويعتبر الإشباع دون مقدار الطعام، اهـ".

هنديه ملخصاً: ۶۱/۲(۲)۔

(۱) "ملعون من ضارّ مومناً أو مَكرَبه". (فيض القدير: ۵۵۲۵/۱۱، (رقم الحديث: ۸۲۰۲)، مكتبة نزار مطفىٰ الباز، مكة المكرمة)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۶۱/۲، ۶۳، كتاب الأيمان، الباب الثاني فيما يكون يمينا ومالا يكون يمينا، الفصل الثاني في الكفارة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۴۳۰/۳، ۴۳۱، كتاب الأيمان، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدارالمختار مع رد المحتار: ۷۲۵/۳، ۷۲۷، كتاب الأيمان، سعيد)

قال الله تعالىٰ: ﴿لايؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم، ولكن يؤاخذكم بماعقدتم الأيمان، فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ماتطعمون أهليكم أو كسوتهم، أو تحرير رقبة، فمن لم يجد =

"حلف لايزوج، فالحيلة أن يزوجه فضوليٌّ، ويجيزه بالفعل، اه". أشباه، ص: ۳۱۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۲/۵۹ھ۔

صحیح عبداللطیف، ۸/۵۹ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

نکاح فضولی اور کلما کی قسم اور بہشتی زیور کے ایک مسئلہ کی وضاحت

سوال[۲۳۳۰]: میری نسبت جس لڑکی سے طے پائی ہے، میں نے اس لڑکی کا نام لے کر یہ کہا کہ ''عالیہ کو نکاح کے بعد تین طلاق''۔ میں یہ الفاظ جان بوجھ کر نہیں کہا ہوں، ایسے ہی باتوں میں کہہ دیا ہوں، کیونکہ میں اس کے مسائل سے واقف نہ تھا۔ اس پر ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ کے نکاح کرتے ہی تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی۔ اور اس کے بعد میں نے بہشتی زیور دیکھا، کسی شرط پر طلاق دینے کے بیان میں یوں لکھا ہے کہ ''اگر تین طلاق کو کہا تھا تو تینوں پڑ گئیں اور اب مغلظہ ہوگئی''۔ اس کے بعد مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے مسئلہ لکھ کر اس طرح شروع کیا۔

مسئلہ: ''نکاح ہوتے ہی جب اس پر طلاق پڑ گئی تو اس نے اس عورت سے پھر نکاح کر لیا تو اب اس دوسرے نکاح کرنے سے طلاق نہ پڑے گی''۔

= فصيام ثلثة أيام، ذلک کفارة أيمانکم إذا حلفتم﴾ (المائدة: ۸۹)

(۱) (الأشباه والنظائر، ص: ۳۹۸، ۳۹۹، الفن الخامس، الحيل، قديمي)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۸۴۶/۳، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل وغير ذلک، مطلب: حلف: لايتزوج فزوَّجه فضولي، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۱۹/۱، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۵۷۵/۱، كتاب الأيمان، باب اليمين في البيع والشراء والتزوج وغير ذلک، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"الحيلة فيه عقد الفضولي، وكيفية عقد الفضولي أن يزوجه فضولي، فأجاز بالفعل بأن يبعث المهر، ونحوه لابالقول، فلاتطلق، بخلاف ما إذاوكل به، لانتقال العبارة إليه". (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب التعليق، ۶۰/۲، مكتبه غفاريه)

تو کیا فرماتے ہیں علمائے دین! کیا اب میں اس لڑکی سے نکاح کرسکتا ہوں، جس کا میں نے اوپر نام سنادیا ہے جس سے میری نسبت طے ہوگئی ہے؟ میں یہی مسئلہ سوچ رہا ہوئے بہت ست بیٹھا تھا تو میری والدہ صاحبہ نے دریافت کیا تو میں نے اسی مسئلہ کا تذکرہ کیا، اس پر میری والدہ صاحبہ نے مجھ کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا: اگر یہ نہیں تو کوئی اَور لڑکی سے بات چیت طے کریں گے۔ تو اس پر میں نے غصہ میں آکر یوں کہا کہ ''اگر میں جس لڑکی سے نکاح کروں، نکاح کے بعد تین طلاق'' کہا ہوں۔ کیا میں عالیہ سے نکاح کرسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلے تو آپ نے مسائل سے ناواقف ہوکر غلطی کی تھی، جس کی وجہ سے آپ فکر میں ست تھے، پھر والدہ کے دلاسہ دیتے وقت تو آپ بہشتی زیور میں مسئلہ دیکھ کر واقف ہو چکے تھے، پھر غصہ میں جو کچھ ان کو جواب دیا وہ پہلی غلطی سے بڑھ کر غلطی ہوئی۔ اب صورت یہ ہے کہ جو شخص آپ کے اس حال سے واقف ہوا اور یہ بھی جانتا ہو کہ آپ کو کس لڑکی سے شادی کرنا پسند ہے وہ بغیر آپ کے کہے از خود اس لڑکی کا نکاح آپ سے کردے یعنی وہ آپ کی طرف سے آپ کیلئے قبول کرلے، مثلاً: لڑکی کے والد سے کہے کہ آپ اپنی فلاں لڑکی کا نکاح فلاں سے یعنی آپ سے کردیں، میں ان کی طرف سے قبول کرتا ہوں، اگر گواہوں کے سامنے یہ ایجاب قبول ہوجائے اور پھر وہ شخص آپ سے آکر کہے کہ میں نے فلاں لڑکی کو آپ کیلئے نکاح میں قبول کرلیا ہے، آپ انگوٹھی یا کچھ نقد دیجئے تا کہ بطور مہر معجّل آپ کی طرف سے اس کو دیدوں، آپ زبان سے کچھ نہ کہیں، خاموش رہیں اور انگوٹھی یا کچھ نقد دیدیں۔

وہ شخص اس لڑکی کے پاس پہنچادے کہ یہ تمہارے شوہر نے دیا ہے، بس اس طرح نکاح ہوجائے گا اور کوئی طلاق نہیں ہوگی (۱)۔ بہشتی زیور میں جو مسئلہ لکھا ہے کہ ''نکاح ہوتے ہی طلاق ہوجائے گی پھر اس نے اس سے نکاح کرلیا تو اب دوسرا نکاح کرنے سے طلاق نہیں ہوگی'' اس وقت ہے کہ تین طلاق کیلئے نہ کہا ہو، جب تین طلاق کیلئے کہا تو اس کا یہ حکم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۲ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، ۸۶/۲/۳ھ۔

---

(۱) ''حلف: لایتزوج، فزوجہ فضولی، فأجاز بالقول، حنث، وبالفعل لایحنث، وبہ یفتی''. =

محبوب سے بے وفائی پر قسم طلاق کا حکم (کلما کی ایک صورت)

سوال[۶۳۳۱]: ۱......صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی سے محبت کرتا ہے، فرطِ محبت میں آکر قسم بالطلاق کھالیتا ہے کہ ''میں کبھی تجھ سے بے وفائی نہیں کروں گا، اگر کروں تو جب بھی میں نکاح کروں میری بیوی کو طلاق ہے''۔ اب اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اس کا محبوب اس سے ناراض ہوجاتا ہے، مگر یہ شخص قسم کھانے والا ہمیشہ اس کی طرف سے خوش رہتا ہے اور حسبِ سابق اس کے ساتھ نیکوکاری پر آمادہ رہتا ہے، مگر اس کا محبوب اس سے ناراض رہتا ہے، تو آیا طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......اگر قسم کھانے والا بے وفائی نہیں کرتا، چاہے اس کا محبوب ناراض ہو تو نکاح کرنے سے اس کی بیوی پر طلاق نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۰/۳/۲۳ھ۔

کلما کی قسم اور اس کا حل

سوال[۶۳۳۲]: زید نے اپنی زبان سے صرف یہ ادا کیا ہے کہ ''میں نے کلما کی قسم کھائی ہے'' اور اس کی نیت میں یہ ہے: ''میں جب جب کسی عورت سے نکاح کروں گا تو اس کو طلاق ہے''۔ اور قسم کو زید نے

= (الدرالمختار). "(قوله: بالفعل) كبعث المهر أو بعضه". (ردالمحتار: ۸۴۶/۳، باب اليمين في الضرب والقتل وغير ذلك، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۶۲۰/۴، باب اليمين في الضرب والقتل، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱۲۱/۳، باب اليمين في الضرب والقتل، امداديه ملتان)

(۱) چونکہ بے وفائی نہ کرنے کی صورت میں شرط نہیں پائی گئی جبکہ طلاق معلق بالشرط کے وقوع کے لئے تحققِ شرط ضروری ہے:

"وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۴۲۰/۱، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۳۸۵/۲، باب الأيمان في الطلاق، شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۰۹/۳، باب التعليق، دارالكتب العلمية، بيروت)

اللہ اوراس کی صفات کے ساتھ متعلق نہیں کیا ہے۔ توقسم واقع ہوگی یا نہیں؟

نوٹ: قسم واقع ہو یا نہ واقع ہو، کلما کی قسم کو توڑنے کی کوئی صورت ہوتو لکھ دیں، اگر نہ ہوتو نکاح کرنے کی کوئی صورت ہوتو ضرور لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قسم کا مدار الفاظ پر ہوتا ہے نہ کہ اغراض پر جیسا کہ فقہ میں تصریح ہے: "مبنی الأیمان علی الألفاظ دون الأغراض. اورمتنِ درمختار میں یہ الفاظ ہیں" الأیمان مبنیة علی الألفاظ لاعلی الأغراض"(۱)۔

لہذا کلما کی قسم منعقد ہی نہیں ہوئی، کیونکہ غیر اللہ کی قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی:

"وحاصله أن الیمین لغیره تعالی تارةً یحصل لها الوثیقة: أی استیثاق الخصم بصدق الحالف کالتعلیق بالطلاق والعتاق ممالیس فیه حرف القسم، وتارةً لایحصل مثل: وأبیك ولَعمری، فإنه لایلزمه بالحنث فیه شئ، فلاتحصل به الوثیقة، اھ". ردالمحتار: ۳/۴٦(۲)۔

لیکن اگر کوئی شخص نکاح نہ کرنے کی قسم کھائے، مثلاً اس طرح کہے کہ"اگر میں نکاح کروں تو میری بیوی کوطلاق، یاجب جب نکاح کروں تو میری بیوی کوطلاق" تو اس سے خلاصی کی یہ صورت ہے کہ اس کا کوئی دوسرا دوست اس کا نکاح کسی عورت سے کردے اوراس کی طرف سے خود قبول کرے، پھرآ کراس سے کہے کہ میں نے تمہارا نکاح فلاں عورت سے کردیا، ایک انگوٹھی بطور مہر معجّل لاؤ، اوروہ انگوٹھی خاموشی سے دیدے، زبان سے کچھ نہ کہے اور یہ انگوٹھی اس کی طرف سے اس عورت کودیدے کہ یہ تمہارے شوہر نے بطور مہر معجّل دی ہے۔ پس اس طرح قسم کھانے والے کی طرف سے یہ نکاح کی فعلاً اجازت ہوگئی اورقسم کی وجہ سے اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی:

---

(۱) (تنویرالأبصار مع الدرالمختار: ۳/۷۴۳، باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی، سعید)

(وکذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی: ۳/۴۴۰، کتاب الأیمان، باب الیمین فی الدخول، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۴/۸٦، کتاب الأیمان، فصل فی الحلف علی الدخول، بیروت)

(۲) (ردالمحتار: ۳/ ۷۰۵، کتاب الأیمان، مطلب فی حکم الحلف بغیره تعالی، سعید)

"حلف: لایتزوج، فزوجه فضولي وأجاز بالقول، حنث، وبالفعل لایحنث، به یفتی. خانیة". درمختار. "(قوله: وبالفعل) کبعث المهر أوبعضه بشرط أن یصل إلیها، وقیل: الوصول لیس بشرط. النهر، اهـ". رد المحتار، ص: ۱۳۷(۱)۔ واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۱۴۰۶ھ۔

کلما کی قسم کا حل

سوال[۶۳۳۳]: ۱...... زید نے کہا کہ "اگر مجھے فلاں عورت یعنی ہندہ سے محبت یا عشق ہوتو جب جب میں کسی عورت سے شادی کروں تو اسے تین طلاق" اور عربی میں بھی کہا" کلما تزوجتها، فهي طالق طالق طالق" اور حال یہ ہے کہ یہ مرد یعنی زید غیر شادی شدہ ہے، اس کا اب تک نکاح نہیں ہوا ہے۔ زید کو کبھی کبھی ہندہ کی طرف میلان ہوا ہے، مگر تھوڑی دیر خیال بُرا آیا اور پھر نکل گیا۔ تو اس شکل میں کسی عورت سے زید نکاح کرے گا تو تین طلاق پڑے گی یا نہیں؟ اگر تین طلاق واقع ہوگئی تو دوبارہ اسی عورت یعنی مطلقہ سے نکاح کرنے کے بعد پھر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

۲...... محبت کی صحیح تعریف کیا ہے؟

۳...... عشق کی تعریف کیا ہے؟

۴...... اگر نکاح کے جواز کی کوئی بھی شکل نہ ہوتو پھر زید کیا کرے؟ اگر نکاح کی اجازت نہ ملی تو یقیناً ہر قسم کی خرابیوں میں مبتلاء ہوجائے گا بلکہ ہوچکا۔

۵...... اگر امام صاحب رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق کوئی شکل نہیں ہے تو آیا زید کیا شکل اختیار کرے؟

۶...... اگر حالتِ اضطرار میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور کے مذہب پر عمل کرلے تو جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۸۴۶، باب الیمین في الضرب والقتل وغیر ذلک، مطلب: حلف: لایتزوج فزوجه فضولي، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴۱۹، الفصل الثالث في تعلیق الطلاق بکلمة کلما، رشیدیه)

(وکذا في فتاوی قاضي خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة: ۱/۵۱۲، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مسائل تعلیق الطلاق بالتزوج، رشیدیه)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر زید اسی عورت سے محبت کا مدعی ہے تو جس جس عورت سے جب نکاح کرے گا، طلاقِ مغلظہ ہوجائے گی (۱)۔ اور اس کے نکاح کی تدبیر یہ ہوسکتی ہے کہ کوئی دوسرا شخص بغیر اس سے دریافت کئے اور بغیر اجازت لئے کسی عورت سے نکاح کردے اور زید کی طرف سے زید کیلئے فضولی بن کر خود ہی ایجاب وقبول کرلے اور زید کو اطلاع کردے کہ میں نے فلاں عورت سے اس کا یعنی زید کا نکاح کردیا، اتنا مہر معجّل دیجئے، اس پر زید زبان سے کچھ نہ کہے اور خاموش رہے اور مطلوبہ مہر معجّل دیدے تو یہ زید کی طرف سے اس کی اجازت بالفعل ہوجائے گی اور نکاح درست ہوجائے گا اور طلاق واقع نہیں ہوگی:

"ولوقال: أنت طالق ثلاثاً إن كنت أنا أحب ذلك، ثم قال: لست أحبه وهو كاذب، فهي امرأته، ويسعه في مابينه وبين الله تعالى أن يطأها .... أن الحكم يدار على الظاهر، وهوالإخبار". شامي: ۲/ ۵۰٤ (۲)۔ "حلف: لايتزوج، فزوجه فضولي، فأجاز بالقول، حنث، وبالفعل لايحنث، وبه يفتى، الخ". درمختار. "(قوله: وبالفعل) كبعث المهر أوبعضه". شامي: ۳/ ۱۳۷ (۳)۔

---

(۱) "(وفيها) كلها (تنحل): أى تبطل (اليمين) ببطلان التعليق (إذاوجد الشرط مرةً، إلا في كلما، فإنه يحل بعد الثلاث) لاقتضائها عموم الأفعال". (الدرالمختار). "(قوله: إلافي كلما) فإن اليمين تنتهي بوجود الشرط مرةً". (رد المحتار، باب التعليق: ۳/ ۳۵۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب التعليق: ۴/ ۲۶، ۲۷، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب الأيمان في الطلاق: ۴/ ۱۲۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۳/ ۳۵۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۴/ ۴۴، رشيديه)

(وكذا في النهرالفائق، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۲/ ۳۹۵، رشيديه)

(۳) (الدرالمختارمع رد المحتار، باب اليمين في الضرب والقتل وغيرذلک: ۳/ ۸۴۶، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل: ۴/ ۶۲۰، رشيديه)

(وكذا في النهرالفائق، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل: ۳/ ۱۲۱، مكتبه إمداديه، ملتان)

اگر زید اس عورت سے محبت کا مدعی نہیں بلکہ منکر ہے تو نکاح کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی لعدم الشرط۔ اگر زید نہ مدعی محبت ہے نہ منکرِ محبت، بلکہ اس کو علم ہی نہیں کہ اس کو محبت ہے یا نہیں، اس لئے اپنی کیفیتِ قلبیہ بیان کرتا ہے تو یہ کیفیت نہ محبت ہے نہ عشق، بلکہ یہ جوانی کی ایک خواہش ہے۔

ایں نہ عشق است کہ درمردم بود ایں فساد خوردن گندم بود

عشق ومحبت کی تعریف اگر دیکھنا ہو تو گلستاں، باب پنجم (۱) اور بوستان، باب سوم (۲) اور مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ دیکھئے (۳)۔

عشق آں شعلہ است کہ چوں بر فروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تفصیل بالا کے بعد نہ زید کو بغیر نکاح رہنے کی ضرورت ہے، نہ کسی اَور امام کے مسلک کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

''اگر کسی عورت سے شادی کروں تو اس پر طلاق مغلظہ'' کہنے کا حکم

سوال[۶۲۳۴]: عمر نے اپنی لڑکی کا نکاح کردینے کے بعد رخصتی سے قبل اپنے داماد زید کے سامنے یہ شرطیں رکھیں:

۱...... اگر زید نے اس کی لڑکی کی حیات میں دوسری کوئی بھی شادی کی تو اس دوسری عورت پر طلاق مغلظہ۔

۲...... مہر بغیر عمر کی مرضی کے معاف نہ ہوگا۔

۳...... اگر لڑکی پر ظلم وتعدی کیا گیا تو عمر طلاق دے سکتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(الف) کیا پہلی شرط کا وقوع زید کے دستخط کرنے پر ہوجائے گا؟ نیز یہ کہ ایسی شرط کا شریعت میں کیا اعتبار ہے، کیا شرط کرنے والا شرعاً گناہ گار ہے؟

---

(۱) (گلستان، باب پنجم درعشق وجوانی، ص: ۱۴۶، شرکت علیمہ)

(۲) (بوستان، باب سوم درعشق، ص: ۹۳، ۹۴، ۹۵، میر محمد کتب خانہ)

(۳) (مثنوی معنوی، دفتر اول، دربیان آنکہ درویشت بخدا وآنکہ درویشست از خدا: ۱/۱۴۰، امنشر طلوع)

(ب) اگر گناہ کا مرتکب ہے تو آیا صغیرہ کا یا کبیرہ کا؟

(ج) اگر زید کی طرف سے کسی بات کا مثلاً طلاق وغیرہ کا خطرہ ہے تو کیا پھر بھی ایسی شرط لگانا گناہ ہے؟

(د) زید کا ان شرطوں پر دستخط کرنا کیسا ہے؟

(ہ) دستخط کرنے کے بعد پہلی شرط سے نجات کی کیا صورت ہوگی؟ مطلب یہ کہ وہ اپنی بیوی کی موجوگی میں دوسرا نکاح کیسے کرے گا؟

(و) پہلی شرط کو جائز سمجھنے والا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....شریعت کی طرف سے ہر مرد کو حسب ضرورت وقدرت ادائے حقوق چار شادی کرنے کی اجازت ہے، کسی کو یہ حق نہیں کہ اس حقِ شرعی کو مسلوب کرے (۱)، اس لئے عمر کا زید سے یہ اقرار لینا کہ میری بیٹی کی موجود گی میں اگر دوسری شادی کی تو اس پر طلاقِ مغلظہ واقع ہو جائے گی جائز نہیں، تاہم جب زید نے اس کو منظور کرلیا تو اب شرط کا پابند ہے اور اگر اپنی موجودہ بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرے گا تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی (۲)۔

البتہ اگر کوئی دوسرا شخص از خود بغیر زید کے حکم کے زید کا نکاح کہیں کرکے زید کی طرف سے قبول کرلے، پھر زید کو اطلاع کردے کہ میں نے آپ کا نکاح کردیا ہے اتنا مہر معجّل ہے وہ لائیے۔ اس پر زید زبان سے کچھ نہ کہے، لیکن خاموشی سے وہ مہر معجّل دیدے، جو کہ اس کی منکوحہ کے پاس پہونچا دیا جائے، تو وہ نکاح صحیح ہو جائے گا

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع﴾ (النساء: ۴)

"وللحر أن یتزوج أربعاً من الحرائر والإماء". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۷۷، القسم الرابع المحرمات بالجمع، رشیدیه)

(۲) "وإذا أضافه إلی الشرط، وقع عقیب الشرط اتفاقاً مثل: أن یقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق، رشیدیه)

(وکذا فی الهدایة: ۲/۳۸۵، باب الأیمان فی الطلاق، شرکت علمیه ملتان)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۵۰۲، الفصل السابع عشر فی الأیمان بالطلاق، إدارة القرآن کراچی)

اور طلاق نہ پڑے گی، مگر زبان سے اجازت نہ دے (۱)۔

۲..... جب تک لڑکی نابالغ ہے اس کا والد اس کا ولی ہے اور لڑکی کو اپنا مہر معاف کرنے کا اختیار نہیں، لیکن بلوغ کے بعد لڑکی کو مہر معاف کرنے کا اختیار ہے، اس میں باپ کی اجازت شرط نہیں (۲)۔

۳..... لڑکے کی طرف سے لڑکی پر ظلم وتعدی کا خطرہ ہو تو اس قسم کا معاملہ کرنے کی گنجائش ہے، لیکن اس کی بہتر شکل یہ ہے کہ چند افراد پر معاملہ رکھا جائے کہ اگر یہ سب حضرات شوہر کے طرزِ عمل کو ظلم قرار دیں گے اور طلاق کو مناسب سمجھیں گے تو طلاق دینے کا اختیار ہوگا، کیونکہ ظلم کے تعین کرنے میں غلطی بھی ہو سکتی ہے اور آپس میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/ رجب/ ۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ رجب/ ۱۳۸۸ھ۔

---

(۱) "حلف: لايتزوج، فزوجه فضولي، فأجاز بالقول، حنث، وبالفعل لايحنث، وبه يفتى". (الدرالمختار). "(قوله: بالفعل): كبعث المهر أوبعضه". (رد المحتار: ۸۴۶/۳، باب اليمين في الضرب، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۲۲۰/۴، باب اليمين في الضرب والقتل، رشيديه)

(وكذا في النهرالفائق: ۱۲۱/۳، باب اليمين في الضرب الخ، رشيديه)

(۲) "وصح حطها لكله أوبعضه عنه". (الدرالمختار). "وقيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح لو صغيرةً، ولو كبيرةً توقف على إجازتها، ولابد من رضاها". (رد المحتار: ۱۱۳/۳، باب المهر، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۲۶۳/۳، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳۴۹/۱، باب المهر، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وإن خفتم شقاق بينهما، فابعثوا حَكَماً من أهله وحَكَماً من أهلها، إن يُريدا إصلاحاً يوفق الله بينهما، إن الله كان عليماً خبيراً﴾ (النساء: ۳۵)

"قال لها: اختاري، أو أمرك بيدك ينوي تفويض الطلاق .... فلها أن تطلق في مجلس علمها به......... مالم يوقته .... ولايبطل الموقت بالإعراض بل بمضي الوقت علمت أولا".

(الدرالمختار: ۳۱۵/۳، ۳۲۴، باب تفويض الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۹۰/۱، تفويض الطلاق، الفصل الأول في الاختيار، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴۰۷/۱، ۴۰۸، باب التفويض، دارإحياء التراث العربي بيروت)

فصل في يمين الطلاق

(طلاق کی قَسم اٹھانے کا بیان)

طلاق یمین

سوال[۶۳۳۵]: زید نے اپنی بیوی حمیدہ سے قسم کھا کر کہا کہ ”اگر تمہاری فلاں فلاں چیزیں استعمال کروں یا کھاؤں پیوؤں تو تم کو طلاق ہے“۔

دریافت طلب یہ ہے کہ کوئی ایسی صورت ہے کہ حمیدہ کی مملوکہ اشیاء کو زید استعمال کر سکے یا کھائے پیئے اور طلاق نہ پڑے؟ زید اپنی قسم پر بہت نادم ہے اور غصہ کی بناء پر اس نے کہا تھا اب اپنے کئے پر پچھتا رہا ہے۔

عبدالکریم، بارہ بستی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن چیزوں کے متعلق قسم کھائی ہے، ان کو کھالے پی لے، استعمال کر لے، جس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی (۱)۔ پھر عدت ختم ہونے سے پہلے طلاق سے رجعت کر لے یعنی یہ کہدے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی (۲)۔ اگر تین طلاق کی قسم کھائی ہے تو اس کو دوبارہ دریافت کرلیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً مثل: أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۰۹، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، باب الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

بیوی کوطلاق کی قسم دینا

سوال[۶۳۳۶]: زیداوراس کی بیوی میں کافی دنوں سے اختلاف ہے، ایک بار زید نے کہا کہ ''اگرتو کسی بھی رشتہ دار سے بات کرے گی تو تجھے طلاق کی قسم''۔ یہ لفظ تین مجلسوں میں تین بار کہا، اس کی بیوی برابر اپنے رشتہ داروں سے تعلق رکھتی ہے، اس کی بیوی نے پریشان ہوکر کہا کہ اگرتُو مجھے نہیں رکھتا تو دوآدمیوں کو بلا کر میرا فیصلہ کردے۔ اس پر زید نے کہا دوآدمیوں کی کیا ضرورت ہے، میں نے جو کہا وہ پکے ارادہ سے کہا ہے یعنی طلاق کی جوقسم دی ہے۔ ایک مرتبہ بیوی کسی رشتہ دار سے لاکر کھانا کھارہی تھی تو زید نے آکر مار پیٹ کی، اس پر بیوی نے گھر سے نکلنا چاہا، تو زید نے برقعہ اٹھا کر دیا کہ برقعہ پہن کر جا، بغیر برقعہ کے کیوں جاتی ہے۔ صورتِ مذکورہ میں بیوی کوطلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو رجعی یا بائنہ؟

الجواب حامداًومصلیاً:

شوہر کے ان الفاظ سے کوئی طلاق نہیں ہوئی (۱)، مگر شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک، ملاطفت ومؤدّت کا معاملہ کرنا ضروری ہے، مار پیٹ وغیرہ کا طریقہ نہیں اختیار کرنا چاہئے (۲)۔ بیوی کوبھی لازم ہے کہ شوہر کا احترام، ادب، اطاعت، دلجوئی کرتی رہے، دونوں اس پرعمل کریں تو صحیح طریقہ پر گھر آباد ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۳/۱۵ھ۔

غیر شادی شدہ کی یمین طلاق کا حکم

سوال[۶۳۳۷]: ۱.....اگر زید نے یہ قسم کھائی کہ ''اگر آج سے میں یہ کام کروں تو جب تک میں

---

(۱) "وركنه لفظ مخصوص هوما جُعل د لالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۰، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۳۰۹، كتاب الطلاق، امد اديه ملتان)

(۲) "قال الله تعالى: ﴿والتي تخافون نشوزهن، فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن، فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلاً، إن الله كان علياً كبيراً﴾ (النساء: ۳۴)

ایک ہزار روپیہ غریبوں کو نہ تقسیم کروں، میری بیوی پر طلاق، مگر کسی عذر کی بناء پر کرلوں تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے'' (یہ ہے زید کا قول) آپ فرمایئے اس کو کیا مجبور سمجھا جائے گا؟ یا وہ یہ کام کرلیا بغیر کسی عذر کے مگر اس کے پاس اتنی رقم نہیں کہ وہ تقسیم کرے (یعنی اس کی آمدنی نہیں) یا اگر وہ تقسیم کررہا ہے تو والدین کو ان کے علاوہ گھر والوں کو تکلیف ہوگی اور اس کی اتنی عمر ہوگی کہ وہ اس عمر میں شادی نہ کرے تو اس سے بڑھ کر گناہ ہوسکتا ہے؟ یعنی اس کیلئے شادی کرنا ضروری ہوگیا، اب اس حالت میں کیا کرے اور اس سے بچنے کی کیا کیا صورتیں ہوسکتی ہیں؟ ان تمام صورتوں کو بالتفصیل تحریر فرماویں۔

۲...... پھر اگر زید نے اس قسم کو توڑنے کے بعد شادی کرلی تو اگر شریعت کے لحاظ سے طلاق ہوجائے اور وہ بیوی کو اپنے پاس رکھے اس سے وطی بھی کرے، پھر جب استطاعت ہو تو وہ رقم ادا کرکے اس سے نکاح کرلے، یہ نکاح بغیر حلالہ کے صحیح ہوگا یا نہیں؟ اس لئے کہ جب عورت کو طلاق دی جاتی ہے تو بغیر حلالہ کے کرائے ہوئے نکاح اس کے ساتھ صحیح نہیں ہوتا ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قسم کھاتے وقت زید کی بیوی موجود نہیں تو اس قسم کے خلاف کرنے سے کوئی طلاق نہیں ہوگی، خواہ قسم توڑنے کے بعد شادی کرے، یا پہلے کرلے۔ اس کے بعد قسم توڑ لے، طلاق سے بالکل بےفکر رہے(۱)، البتہ اگر وہ کام گناہ کا ہے تو اس سے ہر حال میں بچنا ضروری ہے۔ گناہ اگر ہوجائے تو توبہ استغفار لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/۹۰ھ۔

یمینِ فور

سوال[۶۳۳۸]: شوہر نے بیوی کو مارا، بیوی غصہ میں پڑوسی کے گھر چلی گئی اور گھر پر آنے کو تیار نہیں

---

(۱)'' ولاتصح إضافة الطلاق إلا أن يكون الحالف مالكاً أو يضيفه إلى ملك''. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة: إن، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۴۴، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۵، كتاب الطلاق، باب التعليق، رشيديه)

ہوئی، اس پر شوہر نے غصہ میں کہا کہ ''اگر تم باپ کے یہاں بھی گئی تو تم کو تینوں طلاق''۔ اور پھر ایک دوسرے کے لڑکے پر کہا کہ ''ہاں! اگر باپ کے ڈیہہ پر قدم بھی رکھے تو تینوں طلاق''۔ شوہر کا بیان ہے کہ میرا مطلب اس سے اس وقت تک کے لئے تھا کہ جب تم ابھی میرے گھر نہیں جاؤ گی تو اس وقت باپ کے یہاں بھی نہیں جاسکتی ہو، اگر اس وقت چلی جاؤ گی تو تم کو تینوں طلاق۔

اب سوال یہ ہے کہ تعلیقِ طلاق جس کی تشریح شوہر کررہا ہے اس وقت کیلئے خاص ہوگی یا عام ہوگی کہ جب بھی بیوی باپ کے گھر جائے گی، تینوں طلاق واقع ہوجائیں گی؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ یمینِ فور کا موقع ہے، اگر شوہر یہ کہتا ہے کہ میرا مقصد یہی تھا کہ ''غصہ اور ناراضگی کی وجہ سے میرے مکان سے نکل آئی، لہذا پہلے وہیں واپس چلو، اگر وہاں واپس چلنے سے پہلے باپ کے گھر گئی تو تینوں طلاق'' تو شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ عورت کو چاہیے کہ پہلے شوہر کے مکان پر آجائے پھر شوہر کی اجازت ورضامندی سے حسبِ موقع والد کے مکان پر جائے، اگر شوہر کے مکان پر جانے سے پہلے والد کے مکان پر چلی جائے گی تو طلاقِ مغلظہ واقع ہوجائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۲/۱۷ھ۔

ایضاً

سوال [۶۳۳۹]: زید وعمر میں چند باتوں میں کھیت میں ہل چلانے کے درمیان تکرار ہوگیا، زید

---

(۱) "فحلف: لاتخرج، فإذاجلست ساعةً، ثم خرجت، لايحنث؛ لأن قصده منعها من الخروج الذی تهيأت له، فكأنه قال: إن خرجت الساعة. وهذا إذا لم يكن له نية، فإن نوى شيئاً، عمل به، شرنبلالية". (رد المحتار: ۳/۷۶۲، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى الخ، مطلب في يمين الفور، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۴۵۵، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۳/۷۳، كتاب الأيمان، باب اليمين، في الدخول والخروج، امداديه ملتان)

باپ ہے، اور عمر اس کا حقیقی بیٹا ہے۔ زید نے اپنے بیٹے عمر سے ہل اور بیل کھیت سے مکان بار بار لے چلنے کا حکم دیا، لیکن عمر چند منٹ خاموش بیٹھا رہا، جواب میں صرف اتنا کہتا رہا کہ آپ پہلے چلیں، باپ نے عمر بیٹے سے ناراض ہو کر کہا: ''اگر تم یہیں بیٹھے نہ رہو تو تمہاری ماں کو طلاق اور تین طلاق''۔ شام ہو چکی تھی، باپ یہ کہہ کر گھر کی طرف چلا آیا اور بیٹا کچھ توقف کے بعد وہ بھی مکان چلا آیا۔ باپ کا قصد تو صرف بیٹے کو قسم دلا کر غصہ سے کھیت میں روک دینا منظور تھا، نفسِ طلاق کا بالکل ارادہ نہ تھا، کیونکہ میاں بیوی میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے بلکہ اپنے اس کہنے پر اس کو بہت ندامت ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا طلاق زید کی بیوی پر واقع ہوگئی یا نہیں، اگر واقع ہوگئی تو کونسی طلاق واقع ہوئی؟ مابین ازدواجی تعلق رکھنے کی کیا صورت ہے، جبکہ دونوں ایاس کو پہونچ چکے ہیں اور ایک دوسرے کی دیکھ ریکھ کے سخت حاجت مند ہیں؟ شرعی حکم بتانے کے بعد بتائیں کہ اصولاً زید کے حق میں یہ یمینِ فور ہے یا تعلیقِ طلاق علی فعلِ اجنبی جبکہ اس نے بارادۂ طلاق یہ کلمہ نہیں کہا ہے، بلکہ صرف بیٹے کو قسم دلا کر روکنا مقصود تھا؟ مسئلہ بالا کا شرعی حکم واضح طور پر بیان فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بظاہر یہ یمینِ فور ہے، ہمیشہ کیلئے اس جگہ بیٹے کو بٹھانا مقصود نہیں تھا، باپ کے کہنے کے بعد بیٹا کچھ دیر وہاں بیٹھا رہا، لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ طلاق وہاں بیٹھے نہ رہنے پر تھی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، کیم/ رمضان المبارک/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ۔

---

(۱) ''وشرط للحنث في قوله: إن خرجت مثلاً فأنت طالق، أو إن ضربت عبدك فعبدي حر -لمريد الخروج والضرب- فعله فوراً؛ لأن قصده المنع عن ذلك الفعل عرفاً''. (الدر المختار). ''أرادت أن تخرج، فقال الزوج: إن خرجت، فعادت وجلست، وخرجت بعد ساعة، لايحنث''. (ردالمحتار: ۳/ ۷۶۱، ۷۶۲، كتاب الأيمان، مطلب في يمين الفور، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/ ۵۵۵، باب اليمين في الدخول والخروج والإتيان والسكنى، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحرالرائق: ۴/ ۵۲۹، ۵۳۱، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج، رشيديه)

مکان میں داخل ہونے کی قسم اور اس سے بچنے کا حیلہ

سوال[۶۳۴۰]: زید نے غصہ میں اپنے مکان میں جانے سے قسم کھائی اور کہا ہے اپنی بیوی کو کہ ''اگر میں اس مکان میں آؤں تو تجھ پر تین طلاق''۔ صرف یہ الفاظ ایک دفعہ کہے ہیں۔ تین دن ہو گئے ہیں زید اپنے مکانِ مسکونہ میں نہیں گیا ہے، لیکن زید اس مکان کا مالک نہیں ہے۔ پس سوال یہ ہے کہ زید اب اس مکان میں جانا چاہتا ہے، وہ اس مکان میں کس صورت سے جاسکتا ہے، کہ گناہ گار بھی نہ ہو اور طلاق بھی واجب نہ ہو؟

سائل: محمد اختر، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زید نے اشارہ کر کے متعین کر دیا کہ اگر اس مکان میں آؤں تو تجھ پر تین طلاق، اب وہ مکان خواہ زید کی ملک ہو یا نہ ہو، بہرصورت اس میں جانے سے اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو جائیں گی اور اب اگر اس میں جانا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ زید خود نہ جائے بلکہ دوسرے لوگ اس کو اٹھا کر زبردستی مکان میں لے جائیں، اس صورت میں اس کی بیوی پر طلاق نہ ہوگی۔ اگر بغیر اٹھائے خود اپنے پیروں سے چل کر مکان میں جائے گا، خواہ دوسرے کے اصرار اور زبردستی ہی سے کیوں، تب بھی طلاق ہو جائے گی:

"إذا حلف الرجل أن لا يدخل دار فلان، وأُدخِل مكرهاً، لا يحنث. هذا إذا حمله إنسان وأدخله مكرهاً، وإذا أكرهه حتى دخل بنفسه، يحنث عندنا". فتاوى عالمگيرى: ٤/٨٣٦(١)۔ وكذا فى الأشباه والنظائر، ص: ٣١٢(٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۳/ ربیع الاول/ ۱۳۵۸ھ۔

---

(١) لم أجده فى الفتاوىٰ العالمكيرية

(وبمعناه فى الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأيمان، الباب السادس عشر فى الدخول: ٣١٨/٤، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق: ٣/٤٤٨، كتاب الأيمان، باب اليمين فى الدخول والخروج والسكنى، دار الكتب العلمية بيروت)

(٢) (الأشباه والنظائر، الفن الخامس: الحيل، الثامن. ص: ٣٩٩، قديمى)..............=

کیا ارتداد سے یمین ساقط ہوجاتی ہے؟

سوال[۶۳۴۱]: اگر زید نے اسلام کی حالت میں قسم کھائی کلما کے ساتھ، یعنی ’’جب بھی میرا نکاح ہوتو طلاق ہو‘‘ اور پھر اس کے بعد میں زید-نعوذ باللہ من ذالک- مرتد ہوجائے اور پھر اسلام لے آئے تو اس قسم کا اعادہ ہوگا جو اس نے قسم اسلام کی حالت میں کھائی تھی، یا اس قسم کا اعادہ نہیں ہوگا؟ برائے کرم مکمل و مدلل مع احادیث وفقہ تحریر فرمائیں۔فقط والسلام۔

محمد نفیس لکھیم پوری، متعلم دارالعلوم دیوبند، ۲/ ذی قعدہ/ ۱۴۰۰ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نیت سے مرتد ہونا کہ تعلیق باطل ہوجائے نہایت خطرناک ہے، نہیں معلوم کہ ارتداد کے بعد اسلام قبول کرنے کی مہلت ملتی ہے یا نہیں، اس سے پہلے ہی وقت موعود آجاتا ہے؟ نیز پھر اسلام سے محبت رہے یا نفرت پیدا ہوجائے؟ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص یہ نیت کرے کہ کل کو مرتد ہوجائے گا، وہ ابھی سے کافر ہوجاتا ہے۔تصرفاتِ مرتد کے ذیل میں شامی، بحر وغیرہ میں تعلیق کے ذیلِ بُطلان وبقائے یمین کے متعلق امام اعظم وصاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف نقل کیا ہے۔

کوئی شخص مرتد ہوکر دارالحرب میں چلا جائے اور قاضیٔ اسلام اس کے لحاق کا حکم دے، پھر وہ مسلمان ہوکر دارالاسلام میں لوٹ آئے تو اس کی تعلیق بھی عود کرآئے گی جیسے کہ اس کی املاکِ باقیہ عود کرآئے گی، یہ مسلک صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حکم لحاق بمنزلۂ موت کے ہے جس کی بناء پر تعلیق ساقط ہوچکی ہے، اب اس کے عود الی الاسلام سے تعلیق عود نہیں کرے گی:

”وكذا يبطل بلحاقه مرتداً بدار الحرب خلافاً لهما، اهـ“. درمختار۔ ”(قوله: وكذا يبطل: أي التعليق (قوله: خلافاً لهما): أي للصاحبين فعندهما لايبطل التعليق؛ لأن زوال الملك لايبطله. وله أن بقاء تعليقه باعتبار قيام أهليته، وبالارتداد ارتفعت العصمة، فلم يبق تعليقه لفوات

= (وكذا في مجمع الأنهر: ١/ ٥٥٢، باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى. دارإحياء التراث العربي بيروت)

الأهلية، فإذا عاد إلى الإسلام، لم يعد ذلك التعليق الذى حكم بسُقُوطه، بحر عن شرح المجمع للمصنف". شامی: ۲/ ۴۹۷(۱)۔ **فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔**

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۱۱/ ۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆
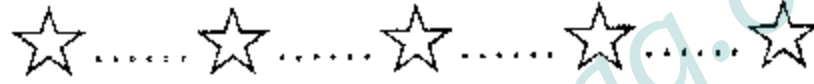
(۱) (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعليق، مطلب فی معنى قولهم ليس للمقلد الرجوع عن مذهبه: ۳/ ۳۴۹، سعید)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۴/ ۵۰۳، رشیدیه)

فصل فی التعلیق بالمشیئة

(لفظ انشاء اللہ کے ساتھ طلاق معلق کرنے کا بیان)

''طلاق انشاء اللہ'' کا حکم

سوال[۶۳۴۲] : مظہر اور اس کی بیوی میں حالات ناساز گار رہوئے جس کی وجہ سے بیوی کے والدین نے مظہر کو طلاق دینے پر مجبور کیا، مگر مظہر تیار نہ ہوا، آخر میں مجبور ہو کر مظہر نے کہا کہ ''طلاق دیدوں گا''۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد مظہر نے بلانیت وارادۂ طلاق چند اشخاص کے روبرو کہا کہ ''طلاق انشاء اللہ تعالیٰ، طلاق انشاء اللہ، طلاق انشاء اللہ''۔ اس واقعہ کے بعد ایک سال تک یہ معاملہ پنچایت میں پڑا رہا جس میں اہلِ علم اور سرپنچ وغیرہ شامل ہوتے رہے اور یہ طے پایا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی، چنانچہ اس وقت سے وہ عورت آباد ہے۔ کیا ازروئے شرع یہ ٹھیک ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسا کہنے سے طلاق نہیں ہوئی، دونوں میں نکاح بدستور قائم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

''تجھ کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی انشاء اللہ'' کہنے کا حکم

سوال[۶۳۴۳] : زید نے اپنی منکوحہ کو تین مرتبہ لفظ طلاق کہا اور آخر میں انشاء اللہ کہہ دیا، آیا اس کی

---

(۱) "(لاتطلق) قال لها: أنت طالق إنشاء الله متصلاً". (الدرالمختار: ۳/۳۶۶، کتاب الطلاق، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۵۴، الفصل الرابع في الاستثناء، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۳۰، كتاب الطلاق، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت)

بیوی کو طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے اپنی بیوی کو اس طرح کہا ہے کہ ''میں نے تجھ کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی انشاء اللہ'' تو س کی بیوی پر پہلی اور دوسری طلاق فی الحال واقع ہوگئی (۱)۔ عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کا اختیار ہے (۲) اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں (۳)۔ اور تیسری طلاق ابھی واقع نہیں ہوئی، جب اللہ چاہے گا تب واقع ہوگی، اللہ کا چاہنا شوہر کے طلاق دینے سے معلوم ہوگا، یعنی جب آئندہ طلاق دے تو معلوم ہوگا کہ اس وقت اللہ نے چاہا ہے، اس وقت تیسری واقع ہوکر مغلظہ ہوجائے گی، پھر بغیر حلالہ کے تجدید نکاح کی بھی گنجائش نہیں ہوگی (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۶/۶ھ۔

---

(۱) ''لو قال: أنت طالق واحدةً وثلاثاً صح (الاستثناء) بالإجماع، وكذلك: أنت طالق وطالق وطالق إنشاء الله؛ لأنه لم يتخلل بينهما كلام لغو''. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۶۰، الفصل الرابع في الاستثناء، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۳۳، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲/۱۸۴، فصل: إذا علق الطلاق على مشية الله، مكتبه حقانيه پشاور)

(۲) '' إذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض''.

(الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۵، الفصل السادس في الرجعة وفي ماتحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۴، باب الرجعة، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۴۹، باب الرجعة، دارالكتب العلميه بيروت)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (سورة البقرة: ۲۳۰)

''وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها''. (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۱/۴۷۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۴۲۵، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل ومايتصل به الخ، قديمي)

(۴) ''وينكح مبانته بمادون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع''. (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب =

طلاق کا لفظ کہہ کر انشاء اللہ آہستہ کہنا

سوال[۶۳۴۴]: زید کو چند آدمیوں نے پکڑ کر مار پیٹ کر اس سے ایک تحریری بیان لیا کہ لکھو کہ ''میں نے فلاں کو گالی دی اور فلاں چیز چڑھائی ہے''، بیچارہ زید نے ڈر کی وجہ سے لکھ دیا۔ بیان کے آخر میں کلما کی قسم بھی لیا کہو کہ ''اگر یہ بیان جھوٹ ہو اور غلط ہو تو جب جب میں شادی کروں تو میری بیوی کو طلاق ہو''۔ اور بیچارے زید کے علم میں ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے، لیکن اگر قسم سے انکار کرتا ہے تو چاروں طرف سے ڈنڈے پڑتے ہیں، لہٰذا ڈر کر قسم کھالیا، قسم کے ساتھ آہستہ سے انشاء اللہ کہا کہ دوسرے شخص نے یہ اشارہ نہیں سنا ہے، صرف زید نے سنا ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ اشارہ کرنا معتبر ہے یا کہ نہیں؟ قضاءً و دیانتاً اور کسی اعتبار سے بھی شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اس نے آہستہ سے متصلاً انشاء اللہ کہہ دیا جس کو خود سن بھی لیا تو اس سے یمین نہیں ہوئی، اس کے خلاف کرنے سے حانث نہیں ہوگا:

''لوقال لها: أنت طالق إنشاء الله متصلاً مسموعاً بحيث لوقرب شخص أُذُنَه إلى فمه، يسمع، لايقع، اهـ''. درمختار، ص: ۵۰۹(۱)۔ ''ولوالحالف مكرهاً أومخطأً أوناسياً في اليمين أوالحنث، فيحنث بفعل المحلوف عليه مكرهاً، اهـ''. درمختار(۲)۔

= الرجعة: ۳/۴۰۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۲، ۴۷۳، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۱) (الدرالمختار: ۳/۳۶۶، ۳۶۸، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/ ۳۸۹، الفصل التاسع في الاستثناء، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۳۲، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (الدرالمختار على تنويرالأبصار: ۳/۷۰۸، ۷۰۹، كتاب الأيمان، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر: ۱/۵۴۱، كتاب الأيمان، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

"کتب الطلاق واستثنی بلسانه أوطلق بلسانه واستثنی بالکتابه، هل یصح؟ لارواية لهذه المسئلة، وینبغی أن یصح، کذافی الظهیرية، اه". شامی: ۲/۴۲۹، قبل باب الصریح(۱)۔

اگر زید سے زبانی یہ قسم لی جاتی اور وہ بلا اکراہ کے یہ قسم کھالیتا اور اس میں آہستہ سے انشاء اللہ کہہ دیتا تب بھی یمین کی ذمہ داری زید پر عائد نہ ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۴/۲۴ھ۔

طلاق کے ساتھ "انشاء اللہ" پست آواز سے کہنا اور جبراً طلاق نامہ لکھنا اور اس کو سنانا

سوال[۶۳۴۵]: میرے خسر نے مجھے اپنے گھر بلا کر ظلم شروع کر دیا کہ میری لڑکی کو طلاق دو، بہت مارا پیٹا۔ میں نے جان بچانے کیلئے مندرجہ ذیل طلاق نامہ بنگلہ زبان میں لکھا اور انشاء اللہ پست زبان سے کہہ دیا۔ پھر مارا اور کہا کہ اس کو پڑھو، مجھے مسئلہ معلوم تھا کہ پڑھنے سے طلاق نہ ہوگی، تو میں نے طلاق نامہ پڑھا اور پھر انشاء اللہ پست زبان سے کہہ دیا۔ بانس کنڈی کے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی۔ آپ کا کیا حکم ہے؟ نقل طلاق نامہ یہ ہے

ترجمہ: محمد عبدالجلیل عقلومیاں کی لڑکی کو طلاق نامہ پڑھ دوں گا، میں آج عبارت النساء کو "ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن طلاق (انشاء اللہ) دیا"۔ صحت بدل و باہوش یہ طلاق نامہ لکھ دیا، فقط یہی پڑھ کر سنایا اور انشاء اللہ پست زبان سے کہا۔ اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ "انشاء اللہ" پست زبان سے کہنا بھی مفید ہے، اس کے بعد طلاق نہیں ہوتی (۲)، اگر یہ تاویل نہ کی

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۷، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیرية: ۱/۳۷۸، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، رشیدیه)

(۲) "(قال لها: أنت طالق إنشاء الله متصلاً)......... (مسموعاً) بحیث لو قرب شخص أذنه إلی فیه یسمع، فصح استثناء الأصم". (الدرالمختار: ۳/۳۶۸، باب التعلیق، سعید)

(وکذا فی الهداية: ۲/۳۸۹، باب الأیمان فی الطلاق، فصل فی الاستثناء، مکتبه شرکت علمیه ملتان)

(وکذا فی النهر الفائق ۲/ ۴۰۲، کتاب الطلاق، باب التعلیق، رشیدیه)

ہوتی تب بھی اس لکھنے سے اور اس کو پڑھنے سے طلاق نہ ہوتی۔ لکھنے سے تو اس لئے نہ ہوتی کہ یہ تحریر جبراً لکھوائی گئی ہے، اگر نہ لکھتا تو سخت معاملہ کیا جاتا۔ ایسی تحریر سے طلاق نہ ہونا فتاوی قاضی خان، فتاوی عالمگیری، شامی وغیرہ میں مذکور ہے(۱)۔ اگر زوجہ تحریر لکھتے وقت سامنے موجود تھی تو تحریر سے طلاق واقع نہ ہونے کی یہ دوسری وجہ ہے۔ ردالمحتار، جلد خامس میں ہے کہ ''ایسی صورت میں طلاق نہیں ہوتی''(۲)۔

اس تحریر کو پڑھنے سے طلاق واقع نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس پڑھنے سے ایقاع طلاق مقصود ہی نہیں، بلکہ لکھے ہوئے حروف کو پڑھنا مقصود ہے جیسا کہ فقہ کی کتاب میں پڑھے ''أنت طالق'' یا ''امرأتي طالق'' تو اس سے طلاق نہیں ہوتی کیونکہ ایقاع مقصود نہیں بلکہ نقل مافی الکتاب مقصود ہے۔ صورت مسئولہ میں ایسی تحریر کو قراءۃً نقل کر رہا ہے جس سے طلاق واقع نہیں ہوتی:

"صريحه مااستعمل لغةً أوعرفاً فيه، لايحتاج في وقوعه إلى نيته –وهو: أنت طالق– بشرط أن يقصد ها بالخطاب، فلوكرر مسائل الطلاق بحضرتها، لايقع قضاءً وديانةً، اه". كذافي الدر المنتقى: ۱/۳۸٦(۳)۔

"فلو أكره على أن يكتب طلاق امرأته، فكتب لاتطلق؛ لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولاحاجة هنا، كذافي الخانية، اه". شامي: ۲/۴۲۱(۴)۔

---

(۱) (سيأتي تخريجه في رقم الحاشية : ۴)

(۲) (فليراجع للتخريج، ص: ۱۱۸، رقم الحاشية: ۱)

(۳) "الدر المنتقى شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر: ۱/۳۸٦، باب إيقاع الطلاق، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۵۰، كتاب الطلاق، مطلب في قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانةً إلى النية، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۳۲۵، كتاب الطلاق، باب الطلاق الصريح، رشيديه)

(۴) (رد المحتار على الدر المختار: ۳/۲۳٦، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه) .... =

قال فی مسائل شتی فی إیماء الأخرس وکتابته: "وظاهره أن المُعْنُونَ من الناطق الحاضر غیر معتبر، اھ". رد المحتار: ٥/ ٤٧٠(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۵/۹۴ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆
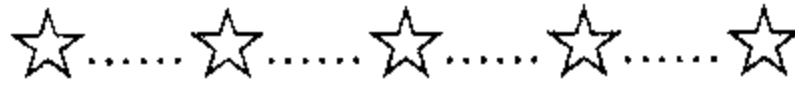
= (وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية: ۱/ ۴۷۲، فصل فی الطلاق بالکتابة، رشیدیه)

(۱) (رد المحتار: ٦/ ٧٣٧، کتاب الخنثی، مسائل شتی، سعید)

فصل فی المَخلص من التعليق

(تعلیقِ طلاق سے بچنے کا بیان)

تعلیقِ طلاق سے بچنے کی صورت

سوال[۶۳۴۶] : زید نے اپنی زوجہ کو حالتِ غصہ میں کہا کہ ''اگر میں تیرے ہاتھ کا کھانا کھاؤں تو تجھ کو تین طلاق''۔ زید نے اپنی زوجہ کے ہاتھ سے ابھی تک کچھ کھایا پیانہیں۔ اب اس کو رکھنے کی اور اس کے ہاتھ سے کھانے پینے کی کیا صورت ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس سے بچاؤ کی صورت یہ ہے کہ ایک طلاق دے کر اس سے بے تعلق ہوجائے، عدت تین حیض ختم ہوجائے تو اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھالے، اس سے شرط پوری ہوجائے گی اور طلاق نہیں ہوگی، اس کے بعد دوبارہ نکاح کرلے، پھر اس کے ہاتھ کا کھانا کھانے سے کوئی اثر نہ ہوگا، کذا فی رد المحتار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۷/ ۸۹ھ۔

شرطِ طلاق ختم کرنے کی صورت

سوال[۶۳۴۷] : زید کا نکاح ہندہ سے ہوئے عرصہ ہوگیا، ایک روز غصہ میں زید نے اپنی بیوی سے یہ جملہ کہا کہ ''اگر تم وہاں جاؤ گی (یعنی اپنے میکے) تو تم پر طلاق عائد ہوگی'' ایک دومنٹ کے بعد ان کو یاد دلایا کہ

---

(۱) " فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدةً، ثم بعد العدة تدخلها، فتنحل اليمين، فينكحها". (الدر المختار : ۳/ ۳۵۵، كتاب الطلاق، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۱۶، الفصل الأول في ألفاظ الشرط، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۱۸، باب التعليق، دار الكتب العلمية، بيروت)

''اگر تم وہاں جاؤ گی تو تم پر ویسا ہی ہوگا جیسا کہ کہا گیا ہے''۔ باقی اس وقت طلاق کا لفظ نہیں کہا، پھر کچھ عرصہ کے بعد (چودھویں دن) یہ کہا کہ ''اگر تم جاؤ گی (میکے) تو تم پر طلاق''۔ باقی ہندہ ابھی تک زید کے گھر میں ہے

پھر زید نے تقریباً چار ماہ کے بعد ایک دن تکرار میں ہندہ کو یہ کہا کہ ''جاؤ میں نے تم کو چھوڑ دیا''۔ لیکن ہندہ اب بھی زید (شوہر) کے گھر میں ہے اور ہندہ اس بات سے انکار کرتی ہے کہ تم (یعنی زید) مجھ کو ایسا نہیں کہے ہو بلکہ ''چھوڑ دونگا'' لفظ کہے ہو یا مجھے یاد نہیں ہے۔ اور یہ بات ہوئے پورا ایک سال گزر گیا۔ کیا ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں اور اگر ہوئی تو کونسی؟ اور کیا صورت ہے کہ ہندہ زید کے نکاح میں رہے اور شرط معلق بھی ختم ہو جائے؟ صورت مذکورہ کو اچھی طرح سمجھ کر جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلے لفظ ''طلاق عائد ہوگی'' سے طلاق واقع نہیں ہوئی، خواہ کتنی ہی مرتبہ کہا ہو کیونکہ یہ طلاق منجز نہیں بلکہ شرط پر معلق ہے اور شرط پائی نہیں گئی، لہذا طلاق نہیں ہوئی، البتہ شرط ابھی باقی ہے (۱)۔ دوسرا لفظ کہ ''جاؤ میں نے تم کو چھوڑ دیا'' اس سے ایک طلاق صریح واقع ہوئی، جس میں رجعت کا حق حاصل ہے (۲)۔ اگر عدت

---

(۱) ''وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل: أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق''. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الباب الرابع الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۵۰۲، الفصل السابع عشر في الأيمان بالطلاق، إدارة القرآن كراچى)

(۲) ''بخلاف فارسية قوله: سرحتک وهو ''رہا کردم''؛ لأنه صار صريحاً في العرف على ما صرح به نجم الزاهدي الخوارزمي في شرح القدوري .... ثم فرق بينه وبين سرحتک، فإن سرحتک كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: ''رہا کردم'': أي سرحتک، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً، وماذاک إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق، وقد مرّ أن الصريح مالم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغة كانت''. (ردالمحتار: ۳/۲۹۹، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسيه، رشيديه)

(تین حیض) گزرنے سے پہلے رجعت کرلی یعنی طلاق واپس لے لی، یا تعلقِ زوجیت قائم کرلیا تو رجعت ہوگئی، نکاح قائم رہا(۱)۔ اگر رجعت نہیں کی بلکہ علیحدہ رہا یہاں تک کہ عدت گزرگئی تو اب رجعت کا اختیار نہیں رہا۔ اب وہ عورت میکے چلی جائے تاکہ شرط پوری ہوجائے اور طلاق بھی واقع نہ ہو، اس لئے کہ بعد عدت وہ بیوی نہیں رہی کہ اس پر طلاق واقع ہوتی (۲) پھر دونوں دوگواہوں کے سامنے دوبارہ نکاح کا ایجاب وقبول کرلیں۔ اب اگر وہ میکے جائے گی تو طلاق واقع نہیں ہوگی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۱۴۰۶ھ۔

طلاقِ معلق سے بچنے کا حیلہ

سوال[۶۳۴۸]: ماقولکم رحمکم اللہ تعالی اندرینکہ شخصے بخشم آمدہ، زنش

---

(۱) "وإذاطلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أوتطليقتين، فله أن يراجعها، رضيت بذلك أولم ترض".
(الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۷۰، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳۹۶/۴، فصل في شرائط جواز الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق: ۸۳/۴، باب الرجعة، رشيديه)

(۲) "شرط صحة الطلاق قيام القيد في المرأة نكاحاً كان أو عدةً، وقيام حل جواز العقد، فإن بعد ماطلقها واحدةً أو ثنتين فانقضت عدتها لوطلقها، لايصح طلاقه، وإن كان حل جواز العقد لما لم يكن القيد قائماً". (الفتاوىٰ التاتارخانيه: ۱۸۶/۳، كتاب الطلاق، الفصل الثاني في بيان شرط صحة الطلاق الخ، قديمي)

"فحيلة من علّق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدةً، ثم بعد العدة تدخلها، فتنحل اليمين فينكحها". (الدرالمختار: ۳۵۵/۳، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۱۶/۱، الباب الرابع، الفصل الأول في ألفاظ الشرط، رشيديه)

(۳) "وإن وجد في غيرالملك، انحلت اليمين بأن قال لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق، فطلقها قبل وجود الشرط ومضت العدة، ثم دخلت الدارتنحل اليمين ولم يقع شئ، كذا في الكافي". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۱۶/۱، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۳۵۵/۳، كتاب الطلاق، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۵۶۳/۳، باب الأيمان في الطلاق، إدارة القرآن كراچي)

راگفت: "اگر تو درهیچ یکے ازیں درخانه ام درآئی برتو سه طلاق است". زنِ موصوفه تادرهیچ یکے ازاں خانها در نیاید، مطلقه خواهد گشت یانه؟ برتقدیرِ ثانی درخانۂ دیگر تعلقاتِ زن شوے ممکن است، مگر در آمدنِ زنِ مذکوره دراں خانهائے مسطوره چگونه تواند؟ بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً:

تاوقتیکه زنِ مذکوره درهیچ یکے ازخانهائے مسطوره داخل نگردد، ازیں تعلیق مطلقه نخواهد شد. ومخلص ازیں تعلیق آن است که یک طلاقِ منجّز دهد، وپس ازگزشتنِ عدت زنِ مذکوره در خانهائے مسطوره داخل شود تاکه یمین بتام رسد، بعد ازاں بازن مذکوره عقدِ جدید کند، پس اکنون ازدرآمدنِ زن مذ کوره درخانهائے مسطوره طلاق واقع نخواهد شد:

"وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقاً، لكن إن وجد في الملك طلقت، وإلالا، فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدةً، ثم بعد العدة تدخلها، فتنحل اليمين، فينكحها، اه". درمختار: ۲۹/۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذی الحجہ/ ۶۶ھ۔

طلاقِ معلق کو منسوخ کرنا

سوال[۶۳۴۹]: زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے ایک ماموں اور ایک خالہ کی کسی بات سے غصہ ہو کران دونوں سے تکلم پر طلاق کو معلق کر دیا، اگر ایک طلاق یا دو طلاق یا تین طلاق معلق کیا ہے، ہر ایک کا کیا حکم ہے؟ اوران دونوں میں سے کسی ایک سے تکلم پر طلاق واقع ہوگی یا دونوں سے تکلم پر؟ نیز جب کہ زید کا غصہ فرو ہو گیا تو

(۱) (الدر المختار: ۳۵۵/۳، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۱۶/۱، الباب الرابع، الفصل الأول في ألفاظ الشرط، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۵۲۳/۳، باب الأيمان في الطلاق، إدارة القرآن، كراچى)

(وكذا في اللباب في شرح الكتاب: ۱۷۵/۲، كتاب الطلاق، قديمى)

اپنی زوجہ کو ماموں اور خالہ سے تکلم کی اجازت دینا چاہتا ہے تو طلاق معلق کے رفع کی کوئی صورت ہے یا نہیں، اگر ہے تو وہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنی طلاقوں کو معلق کیا ہے، تحققِ شرط پر اتنی ہی طلاقیں واقع ہوں گی، یعنی اگر ایک طلاق کو معلق کیا ہے تو ایک ہوگی، دو کو معلق کیا ہے تو دو ہوں گی تین کو معلق کیا ہے تو تین ہوں گی (۱)۔ اگر دونوں میں سے ہر ایک کے تکلم پر جداگانہ طور پر معلق کیا ہے تو ہر ایک کے تکلم سے ہو جائے گی، اگر دونوں کے تکلم پر مجموعی طور پر معلق کیا ہے تو دونوں کے تکلم سے ہوگی، ایک کے تکلم سے نہیں ہوگی (۲)۔ ایک اور دو طلاق کے بعد رجعت کا اختیار باقی رہتا ہے (۳)، تین طلاق کے بعد مغلظہ ہو جاتی ہے، نہ رجعت کا اختیار رہتا ہے نہ بغیر حلالہ کے تجدیدِ نکاح کی گنجائش رہتی ہے (۴)۔ طلاق کو شرط پر معلق کر دینے کے بعد اس کو منسوخ کرنے کا حق نہیں رہتا۔

---

(۱) " وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل: أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاوى العالمكيرية ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۸۵، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۱۰۹، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) " لوقال: إن دخلتما هذه الدار، أو كلّمتما فلاناً، أو لبستما هذا الثواب .... فمالم يوجد منهما جميعاً، لايقع الطلاق". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۵۲۱، الأيمان بالطلاق، نوع في تعليق الطلاق بالفعلين، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۲۴، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۲۸۷، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "إذاطلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعهافي عدتها، رضيت بذلك أولم ترض". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۸، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۴) " وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أوثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۴۰۳، الفصل الثالث والعشرون في مسائل =

اگر تین طلاق کو تکلم پر معلق کیا ہے اور اب تکلم کی ضرورت ہے تو اس کی سہل صورت یہ ہے کہ ایک طلاقِ منجز دیدے اور عدت گزرنے کے بعد تکلم ہوجانے پر دوبارہ نکاح کرلیا جائے تو تکلم سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ شرط کا تحقق ایسی حالت میں ہوا کہ وہ زوجہ محلِ طلاق نہیں رہی بلکہ مطلقہ ہوکر انقضائے عدت کے بعد اجنبیہ بن گئی، کذا فی الدر المختار (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۱/۱۰/۸۵ھ۔

کیا شرطِ معلق کو واپس لیا جاسکتا ہے؟

سوال [۶۳۵۰]: احقر نے اپنی زوجہ کو بوجہ نزاع یہ کہہ دیا تھا کہ ''اگر تو اپنے ماموں ابراھیم کے گھر گئی اور ماموں کے سامنے آگئی تو تجھے طلاق ہوجائے گی''۔ اس کے بعد تقریباً ایک ماہ بعد صبح کو ہنسی خوشی کہنے لگی کہ آج میں عابدہ کے گھر جو کہ رشتہ کی بہن لگتی ہے جاؤں گی، میں نے جواب دیا کہ تم ضرور جانا، مگر میری والدہ کو ساتھ لے کر جانا، تنہا مت جانا۔ اس بات پر بگڑ گئی اور یہ کہنے لگی کہ آج میں معاملہ ہی ختم کردوں گی، میں ماموں ابراھیم کے گھر جاکر معاملہ ختم کردوں گی۔ یہ سن کر فوراً احقر نے اپنے بڑے بھائی امیر حسن اور دوسرے بھائی محمد موسیٰ محرر محاسبی دارالعلوم دیو بند کو بلاکر دونوں بھائیوں کے روبرو یہ کہہ دیا کہ میں اس کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ ہر جگہ جاسکتی ہے، مجھے کوئی رنج نہ ہوگا، میری جانب سے اجازت ہے، میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔

اس کے بعد میرے دونوں بھائی واپس چلے گئے، اور میری بیوی نے ہاتھوں سے چوڑیاں اور کان سے لونگ نکال کر پھینک دی، اس کے بعد اپنی والدہ کے گھر چلی گئی اور شہرت کردی کہ مجھے طلاق دیدی، مجھے طلاق

= المحلل، ادارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۳/۴۰۹، ۴۱۱، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(۱) "فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدةً، ثم بعد العدة تدخلها، فتنحل اليمين".

(الدرالمختار: ۳/۳۵۵، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۱۶، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۵۶۳، باب الأيمان بالطلاق، إدارة القرآن كراچي)

دیدی۔ میں دوکان سے مغرب کے وقت گھر آیا، تمام جگہ شہرت سن کرافسوس ہوا، اس کے بعد عشاء کی نماز کے بعد چندآدمی میرے بھائی امیرحسن کی بیٹھک میں تشریف لائے:

۱- جناب منشی مسعود جاوید صاحب۔۲-حضرت مولانا خورشید عالم صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند۔ ۳-مولوی محمد فاروق صاحب مالک عظیم بک ڈپو۔۴-مولوی مشہود صاحب کتب خانہ والے۔۵-مولوی حسن صاحب ایڈیٹر تجلی۔۶- جناب محمد افضال صاحب۔

یہ حضرات تحقیق کرکےاور بیان حلفیہ لےکرتسلی کرکے چلے گئے۔ میں نے بیان حلف سے کہہ دیا کہ میں نے طلاق نہیں دی۔ اور جوالفاظ میں نے ایک ماہ پہلے کہے تھے، وہ واپس لے لئے تھے۔ اب ایسی صورت میں مسئلہ سے آپ آگاہ کریں کہ طلاق ہوگئی یانہیں؟ فقط والسلام۔

سائل: تسلیم اختر دیوبندی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگرآپ کی بیوی اپنے ماموں ابراھیم کےگھرگئی اور ماموں کے سامنے آگئی تو آپ کی شرط کے مطابق بیوی پرطلاق واقع ہوگئی (۱)، شرط پرطلاق کومعلق کردینے کے بعدشرط کے واپس لینے کاحق نہیں رہتا۔ اگرواقعہ نزاعی ہےاورفریقِ ثانی کابیان اس کے خلاف ہےتوممکن ہے حکم بھی دوسراہوجائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

تعلیق کے بعد اجازت سے بھی تعلیق ختم نہیں ہوتی

سوال[۶۳۵۱]: امیرحسن اوراکبرحسن کے سالےعبدالغفور کےدرمیان جھگڑاہوا، عبدالغفور نے اپنے بھانجے کومارا، اوراس قدر مارا کہ مارکھانے والے کے بدن پرنشان پڑ گئے۔ لڑکے نے آکراپنے والد سے

(۱) "إنما يصح (أي التعليق) في الملك كقوله لمنكوحته: وإن زرت فأنت طالق، أو مضافاً إليه كإن نكحتُك فأنت طالق، فيقع بعده: أي يقع الطلاق بعد وجود الشرط، وهوالزيارة في الأول والنكاح في الثاني". (تبيين الحقائق: ۳/۱۰۹، ۱۱۰، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتارعلى الدرالمختار: ۳/۳۴۴، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۴/۵، باب التعليق، رشيديه)

ماموں کی شکایت کی تو اکبرحسن اور عبدالغفور کی آپس میں لڑائی ہوئی اور ایسی لڑائی ہوئی کہ مار پیٹ کی نوبت آ گئی، مار پیٹ کے دوران اکبرحسن کی بیوی حفیظہ بانو نے اس وقت اپنے بھائی کے حق میں اپنے شوہر اکبرحسن سے زبان درازی کی کہ اس وقت اکبرحسن نے اپنی بیوی حفیظہ بانو سے کہا کہ ''اگر تم اپنے بھائی عبدالغفور سے بولوگی تو میری جانب سے تین طلاق ہے''۔

اس واقعہ کو تقریباً ۱۲/۱۴/ سال ہو گئے ہیں، حفیظہ اپنے بھائی عبدالغفور سے ابھی تک بات چیت نہیں کرتی ہے، اسی غم میں وہ گھلتی رہتی ہے۔ اب اگر اکبرحسن اپنی بیوی حفیظہ کو اجازت دیدے کہ تم اپنے بھائی عبد الغفور سے بات چیت کرسکتی ہو اور حفیظہ اپنے بھائی سے بات چیت کرے؟ براہ کرم جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اجازت دیدے اور پھر وہ اپنے بھائی سے بات چیت کرے تب بھی طلاقِ مغلظہ واقع ہوجائے گی (۱)۔ طلاق مغلظہ سے بچنے کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ اکبرحسن اپنی بیوی کو ایک طلاق دے کر الگ رہے، جب عدت گزر جائے، حفیظہ اپنے بھائی سے بات چیت کرلے، اس کے بعد اکبرحسن اور حفیظہ بانو کا دوبارہ نکاح کردیا جائے۔ اس سے شرط ختم ہوجائے گی، پھر اگر حفیظہ بانو اپنے بھائی سے بات چیت کرے گی تو کوئی طلاق نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۳/۶/۹۱ھ۔

---

(۱) " وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل: أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۰۹، كتاب الطلاق، باب التعليق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۳۵۵، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۸۵، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) " وإن وجد في غير الملك، انحلت اليمين بأن قال لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق، فطلقها قبل وجود الشرط ومضت العدة، ثم دخلت الدار، تنحل اليمين ولم يقع شئ، كذا في الكافي".

(الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۱۶، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۳۵۵، كتاب الطلاق، باب التعليق، سعيد) .... =

تعلیق کو ختم کرنے کی صورت

سوال[۶۳۵۲]: زید نے اپنی بیوی کو غصہ میں کہہ دیا کہ "اگر تم میری دہلیز پر آؤ گی تو تم کو تین طلاق"۔ اس وقت سے زید کی بیوی اس کے گھر کی دہلیز پر نہیں گئی ہے۔ اگر زید پھر اس کو اپنی بیوی بنا کر رکھے یا دوسرا گھر بنا کر رہیں تو طلاق ہوگی یا نہیں؟ اگر زید اپنے بھائی کے مکان میں رہے اور اپنی بیوی کو رکھے تو طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بے خدشہ صورت یہ ہے کہ بیوی کو ایک طلاق دیدے، پھر وہ عورت تین حیض گزار کر شوہر کے مکان پر آجائے اور دوبارہ نکاح کرلے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۱۰/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۱۰/ ۸۷ھ۔

مغلظہ کی تعلیق کو ختم کرنے کی ترکیب

سوال[۶۳۵۳]: ۱...... زید نے بیوی پر یہ شرط لگائی کہ "تم پانچ بیگہ زمین کے بغیر میرے گھر میں داخل نہیں ہوسکتی، اگر اس شرط کو پوری کئے بغیر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم کو تین طلاق"۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ شرط میں زید کے نام پر مکان نہیں ہے، بلکہ ان کے والد مرحوم کے نام ہے، اور وراثت ہنوز تقسیم نہیں ہوئی ہے۔ اگر زید کی بیوی اس گھر میں داخل ہوگی تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟

= (وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/ ۵۶۳، باب الأيمان بالطلاق، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "لوحلف: لاتخرج امرأته إلا بإذنه، فخرجت بعد الطلاق وانقضاء العدة، لم يحنث، وبطلت اليمين بالبينونة، حتى لوتزوجها ثانيا، ثم خرجت بلا إذن، لم يحنث". (ردالمحتار: ۳/ ۳۵۴، باب التعليق، مطلب زوال الملک، سعيد)

"فحيلة من علّق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدةً، ثم بعد العدة تدخلها، فتنحل اليمين، فينكحها". (الدرالمختار: ۳/ ۳۵۵، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۱۶، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، رشيديه)

۲ ..... وراثت تقسیم ہونے کے بعد اگر مکان بیوی کے نام پر کردیا جائے اس کے بعد بیوی گھر میں داخل ہوگی تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟

۳..... تقسیم وراثت کے بعد اگر مکان بیوی کے نام زبانی ہبہ کردیا اور پھر بیوی اس گھر میں داخل ہوئی، اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

۴..... اگر بیوی نے اپنے شوہر سے مکان خریدا، اور بیوی مع شوہر کے گھر میں رہنے لگی تو کیا طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

۵..... وراثت تقسیم نہیں ہوئی، زید عمر دو بھائی اور ایک بہن فاطمہ ہے، کل والد مرحوم کے نام پر جائیداد ہے، زید بڑا بھائی ہے، اس نے بہن بھائی کا حصہ چھوڑ کر اپنا حصہ مکان اپنی بیوی کے نام پر لکھ دیا، اور بیوی اس گھر میں رہنے لگی۔ اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ ان صورتوں کے علاوہ درستی نکاح کی اور آسان صورتیں اگر ہوں، لکھ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱-۵..... زید جس مکان میں رہتا ہے، عرفاً زید کا وہی مکان ہے، اگرچہ اس میں اس کے بھائی بہن بھی حصہ دار ہیں، اس لئے اس میں شرط کے پورا کئے بغیر بیوی کے داخل ہونے سے تین طلاق واقع ہو جائے گی (۱)۔ اس سے خلاصی کی آسان صورت یہ ہے کہ بیوی کو ایک طلاق بائن دیدے، وہ عدت پوری ہونے کے بعد اس مکان میں بلا شرط پوری کئے داخل ہو جائے، اس سے تعلیقِ زید ختم ہو جائے گی اور طلاق بھی نہیں ہوگی، کیونکہ وہ محلِ طلاق نہیں رہی، پھر اس سے دوبارہ نکاح کرلے، اس طرح تعلیق سے نجات مل جائے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۶/۹۲ھ۔

---

(۱) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل: أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الباب الرابع، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۰۹، كتاب الطلاق، باب التعليق، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۵۵، باب التعليق، سعيد)

(۲) "وإن وجد في غير الملك، انحلت اليمين بأن قال لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق، فطلقها قبل =

تعلیق کو ختم کرنے کی صورت

سوال[۶۳۵۴]: ۱...... زید بکر کو کہتا ہے کہ اگر تو نے عمر کو- جو غیر حاضر ہے جس پر کسی بات سے ناراض ہے-بحالتِ غصہ میں کہتا ہے: ''اگر میں نے عمر کو لاٹھیاں نہ ماریں تو مجھ پر تین طلاق سے عورت حرام ہے''۔ اور پھر اسی گفتگو کے دوران میں بکر نے زید کو کہا کہ: عمر تمہارے بارے میں فلاں بات کہتا ہے تو زید نے کہا: ''میں عمر کو لاٹھیاں ماروں گا اور اسے خنزیر بنادوں گا، ورنہ مجھ پر تین طلاق سے عورت حرام ہے''۔

نوٹ: خنزیر بنانے سے یہ مطلب نہ تھا کہ اُسے انسان سے تبدیل کر کے خنزیر بنائے گا، بلکہ یہ محاورہ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ ''مارے گا، پیٹے گا'' علاقہ میں یہ عام طور پر اسی موقعہ پر استعمال ہوتا ہے۔ نیز لاٹھیاں مارنے کے لئے وقت کی تخصیص نہیں کی گئی۔

۲...... زید عمر کو لاٹھیاں نہ مارے تو طلاق سے کس طرح بچ سکتا ہے، یا صرف لاٹھیاں مارنے سے ہی طلاق واقع نہ ہوگی، یا ارادہ لاٹھیاں مارنے کا رکھتا ہے اور موقع نہیں ملتا، کیونکہ طلاق میں وقتِ معین نہیں رکھا گیا ہے اور طویل عرصہ یعنی سال دو سال بعد لاٹھیاں مارے تو پھر اس صورت میں اس وقت طلاق سے بچے گا یا کوئی اور صورت بھی ہے؟

۳...... یہاں کے ایک عالم ہیں وہ فرماتے ہیں کہ زید اپنی بیوی کو طلاقِ بائن دے، پھر عمر کے ساتھ مصالحت کرلے اور تین حیض گذرنے پر از سرِ نو نکاح کرے تو جائز ہو جاتا ہے اور قسم سے بچ سکتا ہے اور یہ مسئلہ شرح وقایہ میں ہے۔ کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

اور اگر مصالحت نہ بھی کرے اور بائن طلاق دے دے اور تین حیض گذرنے پر پھر نکاح کرلے اور لاٹھیاں نہ بھی مارے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر زید عمر کو لاٹھیاں مارے تو دشمنی پھوٹ پڑے گی، کیونکہ زید عمر رشتہ دار ہیں۔ کسی طریق سے زید بچ سکتا ہے یا نہیں؟

= وجود الشرط، ومضت العدة، ثم دخلت الدار، تنحل اليمين، ولم يقع شيء، كذا في الكافي''.

(الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۱۶، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۳۵۵، كتاب الطلاق، باب التعليق، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۵۶۳، باب الأيمان بالطلاق، إدارة القرآن كراچى)

۴......اگر لاٹھیاں مارنے کا زید ارادہ رکھتا ہے اور موقع نہیں ملتا اور ایسی حالت میں زید یا عمر فوت ہوجاتا ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ اگر زید اور عمر ایسے میں صلاح ومشورہ کرکے طلاق سے بچنے کے لئے زید عمر کو آہستہ لاٹھیاں ماردے تو اس صورت میں طلاق پڑنے سے بچ سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: اخلاص خاں، مدرسہ اسلامیہ اسکول میناپوری، پنجاب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں زید کے ذمہ ضروری ہے کہ عمر کو لاٹھیوں سے مارے، اگر نہیں مارے گا تو اس کی عورت پر طلاق واقع ہوجائے گی۔ اور چونکہ وقت کی پوری تحدید نہیں کی، اس لئے زندگی میں کسی وقت ایسا کرلے، اگر نہیں کیا تو اخیر وقت میں طلاق کا حکم دیا جائے گا۔ لاٹھیوں کو بھی متعین نہیں کیا کہ کتنی تعداد ہوگی، لہٰذا کم ازکم دو لاٹھیاں مارنا ضروری ہے، خواہ اس طرح کہ دو لاٹھیاں لے کر ایک دم ماردے یا علیحدہ علیحدہ، مگر بدن پر لگنا اور تکلیف پہونچنا ضروری ہے:

"وفي الذخيرة: حلف ليضربنّ عبده مأة سوطٍ، فجمع مأة سوطٍ وضربه مرةً، لايحنث. قالوا: هذا إذا ضربه ضرباً يتألم به، وأما إذا ضربه ضرباً بحيث لايتألم به، لايبرّ؛ لأنه صورةً لامعنىً، والعبرة للمعنى. ولوضربه بسوطٍ واحدٍ له شعبتان خمسين مرةً، كل مرة تقع شعبتان على بدنه برّ في يمينه؛ لأنه صارتا مأة سوط لما وقعت الشعبتان على بدنه في كل مرة.

وإن جمع الأسواط جميعاً وضربه بها ضربةً، إن ضرب بعرض الأسواط، لايبرّ؛ لأن كل الأسواط لم تقع على بدنه وإنما يقع البعض. وإن ضربه برأس الأسواط، ينظر: إن كان قد سوى رؤوس الأسواط قبل الضرب، حتى إذا ضربه ضرباً أصابه، رأس كل سوط برّ في يمينه. أما إذا اندس من الأسواط شيء، لايقع به البرّ، عليه عامة المشائخ، وعليه الفتوى". بحر: ٢٦٣/٤(١)۔

---

(١) (البحر الرائق، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل: ۲۰۹/۴، رشيديه)

قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالىٰ: "وقال الخفاجي: إنهم شرطوا فيه الإيلام أما مع عدمه بالكلية فلا، فلو ضرب بسوط واحد له شعبتان خمسين مرةً من حلف على ضربه مأة بر إذا تألم، فإن لم =

طلاق دے کر از سرِ نو نکاح کرنے سے قسم باطل نہیں ہوتی، اس لئے کہ زوالِ ملک سے تعلیق باطل نہیں ہوتی۔ شرح وقایہ باب الحلف بالطلاق میں ہے: "وزوال الملك لايبطل اليمين"(۱)۔

اسی طرح بعینہ یہی عبارت متنِ کنز وتنویر وغیرہ میں موجود ہے۔ اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے ابن نجیم نے لکھا ہے:

"لأنه لم يوجد الشرط، والجزاء باقٍ لبقاء محله، فيبقى اليمين، وسيأتي أن زوال الملك بالثلاث مبطل للتعليق، لمكان مراده هنا الزوال بمادون الثلاث بأن طلقها بعد التعليق واحدةً

= يتألم لايبر ولو ضربه مأةً؛ لأن الضرب وضع لفعل مؤلم بالبدن بآلة التأديب .... وذهب الشافعي وأبو حنيفة وزفر رحمهم الله تعالىٰ إلى أن من فعل ذلك، فقد برّ في يمينه". (روح المعاني (سورة صٓ: ۴۴): ۲۰۹/۲۳، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي (سورة ص: ۴۴): ۱۳۹/۱۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) (شرح الوقاية، كتاب الطلاق، باب الحلف بالطلاق: ۱۰۰/۲، مكتبه إمداديه ملتان)

قال العلامة المرغيناني رحمه الله تعالىٰ: "وزوال الملك بعد اليمين لايبطلها؛ لأنه لم يوجد الشرط فبقي، والجزاء باقٍ لبقاء محله، فبقي اليمين". (الهداية، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق: ۳۸٦/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

"والشرط يصح في الملك وفي غير الملك، والجزاء لايصح إلا بالملك أو في أثره أو مضافاً إلى الملك، أو إلى أثره، أو إلى سببه، وهذا لأن الشرط أمر حسي، فصحته تكون بوجوده حساً، وأما الجزاء فأمر شرعي فصحته إنما تكون بالشرائط التي اعتبرها الشرع للصحة، والشرع اعتبر بصحته الجزاء الشرائط التي قلنا تحقيقاً بما هو المقصود من اليمين، وهو تقوّى الحالف على تحصيل الشرط والامتناع عنه؛ لأن الحالف إنما يتقوّى على ذلك خوفاً لزوال الجزاء، والخوف إنما يحصل إذا كان الجزاء غالب النزول عند الشرط، أو متيقن النزول عند الشرط، وعليه النزول عند الشرط لقيام الملك، أو أثره للحال، وتيقن النزول عند الشرط بالإضافة إلى الملك، أو إلى سبب الملك".

(المحيط البرهاني، كتاب الطلاق، الفصل السابع عشر في الأيمان في الطلاق: ۵۳۲/۳، غفاريه)

"وزوال الملك بعد اليمين لايبطل اليمين، والملكُ شرطٌ لوقوع الطلاق". (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۶۲/۲، مكتبه غفاريه كوئته)

أو ثنتين فانقضت عدتها، ثم وجد الشرط، طلقت". مجمع الأنهر: ٤/ ١٩ (١)۔

دوسرے عدم مصالحت کی شرط نہیں کیا کہ مصالحت سے شرط ختم ہو جائے۔ جس عالم نے یہ مسئلہ شرح وقایہ کے حوالہ سے بتایا ہے، اگر ان سے عبارت نقل کرا کے بھیجی جاتی تو بہتر تھا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ۱۰/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف، ۲۹/ شوال/ ۶۱ھ۔

''اگر اپنی مرضی سے برتن لے گئی تو طلاق'' کا حل

سوال [۶۳۵۵]: زید چار بھائی ہیں، سبھی بھائیوں کا کھانا پینا مشترک ہے، زید اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اوپر کی منزل میں رہتا ہے اور زید کا بھائی نیچے کی منزل میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہے۔ ایک دن کی بات ہے کہ زید کی بیوی زید کے بھائی کی بیوی سے برتن وغیرہ کے بارے میں جھگڑ گئی، زید نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا ''جو برتن میں تم کو دیدوں وہی برتن نیچے کی منزل میں لے جاسکتی ہو، اگر تم اپنی مرضی سے نیچے کی منزل سے لے گئی تو تم کو طلاق''۔ اس کے بعد فوراً ہی اپنی بیوی اور بچے کو لے کر دوسرے گھر میں منتقل ہو گیا جو پہلے گھر سے کچھ دور ہے۔ اب اگر زید کا باپ چاروں بیٹوں کو علیحدہ کر دے اور مشترکہ تمام برتنوں کو تقسیم کر کے چاروں بیٹوں کو دیدے۔

اب اگر زید کی بیوی کسی ضرورت کے تحت پہلے والے گھر میں آئے اور علیحدہ والے برتن کو اپنی ضرورت کیلئے استعمال کرے تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟ کیونکہ اب تو سبھی بھائی اپنے اپنے برتنوں کے مالک ہو گئے۔ زید نے اپنی بیوی کو اس وقت کہا تھا جب کہ سبھی بھائیوں کا کاروبار، کھانا پینا مشترک تھا، اب سبھی بھائی علیحدہ

---

(١) (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب التعليق: ٢/ ٢٢، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"إذا وجد الشرط، انحلت وانتهت اليمين؛ لأنها غير مقتضية للعموم .... وزوال الملك بعد اليمين لايبطلها؛ لأنه لم يوجد الشرط، فبقي الجزاء باقٍ لبقاء محله، فبقي اليمين، ثم إن وجد الشرط في ملكه، انحلت اليمين، ووقع الطلاق؛ لأنه وجد الشرط والمحلُّ قابلٌ للجزاء فينزل الجزاء ولايبقى اليمين". (الهداية، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق: ٢/ ٣٨٦، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الطلاق، الفصل السابع عشر في الأيمان في الطلاق: ٣/ ٥٣٢، رشيديه)

علیحدہ ہوگئے۔ کیا ایسی حالت میں زید کی بیوی نیچے کی منزل سے اوپر کی منزل میں بغیر زید کے دیئے کوئی بھی برتن لے جاسکتی ہے یانہیں؟ اگر لے کر چلی گئی تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟ نیز اگر کسی صورت میں طلاق سے چھٹکارا ناممکن ہوتو پھر اور دوسری صورت تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بات بات پر غصہ ہوکر طلاق کے الفاظ زبان پر لانا بہت ہی بُرا ہے، اس سے ہمیشہ احتیاط رکھیں۔ اب ایک صورت تو یہ کہ زید اوپر کی منزل میں نہ رہے، بلکہ نیچے کی منزل میں رہے تاکہ نیچے کی منزل سے اوپر کی منزل میں برتن لے جانے کی بیوی کو نوبت ہی نہ آئے۔ دوسری صورت یہ کہ جو برتن زید نے بیوی کو دیئے ہیں ان برتنوں کے لے جانے کی تو ہر حال میں زید کی طرف سے اجازت ہے، اب جو برتن تقسیم کرکے والد نے دیئے ہیں وہی زید کی بیوی کو دیدے اور عام اجازت دیدے کہ میری طرف سے ہر ہر برتن نیچے کی منزل سے اوپر کی منزل میں لے جانے کی اجازت ہے، پس جو برتن بھی لے جاوے گی وہ میری مرضی سے لے جاؤ گی نہ کہ اپنی مرضی سے۔ اس صورت میں بیوی پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۷/ ۱۳۹۹ھ۔

---

(۱) "إذا قال لامرأته: أنت طالق إن خرجت من هذه الدار إلا بإذني، أوقال: إلابرضائي، أو قال: إلابعلمي، أوقال لها: أنت طالق إن خرجت من هذه الدار بغير إذني، فهماسواء؛ لأن كلمة "إلا" و"غير" للاستثناء، فالجواب فيهما أن بالإذن مرةً لاتنهي اليمين، حتى لوأذن لها بالخروج مرةً، وخرجت، ثم خرجت بعد ذلك بغير إذنه، طلقت .... والحيلة في عدم الحنث أن يقول: أذنتُ لك بالخروج في كل مرة، أو يقول: أذنت لك كلماخرجت، فحينئذ لايحنث". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۳۹، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في تعليق الطلاق، بكلمة "إن وإذاوغيرهما"، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/ ۷۵۸، ۷۶۰، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج والسكنى وغيرذالك، مطلب لاتخرج إلاباذني، سعيد)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴/ ۲۹۴، كتاب الأيمان، التاسع في اليمين بالإذن، رشيديه)

''اگر بغیر پڑھے آکر شادی کروں تو میری بیوی کو طلاق ہے'' کا حل

سوال[۶۳۵۶]: زید تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنے ملک سے دوسرے ملک کی جانب چلا او رچلتے وقت یہ جملہ بطور شرط کہا کہ ''اگر میں بغیر پڑھے آکر کے شادی کروں تو میری عورت کو طلاق ہے''۔ اب حال یہ ہے کہ تعلیم ہنوز پایۂ تکمیل کو نہیں پہونچی اور والدین زید کو شادی کے لئے سخت تقاضہ اور مجبور کر رہے ہیں کہ آکر کے شادی کرو، زید اب والدین کے خوف سے انکار بھی نہیں کرسکتا۔ اب اس صورت میں زید کی شادی کرنے کی جواز کی کوئی صورت ہوسکتی ہے یا کہ نہیں؟ کہ والدین بھی ناراض نہ ہوں اور طلاق بھی واقع نہو۔

المستفتی: محمد علیم کشمیری، متعلم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/رجب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جواز کی صورت یہ ہے کہ کوئی فضولی (والد وغیرہ) اس کا نکاح کردے اور یہ اس کی قولاً اجازت نہ دے بلکہ فعلاً اجازت دیدے، مثلاً عورت کے پاس مہر (معجّل) بھیج دے:

"في لا يتزوج، فزوجه فضولي، فأجاز بالقول، حنث، وبالفعل: أي لو أجاز بالفعل كإعطاء المهر، لا يحنث، هو المختار، وعليه الفتوى، كما في الخانية؛ لأن العقود تختص بالأقوال، فلا يكون فعله عقداً، وإنما يكون رضى، وشرطُ الحنث العقدُ لا الرضى". مجمع الانهر: ۵۸۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/شعبان۔

صحیح: عبداللطیف۔

(۱) (مجمع الأنهر، باب التعليق: ۱/۶۱۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في رد المحتار، باب التعليق، مطلب في فسخ اليمين المضافة إلى الملك: ۳/۳۴۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثاني في تعليق الطلاق بكلمة: كل وكلما: ۱/۴۱۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب التعليق: ۴/۱۱، رشيديه)

باب التفویض

(طلاق کا اختیار دینے کا بیان)

تفویضِ طلاق

سوال[۶۳۵۷]: ایک شخص سنی المذہب حنفی کا نکاح ایک عورت شیعہ مذہب اسماعیلیہ کے ساتھ ہوا اور نکاح نامہ میں اختیارِ طلاق تفویض دیا گیا، اگر عورت اپنی جانب سے بلا رضامندئ شوہر بربنائے ناموافقتِ مزاج طلاق طلب کرے اور از خود بربنائے تفویض اپنے کو مطلقہ تصور کرے تو عورت کو حق حصول ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحریرِ تفویض طلاق کے طلب کرنے سے یہ مقصود تھا جن شرائط پر زوجہ کو حقِ طلاق دیا گیا ان کا علم ہو، نیز یہ بھی صاف صاف معلوم ہو جاوے کہ ان شرائط کا تحقق ہوا یا نہیں، تاکہ اس پر وقوعِ طلاق اور طلبِ مہر کا حکم معلوم ہو سکے، اس تحریر سے شرائطِ تفویض کا تو علم ہو گیا، مگر صاف صاف طریقہ سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ جس شرط کی بنا پر زوجہ خود کو مطلقہ تصور کرتی اور حقِ مہر کا مطالبہ کرتی ہے وہ شرط پائی بھی گئی ہے یا نہیں، کیونکہ اس کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ وہ شوہر کی جانب سے متنازعہ ہے، اس لئے وقوعِ طلاق وعدمِ وقوعِ طلاق کا کوئی قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

تاہم اتنا ضرور ہے کہ حسبِ تحریرِ فقرہ: ''زوجہ کو فوراً طلاق واقع کرنے کا اختیار نہیں ہے، بلکہ شرطِ تفویض متحقق ہونے پر ہر ایک فریق پنچ مقرر کرے اور یہ پنچ فریقین میں مصالحت کی کوشش کریں اور زوجہ کے پنچ مقرر کرنے کے بعد چھ ماہ تک اگر فریقین میں قابلِ اطمینان مصالحت ظاہر نہ ہو تب زوجہ کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار رہوگا، اس سے قبل اس کو حق نہیں، اگر اس سے پہلے طلاق واقع کرلے گی تو وہ شرعاً غیر

معتبر ہوگی"(۱) شرطِ تفویض محقق ہونے کے بعد اگر حسبِ تفصیلِ بالا زوجہ اپنے اوپر طلاق واقع کرے تو حسبِ تحریر فقرہ زوجہ کو مطالبۂ مہرِ مؤجل کا حق حاصل ہوگا اور زوج کے ذمہ اس کی ادائیگی واجب ہوگی، ورنہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۰/۶/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبد اللطیف۔

کیا طلاق کی توکیل وتفویض سے شوہر کا حق ختم ہوجاتا ہے؟

سوال [۶۳۵۸]: شمس الدین اپنے خسر سے اس بات کا خوف کرتے ہوئے کہ مجھ سے وہ جبراً اپنی لڑکی کا طلاق لے لیں گے تو شمس الدین نے دو آدمیوں سے کہا کہ "میں اپنی بیوی کی طلاق معاملہ تم کو سپرد کرتا ہوں"۔ کچھ دنوں بعد شمس الدین نے خسر کے ڈر سے کہا کہ "میں بیوی کو ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق دیدیا، اب کوئی حق میرا اس پر نہیں رہا"۔ تو کیا شمس الدین کے اختیار سپرد کرنے کے بعد یہ دی ہوئی طلاقیں واقع ہوں گی؟ مدلل تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا، کیونکہ ہمارے یہاں اس مسئلہ میں عدمِ وقوعِ طلاق کا فتویٰ دیدیا گیا ہے اور اب بدستور میاں بیوی زندگی گزار رہے ہیں۔

---

(۱) بظاہر مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے جواب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نکاح نامہ میں تفویضِ طلاق چھ ماہ بعد کیساتھ مقید ہے (جو کہ سوال میں مذکور نہیں ہے) کیونکہ اگر چھ ماہ کی قید نہ ہوتو چھ ماہ مصالحت کیلئے انتظار کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ بظاہر سوال لمبا ہونے کی وجہ سے مختصر کیا گیا ہے جس کی وجہ سے کچھ مفید جملے بھی حذف ہوچکے ہیں: "قال لها: اختاري، أو أمرك بيدك، ينوي تفويض الطلاق.......... فلها أن تطلق في مجلس علمها به.......... مالم يؤقته.......... ولا يبطل المؤقت بالإعراض، بل بمضي الوقت، علمت أولا". (الدرالمختار: ۳/۳۱۵، ۳۲۴، باب تفويض الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۹۰، تفويض الطلاق، الفصل الأول في الاختيار، رشيديه)

(۲) "المهر يتأكد بأحد معان ثلثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۰۳، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمتعة، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الهندية: ۱/۳۹۶، باب في ذكر مسائل المهر، فصل في الخلوة الخ، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

الجواب حامداًومصلیاً:

کسی دوسرے کواپنی بیوی کی طلاق سونپ دینا اگر مشیت کے ساتھ مقید ہوتو یہ تملیکِ ایقاع ہے، جس سے زوج نفسِ طلاق کی ملک سے خارج ومحروم نہیں ہوجاتا، اور یہ تفویض مجلس کے ساتھ مقید رہتی ہے، بعد مجلس مفوض الیہ کا اختیار ختم ہوجاتا ہے(۱)۔ اگر زوج نے مشیت کے ساتھ مقید نہ کیا ہوتو یہ توکیل ہے اور مؤکل کوعزلِ وکیل کا حق باقی رہتا ہے، نیز توکیل سے مؤکل کا اختیار ختم نہیں ہوتا۔ الغرض صورت مسئولہ میں طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں رہی، فوراً دونوں کوعلیحدہ کردیا جائے اورعورت کو پردہ کرایا جائے:

"أجمعوا على أن قوله لأجنبي: طلّقْ امرأتي توكيلٌ ولايتقيد بالمجلس، فإن قيده بالمشيئة بأن قال له: طلق امرأتي إن شئت، فهذا تمليك عند أئمتنا الثلاثة، اهـ". بدائع: ۱۲۲/۳ (۲) ﴿الطلاق مرتان -إلى قوله تعالى- فإن طلقها، فلاتحل له من بعدُ حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۳/۲۴ھ۔

---

(۱)"إذا قال لها: طلقي نفسك سواء قال: لها إن شئت أولا، فلها أن تطلق نفسها في ذلك المجلس خاصةً، وليس له أن يعزلها. وكذا إذا قال لرجل: طلق امرأتي، وقرنه بالمشيئة، فهو كذلك، وإن لم يقرنه بالمشيئة، كان توكيلاً، ولم يقتصر على المجلس، ويملك العزل عنه". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۰۲، كتاب الطلاق، الباب الثالث في تفويض الطلاق، الفصل الثالث في المشيئة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۵۷۲/۳، كتاب الطلاق، فصل في المشيئة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳۳۲/۳، ۳۳۳، باب الأمر باليد، فصل في المشيئة، سعيد)

(۲)"(بدائع الصنائع: ۴/ ۲۶۶، كتاب الطلاق، فصل في قوله: طلقي نفسك، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۳) "(سورة البقرة : ۲۲۹، ۲۳۰)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة، رشيديه) .... =

عورت کو طلاق کا اختیار ہونے کی شرط

سوال[۶۳۵۹]: مرد سے ایک شرط لی گئی کہ "اگر عورت کسی قسم کا جھگڑا کر کے اپنے باپ کے گھر میں تین ماہ رہے گی اور مرد اس کی خبر گیری نہ کرے تو ایک دو تین طلاق دینے کا اختیار عورت کے اوپر ہے، اس وقت عورت اپنے کو تین طلاق دے کر بالکل آزاد ہو کر اپنے گھر بیٹھی ہے"۔ ایسی صورت میں عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے کہ نہیں؟

معرفت: مولوی انوار الحق۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرد سے جو شرط لی گئی ہے وہ نکاح سے پہلے لی گئی ہے یا بعد میں، وہ شرط نامہ بھیجئے، اس کو دیکھ کر اس کا حکم تحریر کیا جائے گا۔ فقط۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۱۵/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱۵/۱۰/۸۷ھ۔

عورت کو نکاح سے الگ ہونے کا اختیار اسی مجلس تک

سوال[۶۳۶۰]: زید کا نکاح عرصہ چھ ۶/ سال ہوا، میاں بیوی کے تعلقات بدستور رہے، لیکن بعد میں زید نے اپنی بیوی کو طرح طرح سے پریشان کیا اور زدوکوب کیا، اس حالت کو دیکھ کر والدین کو بڑی پریشانی ہوئی، انھوں نے لڑکے کو کہا سنا اور بھیجنے سے انکار کر دیا تو لڑکے نے اپنے رہن سہن کے بارے میں کچھ شرائط طے کیں کہ اس کو بھیج دو اگر ان شرائط کو پورا نہ کروں تو تمہاری لڑکی کو میری طرف سے نکاح سے علیحدہ ہونے کا پھر اختیار ہوگا۔ شرائط مذکور یہ ہے:

۱- میں اس کو مار پیٹ نہیں کروں گا۔

۲- مسماۃ کو شرعی پردہ میں رکھوں گا۔

= (وكذا في الهداية: ۲/ ۳۹۹، باب الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار: ۳/ ۴۱۰،۴۰۹، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة، سعيد)

لیکن زید نے نہ تو مسماۃ کو پردہ میں رکھا، نہ ہی مار پیٹ سے اجتناب کیا، بلکہ مسماۃ کو اتنا مارا کہ بعد مالش کے وہ تمام نشانات ختم ہوئے۔ آیا مسماۃ کو زید کے نکاح سے نکلنے کا اختیار شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں جب شوہر نے شرط کے خلاف کیا جب ہی اسی مجلس میں عورت کو نکاح سے علیحدہ ہونے کا اختیار حاصل ہوگیا تھا، اگر وہ مجلس ختم ہوگئی تو اختیار بھی ختم ہوگیا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۲/۲۵ھ۔

تعلیقِ تفویض قبلِ نکاح

سوال [۶۳۶۱]: زید نکاح کرتا ہے ہندہ سے ذیل کی شرطوں کے ساتھ اور شرط قاضی کے آفس سے رجسٹر کی ہوئی ہے:

۱- پردہ کے ساتھ رکھے گا، شریعت کے مطابق تمام امور انجام دے کر ہر ماہ آٹھ روپیہ خوراکی دے گا۔

۲- ہندہ کی اجازت کے بغیر دوسرا نکاح نہیں کرے گا۔

۳- ضرب وشتم نہیں کرے گا۔

۴- ہندہ مہر اور خوراکی کا روپیہ جس وقت طلب کرے گی فوراً ادا کرے گا۔

۵- اگر زید مجنون ہو یا عنین یا کسی دور کے سفر میں غائب ہوجائے، یا مذکورہ شرائط میں سے کسی شرط کے خلاف کرے تو ہندہ طلاق تفویض کے ساتھ نکاح فسخ کر کے دوسرے شوہر سے نکاح کر سکے گی۔

۶- طلاق تفویض کا پورا اختیار دیا ہے، زید تمام شرطوں کے خلاف کرتا ہے۔

---

(۱) " إذا قال لامرأته: اختاري، ينوي بذلک الطلاق، أو قال لها: طلقي نفسک، فلها أن تطلق نفسها مادامت في مجلسها ذلک، وإن تطاول يوماً أو أكثر، فالأمر في يدها مادامت في مجلسها.......... إذا قامت عن مجلسها قبل أن تختار نفسها.......... فهذا كله يبطل خيارها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۸۷، الباب الثالث في تفويض الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۵، ۸۶، باب تفويض الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۲۵۸، ۲۵۹، فصل في قوله: اختاري، دارالكتب العلمية بيروت)

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ تفویضِ طلاق دیکر اپنے آپ کو علیحدہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بعد عقدِ نکاح ان شرائط سے تفویضِ طلاق کی ہے یا قبل نکاح، مگر ان کو نکاح کی طرف منسوب ومضاف کیا ہے تب تو یہ شرائط معتبر ہیں اور ان کے خلاف کرنے سے تفویضِ طلاق ہو جائے گی اور عورت کو طلاق دینے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر قبل عقد ان شرائط سے تفویضِ طلاق کی ہے اور ان کو نکاح کی طرف منسوب ومضاف نہیں کیا ہے تو شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں، یہ سب شرطیں اور تفویض بے کار ہیں، عورت کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱۰/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ شوال/ ۶۱ھ۔

نکاح سے قبل تحریر لکھوانا

سوال [۶۳۶۲]: ۱..... کسی شخص نے اس شرط پر اپنی لڑکی کا نکاح کرادیا کہ "اگر میری لڑکی کو تکلیف ہوئی یا نان ونفقہ نہ ہو سکا تو طلاق کا اختیار مجھ کو ہے"۔ تو اگر بغیر اس شرط کے پائے گئے شوہر اپنی بیوی کے بھائی سے لڑائی کرتے ہوئے بہ نیت طلاق یہ کہہ دے کہ "میرا تیری بہن سے کوئی تعلق نہیں" تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

۲..... نکاح سے قبل کوئی تحریر لکھوالینا کہ مجھ کو طلاق کا اختیار ہے صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... شوہر جب اپنی بیوی کے حق میں یہ جملہ [میرا تیری بہن سے کوئی تعلق نہیں] بہ نیتِ طلاق کہہ

---

(۱) "والتفويض قبل النكاح، فلا يصح". (رد المحتار: ۳/۲۴۲، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج، سعيد)

"نكحها على أن أمرها بيدها، صح". (الدر المختار). "(قوله: صح) مقيدٌ بما إذا ابتدأت المرأة، فقالت: زوجت نفسي منك على أن أمري بيدي، أما لو بدأ الزوج، لا تطلق، ولا يعيد الأمر بيدها". (رد المحتار ۳/۳۷۹، فصل في الأمر باليد قبيل المشيئة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۶/۳۹۶، كتاب الحيل، الفصل السابع في الطلاق، رشيديه)

دے تو اس سے ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے(۱)۔

۲.....اگر نکاح سے قبل یہ تحریر لکھوائی کہ تمہاری بیوی کو طلاق دینے کا مجھ کو اختیار ہے تو یہ تحریر غیر مؤثر ہے، اس تحریر کو نان ونفقہ کی عدمِ ادائیگی پر معلق کیا ہو یا نہ معلق کیا ہو، سب بیکار ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۲/۱۳۸۸ھ۔

خلافِ شرائط کرنے پر زوجہ کو حقِ طلاق

سوال[۶۳۶۳]: زید نے اپنی بیوی ہندہ کے اطمینان کیلئے بموجبِ تحریر استفتاء اختیارِ طلاق ہندہ کو تفویض کیا۔ تحریر کرنے کے بعد زید نے شرائطِ مسطور کی خلاف ورزی کی ہے یعنی چھ ماہ گزر گیا، اس کے بعد خرچ بھیجا اور بلا رضامندیٔ ہندہ مارچ ۱۹۴۱ء بغایت ۳۰/ جنوری/ ۱۹۴۲ء باہر قیام رکھا۔ ۳۱/ جنوری، کو زید کے آنے پر ہندہ نے کہا کہ میں تم سے رضامند نہیں ہوں اور بموجبِ اقرار نامہ میں مطلقہ ہونا چاہتی ہوں، تم بھی اپنی زبانی طلاق دے دو، مگر زید طلاق دینا نہیں چاہتا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بموجبِ تحریر ہندہ کو از روئے شرع حقِ طلاق حاصل ہے اور ہندہ اپنے کو طلاق دے کر عقدِ ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) "لم يبق بيني وبينك عمل، ونوى، يقع، كذا في العتابية". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۶، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۶۸، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۲۲۱، باب الكنايات، نوع آخر في قوله: لست لي بامرأة، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "إذا تزوج امرأةً على أنها طالق، جاز النكاح، وبطل الطلاق. وقال أبو الليث: هذا إذا بدأ الزوج، وقال: تزوجتك على أنك طالق، وإن ابتدأت المرأة، فقالت: زوجت نفسي منك على أني طالق، أو على أن يكون الأمر بيدي، أطلق نفسي كلما شئت، فقال الزوج: قبلتُ، جاز النكاح، ويقع الطلاق، ويكون الأمر بيدها؛ لأن البداءة إذا كانت من الزوج، كان الطلاق والتفويض قبل النكاح، فلا يصح".

(ردالمحتار: ۳/۲۴۲، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۳۲۹، كتاب النكاح، فصل في النكاح على الشرط، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

صورت مسئولہ میں زوجہ کواختیار تھا کہ اپنے اوپر طلاق واقع کرلیتی، کیونکہ شوہر نے اپنے شرط کے خلاف عمل کیا ہے، لیکن یہ اختیار دوشرطوں کے ساتھ مشروط تھا، ایک یہ کہ ''دوماہ برابرنان ونفقہ کیلئے خرچ نہ بھیجوں''، دوسری یہ کہ ''چھ ماہ سے زائد بلارضامندی کے اپنی بیوی کے پاس نہ آؤں، جاؤں''، لہذا جب دوماہ برابرخرچ نہیں بھیجا تواس وقت زوجہ کوطلاق واقع کرنے کا اختیار تھا، جب اس وقت طلاق واقع نہیں کی تو وہ اختیار ساقط ہوگیا۔

اسی طرح جب چھ ماہ تک بلارضامندی کے شوہر نہیں آیا بلکہ باہر رہا تو اس وقت اختیار حاصل تھا، جب زوجہ نے اس وقت اپنے اختیار سے کام نہیں لیا تو وہ بھی ساقط ہوگیا، اب اختیار باقی نہیں رہا(۱)، کیونکہ شوہر کی تحریر میں کوئی ایساعام لفظ نہیں کہ اس نے ہمیشہ کیلئے اختیار دے دیا ہو۔ پس ہندہ کواپنے اوپر طلاق واقع اور پھر عقدِ ثانی کرنا اس اقرارنامہ کی روسے درست نہیں، جب تک کہ شوہر طلاق نہ دے عقدِ ثانی نہیں کرسکتی۔ فقط۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی، معین مفتی مظاہرعلوم، ۱۱/۴/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعیداحمدغفرلہ، مفتی مظاہرعلوم سہارنپور، ۱۱/ربیع الثانی/۶۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہرعلوم، ۱۲/ربیع الثانی/۶۱ھ۔

عقد سے قبل طلاق کا اختیار

سوال[۶۳۶۴]: مسمی محمدنورالدین نے مسماۃ مریم بی بی سے اس شرط پر نکاح کیا کہ ''وہ دوسری شادی نہیں کرے گا جب تک مریم بی بی اس کے نکاح میں رہے گی، اور مریم بی بی کسی شکررنجی کی بناء پر اگر اپنے میکہ ۹۰/یوم رکی رہی اور میں راضی کرکے نہ لاسکوں تو زوجیت میں رہنے کا اختیار ہے، بی بی مریم کے سپرد

---

(۱) "قال: اختاری الیوم، أو أمرک بیدک هذا الشهر، خیّرت في بقیتهما. وإن قال: یوماً أو شهراً، فمن ساعة تکلم إلی مثلها من الغد وإلی تمام ثلاثین یوماً .... ولا یبطل المؤقت بالإعراض بل بمضی الوقت، علمت أولا". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۳۲۲، باب تفویض الطلاق، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۹۰، الفصل الأول في الاختیار، رشیدیه)

کردیا''۔اب بی بی مریم دعویٰ کرتی ہے کہ وہ ۹۰/ یوم تک اپنے شوہر سے ناراض ہوکر اپنے میکہ میں رکی رہی اور ۹۰/ یوم مکمل ہوتے ہی اپنے نفس پر تین طلاقیں واقع کردیں۔واضح رہے کہ شوہر نے دوسری شادی نہیں کی، اس پر جے نگر مدرسہ کے مفتی صاحب نے وقوعِ طلاق کا فتویٰ دیدیا وہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سوال میں ہے کہ ''مریم بی بی سے اس شرط پر نکاح کیا'' جس کا مطلب یہ ہے کہ شرط پہلے تجویز کی گئی اورنکاح بعد میں ہوا، اگر واقعہ اسی طرح ہے تو یہ شرط بالکل لغو اور بے کار ہے (۱)، اگر صاف صاف طلاق کا اختیار عورت کو دیتا تب بھی اس کو اختیارِ طلاق حاصل نہ ہوتا، طلاق منجز ہو یا معلق ہو اس کا محل زوجہ ہے قبل نکاح وہ زوجہ ہی نہیں، لہٰذا وہ محلِ طلاق ہی نہیں۔اگر سببِ ملک (نکاح) کی طرف شرط کو مضاف کرتا، مثلاً اس طرح کہا کہ ''اگر میں فلاں عورت (مریم بی بی) سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے، یا طلاق کا اختیار ہے'' تو یہ تعلیق شرعاً معتبر ہوتی اور اس پر اثر مرتب ہوتا (۲)۔

---

(۱)'' رجل تزوج امرأةً علی أنها طالق، أو علی أن أمرها بیدها، ذکر محمد رحمه الله تعالی فی الجامع أنه یجوز النکاح، والطلاق باطل، ولایکون الأمر بیدها. وذکر فی الفتاوی عن الحسن بن زیاد: إذا تزوج امرأةً علی أنها طالق إلی عشرة أیام، أوعلی أن یکون الأمر بیدها بعد عشرة أیام أن النکاح جائزٌ والطلاق باطل، ولاتملک أمرها. وقال الفقیه أبو اللیث رحمه الله تعالی: هذا إذا بدأ الزوج فقال: تزوجتُک علی أنک طالق .... لأن البداء ة إذا کانت من الزوج، کان الطلاق والتفویض قبل النکاح، فلایصح''. (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، فصل فی النکاح علی الشرط: ۱/ ۳۲۹، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی الحشیشة والأفیون والبنج: ۳/ ۲۴۲، سعید)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیماتحل به المطلقة: ۲/ ۴۲۴، رشیدیه)

(۲) ''إذا أضاف الطلاق إلی النکاح، وقع عقیب النکاح، نحو: أن یقول لامرأة: إن تزوجتک فأنت طالق، أوکل امرأة أتزوجها، فهی طالق''. (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة إن وإذ وغیرهما'': ۱/ ۴۲۰، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ۲/ ۳۸۲، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ۳/ ۱۰۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

مگر صورت مسئولہ میں شرط کو نہ ملک (زوجہ) کی طرف منسوب کیا ہے نہ سببِ ملک (نکاح) کی طرف منسوب کیا ہے، بلکہ اجنبیہ کی طرف منسوب کیا ہے، اس لئے یہ بے اثر ہے۔ جیسے کوئی شخص اجنبیہ سے کہے کہ اگر تو فلاں کام کرے، یا میں فلاں کام کروں تو تجھ کو طلاق ہے اور پھر اس سے نکاح کرے، اس کے بعد اس کام کا صدور ہو جائے تو اس سے طلاق نہیں ہوتی (۱)، اسی طرح صورت مسئولہ کا بھی حال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۵/۱۳۹۰ھ۔

کابین نامہ وتفویضِ طلاق

سوال[۶۳۶۵]: ماقولکم أیها الکملاء من العلماء الحنفیین رحمکم اللہ إلی یوم الدین، اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت کو حسبِ دستور دیار مہر معین کر کے دیا، شرائطِ صداقت نامہ مروجہ دینے کا وعدہ کر کے شادی کی، مگر بعد نکاح صداقت نامہ نہیں دیا۔

ملک بنگالہ میں یہ رواج معروف ہے کہ شادی میں صداقت نامہ یا کابین نامہ دیا کرتے ہیں، اس لئے ہر ایک تھانہ میں دو یا سہ قاضی گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہیں، مگر بعضے بوجہِ افلاس اور تہی دستی کے صداقت نامہ رجسٹری کر کے نہیں دیتے، بہر حال بوقتِ نکاح تذکرہ صداقت نامہ مروجہ کا ضرور ہوتا۔ اور صداقت نامہ مروجہ یہ ہے کہ ''اگر چھ مہینہ تک بیوی کو خرد و پوش نہ دوں، یا چھ مہینہ بیوی کے پاس شد آمد نہ رکھوں، خبر گیری نہ کروں، یا اگر بلا اجازتِ زوجہ خود شادی دیگر کروں تو اس پر تین طلاق واقع ہوگئی اور بلا اجازت اس کے سفر میں نہیں

---

(۱) ''ولا تصح إضافة الطلاق إلا أن یکون الحالف مالکاً أو یضیفه إلی ملک، والإضافة إلی سبب الملک کالتزوج کالأضافة إلی الملک، فإن قال لأجنبیة: إن دخلت الدار فأنت طالق، ثم نکحها، فدخلت الدار، لم تطلق''. (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط ونحوه، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة: ''إن وإذا وغیرها'': ۱/۴۲۰، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مسائل تعلیق الطلاق بالتزوج: ۱/۵۱۱، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الأیمان، الثالث فی المتفرقات: ۴/۲۷۵، رشیدیه)

جاؤں گا'' وغیرہ شرائط لکھی جاتی ہیں۔

اگران شرطوں میں سے کسی شرط کے خلاف واقع ہوتو بی بی مذکورہ کواختیار ہوگا جب چاہے اپنے نفس پرتین طلاق واقع کر کے بعدعدت دوسرا نکاح بیٹھنے میں شرعاً کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہے گا''۔ یہ دستورورواج زمانۂ قدیم سے چلی آتی ہے، گویا یہ تعارف ہوگئے۔ اورشخص مذکور نے بعدروزے چند اپنی زوجہ سے فتنہ وفساد کر کے زیورات چھین کر کہا کہ خانہ پدری میں چلی جاؤ، بس وہ عورت یتیمہ مجبور ہوکر خانہ پدری میں جا کر پناہ لی۔

اس کے بعدعرصۂ درازتک یعنی گیارہ مہینہ تک عورت کو نہ خورد ونوش دیااورنہ خبر گیرہوا، عورت نے بارہاطلبِ خورد ونوش کی ہے، نہ انکارکیااورنہ ہی دیا۔ وہ عورت بیچاری خورد ونوش سے عاجز ہوکراور مصیبت سے بچنے کے لحاظ سے بابراورخودمسمی صالح احمد وعم حقیقی مسمی دانہ میاں دیکھے سرپرست آں محلّہ مسمی ابراھیم میاں بدربارقاضی ساتکانیہ رفتہ عدالت کی (واضح رہے اس عورت کا والدبھی وفات پاگیا ہے)۔

پس قاضی صاحب قانونِ شریعت وگورنمنٹ کے اس کے شوہرکوکہا کہ تو دعویٰ زوجہ خود دادہ لے جاؤ، اس نے انکارکیا، پھرکہا کہ تو دوجامعہ جدید دیکر لے جاؤ، اس کوبھی انکارکیا۔ پھرقاضی صاحب نے فرمایا اگرنہیں لے جاؤگے تو شرعاً وہ مطلقہ ہوجائے گی، اس کوبھی انکارکر کے چلاگیا۔ پس قاضی صاحب نے شرائطِ صداقت نامہ مروجہ کومدِنظر رکھتے ہوئے اس کوتفویضِ طلاق کاحکم دیدیا، اس عورت نے بحکمِ حاکمِ شریعت مذکورہ شخصوں کے سامنے اپنے نفس پردوطلاق واقع کی۔

اگرایسانہ کیاجائے توبے کابین نامہ اوربے صداقت نامہ والی عورتیں خورد ونوش سے عاجز ہوکرکسی اجنبی مرد کے ساتھ چلی جاتی ہیں، یازنامیں مبتلا ہوجاتی ہیں جیسا کہ تجربہ شاھد ہے کہ فی زماننا عوام الناس میں پارسائے فتویٰ اورخوفِ حقوق العباد بہت ہی کم ہے، حالانکہ ضررحرج اورمعصیت سے بچناواجب ولازم ہے۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ عورت مذکورہ شرعاً مطلقہ ہوگئی یانہیں اورصداقت وکابین نامہ پرعمل کرناشرعاً جائز ہوگایانہیں؟ بینوا بالدلیل توجروا عند اللہ الجلیل۔

الجواب هوالموفق للصدق والصواب:

نعم وہ زنِ مسطورہ مرقومہ بالا بہ سہ طلاق مطلقہ ہوگئی، چونکہ عرف اورعادات الناس اگرخلافِ شرع نہ ہوں تواس پرعمل کر کے فتویٰ دیناجائز رکھاہے اورجوخلافِ شریعت ہواس پرعمل کرناممنوع ہے، فتاویٰ قاضی خان

میں ہے:"إنما ينظر إلى المتعارف؛ لأن الثابت عرفاً كالثابت شرعاً". انتهى(۱)۔

فتاوی مدنی میں مرقوم ہے:"العرف الجاری علی قواعد الشريعة معتبریجب قبوله". انتهى. ص: ۵۳۶(۲)۔

ہدایہ وجوہرہ میں ہے:

"كل مالم ينص عليه، فهومحمول على عادات الناس". انتهى(۳)۔

اورفتاوی شامی میں مرقوم ہے،ص: ۵۸۸ : "جرى العرف في كثيرمن قرىٰ د مشق بتقدير المهر بمقدارمعين لجميع الناس من أهل القرية بلاتفاوت، فينبغي أن يكون ذلك عندالسكوت عنه بمنزلة المذكور المسمى وقت العقد؛ لأن المعروف كالمشروط". انتهى(٤) وفيه أيضاً: ص: ۵۹۱ : "وفي الخانية: يعتبرالتفاوت؛ لأن الثابت عرفاً كالثابت شرطاً". انتهى(٥)۔

اورفتاوی خیریہ،ص:۵۰میں ہے:

"وقد أفتى به بعض الناس ميلاً إلى ماهو الأرفق بالناس مع كونه خلاف الصحيح". انتهى۔ وفيه أيضاً، ص: ٤٩۔

"فالظاهر أن يتأمل في الوقائع ويلاحظ الحرج والضرورات، فيفتي بحسبهاجوازاً وفساداً". انتهى(٦)۔

---

(۱) (فتاویٰ قاضي خان، فصل في حبس الامرأة نفسها بالمهر: ۱/۳۸۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الحادى عشر في منع المرأة نفسها بمهرها الخ: ۱/۳۱۸، رشيديه)

(۲) (نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف في ضمن رسائل ابن عابدين: ۲/۱۳۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۳) (الهداية، كتاب البيوع، باب الربا: ۳/۸۲، امداديه، ملتان)

(۴) (ردالمحتار، باب المهر، مطلب في بيان مهر المثل: ۳/۱۴۰، سعيد)

(۵) (ردالمحتار، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۳/۱۴۴، سعيد)

(٦) (نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف في ضمن رسائل ابن عابدين: ۲/۱۲۵، ۱۲۸، ۱۳۰، سهيل اكيڈمي لاهور)

اور عینی شرح ہدایہ میں ہے:"الأحكام تتبدل بتبديل الأزمنة". انتهى(١)-

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے:"نعم! العرف المروّج معتبرفي الشرع، فلها أن تطلق نفسها لأجل فوت شرط وصول الزوج أو النفقة إليها، وأن تزوج بآخر صوناً لنفسها عن الهلاك والسفاح"(٢)-

اور وہ شرط کہ "اگر بلا اجازت دوسری بی بی سے شادی کروں تو اس پر تین طلاق واقع ہوں گی الخ" اس شرط پر عمل کر کے فتویٰ دینا نزد احقر جائز نہیں، چونکہ یہ خلاف نصِ قطعی کے ہے، چنانچہ بداں آیتِ قرآنی صراحۃً

(١) "الأحكام نوعان: نوع لايتغير عن حالة واحدة هو عليها لابحسب الأزمنة ولا الأمكنة ولا اجتهاد الأئمة، كوجوب الواجبات وتحريم المحرمات والحدود المقدرة بالشرع على الجرائم ونحو ذلك، فهذا لايتطرق إليه تغيير ولا اجتهاد يخالف ماوضع عليه.

والنوع الثاني: مايتغير بحسب اقتضاء المصلحة له زماناً ومكاناً ومالاً، كمقادير التعزيرات وأجناسها وصفاتها، فإن الشارع ينوّع فيها بحسب المصلحة". (إغاثة اللهفان، الأحكام الشرعية إما أن تتغير بتغير الزمان والمكان أولا: ١/٣٣١، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وقواعد الفقه، ص: ٢٨٣، ١١٣، الصدف پبلشرز)

(وكذا في ردالمحتار، باب الربا: ٥/١٧٦، سعيد)

(وكذا في رسائل ابن عابدين، رسالة: نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف: ٢/١٢٥، سهيل اكيڈمي لاهور)

(٢) لم أظفر على هذه العبارة، وقد وجدت بمثلها في الفقه الإسلامي و أدلته بلفظ: "والرجل كما يملك الطلاق بنفسه يملك إنابة غيره فيه، ويجوز تفويض الطلاق للزوجة بالإجماع؛ لأنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خيّر نساءه بين المقام وبين مفارقته، لما نزل قوله تعالىٰ: ﴿يأيها النبي قل لأزواجك إن كنتنّ تردن الحياة الدنيا وزينتها، فتعالين أمتعكن وأسرحكن سراحاً جميلاً﴾ [الأحزاب: ٢٨]، فلو لم يكن لاختيارهن الفرقةَ أثرٌ، لم يكن لتخييرهن معنى". (كتاب الطلاق، المبحث الرابع، التوكيل في الطلاق وتفويضه: ٩/٦٩٣٥، ٦٩٣٦، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الشروط، صورة كتابة هذا النوع في المطلق، القسم الثاني .... القسم الثالث ....: ٦/٢٦٠، ٢٦١، رشيديه)

ناطق ہے:﴿فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع﴾ الآیة(۱)۔

ونیز فتاوی عزیزی:۲/۱۳۴، لمولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شاھد ہے: "أقـــول: تحکیم العادة والعرف أمرٌ مسلّم عند الفقهاء، لکن الکلام في محل تحکیمها، وظاهر أن العادة علی خلاف الشرع، وکذا العرف لاحکم لها، فإن من یعتاد شراب الخمر، فلایحل له قطعاً، وکذا أهل البلاد اعتادوا أمراً یخالف الشرع مثل ترك الصلٰوة وکشف العورة، لایترکون مهملاً، بل یؤمرون بترك تلك العادة". انتهی(۲)۔

اور چونکہ اس عورت نے بحکمِ حاکمِ شریعت بنفسِ خود سہ طلاق واقع کیں، فلہٰذا وہ مطلقہ ہوگئی، چنانچہ درتشریحاتِ بالامرقوم ہے، کمایفهم من عبارات فتاوی عالمگیری، ص: ٤١٧: "ولوجعلْ أمرها بیدها" انتهی(۳)۔

پس بأدلۂ مرقومہ بالا صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورت مذکورہ کو بازوجِ ثانی خانہ داری کرنا حسبِ شریعت جائز ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبه المفتقر إلی الله التواب النقوی أبوالحسن المعروف به محمد عبد الوهاب الساتکانوی تجاوزالله عن ذنبه الجلي والخفي۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اس شخص نے کابین نامہ کا صرف وعدہ کیا کہ کابین نامہ دے دوں گا یعنی تفویضِ طلاق کردوں گا اور اس کے بعد کابین نامہ نہیں دیا اور مروجہ طریقہ کے موافق شرائطِ کابین نامہ پر طلاق زوجہ کو مفوض نہیں کیا تو زوجہ کو اپنے نفس پر طلاق واقع کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوا، حاکم کو بھی اختیار نہیں کہ اس رواج پر عمل کرتے ہوئے مدعیہ کو تفویضِ طلاق کردے، عالمگیری وغیرہ کی جو عبارات نقل کی گئی ہیں وہ بصورت تفویض ہیں

---

(۱) (سورة النساء: ۳/۴)

(۲) (فتاویٰ عزیزی (فارسی)، رد جواب از مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دهلویؒ: ۱۳۲/۲، کتب خانه رحیمیه دیوبند، یوپی)

(۳) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الثالث، الفصل الثاني في الأمر بالید: ۳۹۰/۱، رشیدیه)

وعدۂ تفویض پر احکامِ تفویض نافذ کرنا شرعاً صحیح نہیں (۱)۔

طلاق کا مبنی الفاظ پر ہوتا ہے، نہ کہ نیات اور مواعید پر (۲) وعدۂ طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوتی، وعدۂ تفویض سے تفویض بھی صحیح نہیں ہوتی، البتہ اگر زوج نے بوقتِ نکاح یہ اقرار کیا ہو کہ کابین نامہ مروجہ میں جو شرائط درج ہوتی ہیں اور ان شرائط کے خلاف کرنے پر عورت کو اپنے نفس پر طلاق واقع کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ وہ سب شرائط مجھے منظور ہیں، ان شرائط پر میں نکاح کرتا ہوں تو پھر تفویض متحقق ہوجائے گی۔ جو اقتباس کابین نامہ کا سوال میں درج ہے اگر یہ بعد نکاح پیش کیا جائے اور زوج اقرار کرے تب تو معتبر ہوگا، اگر قبل از نکاح اقرار کرے تو اس کا اعتبار نہیں کیونکہ اضافت الی النکاح نہیں (۳)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/صفر ۶۸ھ۔

الجواب الثانی صحیح: وفی الجواب الأول نظر من وجوہ شتی، سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/صفر/ ۶۸ھ۔

---

(۱) "قولہ: طلقی نفسک، فقالت: أنا طالق، أو أنا أطلق نفسی، لم یقع؛ لأنہ وعد، جوھرۃ".

(الدرالمختار: ۳/ ۳۱۹، باب تفویض الطلاق، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/ ۳۸۴، الفصل السابع فی الطلاق بألفاظ الفارسیۃ، رشیدیہ)

(۲) "ورکنہ لفظ، ھو ما جُعل دلالۃ علی معنی الطلاق من صریح أو کنایۃ". (الدرالمختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/ ۳۴۸، کتاب الطلاق، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ۳/ ۲۴۳، کتاب الطلاق، إدارۃ القرآن کراچی)

(۳) "نکحھا علی أن أمرھا بیدھا، صح". (الدرالمختار). "(قولہ: صح) مقیدٌ بما إذا ابتدأت المرأۃ فقالت: زوجت نفسی منک علی أن أمری بیدی، أما لو بدأ الزوج، لاتطلق، ولا یعید الأمر بیدھا".

(ردالمحتار: ۳/ ۳۲۹، باب الأمر بالید قبیل فصل فی المشیئۃ، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۶/ ۳۹۶، کتاب الحیل، الفصل السابع فی الطلاق، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیۃ: ۱/ ۳۲۹، کتاب النکاح، فصل فی النکاح علی الشرط، رشیدیہ)

''تمہاری خواہش ہوتو طلاق طلاق'' کہنے کا حکم

سوال[۶۳۶۶]: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو یہ کہہ کر مخاطب کیا: ''اگر تم چاہتی ہواور تمہاری خواہش ہوتو میری طرف سے طلاق طلاق''۔ دومرتبہ کہہ کر خاموش ہوگیا، اوراس کے بعد زید نے رجوع کرلیا، ڈھائی تین ماہ بعد زید نے پھر کسی بات پر یہی کہا کہ ''اگر تم چاہتی ہوتو تمہاری خواہش پوری کردوں گا، مگر ذرا بچوں کو بڑا ہوجانے دو، جو تم چاہتی ہو پورا کردوں گا''۔اس پر ہندہ نے جواب دیا کہ ''خدا مالک ہے'' زید نے کہا کہ '' میں نے طلاق دی''۔اس پر ہندہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھی اور ہاتھ جوڑ کر آگے بڑھی، مگر چونکہ ہندہ دس یوم کی زچہ تھی، اس لئے زید نے یہ کہہ کر روک دیا کہ اب کیا ہوتا ہے۔

اب زید کا حلفیہ بیان ہے کہ دومرتبہ میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی، بلکہ تنبیہاً تھی، اسی وجہ سے دونوں مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ ''اگر تم چاہتی ہواور تمہاری خواہش ہوتو طلاق دی'' کے الفاظ استعمال کئے۔اسی طرح ہندہ بھی حلفیہ بیان یہی دیتی ہے کہ چونکہ دونوں مرتبہ یہ الفاظ استعمال کئے کہ ''اگر تم چاہتی ہواور تمہاری خواہش ہوتو طلاق دی'' کیونکہ مجھے خود اختیار دیا تھا اور میں نے کبھی بھی یہ خواہش نہیں کی کہ مجھے طلاق دیدو، اس لئے میں نے ان طلاقوں کو بے معنی سمجھا اور نہ ہی میں نے ان طلاقوں کو منظور کیا۔ زید اور ہندہ دونوں تعلیم یافتہ اور سمجھدار ہیں، اور مذہبی اصولوں کے پابند ہیں۔کیا ایسی صورت میں طلاق ہوگی کہ نہیں؟ اگر واقع ہوگی تو کونسی رجعی مغلظہ یا بائن؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جب زید نے پہلی مرتبہ کہا کہ ''اگر تم چاہتی ہواور تمہاری خواہش ہوتو میری طرف سے طلاق طلاق'' اور بیوی نے طلاق نہیں چاہی اور خواہش نہیں کی تو کوئی طلاق نہیں ہوئی، جب طلاق ہی نہیں ہوئی تھی تو رجوع کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ پھر جب دوبارہ اس قسم کی گفتگو ہوئی تو بیوی نے کہا کہ ''خدا مالک ہے'' اس کا مطلب زید نے یہی سمجھا کہ بیوی طلاق چاہتی ہے (جیسا کہ زبانی بیان دیا ہے) تو زید نے کہا کہ میں نے طلاق دی'' اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی (۱)۔

---

(۱) "كأنت طالق ومطلقة وطلقتك، تقع واحدة رجعية". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۴، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه) .... =

پھر جب گھر کے کچھ لوگ گھر کے اندر داخل ہوئے اور زید نے ان کے سامنے کہا کہ ''آپ لوگ گواہ رہیں، میں نے طلاق دی طلاق دی''۔اس میں نہ بیوی کوخطاب ہے، نہ بیوی کی خواہش پر یہ طلاق معلق کی گئی ہے، بلکہ گواہوں کومخاطب کر کے بلاتعلیق وشرط کے تین مرتبہ یہ طلاق دی ہے اور کچھ دیر ہوئی اسی مجلس میں بیوی کوطلاق دی ہے۔اب اسی پر گواہ بنا کر تین طلاق دی ہے،لہذا اس سے طلاق مغلظہ ہوگئی (۱)۔

اس پر جب بیوی آگے بڑھی تو زید نے یہ کہہ کر روک دیا کہ ''اب کیا ہوتا ہے''اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ''میں اپنی طرف سے تعلقِ زوجیت بالکل ختم کر چکا،اب کچھ کہنا سننا مناسب بے سود ہے، بیوی سے یہ نہیں کہا کہ ''یہ (تین) طلاق تمہاری خواہش پر موقوف تھی، اگر تمہاری خواہش نہیں تو طلاق نہیں'' بلکہ یہ کہا کہ ''اب کیا ہوتا ہے''۔ جب لفظِ صریح ''طلاق دی'' استعمال کی جائے تو اس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی (۲) اور یہ طلاق بیوی کے منظور کرنے پر موقوف نہیں رہتی ہے۔ اب بغیر حلالہ کے دونوں میں دوبارہ نکاح کی بھی کوئی صورت نہیں رہی (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲۴/۱/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

= (وكذا في رد المحتار: ۲۴۹/۳، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۶۰/۳، الفصل الرابع فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "وإذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلّقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلاثاً".

(الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۵۵، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۲۹۳/۳، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۸۸/۳، أنواع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "فمالا يستعمل فيها إلا في الطلاق، فهو صريح يقع بلانية". (رد المحتار: ۲۴۷/۳، باب الصريح، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳۸۶/۱، باب إيقاع الطلاق، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۴/۱، الباب الثاني، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن طلقها، فلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (البقرہ: ۲۳۰)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً =

شوہر کی زیادتی سے بچاؤ کے لئے کسی تجربہ کار عالم کے مشورہ سے کابین نامہ

سوال[۶۳۶۷]: میں نے اپنی لڑکی کی شادی زید سے کردی تھی، جب لڑکی واپس آئی تو معلوم ہوا کہ اس کو طرح طرح سے تکلیف دی گئی، تقریباً پانچ ماہ تک اس کے ساتھ رہی مگر کوئی تعلقِ ازدواجی قائم نہیں کیا، جب لڑکی گھر آئی تو یہ سب باتیں معلوم ہوئیں اور شوہر کے یہاں جانے سے انکار کردیا، پھر میں نے زید کو خط لکھا، تو وہ اپنی ماں کو لے کر آیا اور کہتا ہے کہ اب اچھی طرح رکھوں گا، لیکن مجھے اعتبار نہیں ہے۔ ایسی صورت میں فسخ نکاح کی کون سی صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ شوہر رکھنے اور آباد کرنے کیلئے آمادہ ہے اور گزشتہ کوتاہی کی معافی چاہتا ہے تو بحالت موجودہ نہ اس کو طلاق دینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، نہ تفریق کی جاسکتی ہے(۱)۔ اگر شوہر خلع پر رضامند ہوجائے، یا کسی اور لالچ سے اس کو طلاق دینے پر آمادہ کرلیا جائے(۲)، یا اس کے مکان پر رخصت کرنے کیلئے شرط کرلی جائے کہ اگر زوجہ کے حقوق ادا نہیں کیے (ہمبستری نہ کی) تو زوجہ پر طلاق، یا زوجہ کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار

= صحیحاً، ویدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، فصل فیماتحل به المطلقه، رشیدیه)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۳/۱۶۲، باب الرجعة، فصل فیماتحل به المطلقه، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۱) "وسببه: الحاجة إلی الخلاص عند تباین الأخلاق .... وأما وضعه، فالأصح خطره إلا لحاجة .... لقوله علیه السلام: "إن أبغض المباحات عند الله تعالی الطلاق". (مجمع الأنهر: ۱/۳۸۰، ۳۸۱، کتاب الطلاق، بیروت)

(وکذا في فتح القدیر: ۳/۴۶۳، ۴۶۴، کتاب الطلاق، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

(وکذا في البحرالرائق: ۳/۴۱۲، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألا یقیما حدود الله، فلاجناح علیهما فیما افتدت به﴾ (البقرة: ۲۲۹)

"السنة إذا وقع بین الزوجین اختلاف أن یجتمع أهلهما، لیُصلحوا بینهما، فإن لم یصطلحا، جاز الطلاق والخلع". (ردالمحتار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعید)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۳/۱۸۲، کتاب الطلاق، باب الخلع، دارالکتب العلمیة بیروت)

ہے اور وقت کی تحدید کرلی جائے کہ کتنی مدت تک ہمبستری نہ کی تو طلاق ہے۔

*غرض کسی تجربہ کار عالم کے سامنے صورت حال رکھ کر اس کے مشورہ سے کاغذ لکھوا کر شوہر کے سامنے پیش کیا جائے، وہ اس کو پڑھ کر سمجھ کر بلا اکراہ اس میں لکھی ہوئی شرط کو منظور کر کے اس پر دستخط کردے تو امید ہے کہ خلاصی کی صورت آسان ہوگی، یا نباہ کی شکل نکل آئے گی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۱ھ۔

طلاق کا اختیار دوسرے کو دے کر واپس لینا

سوال [۶۳۶۸]: زید نے عمر کو اپنے اختیاراتِ طلاق دے دیئے، مگر اب وہ اپنے حالات سے سرگرداں و پریشان ہو کر اپنے اختیارات کو واپس لینا چاہتا ہے۔

۱- کیا اس کو اختیار ہے کہ اپنے جو اختیارات عمر کو دیئے تھے ان کو اب وہ واپس لے لے؟

۲- اگر ہے تو پھر اس کا کیا طریقہ ہے؟

۳- اگر عمر واپسیٔ اختیارات پر رضامند نہ ہو تو زید کو کیا عمل کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ توکیل ہے، موکل کو اختیار رہتا ہے کہ وہ وکیل کو معزول کردے، اس سے اس کے اختیارات ختم ہو جائیں گے، اس کیلئے وکیل کی رضامندی ضروری نہیں، زید جب عمر سے کہہ دیگا کہ میں نے آپ کو وکالت سے معزول کردیا، اب آپ کو اختیار نہیں کہ میری بیوی کو طلاق دیں تو عمر کا اختیار ختم ہو جائے گا، پھر اگر عمر طلاق دے تو زید کی بیوی پر واقع نہ ہوگی:

"لایملك الزوج الرجوع عن التفویض، سواء کان بلفظ التخییر أو بالأمر بالید أو طلقي

---

(۱) "قال لها: اختاري، أو أمرك بیدك، ینوي تفویض الطلاق.......... فلها أن تطلق في مجلس علمها به.......... مالم یوقته .... ولا یبطل المؤقت بالإعراض بل بمضي الوقت، علمت أو لا".

(الدرالمختار: ۳/۳۱۵، ۳۲۴، باب تفویض لطلاق، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۹۰، تفویض الطلاق، الفصل الأول في الاختیار، سعید)

(وکذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۰۷، ۴۰۸، باب التفویض، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

نفسك .... بناء على أن الوكيل مَن يعمل لغيره، وهذه عاملة لنفسها، حتى لو فوّض إليها طلاق ضرّتها أو فوّض أجنبي لها طلاق زوجته، كان توكيلاً، فملك الرجوع منه لكونها عاملةً لغيرها، ولايقتصرعلى المجلس، اھ". بحر: ۲/۳۲۷(۱)۔ والبسط فی البدائع: ۳/۲۱۳(۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/۹۰ھ۔

گھر داماد رکھنے کی شرط

سوال[۶۳۲۹]: مسمی عیسی کا اپنے خسر مسمی غلام الدین سے نکاح سے پہلے یہ معاہدہ ہوا کہ:"وہ تمام عمر گھر داماد رہے گا اور تحریر لکھی گئی اور اگر عیسی نافرمانی کرکے بھاگ جائے گا تو اس کی منکوحہ طلاقِ شرعی سے حرام ہوجائے گی"۔ یہ معاہدہ نکاح سے پہلے تحریر کیا گیا، بعدہ نکاح ہوا، کچھ عرصہ گزرا تھا کہ غلام دین نے جھگڑا کرکے عیسی کو نکال دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ عیسی کی زوجہ طلاق سے حرام ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو تحریر بطورِ معاہدہ نکاح سے پہلے لکھی گئی اس کے خلاف اگر قصداً بھی کرے تب بھی اس تحریر کی رو سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۲/۸۸ھ۔

---

(۱)(البحرالرائق: ۳/۵۶۸، کتاب الطلاق، فصل في المشيئة، رشيديه)

(۲) " وأجمعوا على أن قوله لأجنبي: طلق امرأتي توكيلٌ، ولايتقيد بالمجلس، وهوفصل التوكيل .... بخلاف الأجنبي؛ لأن ثمة الرأي والتدبير للزوج والاختيارله، فكان إضافة الأمر إليه توكيلاً لاتمليكاً .... والمتصرف عن توكيل هوالذي يتصرف لغيره، والمرأة عاملة لنفسها؛ لأنها بالتطليق ترفع قيد الغيرعن نفسها وكانت متصرفةً عن ملك، فأما الأجنبي فإنه عامل لغيره لالنفسه؛ لأن منفعة عمله عائدة إلى غيره، فكان متصرفاً عن توكيل وأمر لا عن ملك". (بدائع الصنائع: ۴/۲۶۲، فصل في قوله: طلقي نفسک، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۹۸، كتاب الطلاق، فصل في المشيئة، دارالكتب العلميه بيروت)

(۳)" وشرطه الملک كقوله لمنكوحته: إن ذهبت فأنت طالق، أو الإضافة إليه كإن نكحتک فأنت طالق، =

عورت کو طلاق کا اختیار ہونے کی شرط

سوال [۶۳۷۰]: مرد سے ایک شرط لی گئی کہ ''اگر عورت کسی قسم کا جھگڑا کر کے اپنے باپ کے گھر میں تین ماہ رہے گی اور مرد اس کی خبر گیری نہ کرے تو ایک دو تین طلاق دینے کا اختیار عورت کے اوپر ہے''۔ اس وقت عورت نے اپنے کو تین طلاق دے کر بالکل آزاد ہو کر اپنے گھر بیٹھی ہے۔ ایسی صورت میں عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے کہ نہیں؟

معرفت: مولوی انوار الحق۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۲..... مرد سے جو شرط لی گئی ہے وہ نکاح سے پہلے لی گئی ہے، یا بعد میں، شرط نامہ بھیجئے، اس کو دیکھ کر اس کا حکم تحریر کیا جائے گا۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، ۱۵/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۸۷ھ۔

= فلغا قوله لأجنبية: إن زرت زيداً فأنت طالق". (الدر المختار: ۳/۳۴۴، ۳۴۵، باب التعليق، سعيد)

"والثاني: تعليق التفويض بالشرط، وأنه أقسام .... القسم الثاني: تعليق التفويض بترك نقد المعجل إلى وقتٍ كذا، صورة كتابة هذا القسم: جعل أمرها بيدها في تطليقة واحدة بائنة مطلقاً بشرط أنه إذا مضى شهرٌ أوّله وكذا، آخره كذا، ولم يؤد إليهاجميع ماقبل تعجيله لها من صداقها، وهو كذا، فإنها تطلق نفسها بعد ذلك متى شاء ت أبداً، وفوّض الأمر في ذلك إليها، وأنها قبلت منه هذا الأمر في مجلس التفويض. القسم الثالث: تعليق التفويض بشرط قماره أو بشربه الخمر أوضربه ضرباً موجعاً يظهر أثرُه على بدنها، وصورة كتابته على نحو ما بيّنا". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۶/۲۹۱، كتاب الشروط، الفصل الثالث، رشيديه)

"نكحهاعلى أن أمرهابيدها، صح". (الدرالمختار). "(قوله: صح) مقيدٌ بما إذا ابتدأت المرأة فقالت: زوّجت نفسي منك على أن أمري بيدي، أما لوبدأ الزوج، لاتطلق، ولايعيد الأ مربيدها".

(ردالمحتار: ۳/۳۲۹، باب الأمر باليد، سعيد)

لڑکی کی خواہش پر طلاق

سوال [۶۴۳۷]: زید سے کئی لوگوں نے کہا اگر لڑکی کو رکھنے کی نیت نہیں ہے تو طلاق دے دو اور زید سے یہ بھی کہتے ہوئے سنا گیا ہے اور زید کہتا بھی ہے کہ "اگر لڑکی چاہے تو طلاق دے سکتا ہوں"۔ لیکن اگر لڑکی طلاق کے لئے رضامند نہیں ہے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پھر طلاق کا مطالبہ کیوں کیا جائے، لڑکی کو رخصت کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند سہارنپور، ۲۳/۲/۱۴۰۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

باب الفسخ والتفریق

(فسخ اور تفریقِ نکاح کا بیان)

قانونی فسخِ نکاح

سوال[۶۳۷۲]: ۱...... حال میں (جدید قانونی) ایکٹ ۱۹۳۹ء منسوخی یا تنسیخِ نکاح کا ہندوستان کے لئے گورنمنٹ سے با قاعدہ پاس ہورہا ہے اور جس کا نفاذ ہوکر عدالت ہائے دیوانی میں مقدمات منجانب منکوحہ دائر ہوکر عمل درآمد ہورہا ہے، جناب والا کو اس قانون کا ضرور علم ہوگا۔

۲...... کیا یہ قانون فسخِ نکاح، شوہر کی شکایت، سخت برتاؤ- تفصیلِ مندرجہ قانون جو عورت کی طرف سے بصورتِ دعویٰ- ہوں ثابت ہونے پر عدالت سے عورت نکاح فسخ کرالے شرعاً درست اور صحیح ہے؟

۳...... کیا یہ قانون شرع کے لحاظ سے درست بنایا گیا ہے؟

۴...... کیا شرعاً عورت کی طرف سے بھی اس کی خواہش پر ناخوش گواریٔ تعلقات ہونے پر خلع (فسخِ نکاح) ہوسکتا ہے؟ جب کہ مسلم ریاست ہائے یا دیگر ممالک مسلم حکومت میں پہلے سے عمل درآمد جاری ہے۔

۵...... کیا دورانِ مقدمہ فسخِ نکاح فریقین: مدعیہ اور مدعیٰ علیہ دونوں آپس میں بصورتِ تصفیۂ باہمی صلح نامہ ایک تحریر باضابطہ پر تمام نزاعات کو طے کر کے نکاح فسخ بجائے فیصلۂ عدالت کے خود بھی کر سکتے ہیں؟ اور اس یکجائی تحریر تصفیہ کو عدالت میں داخل کر کے تصدیق کر کے مقدمہ ختم کر دیں۔

۶...... کیا طلاق مرد کی طرف سے عورت کو ہوتی ہے تو وہ تحریری ہونی چاہئے یا زبانی؟ دو آدمیوں کے سامنے عورت کا اس وقت موجود ہونا لازم ہے یا نہیں، یا دونوں میں سے ایک حالت میں ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... دیر ہوئی اس کا مسودہ دیکھا تھا۔

۲......تفصیل مندرجہ قانون تو محفوظ نہیں، اگر عدمِ ادائے حقوق، یا ناجائز سخت برتاؤ سے تنگ آکر شوہر کی شکایت کرے اور حاکم مسلم باختیار واقعات کی باقاعدہ تحقیق کر کے عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہونے پر (جب کہ شوہر باوجود فہمائشِ حاکم ادائے حقوق اور موافق شرع برتاؤ، یا طلاق کے لئے تیار نہ ہو) فسخِ نکاح کر دے تو شرعاً یہ فسخِ نکاح صحیح اور درست ہے(۱)۔

۳......چوں کہ اس کی تفصیل محفوظ نہیں، نہ اس وقت اس کی کوئی کاپی موجود ہے، اس لئے اگر آپ کے پاس اس کی کوئی کاپی ہو تو بھیج دیجئے تاکہ اس کے متعلق تفصیلی جواب دیا جاسکے۔

۴......اس کا جواب نمبر:۲ میں گذر چکا۔

۵......اگر شوہر اور بیوی آپس میں خلع کرلیں تو صحیح ہے(۲)، حکمِ حاکم کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کہ خود طے نہ کرسکیں۔

۶......طلاق زبانی بھی واقع ہوجاتی ہے خواہ کسی کے سامنے دے، یا تنہائی میں زبانی کہے بلند آواز سے، یا اس قدر آہستہ سے کہ صرف خود سن سکے عورت موجود ہو یا نہ ہو(۳)۔ طلاق تحریر سے بھی واقع ہوجاتی ہے

---

(۱) "زوجۂ متعنت اپنا مقدمہ قاضیٔ اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے، پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوجائے کہ باوجود وسعت کے (شوہر) خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کردے"۔ (حیلۂ ناجزہ، ص:۷۳، ۷۴، حکم زوجۂ متعنت فی النفقۃ)

(۲) "إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به".

(الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع، الفصل الأول في شرائط الخلع، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعيد)

(۳) "وركنه لفظ مخصوص هو ما جُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية .... ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ...... أو هازلاً أو سكران ...... أو مخطئاً بأن أراد التكلم بغير الطلاق فجرى على لسانه الطلاق، أو تلفظ به غير عالم بمعناه، أو غافلاً أو ساهياً". (رد المحتار: ۳/۲۳۰، ۲۴۱، ۲۴۲، كتاب الطلاق، سعيد)

بشرطیکہ اس تحریر کا اقرار کرے، یا اس پر کم ازکم دو عادل گواہ موجود ہوں (۱) اور وہ تحریر کسی نے جبر واکراہ سے نہ لکھوائی ہو (۲)۔ زبانی طلاق کے لئے یہ بھی شرط نہیں، اگر کسی نے جبر واکراہ سے طلاق دلوائی ہے تو بھی واقع ہوجائے گی، اسی طرح اگر ہنسی مذاق میں طلاق دی ہے تب بھی واقع ہوجائے گی (۳)۔ اگر طلاق کے بعد انکار کردے تو عدالت میں ثبوت کے لئے تحریر یا گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے، نفسِ وقوع طلاق کے لئے تحریر یا گواہوں کی ضرورت نہیں (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ ۷/ ۵۸ ھ۔

تفریقِ عدالت سے نکاح کا اختیار

الاستفتاء [۶۳۷۳]: اگر عدالت نے عورت کو طلاق دی، یا لکھا تو عورت اس حکم کی وجہ سے دوسری

---

(۱) "ولو استكتب من آخر كتاباً بطلاقها وقرأه على الزوج، فأخذه الزوج، وختمه، وعنونه، وبعث به إليها، فأتاها، وقع إن أقرّ الزوج أنه كتابه". (رد المحتار: ۲۴۶/۳، ۲۴۷، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(۲) "رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان، فكتب: امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالقٌ، لا تطلق امرأته". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۹/۱، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الهندية: ۴۷۲/۱، فصل في الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(۳) "يقع طلاق كل زوج إذا كان بالغاً عاقلاً، سواء كان حراً أو عبداً، طائعاً أو مكرهاً .... وطلاق اللاعب والهازل به واقعٌ". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۳/۱، الباب الأول في تفسيره وركنه الخ، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۲۳۵/۳، ۲۳۸، كتاب الطلاق، سعيد)

(۴) "(هي إخبار صدق لإثبات حق بلفظ "الشهادة" في مجلس القاضي) .... (و) نصابها (لغيرها) من الحقوق، سواء كان مالاً أو غيره كنكاح وطلاق .... رجلان أو رجل وامرأتان، الخ". (الدر المختار: ۴۶۱/۵، ۴۶۵، كتاب الشهادات، سعيد)

جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زوجہ کا بیان لے کر اور اس کی پوری شکایات کی تحقیق کر کے شوہر کو حاضرِ عدالت کیا اور اسبابِ مبیحہ فسخِ نکاح کی بناء پر شوہر سے کہا کہ ان کا ازالہ کر کے شریفانہ طریق پر زوجہ کو آباد کرو، اگر نہیں کرسکتے تو طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس پر شوہر نے دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار نہ کی تو حاکم مسلم بااختیار نے تفریق کردی تو شرعاً یہ تفریق معتبر ہوگی اور عورت کو نکاح ثانی کا اختیار حسبِ قواعدِ شرعیہ حاصل ہوگا (۱)۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور صورت اختیار کی گئی ہو تو اس کی تفصیل لکھ کر دریافت کرلیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

محض عورت کی خواہش پر تفریقِ عدالت کا حکم

سوال [۶۳۷۴]: ۱......میں نے یہاں لندن میں ایک مسلمان لڑکی کے ساتھ یہاں کے قانون کے مطابق سول میرج کی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے یہاں کی کورٹ میں تین مسلمانوں کے سامنے یہ اقرار کیا کہ میں اس لڑکی کو اپنی بیوی بناتا ہوں اور اسے اپنی بیوی کی طرح قبول کرتا ہوں، اس طرح میری بیوی نے بھی اس مجلس میں یہ اقرار کیا کہ وہ مجھے بحیثیتِ شوہر قبول کرتی ہے، مگر اب تک ہمارا اسلامی نکاح نہیں ہوا ہے۔ تو آیا نکاح ہمارا یہ ہوگیا یا نہیں؟

۲......اگر یہ نکاح ہوگیا ہے تو اگر کسی وجہ سے یہاں کا قانون صرف بیوی کی بات سن کر علیحدگی کرادے (بیوی اپنی خواہش سے علیحدگی چاہے) تو کیا یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں، جبکہ یہاں کے کورٹ تمام وکیل اور جج غیر مسلم ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......مسلم گواہوں کے سامنے اس طرح کہنے سے شرعی نکاح ہوگیا (۲)۔

---

(۱) (راجع الحیلة الناجزة، ص: ۷۳، ۷۴ حکم زوجة متعنت فی النفقة، دار الإشاعت کراچی)

(۲) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر .... وشرط حضور شاهدين حرين = •

۲...... محض لڑکی کی خواہش پر کورٹ علیحدگی کردے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ وہ بدستور آپ کی بیوی رہے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

اِمارتِ شرعیہ بہار کا فیصلہ

سوال [۶۳۷۵]: ہم لوگ بنگال کے رہنے والے ہیں، بہار و بنگال کے بارڈر پر ہیں اور یہاں پر امارتِ شرعیہ مدت سے قائم ہے، ہندہ- جس کا شوہر بھی بنگال ہی کا ہے- امارتِ شرعیہ بہار میں اپنے شوہر کے خلاف کیس دائر کردیا اور دارالقضاء میں دونوں کو طلب کیا گیا، دارالقضاء سے فسخِ نکاح کا فیصلہ ہوا، عدت گذرنے کے بعد مسماۃ کا دوسرے مرد سے نکاح کردیا گیا۔ اب اطراف اور بستی کے لوگ اس نکاح ثانی پر شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ بلا طلاقِ شوہر اول کے دوسری جگہ نکاح کیوں کیا گیا۔ اس لئے اب سوال یہ ہے کہ اِمارتِ شرعیہ بہار کا فیصلہ بنگال والوں کے لئے نافذ ہوگیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اسبابِ فسخ (تعنت وغیرہ) متحقق ہونے پر قواعدِ شرعیہ کے تحت فسخِ نکاح کیا گیا ہے تو یہ فسخ معتبر ہے اور بعد عدت نکاحِ ثانی درست ہے (۲)، یا جب دارالقضاء سے دونوں کی طلبی ہوئی اور دونوں نے اپنا بیان دیا تو

= مكلفين سامعين". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/ ۹، ۲۱، ۲۲، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۲/ ۳۰۵، ۳۰۶، شركة علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/ ۱۴۴، ۱۵۵، رشيديه)

(۱) "عن ابن عباس قال: أتى النبي -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- رجل فقال: يارسول! إن سيدي زوجني أمته، وهو يريد أن يفرق بيني وبينها، قال: فصعد رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- المنبر، فقال: "يآأيها الناس! مابال أحدكم يزوج عبده أمته ثم يريد أن يفرق بينهما، إنما الطلاق لمن أخذ بالساق".

(سنن ابن ماجه، كتاب الطلاق، باب طلاق العبد: ۱/ ۱۵۱، قديمي)

(۲) "زوجۂ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ حاصل کرے، لیکن اگر باوجود کوشش کے (خلاصی کی) کوئی صورت نہ بن سکے تو پھر عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے۔ پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوجائے کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس =

دونوں نے اس کے فیصلہ پر بھی رضامندی دیدی تو اب شبہ کی کیا بات ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۲/۲۷ھ۔

اِمارتِ شرعیہ بہار کے بجائے شرعی کمیٹی سے فیصلہ کروانا

سوال[۶۳۷۶]: ۹۳/۲/۵ھ کو ایک استفتاء کے جواب میں آپ نے لکھا کہ ''عدالتِ شرعیہ قائم کردہ امارتِ شرعیہ بہار میں اگر فیصلہ اتنی تاخیر سے ہو کہ اس کے انتظار میں مفاسد ہوں تو ثبوت پیش کر کے دوسری شرعی کمیٹی کے ذریعہ سے (ایک دو سال میں) تفریق کرائی جاسکتی ہے''۔

خط کشیدہ عبارت کے پیشِ نظر سوال ہے کہ اگر یہ دونوں شرط مفقود ہوں یعنی نہ اتنی تاخیر ہو اور نہ مفاسد کا خطرہ ہو، یا تاخیر تو ہو مگر مفاسد کا خطرہ نہ ہو تو شرعی کمیٹی یا پنچایت اس طرح کے مقصد کا فیصلہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کا فیصلہ شرعاً نافذ ہو سکے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چونکہ امارتِ شرعیہ بہار میں اس کا نظم ہے اور مقدمات فیصل ہوتے ہیں، ان حضرات کو اس کا تجربہ اور بصیرت ہے، نیز حکومت میں بھی ان کے فیصلہ کو تسلیم کیا جاتا ہے، اس لئے وہاں کا مشورہ دیا جاتا ہے، ورنہ جو بھی شرعی پنچایت ''الحیلۃ الناجزۃ'' کے مطابق بنائی جائے اور وہ پوری شرائط کے ساتھ فیصلہ کر دے تو وہ معتبر اور نافذ ہوگا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا اَمارت شرعیہ کا فیصلہ قضائے قاضی ہے؟

سوال[۶۳۷۷]: ا.....صوبہ بہار میں اِمارتِ شرعیہ قائم ہے اور امارتِ شرعیہ کے زیر نگرانی مختلف ضلع میں مختلف سب ڈویژن میں دار القضاء قائم ہے اور قاضی مقرر ہے، ان عدالتوں میں فسخ نکاح وغیرہ کے

= کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو، یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کر دے''۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجۂ متعنت فی النفقۃ، دار الاشاعت، کراچی)

مقدمات دائر ہوتے ہیں اور قاضی دارالقضاء مدعی اور مدعیٰ علیہ کے بظاہر بیان ثبوت وشواہد سماعت فرما کر مقدمہ کا فیصلہ فرماتے ہیں۔کیا ایسی صورت میں دارالقضاء کے حلقہ کے لوگوں کے لئے جائز ہے کہ دارالقضاء (جو عدالتِ شرعیہ ہے) سے روگردانی کر کے مسلم پنچایت بنا کر اپنے مقدمہ کی سماعت کراوے اور فیصلہ حاصل کرے جبکہ مسلمان آج کل دَورِ تشتت وانتشار سے گذر رہے ہیں؟

۲..... بہار کی امارت شرعیہ کی کیا حیثیت ہے، امارتِ شرعیہ کی قائم کردہ عدالت یعنی دارالقضاء شرعی عدالت ہے یا نہیں؟

۳..... آپ کے یہاں سے فتویٰ نمبر ۳۸۵ مجریہ ۲/ ۵/ ۸۷ھ موصول ہوا جس کے سوال میں یہ درج تھا کہ مدعیہ کے مکان سے دارالقضاء دوسو قدم کے فاصلہ پر ہے، وہاں مدعیہ کا مقدمہ دارالقضاء سے خارج ہونے پر مدعیہ کے سرپرست نے ایک مسلم پنچایت وجود میں لا کر رجوع کیا اور آپ کے یہاں سے فتویٰ طلب کیا۔

دریافت طلب یہ ہے کہ پنچایت جو کہ دارالقضاء سے بالکل قریب ہے ایسی پنچایت کو شرعی حیثیت حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امارتِ شرعیہ کا نظام نہایت بہتر نظام ہے، بہت سے شرعی اور معاشرتی مصالح کا حامل ہے، بے شمار مفاسد سے بچانے والا ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ بلا وجہ شرعی اس سے روگردانی نہ کریں، بلکہ وہیں اپنے مقدمات کا فیصلہ کرالیا کریں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہ نظام ان اطراف کے اہلِ دانش اور سربرآوردہ اہلِ علم حضرات نے بہت غور وخوض کے بعد دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں قائم کیا ہے اور اس سے بہت فائدہ پہونچا اور آئندہ کو مزید توقعات ہیں، لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ نظام حکومتِ سابقہ یا موجودہ نے قائم نہیں کیا، نہ باضابطہ امارتِ شرعیہ کو دیوانی فوجداری مقدمات کے فیصلہ کرنے اور سزائیں دینے کا قانوناً اختیار دیا ہے، یہ اَور بات ہے کہ اس کے فیصلہ پر حکومت دارو گیر نہیں کرتی (اس کی مصلحت جو بھی کچھ ہو)، نہ ہی اس کے نظام کو خود اتنی قدرت وشوکت حاصل ہے کہ ہر قسم کے فیصلوں کو نافذ کر سکے۔

اس لئے یہ امارتِ شرعیہ علی الاطلاق حکومتِ شرعیہ کی حیثیت میں نہیں ہے، نہ امیر شریعت علی الاطلاق امیر المؤمنین اور امام المسلمین کے حکم میں ہے، نہ دارالقضاء وہ شرعی دارالقضاء ہے کہ اس کے فیصلہ کو قاضی شرعی

اپنی شوکت کے ذریعہ لازم ونافذ کرسکے، اس لئے عام پبلک کو ترغیب تو دی جائے گی اور مصالح کی تفہیم بھی کی جائے گی، مگر ان کو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ اپنے مقدمات طوعاً وکرہاً امارتِ شرعیہ ہی میں لائیں اور امارتِ شرعیہ کے علاوہ کسی فرد یا جماعت کو حکم نہ بنائیں۔

فتویٰ نمبر: ۳۸۵ مورخہ ۲/۴/ ۸۷ھ میں روگردانی مذکور نہیں، بلکہ اس میں تصریح ہے کہ ابتداءً یہ مقدمہ امارتِ شرعیہ ہی میں دائر کیا گیا اور امارتِ شرعیہ کے قاضی صاحب سے مدعیہ کو سوئے ظن بھی ہوا، جیسا کہ سوال کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، دورانِ مقدمہ میں قاضی صاحب کا طرزِ عمل جانبدارانہ مدعی علیہ پایا گیا، پھر مدعیہ نے حاضری عدالت سے اپنی مجبوری ظاہر کرکے یہ درخواست کی کہ میرے مکان پر بیان لیا جائے، اس کے بعد عدمِ حاضری کی بناء پر دارالقضاء سے مقدمہ خارج کردیا گیا، یہ تفصیل خود بتلارہی ہے کہ امارت شرعیہ کے دارالقضاء سے روگردانی اور اس کو نظر انداز کرکے دوسری پنچایت نہیں بنائی گئی، نیز سوال میں دوسو قدم کے فاصلہ کا ذکر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین۔

عدالتی طلاق

سوال [۶۳۷۸]: ایک لڑکی کا نکاح سوتیلی پھوپھی کے لڑکے کے ساتھ ہوا، اس کی پھوپھی مخالف تھی۔ ایک پلیٹ پیتل کا تھا جو لڑکے کو ساس نے دیا تھا جو سگی پھوپھی چرالائی، کیونکہ دلوں میں زق تھا۔ یہاں سے جھگڑا شروع ہوگیا۔ لڑکی قریب پانچ ماہ تک آتی جاتی رہی، جھگڑا چلتا رہا۔ لڑکی جب بیمار ہوئی تو اپنی ماں کے گھر چلی آئی، قریب چھ ماہ تک بیمار رہی۔ لڑکا اور کوئی متعلقین میں سے دیکھنے تک نہیں آئے، پھر بھی لڑکی کے والد نے عید کو ان کو بلوایا، انہوں نے سخت لہجہ میں جواب دیا: ''ہم نہیں آئیں گے، اب بدلہ لینے کا وقت آیا ہے، اب بتائیں گے''۔ پھر بھی لڑکی والوں نے کچھ لوگوں کو بغرضِ صلاح بھیجا، لیکن لڑکے والوں نے صاف انکار کردیا۔ تو پھر لڑکی نے لوگوں سے کہلوایا کہ میں طلاق چاہتی ہوں، لڑکے نے جواب دیا کہ ہم طلاق نہیں دیتے اور نہ لینے جائیں گے، زندگی بھر یوں ہی رکھیں گے۔

ان حالات میں لڑکی نے مقدمہ عدالت میں دائر کردیا بغرضِ طلاق، عدالتی طلاق ہوگئی۔ اب لڑکی اپنا

نکاح کرنا چاہتی ہے اور لڑکا دوسرا نکاح کرنے والا ہے۔ جب فیصلہ عدالتی لڑکی کے حق میں ہوگیا تو فرضی طور پر کہتا ہے کہ میں رکھوں گا، اور لڑکی کسی قیمت پر جانے کو تیار نہیں اور کہتی ہے کہ مرجاؤں گی مگر وہاں نہیں جاؤں گی، کیونکہ لڑکے کے اور گھر والے کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ عدالت جو فیصلہ دیتی ہے وہ مسلم پرسنل لاء کے مطابق دیتی ہے، لڑکی شریعت کے مطابق فیصلہ چاہتی ہے۔ لہٰذا گذارش ہے کہ مسئلہ کے مطابق جواب عنایت فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی کی درخواست پر عدالت نے شوہر کو بلوا کر اس سے طلاق دلوادی اور شوہر نے اپنی زبان سے طلاق دے دی تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی، عدت گذر جانے پر لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا حق ہے۔

اگر شوہر کو بلوا کر اس سے طلاق نہیں دلوائی، بلکہ لڑکی کی درخواست پر خود فعل مختاری کی اجازت دے دی جیسا کہ آج کل بکثرت ہوتا ہے تو اس سے شرعی طلاق نہیں ہوئی، لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کی اجازت نہیں (۱)۔

بہتر تو یہ ہے کہ پہلی بات کو ختم کر کے باہمی مصالحت اور میل جول کرلیا جائے۔ اگر لڑکی کسی طرح بھی شوہر کے یہاں جانا نہیں چاہتی تو شوہر سے خوشامد کر کے مہر معاف کر کے کچھ اور لالچ دے کر غرض عورت کسی بھی طرح طلاق حاصل کرلے، یا شرعی پنچایت کے ذریعہ اپنا معاملہ صاف کرالے۔ اگر شرعی پنچایت الحیلۃ الناجزہ کو سامنے رکھ کر اس کے لکھے ہوئے طریقے پر تفریق کردے گی تو وہ تفریق بھی معتبر ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) ''صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت المسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش کرے وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے۔ اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے، اس میں کسی مدت کے انتظار ومہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں''۔ (حیلہ ناجزہ، حکم زوجہ متعنت، تفریق کی صورت اور اس کے شرائط، ص: ۷۳، ۷۴، دارالاشاعت، کراچی)

ظالم زوج سے چھٹکارہ بذریعۂ پنچایت

الاستفتاء[۶۳۷۹]: مسماۃ بتول بی کا نکاح محمد شفیع سے ہوا جس کو عرصہ تین برس گزرا، مگر محمد شفیع ڈاکو نکلا اور اس نے اپنے خسر محبوب علی کے گھر ڈاکہ ڈالا، جب مسماۃ بتول کو معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ یہ اشیاء میرے باپ کی ہیں، اس پر محمد شفیع نے بہت مارا اور بتول کو کوٹھری میں دبا دیا، اتفاق سے بتول زندہ تھی اور بچ گئی۔ اب محمد شفیع، محبوب علی اور اس کی لڑکی (بتول) کو جان سے مارنے کے درپے ہے۔ اس صورت میں پنچایت سے فسخ نکاح مسماۃ کا مطالبہ درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تحریر کردہ واقعہ اسی طرح ہے تو یہ محمد شفیع کا بہت بڑا ظلم ہے، اب جس طرح بھی ہو سمجھا کر خوشامد کرکے لالچ دے کر اس سے طلاق حاصل کرلی جائے، یا خلع کرلیا جائے، اس طرح کہ بیوی مہر معاف کردے اور شوہر اپنے حقوقِ زوجیت ختم کردے(۱)۔ اگر اس میں بھی کامیابی نہ ہو تو عدالت مسلم یا اس کی عدم موجودگی میں جماعتِ مسلمین (پنچایت) جس میں کم ازکم ایک معاملہ شناس معتبر عالم بھی شریک ہو اس کے سامنے مقدمہ پیش کرکے شوہر کے مظالم ثابت کئے جائیں وہ بعد تحقیق واقعات شوہر سے عہد وپیمان لے کہ وہ آئندہ زوجہ پر ظلم نہیں کرے گا، اگر ظلم کرے تو زوجہ کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا حق حاصل ہوگا(۲)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لا یقیما حدود الله، فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به". (الهداية: ۲/۴۰۴، کتاب الطلاق، باب الخلع، شرکت علمیه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن فی الخلع وما فی حكمه، رشیدیه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعید)

(۲) "إن غبتُ عنک ستة أشهر ولم تصل بک نفسی ونفقتی فی هذه المدة، فأمر طلاقک بیدک، ثم غاب عنها ولم تصل إلیها نفسه ووصلت نفقته، کان الأمر بیدها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۹۹، الباب الثالث فی تفویض الطلاق، الفصل الثانی فی الأمر بالید، رشیدیه)

اوراس عہد و پیمان پر شوہر سے کچھ ضمانت بھی لے اور زوجہ کو اس کے حوالہ کردیا جائے، اگر شوہر عہد و پیمان نہ کرے تو اس سے طلاق دلوادی جائے۔ اگر شوہر نہ عہد و پیمان کرے، نہ طلاق دے تو تفریق کردی جائے (۱)۔ اس کے بعد عدت تین حیض گذار کر زوجہ (مسماۃ بتول بی) کو دوسری جگہ عقد کرنے کا حق حاصل ہوگا (۲) اور زوج محمد شفیع کو کوئی حق باقی نہیں رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا بیوی کو بذریعۂ عدالت طلاق لینے کا حق ہے؟

سوال [۶۳۸۰]: بکر کی شادی باکرہ کے ساتھ ہوئی، باکرہ کے والدین نے جہاں شاندار جہیز دیا وہاں پر بکر کے اوپر سترہ ہزار روپیہ کا مہر مؤجل بھی لادیا۔ کچھ عرصہ بعد دونوں میں بوجہ غیر شرعی کشیدگی پیدا ہوگئی، اور کشیدگی نے عداوت کا اور عداوت نے مقام عدالت حاصل کرلیا۔ بکر اپنی زوجہ باکرہ کو باعزت طریقہ پر اپنے گھر لانے کے لئے مصر ہے، مگر باکرہ تیار نہیں، بلکہ وہ اپنے شوہر کو گھر داماد بنا کر رکھنا چاہتی ہے اور بکر اس کے لئے آمادہ نہیں۔ بس اسی بنا پر یا دیگر غیر شرعی امور کی وجہ سے اب باکرہ اور اس کے والدین بکر سے جبریہ طلاق عدالت مجاز سے حاصل کرنا چاہتے ہیں، مگر بکر اپنی زوجہ باکرہ کو طلاق دینے کیلئے ہرگز تیار نہیں۔ تو کیا والدین

---

(۱) "زوجہ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ حاصل کرے لیکن اگر باوجود کوشش کے (خلاصی کی) کوئی صورت نہ بن سکے تو پھر عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے۔ پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوجائے کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے"۔ (الحیلۃ الناجزۃ، زوجہ متعنت، ص: ۷۳، ۷۴)

(۲) "وإذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۶، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۴۹، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۶۸، باب العدة، دارالكتب العلمية، بيروت)

باکرہ عدالت مجاز سے طلاق کا مطالبہ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحریر کردہ حالات میں باکرہ کے والدین کا یہ مطالبہ غلط ہے، ان کو اس کا حق نہیں، گھر داماد رکھنے کا مطالبہ قابلِ تسلیم نہیں، شوہر کی مرضی پر ہے۔ باکرہ کے والدین نے اگر طلاق کا عدالت میں دعویٰ کیا اور عدالت نے ایک طرفہ درخواست پر باکرہ کو نکاحِ ثانی کی اجازت دے دی تو شرعاً وہ طلاق نہیں ہوگی، نکاح فسخ نہیں ہوگا(۱)۔ باکرہ پر عدت واجب نہیں ہوگی، باکرہ کو دوسری جگہ نکاح کا حق نہیں ہوگا، اگر اس صورت میں دوسرا نکاح والدین نے کردیا تو وہ شرعی نکاح نہیں ہوگا(۲)، بلکہ حرام کاری اور معصیت ہوگی جس کا وبال دنیا وآخرت میں بہت سخت ہے:"وأما صفته، فهو أبغض المباحات إلى الله تعالیٰ"(۳)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۷ھ۔

جج کا فیصلہ فسخِ نکاح میں

سوال[۱۳۸۱]: مسماۃ ملکی کے والد اللہ دتہ نے مسماۃ ملکی کا نکاح صغرسنی میں افضل سے کردیا، اس وقت مسماۃ کی عمر تقریباً ۳۵/سال ہے۔ محمد افضل نے تیرہ سال ہوئے دوسری شادی کرلی جس سے پانچ بچے بھی ہیں، دوسری شادی سے پہلے مسماۃ کے والد نے افضل سے کہا کہ تم اپنی منکوحہ کو لے جاؤ، دوسری شادی مت کرو، مگر محمد افضل نے انکار کردیا کہ تیرے گھر پر ہی بٹھائے رکھوں گا۔

شادی کے بعد محمد افضل نے کسی کے ذریعہ سے پہلی منکوحہ کو بلانا چاہا، مگر لڑکی کے باپ نے کہلا دیا کہ

---

(۱) "ولا يقضى على غائب ولا له: أي لا يصح، بل ولا ينفذ على المفتى به، بحر". (الدرالمختار).
"سواء كان غائباً وقت الشهادة أو بعدها وبعد التزكية، وسواء كان غائباً عن المجلس أو عن البلد".
(ردالمحتار: ۵/۴۰۹، كتاب القضاء، فصل في الحبس، مطلب في أمر الأمير وقضائه، سعيد)

(۲) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۰، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه)
(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكرية: ۱/۳۶۲، كتاب النكاح، باب في المحرمات، رشيديه)

(۳) (البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۳/۴۱۲، رشيديه)

اگر یہ ارادہ ہوتا تو دوسری شادی نہ کرتا، میں نے تو تین مرتبہ آدمی بھیجے کہ لڑکی کو لے جاؤ،لیکن انکار کردیا اور گالیاں دیں، اب مقصد بدلہ لینا اور لڑکی کو ذلیل کرنا ہے۔اس کے بعد مسماۃ نے تفسیخ نکاح کا دعویٰ کیا، تحصیل میں حاکم نے نکاح توڑ دیا جس کی نقل ہمراہ منسلک ہے۔ دو گواہ بھی حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ محمد افضل ملا تھا وہ کہتا تھا کہ مسماۃ ملکی کو ہٹانا نہیں چاہتا ہے، نکاح تفسیخ ہو چکا ہے، غلام سرور سے کہو کہ اس سے شادی کرلے، اب غلام سرور نے شادی کرلی ہے جس کو ۸/ ماہ ہو چکے۔اب محمد افضل مدعی ہے کہ میرا نکاح مسماۃ ملکی سے بدستور قائم ہے، کیا اس کا کہنا صحیح ہے اور جج صاحب کا فیصلہ فسخِ نکاح کے بارے میں نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ مدعیہ کی درخواست پر شوہر کو حاضرِ عدالت کرکے بیان لیا گیا اور پورے ثبوت وصفائی کے بعد عدالت کو یہ ثابت ہوا کہ مدعیہ کا بیان صحیح ہے اور شوہر اس کے حقوق ادا نہیں کرتا، اس بناء پر چودھری فضل کریم صاحب سول جج نے دونوں کے درمیان تفریق کردی ہے، تو شرعاً یہ تفریق معتبر ہے اور مدعیہ کو نکاحِ ثانی کا حق حاصل ہے(۱)۔فقط۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۶/ ۶/ ۸۷ھ۔

نوٹ: فیصلۂ حاکم کی نقل ساتھ نہیں ہے۔

نکاح وتفریق میں جج کا فیصلہ

سوال[۶۳۸۲]: ہندوستان کی مسلم ریاستوں کے مسلم اور غیر مسلم جج کسی معاملہ میں مثلاً (فسخِ نکاح

---

(۱) ''زوجۂ متعنت کو اول تو یہ لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرے، لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہبِ مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے۔اور اگر عورت کا صحیح دعویٰ ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جائے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو، یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے، اس میں کسی مدت کے انتظار ومہلت کی باتفاقِ مالکیہ ضرورت نہیں''۔(حیلۂ ناجزہ، ص:۷۳، حکم زوجۂ متعنت، دار الاشاعت کراچی)

وایقاعِ طلاق) شریعتِ حقہ کے مطابق فیصلہ صادر کریں تو قوانینِ الٰہیہ کی رو سے قابلِ قبول ہیں یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلم جج کا فیصلہ جب کہ شریعتِ حقہ کے مطابق ہو شرعاً فسخ نکاح کے متعلق معتبر ہے، غیر مسلم جج کا فیصلہ ایسے مسائل میں شرعاً معتبر نہیں، البتہ کافر رعایا کے حق میں کافر جج کا فیصلہ بھی معتبر ہوگا: "فیشترط فیه (أی فی الحکم) مایشترط فی القاضی، الخ". زیلعی: ۱۹۳/٤ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عورت ناراض ہو تو کیا قاضی کے یہاں جا کر طلاق دے سکتی ہے؟

سوال[۲۳۸۳]: اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے پاس رہنا نہیں چاہتی اور ناراض ہے، کیا وہ عورت اپنے خاوند کو طلاق دے کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟ کیونکہ سنا ہے کہ اب سرکار نے قانون جاری کیا ہے کہ اگر عورت اپنے خاوند سے ناراض ہو تو قاضی کے یہاں عورت جا کر طلاق دے سکتی ہے یہ نیا قانون ہے۔ والسلام۔

مبارک علی سہارن پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کو طلاق کا حق حاصل نہیں بلکہ یہ حق مرد کو ہے، لہٰذا عورت طلاق نہیں دے سکتی، صرف مرد طلاق دے سکتا ہے: "الطلاق لمن أخذ بالساق". الحدیث (۲)۔ البتہ اگر عورت نہیں رہنا چاہتی تو کسی طرح مرد

(۱) (تبیین الحقائق: ۱۱۸/۵، کتاب القضاء، باب التحکیم، دارالکتب العلمیة بیروت)

"أهله أهل الشهادة". قال الشلبی: "إنما شرط شرائط الشهادة من الحریة والعقل والبلوغ والعدالة فی القضاء". (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی: ۸۱/۵، کتاب القضاء، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی رد المحتار: ۳۵۳/۵، کتاب القضاء، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۰۷/۳، کتاب أدب القاضی، الباب الأول، رشیدیه)

(۲) (سنن ابن ماجه: ۱۵۲/۱، باب طلاق العبد، میر محمد کتب خانه، کراچی) .... =

سے طلاق لے لے، یا کچھ مال دے کر خلع کرلے(۱)۔اگر یہ دشوار ہوتو عورت کو چاہئے کہ بااختیار قاضی مسلم کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور اپنی تکالیف وشکایات کو ثابت کرے، اس پر قاضی مسلم باقاعدہ واقعات کی تحقیق وتفتیش کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوتو اس کے شوہر کو کہے کہ یا تم اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو، یا طلاق دیدو ورنہ ہم تفریق کردیں گے، اس پر اگر شوہر کوئی بات اختیار کرلے تو خیر ورنہ قاضی مسلم بااختیار تفریق کردے۔اگر کسی جگہ قاضی مسلم بااختیار نہ ہوتو شرعی پنچایت بھی یہ سب کام کرسکتی ہے، پھر عورت عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ۔

صحیح :عبداللطیف، ۲۸/صفر/۵۸ھ۔

= "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما: جاء إلى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم رجل فقال: یارسول الله! سیدی زوّجنی أمته وهو یرید أن یفرق بینی وبینها، فصعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم المنبر، فقال: "یایها الناس مابال أحدکم یزوج عبده من أمته ثم یرید أن یفرق بینهما، إنما الطلاق لمن أخذ بالساق". (فتح القدیر: ۳/۴۹۴، کتاب الطلاق، فصل: ویقع طلاق کل زوج الخ، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

"جعل الإسلام الطلاق من حق الرجل وحده". (فقه السنة: ۲/۲۴۶، کتاب الطلاق، دارالکتاب العربی، بیروت)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألا یقیما حدود الله، فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾ (البقرة: ۲۲۹)

"إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود الله، فلا بأس بأن تفدی نفسها منه بمال یخلعها به". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۸۸، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمه، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۸۴، باب الخلع، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "زوجہ متعنت کو اول تو یہ لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرے، لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے۔اور اگر عورت کا صحیح دعویٰ ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو =

طلاق کے سلسلہ میں جعلی قاضی کا فیصلہ

سوال[۶۳۸۴]: زید کی شادی ہوئی، پانچ سال تک زن وشوہر اچھی طرح ازدواجی زندگی گذارتے رہے، زید کی بیوی نے میکہ جانے کی خواہش ظاہر کی، زید نے بخوشی ورضامندی پہونچادیا۔ تین چار ماہ بعد جب زید اپنی بیوی کو رخصت کرانے گیا تو بیوی کے باپ بھائی نے انکار کردیا، بعدہٗ بیوی کے باپ نے لڑکی کی طرف سے عدالت میں مقدمہ دائر کردیا، وہاں سے حکم ہوا کہ قاضی جاکر تحقیق کرے گا، مگر قاضی صاحب نہیں آئے۔ لڑکی کے باپ بھائی نے گاؤں کے چار پانچ نمازی آدمیوں سے دستخط لئے کہ آپ لوگوں کے لکھنے سے قاضی صاحب آجائیں گے، ان لوگوں نے دستخط دیدیئے۔

اس کے بعد ان لوگوں کے دستخط والے کاغذ پر قاضی صاحب نے یہ فیصلہ اور فتویٰ لکھ دیا کہ لڑکی کو زید بہت ستاتا، مارتا پیٹتا ہے، لڑکی جانے پر رضامند نہیں، لہٰذا بحیثیتِ قاضی کے اس کو طلاق دی جاتی ہے، اب وہ اپنی دوسری شادی کرسکتی ہے۔ قاضی صاحب نے نہ لڑکی کو بلوایا، نہ اس کا بیان لیا، نہ جائے وقوع پر آئے۔ تو کیا اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی؟ اب زید کی بیوی نے دوسرے آدمی سے شادی کرلی ہے، تو کیا پھر دوسرا نکاح صحیح بھی ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ فیصلہ شرعی نہیں نہ اس سے طلاق ہوئی نہ دوسرا نکاح درست ہوا:

"ولا یقضی علی غائب، ولاله: أی لا یصح ولا ینفذ علی المفتی به، إلا بحضور نائبه: أی من یقوم مقام الغائب". درمختار: ۴/۳۳۵(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۴/۱۹ھ۔

= اس کے خاوند سے کہا جائے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو، یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے، اس میں کسی مدت کے انتظار ومہلت کی باتفاقِ مالکیہ ضرورت نہیں"۔ (حیلۂ ناجزہ، ص:۷۳، حکم زوجۂ متعنت، دارالاشاعت کراچی)

(۱) (الدر المختار: ۵/۴۰۹، کتاب القضاء، سعید)

(وكذا في فتح القدير: ۷/۳۰۸، باب كتاب القاضي إلى القاضي، فصل آخر، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۷/۲۹، كتاب الحوالة، باب كتاب القاضي إلى القاضي وغيره، رشيديه)

غیر مسلم عدالت سے فسخِ نکاح

سوال[۶۳۸۵]: شوہر زوجہ کو نفقہ نہیں دیتا تھا، بیجا تنگ کرتا تھا، اس مظلومہ نے اس بناء پر عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا اور فسخ نکاح کا مطالبہ کیا۔ عدالت کے غیر مسلم جج نے فسخِ نکاح کا حکم سنادیا اور باقاعدہ فیصلہ کر دیا۔ اب اگر ہم لوگ اس عورت کا عدت گذرنے پر دوسری جگہ نکاح کر دیں تو کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر مسلم جج کا فیصلہ فسخ نکاح میں شرعاً کافی نہیں، یا تو شوہر سے طلاق حاصل کی جائے، یا کسی مسلم حاکم سے باقاعدہ نکاح فسخ کرادیا جائے، یا خلع کیا جائے۔ اس کے بعد عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۳/۲/۲۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) ”گورنمنٹی علاقوں میں جہاں قاضی شرعی نہیں، ان میں وہ احکام جج مجسٹریٹ وغیرہ۔ جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں۔ اگر وہ مسلمان ہوں اور شرعی قاعدہ کے موافق فیصلہ کریں تو ان کا حکم بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہوجاتا ہے مما في الدر المختار: ”ويجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو كافراً، ذكره مسكين وغيره“. لیکن اگر کسی جگہ فیصلہ کنندہ حاکم غیر مسلم ہو تو اس کا فیصلہ بالکل غیر معتبر ہے، اس کے حکم سے فسخ وغیرہ ہرگز نہیں ہوسکتا؛ لأن الكافر ليس بأهل القضاء على المسلم، كما هو مصرح في جميع كتب الفقه.

حتی کہ اگر رودادِ مقدمہ غیر مسلم مرتب کرے اور مسلمان حاکم فیصلہ کرے یا بالعکس، تب بھی فیصلہ نافذ نہ ہوگا، اسی طرح عنین وغیرہ کو مہلت تو مسلمان حاکم نے دی لیکن تفریق سے قبل دوسرا غیر مسلم حاکم آگیا اور اس نے تفریق کر دی یا بالعکس، تو وہ تفریق صحیح نہ ہوگی، کیونکہ جس طرح فیصلہ کے لئے اہلیتِ قضاء شرط ہے اور نااہل کا فیصلہ غیر معتبر ہے، اسی طرح نااہل کے سامنے شہادت بھی ناکافی ہے اور ضروری ہے کہ جو فیصلہ قاضی کرے، یا تو اس کے سامنے شہادت ہو، یا کوئی دوسرا قاضی جس کے سامنے شہادت گزری ہے، وہ باضابطہ (یعنی کتاب القاضی کے جو شرائط ہیں ان کے موافق) قلمبند کر کے فیصلہ کنندہ قاضی کے پاس حسبِ شرائط پہنچا دے۔ ان دوصورتوں کے علاوہ قاضی کو فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں، جیسا کہ جزئیاتِ مرقومۃ الذیل سے واضح ہوتا ہے:

في البحر الرائق: ۲/۷: ”ولو جاء المدعي من القاضي برسول ثقة مأمون عدل إلى قاض آخر =

شوہر سے بیان لئے بغیر شرعی پنچایت کا فیصلہ طلاق

سوال[۶۳۸۶]: ایک شخص مسمّی محمد عالم جو کہ چودہ سال پہلے پاکستان چلا گیا تھا، اس کی بیوی جو یہیں تھی اس نے عدالت میں مقدمہ دائر کردیا کہ وہ آباد کرے۔ اسی دوران میں محمد عالم یہاں آیا اور چند دن ٹھہر کر واپس چلا گیا، اس کے جانے کے بعد اس کے بڑے بھائی عبدالعزیز نے شرعی کمیٹی میں درخواست دی کہ محمد

= لایقبل؛ لأنه لایزید علی أن یأتي القاضي بنفسه ویخبر وهو في غیر ولایته کواحد من الرعایا بخلاف کتابه؛ لأنه کالخطاب من مجلس قضائه، اهـ. وفیه أیضاً: عن السراج الوهاج: ولو شهد شهود یحق ثم مات القاضي المشهود عنده، وولی قاض آخر، لم ینفذ تلک الشهاد حتی تعاد، ....اهـ.

اور اگر فیصلہ کسی جماعت کے سپرد کیا جاوے جیسا کہ بعض مرتبہ ججوں کی جوری کے سپرد ہوجاتا ہے، یا پنچ میں پیش ہوتا ہے، یا چند اشخاص کی کمیٹی کے سپرد کردیا جاتا ہے تو اس صورت میں ان سب ارکان کا مسلمان ہونا شرط ہے، کوئی غیر مسلم جج اور مجسٹریٹ اور ممبر بھی اس کا رکن ہو تو شرعاً اس جماعت کا فیصلہ کسی طرح معتبر نہیں، ایسے فیصلے سے تفریق وغیرہ ہرگز صحیح نہ ہوگی"۔ (حیله ناجزه، تفریق بین الزوجین بحکم حاکم، ص: ۳۳، ۳۴، دارالإشاعت کراچی)

اس عورت کی رہائی کے واسطے جو صورت باتفاقِ ائمہ صحیح ہے وہ تو یہ ہے کہ اس خاوند کو خلع پر راضی کیا جاوے، اگر وہ سنگ دل خلع پر راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کرکے اپنا زمانہ عفت میں گزار سکے تو بہتر، ورنہ جب گزارہ اور نان ونفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق صورتِ ذیل اختیار کرکے رہائی حاصل کرے، وہ صورت یہ ہے کہ: اولاً قاضی کے پاس مقدمہ پیش کرکے گواہوں سے اس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے کہ وہ مجھ کو نفقہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے اس نے میرے لئے نفقہ بھیجا، نہ یہاں کوئی انتظام کیا اور نہ میں نے نفقہ معاف کیا، غرض نفقہ کا وجوب بھی اس کے ذمہ ثابت کرے اور یہ بھی کہ وہ اس واجب میں کوتاہی کررہا ہے اور ان سب باتوں پر حلف بھی کرے۔ اس کے بعد اگر کوئی عزیز واقارب یا اجنبی اس کے نفقہ کی کفالت کرے تو خیر، ورنہ قاضی اس شخص کے پاس حکم بھیجے کہ: یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو، یا اس کو بلالو، یا وہیں سے کوئی انتظام کرو، ورنہ اس کو طلاق دےدو اور اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کردیں گے۔ اس پر بھی اگر خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے، تو قاضی ایک مہینے کے مزید انتظار کا حکم دے، اس مدت میں بھی اگر اس کی شکایت رفع نہ ہوئی تو اس عورت کو اس غائب کی زوجیت سے الگ کردے، کما في الروایة الثانیة ....اهـ.

اور یہ ظاہر ہی ہے کہ تفریق کے لئے عورت کی طرف سے مطالبہ شرط ہے، پس اگر اس غائب کا جواب آنے کے بعد عورت مطالبہ ترک کردے تو پھر تفریق نہ کی جائے گی"۔ (حیلہ ناجزہ، حکم زوجہ غائب غیر مفقود، ص: ۷۷، ۷۸، دارالاشاعت کراچی)

عالم دو گواہوں کے سامنے طلاق دے گیا ہے، اس پر شرعی کمیٹی نے تحقیق کر کے فتویٰ دے دیا کہ محمد عالم کی بیوی عقدِ ثانی کر سکتی ہے۔ گواہوں کا بیان قرآن پر حلفیہ ہوا تھا۔

محمد عالم کی بیوی عقد ثانی کر لیتی ہے، مگر ایک ماہ بعد وہ گواہ انکار کر دیتے ہیں کہ ہم نے گواہی نہیں دی بلکہ جو گواہی دی تھی وہ غلط تھی، اس پر علماء نے فیصلہ دیا کہ مطابق کتب فقہ اگر گواہ بدلیں تو معتبر نہ ہوگا۔ اس کے نو ماہ بعد محمد عالم پاکستان سے آ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی بلکہ ان دونوں لوگوں نے جھوٹی طلاق بنالی ہے۔ محمد عالم کی بیوی اس وقت زوجِ ثانی کے گھر آباد ہے اور حاملہ ہے، مدلل فتویٰ صادر فرمائیں کہ مفتی عالم، گواہ، کون، کتنا مجرم ہے؟ نیز جو بچہ پیدا ہونے والا ہے اس کا کیا مقام ہے؟

مہتمم مدرسہ کاشف العلوم، تھانہ منڈی، راجوری، کشمیر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد عالم کے بھائی نے طلاق کے متعلق درخواست دی اور گواہی لے کر شرعی کمیٹی نے اس کی زوجہ کو عقدِ ثانی کی اجازت دیدی، اگر اس کے متعلق محمد عالم سے کوئی بیان نہیں لیا گیا تو شرعی کمیٹی کا یہ فیصلہ خلافِ شرع ہوا، غلط ہوا(۱)، دوسرا نکاح بھی غلط ہوا(۲) جس کی ذمہ داری شرعی کمیٹی پر ہے، وہ عورت محمد عالم کی زوجہ ہے۔ اگر محمد عالم کا بیان شرعی کمیٹی نے لیا ہے تو اس کی پوری تفصیل لکھ کر معلوم کریں۔ جن گواہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے وہ مستقل مجرم اور مستحق سزا ہیں(۳)، مگر سزا دینے کا حق شرعی کمیٹی کو نہیں، اس کے لئے شوکت اور قوتِ منفذہ

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''جعلی قاضی کا فیصلہ طلاق کے سلسلہ میں'')

(۲) ''لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة''. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸۰، كتاب النكاح، باب المحرمات، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۱۳۲، باب المهر، سعيد)

(۳) ''عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''الكبائر الإشراك بالله، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، واليمين الغموس''. وفي رواية أنس: ''وشهادة الزور'' بدل اليمين الغموس''. متفق عليه''. (مشكوٰة المصابيح: ۱/۱۷، كتاب الأيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، قديمي)

ضروری ہے جس سے شرعی کمیٹی تہی دست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۵ھ۔

شوہر سے نفرت کی صورت میں تفریق کا حکم

سوال[۶۳۸۷]: زوجہ کو اپنے شوہر سے نفرت سی ہوگئی ہے اور وہ کسی طرح اس کے پاس رہنا نہیں چاہتی، وہ خودکشی کو پسند کرتی ہے، مگر شوہر کے پاس رہنا نہیں چاہتی، اور شوہر کسی قیمت پر خلع یا طلاق کے لئے راضی نہیں ہے۔تو ایسی شکل میں تفریق کی کیا صورت نکل سکتی ہے؟ کیا شرعی پنچایت یا قاضی کو تفریق کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر شوہر حقوق ادا کرتا ہے تو زبردستی تفریق نہیں کی جاسکتی (۱)، البتہ شوہر کو طلاق پر راضی کیا جائے بالعوض ہو یا بلاعوض، شوہر کے لئے بھی اسلم راستہ یہی ہے کہ بعوضِ مہر طلاق دیدے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

زوجہ کو شوہر سے سیری نہ ہونے کی صورت میں تفریق کا حکم

سوال[۶۳۸۸]: زوج نامرد تو نہیں ہے، لیکن عورت کہتی ہے مجھے یوں تو سسرال میں بہت تکلیف ہے، لیکن سب سے بڑی تکلیف شوہر کی ہے (بیان سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ زوجہ کی شہوت پوری نہیں ہوتی)۔اب مجھ سے اور برداشت نہیں ہوسکے گا، اور میں کسی قیمت پر اس کے پاس نہیں رہ سکتی اور شوہر تفریق کے لئے راضی

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أبغض الحلال إلى الله الطلاق". (سنن ابن ماجه، ص: ۱۴۵، أبواب الطلاق، قديمي)

"وصفته أنه (الطلاق) أبغض المباحات". (النهر الفائق: ۲/۳۱۰، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۲، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها". (الهداية: ۲/۳۸۳، باب الخلع، شركة علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعيد)

نہیں ہوتا۔تو کیا شرعی پنچایت یا قاضی کو تفریق کا حق ہے، اگر نہیں تو پھر کیا شکل ہو سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زوجہ کو دخول کا اعتراف ہے (گو سیری نہ ہوتی ہو) تب تو اس کو مطالبہ تفریق کا اختیار نہیں، شامی (۱)۔ یہ تو ضابطہ کی بات ہے، لیکن ان حالات میں شوہر کو خود خیال چاہیئے وہ یا تو علاج کرائے یا زوجہ کے جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو آزاد کردے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پنچایت کا شوہر کو دوبارہ اطلاع کئے بغیر تفریق

سوال [۶۳۸۹]: ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا اور رخصتی بھی ہوگئی، کچھ عرصہ کے بعد میاں بیوی کے درمیان کچھ نا اتفاقی پیدا ہوگئی، جس کے باعث پانچ سال تک ہندہ اپنے میکہ میں پڑی رہی، نہ زید اپنے گھر لے گیا، نہ نفقہ کا انتظام کیا، نہ حقوقِ زوجیت ادا کیا۔

پانچ سال کا عرصہ گذر جانے کے بعد ہندہ کے والد بکر نے ایک عالم دین کی سرپرستی میں ایک پنچایت مقرر کیا، مقررہ پنچایت نے زید کو طلب کیا تو زید نے پنچایت میں آنے سے انکار کردیا، چنانچہ پنچایت نے دوسری تاریخ مقرر کی اور پنچ کے لوگ خود زید کے مکان پر گئے، تو زید کے والد نے بتلایا کہ زید میلہ میں چلا گیا ہے، پنچایت کے لوگ واپس چلے آئے اور دو ممبران کو حکم دیا کہ زید کے مکان پر جا کر زید کو اطلاع دیں کہ زید کی منکوحہ ہندہ نے پنچایت میں عذر دائر کردیا ہے، لہٰذا زید آکر اپنی بیوی کو راضی کر کے اپنے گھر لے جاوے، اور اگر وہ گھر لے جانے کے لئے تیار نہ ہو تو طلاق دیدے۔لہٰذا دونوں ممبران زید کے مکان پر جا کر زید سے ملے تو اس نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو ہرگز طلاق نہیں دوں گا، جو مجھ کو طلاق دینے کو کہتا ہے وہ ضرور اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔

لہٰذا جب زید اپنی زوجہ کو راضی کر کے نہ اپنے گھر لے گیا، نہ طلاق دینے پر راضی ہوا، تو پنچایت کے سرپرست عالم دین نے فسخِ نکاح کا ارادہ کیا اور دارالعلوم دیوبند سے استفتاء کیا، دارالعلوم سے جواب آیا کہ ایک

---

(۱) "فلو جبّ بعد وصوله إليها مرةً، أو صار عنيناً بعده: أي الوصول، لايفرّق لحصول حقها بالوطء مرةً". (الدرالمختار). "وما زاد عليها، فهو مستحق ديانةً لاقضاءً". (ردالمحتار: ۴۹۵/۳، باب العنين، سعيد)

معزز ومتدین مسلمانوں کی کمیٹی بنائی جائے جس میں کم از کم ایک معتمد اور تجربہ کار مفتی کو بھی شریک کریں، اس میں لڑکی دعویٰ کرے اور یہ ثابت کرے کہ شوہر نہ آباد کرتا ہے اور نہ نان ونفقہ دیتا ہے، نہ ہی طلاق دیتا ہے، اور دعوے میں شوہر کے آباد کرنے پر اور نان ونفقہ دینے پر راضی نہ ہونے کی صورت میں طلاق کا مطالبہ کرے، شرعی کمیٹی بعد تحقیق وشرعی ثبوت کے شوہر سے کہے کہ اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو، آباد کرو، نان ونفقہ دو یا طلاق دو، ورنہ شرعی کمیٹی تم دونوں میں تفریق کردے گی، اگر اس پر بھی وہ کسی بات کو تسلیم نہ کرے تو شرعی کمیٹی کے لئے جائز ہوگا کہ ان دونوں میں تفریق کا حکم کردے، وہ تفریق طلاق کے حکم میں ہوگی۔

چنانچہ دارالعلوم دیوبند کا مذکورہ فتویٰ آجانے کے بعد پنچایت کے سرپرست عالم دین نے جب فسخِ نکاح کا ارادہ کیا تو پنچایت کے اکثر ممبران فسخ نکاح میں شرکت کرنے سے انکار کردیئے اور پنچایت سے علیحدہ ہوگئے۔ مولانا صاحب نے دوسری جماعتِ مسلمین قائم کیا جس میں مولانا کے علاوہ دوممبران سابقہ کمیٹی کے شریک رہے، کمیٹی میں مولانا کے علاوہ چھ ممبران شریک ہوئے۔ کمیٹی نے پہلی نشست میں دوممبران کو حکم دیا کہ تم دونوں زید کے مکان پر جاؤ اور زید سے کہو کہ تم جماعتِ مسلمین میں حاضر ہوکر اپنی زوجہ کے دائر کردہ دعوے کی پیروی کرو اور اپنا بیان دو، جماعت مسلمین نے ہم دونوں کو حکم دیا کہ آپ کو اطلاع کروں، لہٰذا آپ مقررہ تاریخ پر حاضرِ عدالت ہوں، یا تو اپنی زوجہ کو راضی کرکے آباد کریں اپنے گھر لے جائیں، یا طلاق دیدیں۔ جب دونوں ممبران نے زید کو جماعت مسلمین کا یہ حکم پہونچایا تو زید نے جماعتِ مسلمین میں حاضر ہونے اور طلاق دینے سے صاف انکار کردیا۔

ان دونوں ممبران نے واپس ہوکر جماعتِ مسلمین کو آگاہ کردیا، اور دوسری نشست ہوئی جس میں فسخِ نکاح کے لئے تاریخ مقرر ہوگئی، زید کو پھر کوئی اطلاع نہیں دی گئی، اور مقررہ تاریخ پر فسخِ نکاح کا اعلان کردیا گیا جس میں کل ممبران شریک تھے کسی کو اختلاف نہیں ہوا۔ جماعت کی کل تین نشستیں ہوئیں، تیسری نشست میں سارے ممبران شریک تھے اور متفقہ فیصلہ پر دستخط کیا، فسخِ نکاح کا حکم ہوجانے کے بعد عدتِ طلاق گذار کر ہندہ نے عقد ثانی کرلیا اور شوہر ثانی کے ساتھ رہنے لگی۔ دریں صورت مذکورہ فسخ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نشست میں کم از کم تین ممبر موجود رہے اور شوہر کے پاس اطلاع بھیجی کہ تم اپنی بیوی کو آباد کرو یا

طلاق دے کر آزاد کرو، ورنہ فلاں تاریخ تک اگر تم نے کچھ نہ کیا تو ہم تفریق کردیں گے، پھر مقررہ تاریخ تک شوہر نے کوئی جواب وہی نہیں کی اور دوبارہ شوہر کو اطلاع کئے بغیر تفریق کردی تو شرعاً وہ تفریق معتبر ہوگئی اور زوجہ کو حق حاصل ہوگیا کہ بعد عدت نکاح ثانی کرے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شوہر بیوی کا معاملہ برادری کے حوالہ کرنا

سوال[۶۳۹۰]: ایک لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ رہنے سے کسی بات پر ناراض چلی جارہی تھی، لڑکی کے والدین نے یہ معاملہ برادری کے ہاتھ میں فیصلہ کے لئے دیدیا اور اقرارنامہ دیدیا، لڑکے کے والد سے بھی برادری نے کہا کہ تم بھی لڑکے کا معاملہ برادری کے ہاتھ میں دیدو اور اقرارنامہ دیدو کہ برادری از روئے شرع جو مناسب سمجھے طے کردیں، مگر لڑکے والے تیار نہیں ہوئے جس کی وجہ سے برادری نے لڑکے والوں سے قطعِ تعلق وعدمِ شرکتِ غمی وخوشی طے کردیا اور یہ فیصلہ کل برادری پر نافذ کیا۔ تو کیا مسلمانوں کو ایسا کرنے کا شرعاً حق ہے اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی بالغہ ہے اور اس کی مرضی سے شوہر کے معاملہ کو حل کرنے کے لئے برادری کو اختیار دیدیا ہے کہ وہ شریعت کے مطابق جس طرح طے کردے منظور ہے تو شرعاً اس میں کچھ مضائقہ نہیں، لڑکے والے بھی اگر لڑکے کی رضامندی سے اس طرح برادری کو اختیار دے دیں تب بھی درست ہے، لیکن مجبور کرنے کا حق نہیں، پس برادری سب کا یہ فیصلہ کہ لڑکے والوں سے قطعِ تعلق کردیا، شرعاً صحیح نہیں ہے، اس فیصلہ کو ختم کرنا ضروری ہے، پھر سمجھا کر دونوں کا معاملہ شرعی حکم کے ماتحت حل کردیا جائے، اگر اس کے علاوہ کوئی اور وجہ قطعِ تعلق کی ہے تو وہ دوسری بات ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/ ۸۷ھ۔

---

(۱) (الحیلة الناجزة، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجة متعنت، دار الاشاعت کراچی)

شوہر کی زبان میں لکنت کی وجہ سے مطالبۂ آزادی

سوال[۱۳۹۱]: ۱...... ایک لڑکی نے نابالغ حالت میں خود ایجاب قبول کرکے شادی کی تھی اور والد نے اجازت دی تھی، لڑکی جب شوہر کے گھر گئی تو دیکھا کہ شوہر کی زبان میں لکنت ہے اور عورت شوہر کو پسند نہیں کرتی اور باپ کے یہاں چلی آئی اور شوہر کے یہاں جانے سے انکار کیا۔ باپ نے بہت کچھ سمجھایا اور سعی کی مگر لڑکی کسی طرح جانے کے لئے تیار نہیں ہوئی، اس طرح دو سال ہو چکے ہیں۔ جب ہر طریقہ سے مایوس ہو گیا تو چند آدمیوں کو سفارش کے لئے شوہر کے باپ کے پاس بھیجا کہ میری لڑکی کو طلاق دے دو خواہ کچھ جرمانہ لے لو، مگر شوہر نے کہا کہ میں کبھی طلاق نہیں دوں گا۔ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

معرفت مولوی انوار الحق۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... شوہر کی زبان میں لکنت کی وجہ سے عورت کو نہ طلاق لینے کا اختیار ہے، نہ والد کے گھر بیٹھے رہنے کا اختیار ہے، نہ اسے کسی دوسرے مرد سے نکاح کا اختیار ہے(۱)، بہتر یہ ہے کہ خلع کر لیا جائے یعنی بیوی مہر معاف کرے اور شوہر اس کے عوض طلاق دیدے(۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۱۵/۱۰/۸۷ھ۔

---

(۱) "صرف پانچ عیوب کی بناء پر قاضی کو تفریق کا اختیار ملتا ہے: ایک اس وقت جب کہ شوہر پاگل ہو گیا ہو، دوسرے جب وہ نان ونفقہ نہ ادا کرتا ہو، تیسرے جب وہ نامرد ہو، چوتھے وہ جب بالکل لاپتہ ہو گیا ہو اور پانچویں جب غائب غیر مفقود کی صورت ہو۔ ان صورتوں کے سوا قاضی کو کہیں بھی تفریق کا اختیار نہیں ہے"۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۲۴۳، اسلام میں خلع کی حقیقت، قاضی کی تفریق بین الزوجین، دار الاشاعت)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لایقیما حدود الله، فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾. (سورة البقرة: ۲۲۹)

"فإن خفتم أن لایقیما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به". (الهداية: ۴۰۴/۲، باب الخلع، مكتبه شركت علميه، ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۸۸/۱، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

کیا ولی کو فسخِ نکاح کا حق ہے؟

سوال[۶۳۹۲]: ہندہ نے اپنی لڑکی زاہدہ کا نکاح بلا مرضی زید(اپنے شوہر)محمود سے پڑھوایا،لڑکا بعد نکاح نہایت بدخلق اور بدمزاج نکلا۔لڑکی زاہدہ ہنوز نابالغہ ہے،اس کی بدمزاجی سے نالاں اور پریشان حال ہے،صورتِ حال دونوں میں ایک دم نباہ کی صورت نظر نہیں آتی ہے،زید یعنی باپ لڑکی کا من حیث ولی نکاح فسخ کرسکتا ہے یا نہیں،یا زید خیارِ بلوغ پر نکاح کے فسخ کو موقوف رکھے؟بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

باپ کی موجودگی میں ماں کو ولایتِ نکاح حاصل نہیں،صورتِ مسئولہ میں یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے،اگر باپ نے اجازت دیدی ہوتو جائز ہوگیا،اب نہ خود فسخ کرسکتا ہے،نہ اس صورت میں لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہوگا،بلکہ یہ نکاح لازم ہوگیا۔اگر باپ نے اجازت نہیں دی بلکہ رد کردیا تو وہ رد ہوگیا،یعنی شرعاً یہ نکاح غیر معتبر ہے،فسخ کرانے کی ضرورت ہی نہیں،بلکہ دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے:

"فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته، اه". در مختار: "فلا يكون سكوته إجازةً لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد ما لم يرض صريحاً أو دلالةً، تأمل، اه". رد المحتار: ۲/۴۸۶(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،یوپی۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبد اللطیف،۲۶/محرم/۶۱ھ۔

شوہر،بیوی کے درمیان تنازع شدید کا مقدمہ عدالت میں

سوال[۶۳۹۳]: مسماۃ خالدہ بالغہ دختر زید نے خارجاً یہ سن کر کہ میرا باپ زید میرا عقد بکر سے۔جس کی ایک زوجہ موجود ہے۔کردیا ہے،اپنی والدہ کی معرفت اپنے باپ سے کہلایا کہ میرا عقد ایسے شخص سے جس کی ایک بیوی موجود ہے کیا گیا تو میں ہرگز نہ جاؤں گی اور نہ میری رضامندی ہوگی،باپ نے اپنی زوجہ کے ذریعہ

---

(۱) (رد المحتار على الدر المختار: ۳/۸۱، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۵، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۶، كتاب النكاح، فصل في الأولياء، رشيديه)

سے خالدہ کو اطمینان دلایا کہ میں اس بکر سے عقد نہیں کر رہا ہوں، جس کی دوسری بیوی موجود ہے بلکہ یہ وہ بکر ہے جو کنوارا غیر شادی شدہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ موصوفہ کا عقد اس کی لاعلمی میں بکر سے کر دیا گیا۔

عقد کے بعد بھی خالدہ نے رونا شروع کیا کہ مجھ کو قلبی اطمینان نہیں ہوتا، میں ہرگز نہ جاؤں گی، میں نے تمہارے سب کے قسم کھا کر اطمینان دلانے سے اجازت دیدی ہے، اس کی والدہ نے قسم کھا کر اطمینان دلایا کہ تم مطمئن رہو تمہارے والد نے ایسا نہیں کیا ہے جیسا تم کو خیال ہو رہا ہے۔ بالآخر تمامی اعزہ وغیرہ کے کہنے سے رخصت ہوئی۔

اس کے علاوہ خالدہ نے اپنے عقد کے متعلق اپنے والدین سے یہ شرط بھی کر لی تھی کہ مجھ سے جو ایک نازیبا حرکت ہوئی ہے عقد سے پہلے اس کا اظہار جس سے میرا عقد کیا جائے لازمی ہوگا تاکہ وہ مجھ کو ذلیل نہ کرے، لیکن اس کے برخلاف بکر سے یہ بات ظاہر نہیں کی گئی۔

ہر دو جانب کے متعلقین نے خالدہ و بکر دونوں سے لاعلمی مصلحۃً رکھی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خالدہ اور بکر میں ابتداءً ہی سے تنازعہ رہا، خالدہ برابر سختی سے یہ کہتی ہے کہ مجھ کو بکر کی زوجیت میں رہنا منظور نہیں اور نہ تھا اور نہ میں نے رضامندی ظاہر کی ہے، بلکہ شرط کے ساتھ سب کے کہنے سے اقرار کیا تھا۔ بکر نے کہا میں طوائف سمجھ کر رکھ رہا ہوں، کیونکہ مجھ کو اس کی نازیبا حرکت سے اطلاع نہیں کی گئی۔

باوجودیکہ خالدہ کے والد کو بکر کی پہلی زوجہ نے یہ کہہ کر ہر طرح اطمینان دلایا تھا کہ میں ہر طرح سے نباہ کروں گی اور خالدہ کو اپنی بہن سمجھوں گی اور بہو کی طرح رہوں گی، میں خود یہ عقد اس لئے کرا رہی ہوں کہ میرے اولاد نہیں ہے، لیکن بعد میں ثابت ہوا کہ بکر کی زوجہ اول کی یہ دونوں باتیں دنیا سازی اور غلط تھیں، کیونکہ اس کی ایک دختر دس سالہ موجود ہے اور اس نے اپنے خاوند سے قسم کھلا کر یہ عہد کرا لیا تھا کہ تم بالکل میرے کہنے پر چلوگے، چنانچہ بکر نے ابتدا ہی سے وہ برتاؤ شروع کیا جس سے پہلی بیوی خوش رہے اور خالدہ کو ہر طرح مار پیٹ وغیرہ کی تکلیف پہونچانا اور اپنا اور اپنے بھائی کا کام جبراً لینا شروع کیا جس سے پہلی بیوی خوش رہے اور کسی سے بات نہ کر سکے گی، کڑی نگرانی رکھے۔

اور چونکہ اس میں اغلام بازی کی بھی عادت ہے اس لئے اغلامی تکلیف دینے لگا، حالانکہ خود خالدہ نے کہا تھا کہ تمہارے یہاں غیر محرم لوگ بلا روک ٹوک آتے رہتے ہیں، یہ شریعت کے بالکل خلاف ہے جس

کی کچھ سماعت اس نے نہیں کی، بلکہ کچھ عرصہ کے بعد اپنی پہلی بیوی اور بہن وغیرہ کے ابھارنے پر اور خود بدمعاشانہ طبیعت ہونے کی وجہ سے تہمت لگائی کہ دو شخصوں سے تمہارے ناجائز تعلقات ہیں، ایک شخص کی بابت بکر کہتا ہے کہ ناجائز تعلقات کی بنا پر خالدہ شب کو اس کے ہمراہ میرے مکان سے بھاگ گئی، حالانکہ یہ بے بنیاد بات ہے۔

حقیقت صرف اتنی ہے کہ خالدہ اس کے تشدد اور بیجا الزامات وغیرہ کی وجہ سے اپنی جان بچا کر شب کو اپنے باپ کے گھر پر چلی گئی، جس پر بکر کہتا ہے کہ اب کی مرتبہ میں کسی نہ کسی طرح اپنے مکان پر لے جا کر خالدہ کو اس طرح ختم کروں گا کہ پتہ بھی نہ چلے، یا ایسا کروں گا کہ عمر بھر کے لئے بیکار ہو جائے اور کسی کام کی نہ رہے۔

خالدہ کا کہنا ہے کہ اگر شریعت اجازت دیتی تو میں ضرور خودکشی کر لیتی۔ پس ارشاد ہو صورت مسئولہ میں شرعاً خالدہ اور بکر کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں، اگر جائز ہوا تو دونوں میں تفریق ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خالدہ نے جن شرائط پر اجازتِ نکاح دی تھی ان کے موجود نہ ہونے کی صورت میں بھی اگر اس نکاح کو جائز قرار دیا خواہ اعزہ واقرباء کے کہنے سے خواہ دنیوی شرم کی بنا پر تو شرعاً وہ نکاح صحیح اور لازم ہو گیا، اب اگر نباہ دشوار ہے تو بہتر یہ ہے کہ کسی طرح سے شوہر سے طلاق حاصل کر لی جائے یا خلع کر لیا جائے (۱)۔ اگر شوہر اس پر کسی طرح آمادہ نہ ہو تو حاکم مسلم کی عدالت میں مقدمہ دائر کرنا چاہئے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے، میرے حقوقِ زوجیت کو ادا نہیں کرتا اور ناجائز طریقہ پر تکلیف پہونچاتا ہے اور بدکاری کرتا ہے، اس پر حاکم مسلم واقعات کی تحقیق کرے اور شوہر سے کہے کہ تم اپنی ناشائستہ حرکات سے باز آ جاؤ یا طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے

---

(۱) قال الله تعالیٰ ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به". (الهداية: ۴۰۴/۲، كتاب الطلاق، باب الخلع، شركت علميه، ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۸۸/۱، الباب الثامن في الخلع، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۴۴۱/۳، باب الخلع، سعيد)

اس پر اگر شوہر کوئی بات اختیار کرے تو بہتر ہے ورنہ حاکم مسلم باختیار خود تفریق کردے (۱)۔

اگر خلاف شرائط ہونے کی بناء پر خالدہ نے اجازت نہیں دی بلکہ نکاح کی خبر سن کر اس کو رد کردیا تو وہ رد ہوگیا اور پھر بکر کے یہاں جانا اور رہنا سب گناہ اور حرام ہوا (۲) جس میں خالدہ اس کے والدین، اعزہ، بکر، اس کے اعزہ سب حسبِ حیثیت شریک ہیں اور متارکت واجب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۳/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۳/۶۳ھ۔

حَکَم نکاح کس طرح فسخ کرے؟

سوال [۶۳۹۴]: ایک عورت اپنے خاوند سے اپنا نکاح فسخ کرانے پر بضد ہے، خاوند کوشش کرتا ہے کہ آباد ہو مگر وہ کسی صورت میں نہیں مانتی۔ یہ مخاصمت سرکاری عدالت سے ایک حَکَم کے پاس ثالثی کے لئے بھیج دی گئی ہے، حَکَم نے مصالحت کی پوری پوری کوشش کی ہے، مگر کوئی صورت نہیں نکل سکی، حَکَم شرعی حُکم کا نفاذ چاہتا ہے بایں طور کہ اگر اس حالت میں مرد طلاق نہ دے تو ثالث کا حُکمِ فسخِ نکاح شرعاً نافذ ہوگا یا نہیں؟ بصورتِ اول کن الفاظ میں لکھا جائے؟

---

(۱) "زوجۂ متعنت اپنا مقدمہ قاضیٔ اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے، پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوجائے کہ باوجود وسعت کے (شوہر) خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے"۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجۂ متعنت فی النفقۃ، دارالاشاعت کراچی)

(۲) "لایجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها، بکراً کانت أو ثیباً، فإن فعل ذلک فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/۲۸۷، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۵۸، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر وجہ شرعی حاکم، حکم، مفتی، ثالث کے فسخِ نکاح کرنے سے نکاح فسخ نہیں ہوگا (۱)، الّا یہ کہ شوہر نے فسخ کرنے کا اختیار دے کر وکیل ومختار بنادیا ہو۔ اس صورت میں یہ لکھنا چاہئے: میں نے شوہر فلاں بن فلاں کی طرف سے بحیثیتِ وکیل ومختار اس کا نکاح فسخ کردیا، یا زوجین کے درمیان تفریق کردی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۸/۴/۶۴ھ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/۴/۶۴ھ۔

نابالغ کا نکاح باپ فسخ نہیں کرسکتا

سوال [۶۴۹۵]: زید نے اپنی اذن سے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک نابالغ لڑکے سے کردیا، کچھ مخاصمت ہونے کی وجہ سے زید نے کہدیا کہ ''میں نے اپنی لڑکی کا نکاح فسخ کردیا''۔ تو کیا زید کو نکاح فسخ کرنے کا حق ہے اور کیا ایسی باتوں سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو اس کا حق ہرگز نہیں، اس کے فسخ کرنے سے یہ نکاح فسخ نہیں ہوسکتا، لڑکا بالغ ہوکر خود طلاق دینے کا حقدار ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

---

(۱) "وأما الطلاق فإن الأصل فيه الحظر، بمعنى أنه محظور إلا لعارض يبيحه، وهو معنى قولهم: الأصل فيه الحظر، والإباحة للحاجة إلى الخلاص، فإذا كان بلا سبب أصلاً، لم يكن فيه حاجة إلى الخلاص، بل يكون حمقاً وسفاهةً رأي، ومجرد كفران النعمة، وإخلاص الإيذاء بها وبأهلها وأولادها". (رد المحتار: ۲۲۸/۳، كتاب الطلاق، قبيل مطلب: طلاق الدور، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۴۸/۱، كتاب الطلاق، الباب الأول في تفسيره، رشيديه)

(۲) "اتفق العلماء على أن الزوج، العاقل، البالغ، المختار هو الذي يجوز له أن يطلق وأن طلاقه يقع، فإذا =

شوہر فاسق ہوجائے تو زوجہ کیا کرے؟

سوال[۶۳۹۶]: لڑکی بوقتِ نکاح بالغہ تھی اور نکاح اس کی اجازت سے ہوا، دوسری بات یہ عرض ہے کہ اب جبکہ پہلی دفعہ جاکر گھر واپس آئی تو ناراضی ظاہر کی اور اس پہلی ہی دفعہ میں خلوتِ صحیحہ ہوچکی اور اس پہلی ہی دفعہ میں جاکر لڑکے کا یہ فسق وفجور معلوم ہوا کہ بے نمازی ہے، کسی کسی وقت کہنے سے پڑھ بھی لیتا ہے، حقہ پیتا ہے، کبوتر بازی کرتا ہے، میلہ کا دلدادہ ہے، آج کل جو تماشے سینما وغیرہ شائع ہیں ان میں شرکت کرتا اور شامل ہوتا ہے۔ ان وجوہ سے لڑکی دوبارہ جانے سے ناراض ہے اور یہ عیوب بوقتِ نکاح نہ تھے، یہ معلوم نہیں کہ نکاح سے کتنی مدت بعد حادث ہوئے، کیونکہ لڑکی اپنے والدین کے ہمراہ پردیس میں رہتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عیوبِ مذکورہ بوقتِ نکاح موجود نہیں تھے، لہٰذا نکاح صحیح ہوگیا، بعد میں عیوب مذکورہ پیدا ہوجانے کی بناء پر نکاح باطل نہیں ہوگا، "والكفاءة اعتبارها عند ابتداء العقد، الخ" درمختار: ۲/۴۹۸(۱)۔

= كان مجنوناً أو صبياً أو مكرهاً، فإن طلاقه يعتبر لغواً لو صدر منه؛ لأن الطلاق تصرف من التصرفات التي لها آثارها ونتائجها في حياة الزوجين، ولا بد أن يكون المطلق كامل الأهلية حتى تصح تصرفاته". (فقه السنة، كتاب الطلاق، باب من يقع منه الطلاق: ۲/۲۴۷، دارالكتب العربي بيروت)

"ثانيها: أن يكون بالغاً، فلا يقع طلاق الصغير الذي لم يبلغ، ولو مراهقاً مميزاً، ولا يحسب عليه طلاقه حال الصغر مطلقاً ولو كبر". (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب الطلاق، باب شروط الطلاق: ۲/۲۵۳، دارالفكر بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الطلاق، طلاق المجنون: ۹/۶۸۸۲، رشيديه)

"وأما شروطه فمنها: العقل والبلوغ والحرية في العاقد، إلا أن الأول شرط الانعقاد، فلا ينعقد نكاح المجنون والصبي الذي لايعقل". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۱/۲۶۷، رشيديه)

"ولا بد من اعتبار العقل والبلوغ؛ لأنه لاولاية بدونهما". (الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۶، شركة علميه ملتان)

(۱) (الدر المختار: ۳/۹۱، ۹۲ باب الكفاءة، سعيد) .... =

البتہ اگر شوہر حقوقِ زوجیت ادانہیں کرتا بلکہ ظلم کرتا ہے اور نباہ دشوار ہے تو پھر کسی طرح اس سے طلاق حاصل کرلی جائے، یا خلع کرلیا جائے (۱)۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور میرے حقوق کو ادانہیں کرتا، اس پر حاکم شوہر کو بلا کر کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو، اگر ادانہیں کرتے تو طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ پھر شوہر اگر کوئی صورت اختیار کرلے تو بہتر ورنہ حاکم مسلم ان کے درمیان تفریق کردے، پھر عدت گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح درست ہوگا، اس سے پہلے درست ہی نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱۰/۶۲ھ۔

کیا زانی شوہر سے علیحدگی کا اختیار ہے؟

سوال [۶۳۹۷]: مسماۃ انوری کا شوہر بدمعاش زانی ہے، مسماۃ کو عرصہ سے نان ونفقہ بھی نہیں دیا، نہ مسماۃ اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے، اب فسخِ نکاح کی کوئی صورت ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بدمعاشی اور زناکاری یا ایسے دوسرے خبیث وشنیع گناہوں کی وجہ سے شوہر سے علیحدگی کا اختیار نہیں ہے، البتہ اگر وہ نفقہ نہیں دیتا تو بذریعۂ شرعی پنچایت تفریق کرائی جاسکتی ہے، "الحیلۃ الناجزۃ" میں اس کا پورا

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۹۱، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۵۱۸ باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) قال الله تعالىٰ ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفدى نفسها منه بمال يخلعها به". (الهداية: ۲/۴۰۴، باب الخلع، شركت علميه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعيد)

(۲) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "کیا زانی شوہر سے علیحدگی کا اختیار ہے"؟)

طریقہ مذکور ہے(۱)۔ اگر آپ کے یہاں شرعی پنچایت موجود نہ ہوتو ہتوڑا ضلع باندہ میں مولانا صدیق احمد صاحب سے مشورہ کرکے عمل کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۸/ ۱۳۹۵ھ۔

شوہر کا اپنے عہد کے خلاف کرنے سے فسخِ نکاح

سوال[۶۳۹۸]: آج سے کئی سال پہلے میں نے مسماۃ رضی سے شادی کی تھی، شادی کے وقت رضی کے والد نے مجھ سے ایک تحریر لی تھی، جس میں یہ تھا کہ ''میں سسرال میں رہ کران کی خدمت کروں گا اور بلا کسی وجہ کے گھر سے نہیں نکلوں گا''۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ایک ماسٹر محمد جمیل کی ڈیوٹی گھر کے پاس والے اسکول میں تھی، ماسٹر مذکور انتہائی شریر اور کمینہ رذیل خصلت آدمی ہے، اس نے میرے سسر کے ساتھ خفیہ تعلق بڑھا کر میرے خلاف کیا، اب سسر ہر وقت مجھے گھر سے چلے جانے کا حکم دینے لگا، گالم گلوچ شروع رکھا۔

مجبور ہوکر چند روز کے واسطے کاروبار کیلئے سسر کو اطلاع کرکے چلا گیا، کام پر مجھے عرصہ چھ ماہ گزر گیا۔ جب گھر واپس پہونچا تو ماسٹر مذکور نے میری منکوحہ سے تعلق پیدا کرکے اس کو بھی میرے خلاف کیا اور میری اس تحریر کو شرطیہ طلاق بنا کر سرینگر کے ایک رشوت خور مفتی بشیر سے پانچ سو روپے دے کر فتویٰ حاصل کرلیا، مفتی نے کہا: عدالت سے فیصلہ کروالو، میں بھی لکھ کر دیتا ہوں۔ چنانچہ ماسٹر مذکور نے مسماۃ رضی کو لے کر عدالت سے تنسیخِ نکاح کی درخواست دلائی جس پر جج نے نکاح فسخ کردیا۔ اور ماسٹر نے رضی کو اپنے نکاح میں لے لیا اور ازدواجی زندگی بسر کرنی شروع کی۔

---

(۱) ''زوجہ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرے، لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے۔ اور اگر عورت کا صحیح دعویٰ ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کردے، اس میں کسی مدت کے انتظار ومہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں''۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، حکم زوجۂ متعنت، دارالاشاعت کراچی)

ماسٹر کی اس سیاہ حرکت سے سب مسلمان برہم ہیں اور چونکہ اس فتویٰ میں سیاہ کارنامہ درج ہے اس لئے وہ کسی کو دکھلاتا نہیں ہے۔ ہم نے علمائے دیوبند سے انفرادی طور پر دریافت کیا، سب نے کہا وہ تمہاری بیوی ہے ماسٹر زنا کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اب مرکز دیوبند سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ کیا میری اس تحریر سے میری منکوحہ کو طلاق ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا فریقین کی حاضری کے بغیر قاضی فیصلہ نافذ کرسکتا ہے یا نہیں؟ مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بات اتنی ہی ہے تو آپ کی بیوی پر طلاق نہیں ہوئی ہے۔ بلاوجہ شرعی نکاح فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتا (۱) اور دوسرے نکاح کی اجازت نہیں۔ مفتی صاحب کا فتویٰ یہاں بھیجیں تو اس کے متعلق کچھ کہا جائے۔ جیسا سائل سوال کرتا ہے مفتی کا جواب اسی کے موافق ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۱/۷ھ۔

بدعمل شوہر سے مطالبۂ طلاق

سوال [۶۳۹۹]: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، جب ہندہ زید کے گھر گئی تو معلوم ہوا کہ زید اغلام باز ہے اور ایک لڑکا مستقل اس کے پاس رہتا ہے، ہندہ نے زید کو بہت سمجھانے کی کوشش کی، مگر زید نہیں مانا، پھر کہنے لگا کہ تم اس مرد سے بھی زن وشوہر کے تعلق رکھو، جب ہندہ تیار نہ ہوئی تو اس پر سختی کرتا ہے، اس لئے ہندہ مجبوراً اپنے میکہ آگئی ہے۔ زید کے حالات سدھرنے کی کوئی امید نہیں ہے اور زید کے ساتھ رہنے میں حرام کا شدید اندیشہ ہے۔ اس لئے زید سے ہندہ مطالبۂ طلاق کا کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۱) قاضی کی اس تفریق سے شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے نکاح فسخ نہ ہوا، لہٰذا دوسرے شخص کا نکاح اس عورت سے درست نہیں ہوا، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''چنانچہ اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ صرف پانچ عیوب کی بناء پر قاضی کو تفریق کا اختیار ملتا ہے: ایک اس وقت جبکہ شوہر پاگل ہوگیا، دوسرے جب وہ نان ونفقہ ادا نہ کرتا ہو، تیسرے جب وہ نامرد ہو، چوتھے جب وہ بالکل لاپتہ ہوگیا ہو، اور پانچویں جب غائب غیر مفقود کی صورت ہو۔ ان صورتوں کے سوا قاضی کو کہیں بھی تفریق کا اختیار نہیں، اور محض عورت کی طرف سے ناپسندیدگی کسی بھی فقہ میں فسخ نکاح کی وجہ جواز نہیں بنتی''۔ (حیلہ ناجزہ، ص: ۲۴۳، دارالاشاعت کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اگر افعالِ خبیثہ میں مبتلا ہوتو زوجہ کو چاہئے کہ اس کو نصیحت کرے اور سمجھائے، اگر اس میں کامیابی نہ ہوتو اس کو مطالبۂ طلاق لازم نہیں، لیکن اگر وہ زوجہ کو ان حرکاتِ خبیثہ پر مجبور کرے جس سے زوجہ اپنی عصمت وعفت کو محفوظ نہ رکھ سکے تو زوجہ کو اس سے علیحدہ رہنے اور طلاق طلب کرنے کا حق حاصل ہے، ایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ خلع کرلیا جائے، یعنی بیوی مہر معاف کردے اور شوہر کا دیا ہوا زیور واپس کردے اور شوہر حقِ زوجیت ساقط کردے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ظالم شوہر سے طلاق کا مطالبہ

سوال [۶۴۰۰]: ۱...... ہندہ کی شادی دوسال ہوئے زید سے ہوئی، کچھ دنوں بعد ہندہ کو سسرال والوں نے طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کردیں اور زدوکوب بھی کیا اور ہندہ کے اپنے والدین کے گھر آمدورفت پر پابندی لگادی۔

۲...... شادی سے قبل ہندہ کو زید کے بدعادت وکردار کا انکشاف نہیں ہوسکا کہ وہ شراب ودیگر منشیات کا عادی ہے، حالتِ نشہ میں والدین کے ایماء پر ہندہ پر زید سخت تشدد کرتا تھا۔

۳...... زید سے ہندہ پر تشدد کرانے کی غرض سے اس کے خسر نے زیورات چرانے اور گم کرادینے کا بھی الزام لگایا اور متعدد طریقوں سے پریشان کیا، ان ناگفتہ بہ حالات کی بناپر ہندہ کو اس کے والد گھر لے آئے اور اب وہیں مقیم ہے، شوہر سے طلاق کی خواہاں ہے۔ کیا یہ مطالبہ اس کا جائز ہے؟

---

(۱) "وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفدي نفسها منه بمال يخلعها، فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمها المال". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۲۱۱، باب الخلع، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۴۵۳، الفصل السادس عشر في الخلع، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲، ۳......اگر واقعات صحیح ہیں تو ہندہ کو حق ہے کہ شوہر سے مطالبہ کرے کہ آپ مجھے شریفانہ طور پر آباد کریں اور ظلم و بے جا تشدد سے باز آجائیں ورنہ طلاق دے دیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۷ھ۔

بیوی کی طرف شوہر متوجہ نہ ہو تو کیا کرے؟

سوال[۶۴۰۱]: عرض ہے کہ محمد اسماعیل کی شادی ہوئے تقریباً گیارہ مہینے ہو چکے ہیں، لیکن اب تک محمد اسماعیل نے اپنی زوجہ آسیہ بیگم کو چھوا تک نہیں ہے، نکاح کے بعد تین چار دن تک آسیہ بیگم نے جبر کر کے محمد اسماعیل کی سرپرست (جو کہ خود آسیہ بیگم کی خالہ ہیں) سے کہا کہ آپ کے لڑکے کی یہ کیفیت ہے کہ وہ میری طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے، پانی کی ضرورت ہو تو بھی وہ اپنی بھاوج سے مانگ لیتے ہیں، ایسی صورت میں میرا یہاں رہنا فضول ہے، میں اپنے میکے جانا چاہتی ہوں، جس وقت ضرورت ہوگی وہ خود محمد اسماعیل آئیں گے۔

اس انتظار میں گیارہ مہینے کا عرصہ گذر گیا، درمیان میں لڑکی کے والدین نے اپنے داماد محمد اسماعیل کے بارے میں حالات دریافت کئے تو محمد اسماعیل نے کہا کہ اگر وہ زیادہ کچھ کریں گے تو غنڈوں کے ذریعہ سے پٹائی کروں گا۔ بالآخر چند دن کے بعد دونوں طرف کے رشتہ دار ذمہ دار قسم کے لوگوں نے جمع ہو کر شوہر بیوی کو روبرو بیٹھا کر پوچھا کہ کیا تم کو بیوی چاہئے یا نہیں؟ شوہر نے کہا مجھے یقیناً چاہئے، لہٰذا اس کو میرے گھر بھیجدیں۔ اب بیوی آسیہ بیگم نے پوچھنے پر کہا کہ وہاں جا کر کیا کروں گی، میرے والد کو دھمکی دینے کے بعد اب مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے اور مجھے وہاں جانا بالکل پسند نہیں ہے، لہٰذا میں خلع لینے کے لئے تیار ہوں۔ اب اس کے

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان، ولایحل لکم أن تأخذوا مما اٰتیتموهن شیئاً، إلا أن یخافا أن لایقیما حدود اللہ، فإن خفتم أن لایقیما حدود اللہ، فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾ الآیة. (سورة البقرة: ۲۲۹)

"ویجب الطلاق لوُ فات الإمساک بالمعروف". (الدر المختار: ۳/۲۲۹، کتاب الطلاق، سعید)

جواب میں محمد اسماعیل کہہ رہا ہے کہ میں آسیہ بیگم کونہیں چھوڑوں گا اور اس خلع نامہ پر رضامند ہوکر دستخط نہیں کروں گا۔

لہٰذا ایسی نازک صورت میں ان میاں بیوی میں جدائیگی کی کیا صورت ہے؟ لڑکی کے والدین چاہتے ہیں کہ جب لڑکی وہاں جانے کے لئے راضی نہیں ہے تو پھر کسی طرح اس کے تعلق کوختم کرا کرلڑکی کی کسی اور جگہ شادی کرادی جائے، لہٰذا شریعت کے حکم سے نوازیں اور خلع کی صورت سے مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زوجہ اپنے شوہر کے مکان پر جانے کے لئے اور حقوقِ زوجیت ادا کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور اس کو اپنی جان کا خطرہ ہے تو کسی طرح خوشامد کرکے لالچ دے کر مہر معاف کر کے غرض کسی بھی طرح شوہر سے طلاق حاصل کرلے، اس کے بغیر گلوخلاصی کی کوئی صورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن خیرآبادی، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

اپنی بیوی کو دوسرے کے حوالہ کرنے سے نکاح کا حکم

سوال[۲۴۰۲]: ایک شخص نے تائے زاد بھائی کے ہاتھ میں اپنی بیوی کا ہاتھ دیدیا کہ میں تم کو دیتا ہوں، نہ اس کا خرچ میرے بس کا ہے، نہ خواہش پوری کرسکتا ہوں، عورت بھی تیار ہوگئی اور غیر شخص نے بھی قبول کرلیا۔ کچھ دنوں بعد دونوں مردوں میں کوئی بات بڑھ گئی، شوہر نے بیوی کو غیر مردوں سے حرام کاری کیلئے مجبور کیا، وہ عورت اس آدمی کے ساتھ جس کے حوالہ ہوئی تھی، فرار ہوگئی اور فرار کے سات سال ہوچکے ہیں، تین بچے بھی ہوچکے ہیں۔ تو کیا اس کے ساتھ رہنا اور شوہر سے تعلق ختم کردینا شرعاً کیسا ہے؟ وہ نکاح باقی ہے یا ختم ہوگیا؟

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به". (الهداية: ۲/۴۰۴، باب الخلع، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنی بیوی کا ہاتھ دوسرے مرد کے ہاتھ میں پکڑا دینا انتہائی بے غیرتی اور بے حیائی ہے، اس سے شرعاً نہ نکاح فسخ ہوا، نہ وہ دوسرے کی بیوی بنی (۱) بلکہ پہلا نکاح قائم ہے (۲)۔ اس عورت کو اس دوسرے آدمی سے فوراً علیحدہ ہوجانا ضروری ہے۔ شوہر اگر اس کے حقوق ادا نہیں کرسکتا تو اس کو طلاق دیدے (۳)، اس کے بعد عدت گذار کروہ عورت اگر چاہے تو اس دوسرے شخص سے نکاح کرلے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

شوہر پاکستان چلا گیا تو عورت کو عدمِ نفقہ کی صورت میں حقِ فسخ ہے یا نہیں؟

سوال [۶۴۰۳]: مجھ مساۃ فیاضی بیگم کا شوہر مسمّی تہور حسین عرصہ ساڑھے تین سال سے پاکستان گیا ہوا ہے اور آج تک نہیں آیا، البتہ حیات ہے، گاہ بگاہ خط وکتابت ہوتی رہتی ہے، لیکن معقول طریقہ پر نہ میری کوئی امداد کرتا ہے، نہ مجھے وہاں لے جانے کی کوئی تدبیر کرتا ہے، میں بہت پریشان ہوں، گذر بسر کا کوئی سلسلہ نہیں ہے، ایک بچہ بھی میرے ہوا ہے، اس کی پرورش کا بھی کوئی ذریعہ نہیں ہے، شوہر سے تحریری طور پر طلاق کا بھی

---

(۱) "ورکنه لفظ مخصوص". (الدرالمختار). "هوما جُعل دلالةً علی معنی الطلاق من صریح أو کنایة". (ردالمحتار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۴۸، کتاب الطلاق، الباب الأول الخ، رشیدیه)

(وکذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۸۰، کتاب الطلاق، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(۲) "لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، کذا في السراج الوهاج". (الفتاوی العالمکیریة، القسم السادس: المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(وکذا في بدائع الصنائع، فصل في شرط ألا تکون منکوحة الغیر: ۳/۴۵۱، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان﴾ الآیة. (سورة البقرة: ۲۲۹)

"ویجب لَوْ فات الإمساک بالمعروف". (الدر المختار: ۳/۲۲۹، کتاب الطلاق، سعید)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن، فلا تعضلوهن أن ینکحن أزواجهن إذا تراضوا بینهم بالمعروف﴾. (سورة البقرة: ۲۳۲)

متعدد مرتبہ تقاضا کیا مگر طلاق بھی نہیں دیتا۔ میں ایسی حالت میں کیا کروں؟ نکاحِ ثانی کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، اگر شرعاً اجازت مل جائے تو بذریعۂ عدالت طلاق حاصل کروں گی۔

مسماۃ فیاضی بیگم، میرٹھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عصمت وعفت کے ساتھ گذارا کی کوئی صورت نہیں تو اولاً آپ بذریعۂ عدالت نکاحِ ثانی کی اجازت حاصل کرلیں تاکہ قانونی طور پر آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جاسکے، پھر کم ازکم تین دیندار معزز مسلمانوں کی کمیٹی بناکر جن میں ایک عالم معاملہ شناس بھی شریک ہوں، اس کے سامنے اپنا معاملہ پیش کریں، وہ کمیٹی آپ سے ہر بات کا شرعی ثبوت حاصل کرکے الحیلۃ الناجزہ میں لکھے ہوئے طریقہ پر تفریق کردے گی، یہ تفریق طلاق کے حکم میں ہوگی (۱)، اس کے بعد عدت (تین حیض) گذار کر آپ کو شرعاً دوسرے نکاح کی اجازت ہوجائے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۲/۶/۸۷ھ، الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، ۳/۶/۸۷ھ۔

---

(۱) قال الشیخ التھانوی رحمہ اللہ: ''زوجۂ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ حاصل کرے، لیکن اگر باوجود سعیٔ بلیغ کے (خلاصی کی) کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہبِ مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضیٔ اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے، اور جس کے پاس پیش ہو، وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے۔ اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے''۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجۂ متعنت فی النفقہ، دارالاشاعت کراچی)

(۲) "وإذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث عشر: ۱/۵۲۶، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۴۹، باب العدة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۴۸، باب العدة، دار الكتب العلميه بيروت)

شوہر پاکستان چلا گیا بیوی کیا کرے؟

الاستفتاء [۶۴۰۴]: (الف) اگر کوئی مرد یا عورت ماتحت قانون ہندوستان سے پاکستان چلا جائے تو کیا شرعاً ان دونوں کا نکاح فسخ ہونے کا حکم دیا جائے گا؟ اگر بالفرض مرد اس قانون کے ماتحت پاکستان چلا گیا اور عورت ہندوستان رہ جائے تو ہندوستان میں کسی اُور مرد کے ساتھ اس عورت کا نکاح صحیح ہوگا؟

(ب) قانون کے ماتحت سرکارِ ہند نے زید اور اس کی زوجہ زینب کو پاکستان بھیج دیا اور ان کا لڑکا بھی پاکستان چلا گیا اور اپنی عورت ہندہ کو بوجہ ہندوستانی ہونے کے ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ اب بکر کی زوجہ اپنے ملک میں دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف، ب) محض اتنی بات سے کہ مرد پاکستان یا کسی اُور ملک چلا گیا اور وہیں کا باشندہ قرار پا گیا اور عورت ہندوستان میں ہے ان دونوں کا نکاح فسخ نہیں ہوا، ایسی عورت کو نکاحِ ثانی کا ہرگز اختیار نہیں، جب تک شرعی طور پر اپنے نکاح سے خارج نہ ہو جائے اور عدت نہ گذر جائے، شوہر کے نکاح سے خارج ہونے کے لئے طلاق یا خلع یا موتِ شوہر یا قاضی شرعی کی تفریق یا پنچایت شرعی کی تفریق ضروری ہے۔ عورت مذکورہ اگر نکاحِ ثانی کرنا چاہتی ہے تو بہتر یہ ہے کہ شوہر سے طلاق حاصل کرلی جاوے، یا مہر معاف کرکے خلع کرے (۱)، اگر اس میں کامیاب نہ ہو تو "حیلۂ ناجزہ" میں لکھے ہوئے طریق کے موافق فسخ کرالے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۹/۸۵ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفدى نفسها منه بمال يخلعها به". (الهداية: ۲/۴۰۴، باب الخلع، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعيد)

(۲) (حيله ناجزه، ص: ۴۳، ۷۴، حكم زوجه متعنت في النفقه، دارالاشاعت)

شوہر دوسری جگہ نکاح کر کے رہتا ہے، تو یہ بیوی کیا کرے؟

سوال[۶۴۰۵]: ایک عورت منکوحہ جس کا نکاح دس برس پہلے ہوگیا اور اس کا شوہر چھ ماہ بعد افریقہ چلا گیا اور نو برس سے زیادہ ہوگیا ہے اور عورت کے لئے خوراکی اور پوشاکی قدرے قلیل روانہ کیا کرتا ہے جو منکوحہ کے لئے ناکافی ہوتا ہے جس کی بناء پر مشقت جھیلتی ہے۔ اس وقت منکوحہ کی عمر پچیس سال ہے، یعنی شبابیت کا زمانہ ہے اور شوہر اس کو افریقہ بلاتا بھی نہیں اور نہ طلاق دیتا ہے اور وہاں دوسری شادی کر لی ہے جس سے تین اولادیں ہیں اور یہاں آتا بھی نہیں۔

ایسی صورت میں منکوحہ مذکورہ اپنے زوج کے شدائد سے عاجز ہے جو واقعی ایک انسان کی صورت میں بھی برداشت نہیں کرسکتا، لہذا اس کو فسخ کرنے کی کیا صورت ہے، کیا حاکم کے روبرو کسی امام کے نزدیک ائمۂ اربعہ میں سے فسخ ہوسکتا ہے؟ فقط۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عورت عفت کے ساتھ کسبِ معاش کر کے اپنے خورد نوش کا انتظام نہیں کرسکتی اور بالکل عاجز ہوچکی ہے تو اس کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ کسی طرح لالچ دے کر، یا مفت اپنے شوہر سے طلاق حاصل کرلے، یا خلع کرلے۔ اگر باوجود انتہائی کوشش کے یہ دشوار اور ناممکن ہو تو پھر سخت مجبوری کی حالت میں (بنابر مذہب مالکیہ) اس کی بھی گنجائش ہے کہ عورت حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور بیان دے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور باوجود قدرت کے میرے حقوق ادا نہیں کرتا اور نہ طلاق دیتا ہے۔

اس پر حاکم باقاعدہ تمام واقعات کی تحقیق وتفتیش کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو تو شوہر کو طلب کر کے کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دے دو ورنہ ہم تفریق کردیں گے پھر اگر وہ کوئی صورت اداء حقوق یا طلاق کی اختیار کرے تو خیر ورنہ حاکم مسلم بااختیار تفریق کردے اس کے بعد عورت عدت گذار کر دوسرا نکاح کرسکتی ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۴/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۲/۴/۵۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۱/ ربیع الثانی/ ۵۸ھ۔

---

(۱) ''اس عورت کی رہائی کے واسطے جو صورت باتفاق ائمہ صحیح ہے وہ تو یہ ہے کہ اس خاوند کو خلع پر راضی کیا جاوے، اگر وہ سنگ دل =

بھنگن سے ناجائز تعلق کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہوا

سوال[۶۴۰۶]: زید کا ایک بھنگن سے ناجائز تعلق ہوگیا، زید اس کو لے کر فرار ہوگیا، معلوم ہوا کہ زید نے بھنگن کے ساتھ خنزیر کا گوشت کھایا، پھر زید آگیا اور بھنگن کو اس کے گھر والے کے حوالہ کردیا۔ اب زید کے سسرال والے اس کے ساتھ اپنی بیٹی کو رکھنے پر ہرگز تیار نہیں ہیں اور اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ رہنے پر تیار نہیں ہے۔ اگر بیوی اس کے پاس رہے تو کوئی حرج ہے؟ اگر بیوی چھٹکارا حاصل کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی ان کمینہ اور فحش حرکات کے بعد بھی اس کا نکاح اپنی بیوی سے ختم نہیں ہوا(۱)۔ زید کے ذمہ

=خلع پر راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کرکے اپنا زمانہ عفت میں گزار سکے تو بہتر، ورنہ جب گزارہ اور نان ونفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق صورت ذیل اختیار کرکے رہائی حاصل کرے۔ وہ صورت یہ ہے کہ اولاً قاضی کے پاس مقدمہ پیش کرکے گواہوں سے اس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے کہ وہ مجھ کو نفقہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے اس نے میرے لئے نفقہ بھیجا، نہ یہاں کوئی انتظام کیا اور نہ میں نے نفقہ معاف کیا، غرض نفقہ کا وجوب بھی اس کے ذمہ ثابت کرے اور یہ بھی کہ وہ اس واجب میں کوتاہی کر رہا ہے اور ان سب باتوں پر حلف بھی کرے۔ اس کے بعد اگر کوئی عزیز واقارب یا اجنبی اس کے نفقہ کی کفالت کرے تو خیر، ورنہ قاضی اس شخص کے پاس حکم بھیجے کہ: یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو، یا اس کو بلالو، یا وہیں سے کوئی انتظام کرو، ورنہ اس کو طلاق دے دو اور اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کردیں گے۔

اس پر بھی اگر خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے، تو قاضی ایک مہینے کے مزید انتظار کا حکم دے، اس مدت میں بھی اگر اس کی شکایت رفع نہ ہوئی تو اس عورت کو اس غائب کی زوجیت سے الگ کردے۔

كما في الرواية الثانية ...... اور یہ ظاہر ہی ہے کہ تفریق کے لئے عورت کیطرف سے مطالبہ شرط ہے، پس اگر اس غائب کا جواب آنے کے بعد عورت مطالبہ ترک کردے تو پھر تفریق نہ کی جائے گی''۔ (حیلۂ ناجزہ، حکم زوجہ غائب غیر مفقود، ص: ۷۷، ۷۸، دارالاشاعت کراچی)

(۱) "وركنه لفظ مخصوص هو ما جُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/ ۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/ ۳۸۰، ۳۸۱، كتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع ۴/ ۲۱۰، كتاب الطلاق، فصل في ركن الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

لازم ہے کہ سچی توبہ کرے اور دل سے نادم ہو(۱) اور آئندہ کبھی فعلِ حرام اور اکلِ حرام کے قریب نہ جائے (۲)، پھر بیوی کو بھی اس کے پاس رہنا درست ہے۔ جب تک شوہر طلاق نہ دیدے پھر عدت نہ گذر جائے، بیوی کو دوسری جگہ نکاح کا حق نہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۳/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۳/۸۸ھ۔

شوہر کے نامرد ہونے کی حالت میں غیر مرد سے تعلق قائم کرنا

سوال[۶۴۰۷]: میری شادی مسمی غلام احمد کے ہمراہ ہوئی کہ جس کو عرصہ تخمیناً بارہ یا تیرہ سال گزرا، چندروز تو مجھ کو میرے شوہر مذکور نے اپنی زوجیت میں رکھا جس سے معلوم ہوا کہ وہ قابلِ عورت نہیں ہے، چندروز کے بعد مجھ کو شوہر نے میرے والد کے گھر پہونچا دیا اور ہنوز کوئی خبر اخراجات کی نہیں لی۔ میری شادی سے بیشتر دو شادی مسمی غلام احمد کی ہو چکی ہیں، دونوں بیویاں بوجہ نامرد ہونے کے اس کے گھر سے چلی گئیں اور دوسری جگہ دونوں نے اپنی اپنی شادی کر لی بلا طلاق دیئے ہوئے۔ غلام احمد کے ساتھ مجبور ہو کر اپنی گزر بسر کیثیت

(۱) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(۲) قال الله تعالىٰ ﴿ولا تقربوا الزنا، إنه كان فاحشةً وساء سبيلاً﴾ (الإسراء: ۳۲)

وقال الله تعالىٰ ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير﴾ (البقرة: ۱۷۳)

وقال الله تعالىٰ ﴿إن الله يحب التوابين ويحب المتطهرين﴾ (البقرة: ۲۲۲)

"وقال النبي صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكاة المصابيح، الفصل الثالث، باب الاستغفار و التوبة، ص: ۲۰۶، قديمي)

(۳) "أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً". (رد المحتار: ۳/۱۳۲، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸۰، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۴۵۱، فصل في شرط أن لا تكون منكوحة الغير، دار الكتب العلمية بيروت)

مزدوری کر کے کرتی رہی۔

جب بہت زیادہ مجبور ہوگئی تو میں نے ایک شخص سے اپنا تعلق پیدا کرلیا اور غلام احمد کو مطلع کر دیا کہ جب تم نے عرصہ نو سال سے میری خبر گیری نہ لی اور نہ مجھ کو اپنے پاس بلایا تو میں نے اپنا انتظام خود کرلیا ہے، تم مجھ کو طلاق دے دو تو میں اپنا عقد کرلوں، چند مرتبہ اس واقعہ سے اس کو مطلع کیا گیا، مگر کوئی جواب نہ آیا۔ آخر کار اس شخص سے جس سے میں نے اپنا تعلق کیا تھا، اس کے نطفہ سے ایک بچہ پیدا ہوا جو کہ حیات ہے۔ اس کے بعد پھر غلام احمد کو اس واقعہ کی خبر دی اور اس سے طلاق چاہی، مگر وہ طلاق نہیں دیتا ہے اور اس کو عرصہ نو سال سے خوب معلوم ہے کہ میری بیوی جائز ناجائز کر کے اپنا گزر بسر کر رہی ہے اور ایک بچہ بھی پیدا ہوگیا ہے، پھر بھی طلاق دینے سے گریز کرتا ہے، اس کو ایک ضد ہے۔

اگر سائلہ اپنے فسخِ ازدواج کی بابت عدالتی کاروائی کرے اور عدالت میرے حق پر فیصلہ کر دے اور روبروئے عدالت کے غلام احمد مذکور اپنی زبان سے طلاق نہیں دیتا تو فیصلہ کے بعد بموجبِ شرع محمدی کے کیا تجویز کی جاوے؟ چونکہ شوہر اپنی زبان سے طلاق طلاق طلاق بیوی کے حق میں ادا نہ کرے تو کس طرح سے طلاق ہوجائے گی؟ سنا گیا ہے کہ مسئلہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر کسی کی بیوی بلا اجازت اپنے شوہر کے غیر مرد کے سامنے ہوجاوے یا کہیں چلی جاوے تو نکاح سے باہر ہوجاتی ہے؟ یہ ایک بہت اہم بات ہے کہ غلام احمد تو طلاق نہ عدالت میں دے گا اور نہ تو پنچایت میں دے گا، اس کو ایک ضد ہے کہ چاہے بچہ ہو طلاق نہیں دوں گا اور عدالت زبردستی طلاق دلانے پر مجبور نہیں کرتی ہے۔ تو سائلہ اپنا عقدِ ثانی کس طرح سے کرسکتی ہے؟ اور نہ سائلہ اس کے گھر میں جانا چاہتی ہے اور نہ غلام احمد میرے خلاف کوئی عدالتی کاروائی کرنا چاہتا ہے۔

سائلہ اس امر کی استدعا کرتی ہے کہ کونسا فتویٰ اس امر میں اجازت دیتا ہے جس سے سائلہ غلام احمد کی پابندی سے محفوظ رہے اور سائلہ اپنا عقد ثانی کرے؟ چونکہ یہ بات اکثر مشہور ہے کہ کوئی ایسا کام کہ جس سے شوہر کی ناراضگی ہو یا اس کی عزت میں فرق آجاوے اس کی بہو کے نہ رہے تو نکاح سے باہر ہوجاتی ہے اور سائلہ کا واقعہ اس فقرہ سے زیادہ اثر رکھتا ہے۔

قانون اور شرع میں بہت فرق ہے، عدالت کے فیصلے پر عام نکاح نہیں پڑھا سکتے ہیں، چونکہ شرع محتاج ہے شوہر کی زبان سے طلاق کہنے کی شرع محمدی میں ص:٦ پر صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ ”جو عورت اور مرد

بلا نکاح کے زن وشوہر کی طرح رہتے ہوں تو مانند نکاح کے ہوگئے اور جو بچہ پیدا ہوگا وہ اپنے باپ سے صحیح النسب اور وارث ترکہ کا مستحق ہوگا''۔ سائلہ نہایت ادب کے ساتھ التجا کرتی ہے کہ سائلہ بہت مصیبت زدہ عورت ہے۔ سائلہ کے حق میں اس امر میں فتویٰ عنایت مرحمت کیا جاوے تاکہ اس عذاب سے نجات حاصل ہو۔ فقط والسلام۔

محلہ منوگنج، معرفت مفتی خان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک تمہارا شوہر غلام احمد طلاق نہ دے اس وقت تک تمہارا نکاح کسی دوسری جگہ درست نہیں (۱)۔ اور یہ بات کہ ایسا کام جس سے شوہر کی ناراضگی ہو، یا اس کی عفت میں فرق آجاوے اس کی بیوی کرے تو نکاح سے باہر ہوجاتی ہے بالکل غلط ہے، شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں، پس تمہارا کسی غیر شخص سے تعلق پیدا کر کے محبت کرنا قطعاً حرام اور زنا ہے (۲)۔ اور جو بچہ اس حرام کاری سے پیدا ہوا ہے اور غلام احمد کہتا ہے کہ میرا نہیں اور تم کو اقرار ہے کہ وہ نطفہ حرام ہے تو اس کو غلام احمد کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا، اور نہ وہ اس کا بیٹا ہے اور اس سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔ اسی طرح جس شخص کے نطفہ سے غلط طریقہ سے یہ پیدا ہوا اس کا بھی بیٹا نہیں، اس کے ترکہ سے بھی وارث نہیں ہوگا (۳)۔

---

(۱) "و لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، و کذلک المعتدة". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۸۰، القسم السادس: المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر، رشیدیه)

(وکذا في رد المحتار: ۳/۱۳۲، باب المهر، مطلب في النکاح الفاسد، سعید)

(وکذا في فتاویٰ قاضي خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۲۶، کتاب النکاح، باب المحرمات، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالیٰ ﴿و لا تقربوا الزنا إنه کان فاحشةً و ساء سبیلاً﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

(۳) "فلو زنیٰ بامرأة، فحملت، ثم تزوجها، فولدت ...... إن جاء ت به لأقل من ستة أشهر، لم یثبت نسبه منه ...... أما إن قال: إنه مني من الزنا، فلا یثبت نسبه و لا یرث منه". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۵۴۰، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، رشیدیه)

اور تمہارے شوہر نے تم سے ایک مرتبہ بھی صحبت نہیں کی اور تم کو نکاح سے قبل اس کا علم نہیں تھا کہ غلام احمد نامرد ہے اور معلوم ہونے کے بعد تم نے اس کے ساتھ باوجود نامرد ہونے کے رضامندی ظاہر نہیں کی یعنی یہ نہیں کہا کہ خیر جیسا بھی ہے اس کے ساتھ زندگی گزاردوں گی۔ تم کو چاہئے کہ تم عدالتِ مسلمہ میں یعنی حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرو کہ میرا شوہر نامرد ہے، ایک مرتبہ بھی مجھ سے جماع نہیں کرسکا۔ اس پر حاکم غلام احمد کو بلاکر دریافت کرے گا، اگر غلام احمد نے اقرار کیا تو ایک سال مدت علاج کے لئے دیدے، اگر اس مدت میں علاج کرکے صحبت کرنے پر قادر ہوگیا تب تو خیر، ورنہ حاکم مسلم بااختیار تفریق کردے، اس کے بعد عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا (۱)۔

اگر حاکم مسلم بااختیار نہ ہو، یا وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ سب کام کرسکتی ہے اور اس جماعت میں کم از کم ایک معاملہ شناس معتبر عالم کا بھی ہونا ضروری ہے اور رسالہ حیلہ ناجزہ کو بھی بغور دیکھ لیا جاوے (۲)۔ اس میں اس مسئلہ کو خوب تفصیل سے لکھا ہے۔

اگر غلام احمد نے ایک مرتبہ بھی صحبت کرلی ہے، یا نکاح سے پہلے تم کو اس کے نامرد ہونے کا علم تھا، یا علم ہونے کے بعد اس کے ساتھ رہنے پر رضامندی ظاہر کردی ہے تو اب تم کو تفریق کا حق نہیں رہا، لیکن اگر وہ نفقہ نہیں دیتا ہے تو حاکم کے یہاں دعویٰ کیا جاوے حاکم شوہر کو کہے کہ تم نفقہ دو، ورنہ طلاق دے دو، نہیں تو ہم تفریق کردیں گے۔ اگر شوہر کوئی صورت اختیار کرے تب تو خیر، ورنہ حاکم مسلم تفریق کردے۔ اور بہتر صورت تو یہ ہے کہ کسی طرح لالچ دے کر، یا ڈرا کر، یا مہر وغیرہ معاف کرکے اور کچھ روپیہ دے کر غلام احمد سے طلاق حاصل

---

(۱) "إذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي و ادعت أنه عنين و طلبت الفرقة، فإن القاضي يسأله: هل وصل إليها أو لم يصل، فإن أقرّ أنه لم يصل، أجّله سنةً .... جاء ت المرأة إلى القاضي بعد مضى الأجل وادعت أنه لم يصل إليها........... إن اختارت الفرقة، أمر القاضي أن يطلقها طلقةً بائنةً، فإن أبى، فرّق بينهما، والفرقة تطليقة بائنة". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۵۲۳، ۵۲۴، باب في العنين، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۴۹۶، ۵۰۰، باب العنين، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۲۴۰، ۲۴۳، باب العنين، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) (الحلية الناجزة للحليلة العاجزة، ص: ۱۵۰، ۱۵۳، زوجۂ عنین کا حکم، دار الإشاعت كراچی)

کرلی جاوے(۱)،اس کے بعد عدت گزار کر نکاحِ ثانی کرلیا جائے۔اور جو ناجائز تعلق قائم کررکھا ہے یہ کبیرہ گناہ ہے،اس کو فوراً چھوڑنا واجب ہے اور توبہ فرض ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۴/ جمادی الثانیہ/ ۵۹ھ۔

عبداللطیف،مظاہر علوم سعید احمد غفرلہ،مفتی مظاہر علوم سہارنپور،۳/۶/۵۹ھ۔

سختی کرنے والے شوہر سے علیحدگی

سوال[۶۴۰۸]: میری لڑکی کو گھر پر چار سال ہوگئے ہیں،اس کی سسرال والے بہت تنگ کرتے ہیں،نہ کھانے کو دیتے ہیں،نہ پہننے کو اور اس کو مارڈالنے تک کا ارادہ کرلیا تھا،اب لڑکی وہاں پر کسی حال میں جانا نہیں چاہتی،اب بھی اس کی جان کا خطرہ ہے،ہم غریب آدمی ہیں،اس صورت میں آپ فوراً اس کا نکاح فسخ کردیں تاکہ لڑکی کو دوسری جگہ بٹھا سکوں۔فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کی لڑکی کو شوہر سے الگ کرنے کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں:ایک یہ کہ شوہر نامرد ہو تو اس کے لئے بھی فوراً علیحدگی نہیں ہوسکتی،بلکہ اس کے لئے عدالت یا شرعی پنچایت میں درخواست کی ضرورت ہوگی،شوہر کو ایک سال کی مہلت علاج کے لئے دی جائے،اگر پھر بھی وہ جماع پر قادر نہ ہوسکا تب علیحدگی کا حکم کیا جائے گا(۳)۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان و خافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفدى نفسها منه بمال يخلعها به". (الهداية: ۲/۴۰۴، باب الخلع، مكتبه شركة علميه، ملتان)

(و كذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعيد)

(و كذا في الفتاوىٰ العالكميرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع و ما في حكمه، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ ﴿يأ يها الذين امنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸)

وقال الله تعالىٰ: ﴿إن الله يحب التوابين و يحب المتطهرين﴾ (سورة البقرة: ۲۲۲)

(۳) "وإذا كان الزوج عنيناً أجله الحاكم سنةً، فإن وصل إليها فبها، وإلا فرّق بينهما إذا طلبت المرأة ذلك، وتلك الفرقة تطليقة بائنة". (الهداية: ۲/۴۲۰، ۴۲۱، باب العنين وغيره، شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۴۰، ۲۴۱، باب العنين، دار الكتب العلمية بيروت)

دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ لڑکی پر مار پٹائی اور سختی کی جاتی ہے، خرچ نہیں دیا جاتا ہے، وہ نفقہ سے مجبور ہے تو اس کے لئے بھی عدالت یا شرعی پنچایت میں درخواست کی ضرورت ہوگی، پھر اگر شوہر سختی سے باز آجائے، نان نفقہ دینے کا وعدہ کرلے تو لڑکی کو علیٰحدگی کا حق نہیں رہے گا۔ اگر وہ سختی سے باز نہ آئے اور نان نفقہ دینے کا وعدہ نہ کرے تو علیٰحدگی کرادی جائے گی (۱)۔ الحاصل ہمارے اس فتوے سے لڑکی کو فوراً نکاحِ ثانی کا حق نہیں مل سکتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

مظلومہ کی گلوخلاصی

سوال [۶۴۰۹]: کیا ماں باپ کو شرعاً اس بات کا اختیار ہے کہ اپنی لڑکی کو شوہر کے مکان سے اس کی سختیوں کی بنا پر نکال لیجائیں اور وہ بیچارہ مجبوریوں کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے؟ فقط۔

المستفتی: احقر محمد نعیم بستوی، موضع گڈھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر ناقابلِ برداشت سختی کرتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ اول اس کو سمجھایا جائے، اگر وہ باز نہ آئے تو کسی طرح لالچ دے کر یا دباؤ ڈال کر اس سے طلاق لے لیجائے، یا خلع کرلیا جائے (۲)۔ اگر یہ دشوار ہو تو عورت

---

(۱) ''عورت (زوجۂ متعنت) اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے، پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوجائے کہ باوجودِ وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اسکے قائم مقام ہو کر طلاق واقع کردے''۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجۂ متعنت فی النفقۃ، دارالاشاعت کراچی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لا یقیما حدود اللہ، فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۲۹)

''وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود اللہ، فلا بأس بأن تفدی نفسھا منہ بمال یخلعھابہ''۔ =

حاکم مسلم کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے، وہ علماء کے مشورہ اور فتویٰ کے ماتحت فیصلہ کردے گا(۱)، بجز اس کے شوہر کے گھر سے نکالنا نہیں چاہیئے، کیونکہ اس جدائی سے شوہر کو بھی اذیت ہوگی اور بیوی کو بھی اور دونوں کے حقوق ضائع ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۴/۵۴ھ۔

حرمتِ مصاہرت سے تفریق

سوال[۶۴۱۰]: مسماۃ فاطمہ اپنے شوہر زید کے گھر بطریقِ سکونت گئی اور پدر زید مسمی عمر بھی ہمراہ پسرِ خود زید سکونت پذیر ہے۔ کچھ عرصہ بعد مسماۃ فاطمہ نے اپنے میکے جاکر خسر خود عمر کو متہم کیا کہ میرے خسر عمر نے بنگاہِ بد مجھے پکڑا اور ارادہ بدکار رکھتا ہے اور کوئی گواہ موجود نہیں، بلکہ عام لوگ کہتے ہیں کہ واقعی یہ واقعہ درست ہے، مگر شاہد عینی کوئی نہیں، خصومت میں سب لوگ انگشت نما ہیں۔ پنچایت نے زوجہ فاطمہ کو شوہر سے چھڑا لیا یعنی بلا طلاق حاصل کئے کوئی نکاح غیر پڑھانا چاہتے ہیں۔ جواب تحریر فرماویں؟ ۲۱/شعبان/۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کو مسماۃ فاطمہ کے قول کے صدق کا یقین یا ظنِ غالب ہے تو وہ زید پر حرام ہوگئی، لیکن اس سے نکاح نہیں ٹوٹا، جب تک متارکت ومفارقت اس طرح نہ ہو جائے کہ زید کہہ دے کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا، یا طلاق دیدی، تیرا دل جہاں چاہے نکاح کرلے اور اس کے بعد عدت گذر جائے، اس وقت تک دوسری جگہ نکاح درست نہیں۔ اگر زید کو اس کے صدق کا یقین اور ظنِ غالب نہیں تو وہ حرام ہی نہیں ہوئی، لہٰذا اس کا دوسرا نکاح درست نہیں، اس کے لئے زید کی طرف سے طلاق ومفارقت ضروری ہے۔ اس کے بغیر اس کے نکاحِ ثانی میں شرکت کرنے والے اگر مسئلہ جاننے کے باوجود شریک ہوں گے تو گنہگار ہوں گے ان کو توبہ کرنا لازم ہے:

= (الهداية: ۲/۴۰۴، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعيد)

(۱) ''زوجہ متعنت قضائے قاضی کے بعد عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے''۔ (حیلہ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، حكم زوجة متعنت في النفقه، دار الاشاعت كراچي)

"وثبوت الحرمة بمسها مشروط بأن يصدّقها أو يقع في أكبر رأيه صدقُها، وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لايحرم على أمه وابنه، إلا أن يصدقاه، أو يقع على ظنهما صدقُة". فتح القدير: ۲/۳٦۷(۱)۔

"وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وإنقضاء العدة، والمتاركة لا تتحقق إلا بالقول إن كانت مدخولاً بها: كتركتك أو خليت سبيلك، الخ". ردالمحتار: ۲/٤۳۷(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۸/۵٦ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم، ۴/ رمضان/ ۵٦ھ۔

تین طلاق کے بعد بھی شوہر نہ چھوڑے، تو کلمۂ کفر ادا کرنے کا حکم، ارتداد کے بعد اس شرط پر اسلام قبول کرنا کہ "میرا نکاح دین دار شخص سے ہو"

سوال[۶۴۱۱]: ایک عورت کا نکاح ایک ناخواندہ بے نمازی شخص سے ہوا، مگر عورت کے والد نے اپنے داماد سے قبل از نکاح ادائے نماز کا پختہ طور پر حلفی وعدہ کرلیا تھا، لیکن بعد نکاح ثابت ہوا کہ وہ شخص کبھی کبھی نماز پڑھ لیتا ہے اور مدت دراز سے وہ اغلام بازی کا عادی اور سودخوری کا عادی ہے اور اس کی زوجہ نماز کی نہایت پابند اور روزانہ تلاوتِ قرآن مجید کی بڑی صحت الفاظ سے کرنے والی، فیشن انگریزی سے بہت متنفر، امور خانگی میں خوب ہوشیار، بائیس سالہ عمر کی ہے۔ اور اس عورت نے اردو کی لکھائی پڑھائی اپنی والدہ سے اپنے گھر پر حاصل کی ہے۔

اس کے شوہر نے اپنی عورت سے سامانِ جہیز سے گوٹہ اور تمام طلائی اور نقرئی زیور جبراً لے کر کچھ تو

---

(۱) (فتح القدير: ۳/۲۲۲، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۲۷، باب المحرمات، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) (ردالمحتار على الدرالمختار: ۳/۳۷، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۳۰، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۱۴، الفصل التاسع في النكاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن كراچی)

فروخت کردیا اور کچھ گروی رکھ دیا، جب اس کی زوجہ نے اس سے یہ کہا کہ میرے باپ کا دیا ہوا سامان جہیز ہے، میں اس کو ضائع کرانا نہیں چاہتی، اس کی مالک میں ہوں تو اتنا کہنے پر شوہر نے اپنی زوجہ کو خوب مارا اور یہ کہا کہ ''جب میں تیرے جہیز کا مالک نہیں تو پھر میں تیرا بھی مالک نہیں بنتا، اب میرے گھر سے تو نکل، میں نے تجھ کو طلاق دی، طلاق دی''۔ یہ کلمہ ''طلاق دی'' سات آٹھ مرتبہ یکدم کہہ دیا۔

عورت نے اس واقعہ کی تحریری اطلاع اپنے باپ کو دی تو عورت کے والد نے واقعہ طلاق کو اپنے داماد سے دریافت کیا تو داماد نے یہ بیان کیا کہ بے شک میں نے سات آٹھ مرتبہ یہ کہہ دیا کہ ''میں نے تجھ کو طلاق دی''، طلاق دی لیکن میں نے تو یہ مذاق سے کہا تھا، کیونکہ میں نے اپنی زوجہ کو کوئی زیادہ نہیں مارا تھا تب بھی اس نے آدھے دن تک رونا بند نہیں کیا۔

مگر اس طلاق دہندہ کے عزیز واحباب نے اس کو یہ سبق پڑھا دیا ہے کہ طلاق کا اقرار کرنے سے تو تیری زوجہ آزاد ہو جائے گی، بہادری تو یہ ہے کہ اپنی زوجہ کو ہرگز آزاد نہ ہونے دے، بلکہ اس کو زندگی بھر خوب تنگی اور سختی کے ساتھ باندی سے بدتر بنا کر رکھ۔ اب اس عورت کا شوہر طلاق سے منکر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ عورت کو زندگی بھر مقید رکھنے کی ضرورت سے طلاق نہ دوں گا۔

اب عورت نے اس خیال سے کہ فساد زوجین بڑھ چکا ہے اور اب اس شوہر کے پاس اپنے سے ارتکاب زنا کا ہوا کرے گا اور پھر مصائب بے اندازہ سابق سے زیادہ شوہر کی جانب سے ہوتے رہیں گے اور وہ برداشت نہ ہو سکیں گے تو خودکشی کرنی پڑے گی اور اس وجہ سے اس عورت نے شوہر کے مظالم سے رہائی حاصل کرنے کی نیت سے یہ کلماتِ کفر ادا کر دیئے کہ ''میں قرآن کو کلام الٰہی ہرگز نہیں مانتی اور مذہب اسلام سے بیزار ہو کر دینِ اسلام کو اس وجہ سے ترک کرتی ہوں تاکہ ظالم شوہر کے نکاح میں مقید رکھے جانے کے اس بدتر مشورہ کی ضد سے بچ سکوں جو میرے سسرالیوں نے باہم مشورہ طے کر لیا ہے''۔

اب اس عورت کے والد نے نہایت تیزی سے اسلام کی حقانیت کے دلائل اور اس کی خوبی اور اسلام ترک کرنے کی خرابی سنا کر اپنی دختر کو مسلمان بنالیا ہے، مگر وہ عورت یہ کہتی ہے کہ اگر مجھ کو اس ظالم شوہر کی حوالگی میں رکھے جانے کی سعی ظالمانہ کی جاوے گی، میں تحریری اطلاع کے ذریعہ عیسائی، یا آریہ گروہ سے امداد طلب کر کے ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں گی، ورنہ بہتر یہ ہے کہ کسی متقی خداترس مسلمان سے میرا نکاح کر دیا جائے۔

لہٰذا دریافت طلب **اولاً**: یہ امر ہے کہ یہ عورت کلماتِ کفریہ بالا سے مطلقہ ہوگئی یا نہیں؟ **ثانیاً**: عورت کا بشرط بالا اسلام قبول کرنا صحیح ہے یا بلا شرط اسلام قبول کرنا صحیح ہے اور ضروری ہے؟ **ثالثاً**: یہ کہ عدت اس عورت کی غیر حاملہ ہونے کی حالت میں کتنی ہوگی؟

محمد حکمت اللہ، از شاہجہانپور۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱.....صورت مسئولہ میں عورت کے سامنے طلاق دی گئی ہے، لہٰذا عورت کو ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ کسی طرح اس طلاق دینے والے کو اپنے اوپر قابو دے(۱) اگر اس طلاق دینے کے یا اقرار کرنے کے کم از کم دو معتبر دیندار گواہ موجود ہیں تو باقاعدہ عدالت کے ذریعہ سے، یا پنچائت کے ذریعہ سے عورت اپنا فیصلہ کر کے علیحدہ ہوسکتی ہے(۲)۔کلماتِ کفریہ زبان سے ادا کرنا بالکل حرام ہے، فسخ کرانے کے لئے مفتی بہ قول کی بناء پر کلماتِ کفریہ کو زبان سے ادا کرنا کافی نہیں (۳)، بلکہ طلاق کا ثبوت پیش کر کے عدالت یا پنچایت کے ذریعہ سے فیصلہ

---

(۱) "سمِعَتْ من زوجها أنه طلقها، ولا تقدر على منعه من نفسها إلا بقتله، لها قتلُه بدواء خوف القصاص، ولا تقتل نفسها. وقال الأوزجندي: ترفع الأمر للقاضي، فإن حلف ولا بينة، فالإثم عليه". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: لها قتله بدواء) قال في المحيط: وينبغي لها أن تفتدي بمالها أو تهرب منه". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة، قبيل باب الإيلاء: ۳/۴۲۰، ۴۲۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۱/۴۷۵، رشيديه)

(۲) "ولو شهد عندها عدلان على الرضاع بينهما أو طلاقها ثلاثاً وهو يجحد، ثم ماتا أو غابا قبل الشهادة عند القاضي، لايسعها المقام معه ولا قتله، به يفتي". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۳/۲۲۵، سعيد)

"قضاء الحكم في الطلاق والعتاق والنكاح والكفالة بالمال والنفس والديون والبيوع والكفارات والقصاص وأرش الجنايات وقطع يد عمداً ببينة عادلة جائزٌ، إذا وافق رأي القاضي". (فتح القدير، كتاب أدب القاضي، باب التحكيم: ۷/۳۱۸، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الهداية، كتاب أدب القاضي، باب التحكيم: ۳/۱۴۴، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۳) "تكلم بكلمة ليست بكفر. فقال له رجل: كفرت بهذه الكلمة، فقال: كافر شده كير، يكفر". (الفتاوىٰ =

حاصل کیا جائے۔

۲......اسلام قبول کرنے کے لئے شرط پیش کرنا سخت جہالت اور حماقت ہے، بلاشرط تجدیدِ اسلام فرض ہے۔

۳......عدتِ طلاق ایسی حالت میں تین حیض ہے، اگر کم ازکم دو معتبر گواہ طلاق کے موجود ہیں تو تین حیض گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے، خواہ ان گواہوں کے سامنے طلاق دی ہو یا طلاق کا اقرار کیا ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ جمادی الاولیٰ/ ۵۹ھ۔

عبداللطیف، مدرسہ ہذا۔

بہورہ لڑکی اگر اسلام قبول کرلے تو شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی یا نہیں؟

سوال[۱۲۱۴۲]: اگر داؤدی بہورا قوم کی لڑکی اسلام قبول کرلے تو وہ اپنے شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مجھے اس قوم کے عقائد کا حال معلوم نہیں، مسئلہ یہ ہے کہ جو بھی غیر مسلم عورت اسلام قبول کرلے اور اس کا شوہر اسلام قبول نہ کرے تو تین حیض گذرنے پر اس کا نکاح ختم ہوجائے گا(۲)، پھر تین حیض عدت واجب

= البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأً، الخامس في الإقرار بالكفر: ٦/ ٣٣١، رشيديه)

(وكذا مالا بدمنه فارسي، باب كلمات كفر از فتاوائے برهاني، ص: ١٢٣، مكتبه شركة علميه ملتان)

(١) قال الله تعالى: ﴿والمطلقت يتربصن بأنفسهن ثلثة قروء﴾ (سورة البقرة: ٢٢٨)

وقال الله تعالى: ﴿ والّئي يئسن من المحيض من نسائكم إن ارتبتم، فعدتهن ثلثة أشهر، والّئي لم يحضن، وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾ (سورة الطلاق: ٤)

(٢) "لو أسلم أحد المجوسيين في دار الحرب، بانت منه بمضي ثلاث حيض أو ثلاثة أشهر قبل إسلام الآخر إقامة لشرط الفرقة". (رد المحتار: ٣/ ١٩٢، مطلب في فرق النكاح، سعيد)

ہوگی، اس کے بعد دوسرے نکاح کی اجازت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۸/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۸/ ۸۷ھ۔

زوجہ صبی کا حکم

سوال [۶۴۱۳]: ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح عرصہ تخمیناً چھ سال کا ہوا کر دیا تھا، اس وقت لڑکی کی عمر تخمیناً چھ سال تھی اور لڑکے کی عمر تخمیناً ۵، ۶/ سال تھی۔ اب لڑکی کی عمر ۱۲/ سال ہے اور وہ نابالغ ہے، مگر ظاہر طور پر لڑکی لڑکے سے بڑی معلوم ہوتی ہے اور آئندہ یہ امید ہے کہ یہ رشتہ کامیاب نہیں ہوگا، کیونکہ لڑکی قریب بلوغ ہے اور لڑکا ہم بستر نہیں ہوسکتا جب کہ نابالغان کا نکاح ان کے ولیوں نے کیا ہے اور محض ولیوں ہی کو قابلِ قبول ہے۔ تب ولی نکاح مذکور کو فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں، اگر ولی نکاح کو فسخ نہیں کر سکتے ہیں تو نکاح کے فسخ کرنے کی سبیل کیا ہے۔ کیوں کہ لڑکی قربِ بلوغ ہے اور لڑکا اس سے ہمبستر نہیں ہوسکتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ولی اس نکاح کو فسخ نہیں کرا سکتا، کوئی سبیل نہیں بجز اس کے کہ لڑکا بالغ ہو کر خود طلاق دے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مفتی مظاہر علوم۔

شوہر نابالغ زوجہ بالغ

سوال [۶۴۱۴]: عورت جوان ہو، خاوند بچہ نابالغ ہو اور وہ عورت زنا کاری کرنے لگ جاوے اور

---

(۱) "ولو أن رجلاً طلق امرأة الصبي، فقال الصبي بعد بلوغه: أو قعت الطلاق الذي أوقعه فلان، يقع. ولو قال: أجزت ذلک، لایقع شيء". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الأول، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لایقع طلاقه: ۱/ ۳۵۳، رشیدیه)

(وکذا في المحیط البرهاني، کتاب الطلاق، الفصل الثالث في بیان من یقع طلاقه ومن لایقع طلاقه: ۳/ ۳۴۸، مکتبه غفاریه کوئته)

بھاگنے لگ جاوے تو شرعاً اس عورت کا نکاح کسی دوسرے مرد سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک لڑکا بالغ ہوکر طلاق نہ دے یا خلع نہ کرے عورت کا نکاح دوسری جگہ درست نہیں(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ، وکذلک المعتدة". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، : ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط الزوجة: ۳/۴۵۱، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۴۲، رشیدیه)

فصل فی زوجة المفقود والغائب

(لاپتہ اور غائب شخص کی زوجہ کا بیان)

زوجۂ مفقود

سوال[۵۱۶۴]: ۱۹۲۸ھ ماہ ذی الحجہ میں لڑکی کی شادی ہوئی (جبکہ وہ نابالغ تھی) جس کو عرصہ ۴/ یا ۵/ سال کا ہوا، لڑکی کا شوہر شادی سے ۴، ۵/ ماہ بعد کسی طرف نکل گیا اور آج تک لاپتہ ہے، ہر چند اس کے والدین نے اس کی تلاش کی، لیکن اس کا پتہ نہ ملا۔ لڑکی چار سال سے بالغ ہوگئی ہے، لڑکی کے والدین فوت ہو چکے ہیں، صرف دو بھائی تایازاد ہیں، اور کوئی وارث نہیں، اس کی گذراوقات کی سبیل، جو کچھ شرع شریف کے مطابق ہو، مطلع فرماویں۔

رشید احمد ولد محمد صدیق، ضلع سہارن پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلۂ مفقود میں فقہائے حنفیہ نے بضرورت مالکیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت قاضیٔ شرعی یا حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور گواہوں کے ذریعہ سے ثابت کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور اتنے دنوں سے مفقود ہے اور اس نے میرے لئے کوئی نفقہ نہیں چھوڑا، نہ کوئی کفیل چھوڑا، میرے پاس نان ونفقہ موجود نہیں، خرچ کی وجہ سے پریشان ہوں۔

اس پر حاکم اس مفقود کی تلاش وجستجو کرے گا، جب پوری پوری تلاش وجستجو کے بعد مایوس ہوجائے تو اگر مناسب سمجھے تو اس عورت کو ایک سال تک انتظار کا حکم دے گا، انتظار کی مدت پوری کرنے کے بعد نکاح فسخ کردے گا۔ اس کے بعد اگر خلوتِ صحیحہ یا جماع کی نوبت آچکی ہے تو عدت گذار کر، ورنہ جب ہی وہ عورت

دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۵/ رجب المرجب۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ رجب المرجب۔

ایضاً

سوال[۶۴۱۲]: ایک لڑکا دو سال سے لاپتہ ہے جس کا کوئی پتہ نہیں ہے، نہ کوئی خط وکتابت ہے اور گزٹ (۲) بھی کرلیا ہے، پولیس کی معرفت بھی تفتیش کرائی ہے، اس کا کوئی پتہ نشان نہیں ہے۔ اس کی منکوحہ کے واسطے کیا فتویٰ ہے کہ کتنی مدت تک انتظار کرے؟ اور منکوحہ کی عمر اٹھارہ سال کی ہے، منکوحہ کے وارث یہ کہتے ہیں کہ اب ہمارے میں گنجائش نہیں، ہم اس کو روکیں۔ علمائے دین سے التجا ہے کہ اس کا کوئی راستہ آسان تجویز کردیں کہ وہ اپنا نکاح کرلے یا نہیں؟ اور نکاح کرے تو کتنی مدت میں کرے؟

العبد: حافظ محمد ابراہیم بقلم خود۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں عورت کو چاہیئے (کہ) حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرکے اس لاپتہ شخص سے اپنا نکاح گواہوں کے ذریعہ سے ثابت کرے اور حلفیہ بیان دے کہ اتنے زمانہ سے میرا شوہر غائب ہے، نہ مجھے خرچ دے کر گیا ہے، نہ کسی کو نفقہ کا کفیل بنا کر گیا ہے، نہ وہاں سے بھیجتا ہے۔ اس پر حاکم ازخود اس کو تلاش کرائے اور جب تلاش کے بعد مایوس ہوجائے تو حاکم اس عورت کو چار سال انتظار کرنے کا حکم دے،

---

(۱) "قال مالک والأوزاعي: إلی أربع سنین، فینکح عرسه بعدها کما في النظم، فلو أفتی به في موضع الضرورة ینبغي أن لا بأس به علی ما أظن". (جامع الرموز: ۳/ ۳۹۰، کتاب المفقود، سعید)

"فلو أفتی مفت به: أي بقول الإمام مالک في موضع الضرورة بأن لم یکن لعرسه مربي ولا اقتدار لها غیر التزوج، ینبغي أن لا بأس به: أي بهذا الإفتاء". (غواص البحرین: ۳/ ۳۹۰، کتاب المفقود، سعید)

(وکذا في إعلاء السنن: ۱۳/ ۵۵، کتاب المفقود، الجواب عن حجج الظاهریة، إدارة القرآن کراچي)

(۲) "گزٹ: وہ اخبار جس میں سرکاری اعلانات چھپتے ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۹۷، فیروز سنز، لاہور)

پس اگر اس مدت میں آجائے تو خیر، ورنہ حاکم اس کی موت کا حکم لگادے گا، اس کے بعد عورت کو عدت وفات گذار کر دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہوگا، اس سے پہلے جائز نہیں۔ چار سال انتظار کی مدت حکم حاکم کے بعد سے معتبر ہوگی اس سے پہلے جو مدت گذر چکی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

اگر کسی جگہ حاکم مسلم نہ ہو یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند دینداروں کی ایک جماعت بھی یہ کام انجام دے سکتی ہے اور اس جماعت میں کم از کم ایک معاملہ شناس عالم کا بھی ہونا ضروری ہے (۱)۔ اور رسالہ حیلۂ ناجزہ کو بھی دیکھ لیا جاوے، اس میں خوب تفصیل سے لکھا ہے (۲)، وہ کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے بھی ملتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ جمادی الثانیہ/ ۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۱/ جمادی الثانیہ/ ۵۴ھ۔

ایضاً

سوال [۶۴۱۷]: ایک لڑکی عاقلہ بالغہ عمر قریب اٹھارہ انیس سال کی ہے اور اس کی شادی کو قریب پانچ چھ سال کا عرصہ ہوگیا ہے، اس عرصہ میں صرف دو مرتبہ اپنے خاوند کے یہاں گئی ہے، ایک ہفتہ دو ہفتہ کے لئے شروع شروع میں اس کے بعد سے لڑکی اپنے والدین کے پاس ہے اور اس کے والدین نے خط وکتابت بھی کی، مگر کوئی جواب نہیں۔ اس کے بعد ایک نوٹس رجسٹری کر کے روانہ کیا، مگر کوئی جواب نہیں اور نہ کھانا و کپڑے وغیرہ کا انتظام کرتا ہے اور والدین نہایت درجہ غریب ہیں، اس لڑکی اور دوسرے بچوں کی پرورش بہت دشوار ہے اور والدین نے دو مرتبہ خود جا کر تلاش کیا، مگر نہیں ملے۔ ہر بات سے مجبور ہو کر یہ دریافت طلب ہوا، لہٰذا گذارش

---

(۱) "فلو أفتى مفت به: أي بقول الإمام مالك في موضع الضرورة بأن لم يكن لعرسه مربي، ولا اقتدار لها غير التزوج، ينبغي أن لا بأس به: أي بهذا الإفتاء". (غواص البحرين: ۳/ ۳۹۰، كتاب المفقود، سعيد)

(وكذا في جامع الرموز: ۳/ ۳۹۰، كتاب المفقود، سعيد)

(وإعلاء السنن: ۱۳/ ۵۵، كتاب المفقود، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (والحيلة الناجزة للحليلة العاجزة، ص: ۲۲، ۶۵، حكم زوجة مفقود، دارالإشاعت کراچی)

ہے کہ اس معاملہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ حوالہ کتب سے اس کا شرعی فیصلہ تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ اس شخص سے کسی طرح سمجھا کر یا ڈرا کر، یا لالچ دے کر طلاق حاصل کرلی جائے یا خلع کرلیا جائے، اگر یہ دشوار ہو تو عورت حاکم مسلم کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا، اس پر حاکم بلا کر یہ کہے کہ یا تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو، یا طلاق دے دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے، پھر اگر شوہر کوئی صورت اختیار کرلے تو بہتر ورنہ حاکم مسلم تفریق کردے(۱)۔

اگر شوہر مفقود الخبر ہے تو عورت دعویٰ دائر کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور اتنی مدت سے غائب ہے، نہ نفقہ دے کر گیا ہے، نہ وہاں سے پہنچتا ہے، نہ کسی کو کفیل بنایا ہے، مجھے نکاحِ ثانی کی سخت ضرورت ہے۔ حاکم واقعات کی تحقیق کرے، اگر عورت کا بیان صحیح ثابت ہو تو شوہر کو تلاش کرائے، جب اس کے ملنے سے بالکل مایوس ہو جائے تو چار سال کی مدت انتظار کے لئے مقرر کردے، اس مدت میں اگر وہ آ گیا تو بہتر ہے، ورنہ اس کے اوپر موت کا حکم لگادے، اس کے بعد عدت گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔ اگر حاکم مناسب سمجھے تو چار سال سے کم مدت بھی مقرر کرسکتا ہے۔

اگر کسی جگہ حاکم مسلم بااختیار نہ ہو، یا وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو چند معزز مسلمان دینداروں کی ایک جماعت بھی یہ کام کرسکتی ہے(۲)۔ اس جماعت میں کم از کم ایک معاملہ شناس معتبر عالم کا ہونا بھی

---

(۱) ''زوجۂ متعنت اپنا مقدمہ قاضیٔ اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے، پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جائے کہ باوجود وسعت کے (شوہر) خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے''۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجۂ متعنت فی النفقۃ)

(۲) ''وقال مالک والأوزاعي: إلی أربع سنین، فینکح عرسه بعدها کما في النظم، فلو أفتی به في موضع الضرورة، ینبغي أن لا بأس به علی ما أظن''. (جامع الرموز: ۳/ ۳۹۰، کتاب المفقود، سعید)

(وکذا في غواص البحرین: ۳/ ۳۹۰، کتاب المفقود، سعید) .... =

ضروری ہے اور رسالہ حیلہ ناجزہ کو بھی بغور دیکھ لیا جائے، اس میں اس مسئلہ کو پوری تفصیل سے لکھا ہے(۱)، اس پر سہارنپور، دیوبند، تھانہ بھون کے علماء کے متفقہ دستخط ہیں، اور رسالہ کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے ملتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۱۰/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف ۱۰/ شوال/۶۲ھ۔

زوجۂ مفقود

سوال[۸۱۶۴]: ایک عورت کا خاوند مفقود الخبر ہوگیا اور بعد تلاش کے نہیں ملا۔ اب یہ عورت کتنی مدت گذار کر عقدِ ثانی کر لیوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی عورت کو چاہیے کہ جب انتظار کر کے تھک جائے اور صبر دشوار ہوجائے تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور اتنے عرصہ سے مفقود ہے، اب مجھ میں انتظار کی قوت نہیں نکاح ثانی کی سخت ضرورت ہے۔ اس پر حاکم اس کو تلاش کرا کے جب ملنے سے مایوس ہوجائے تو حاکم عورت کو چار سال یا اس سے کچھ کم عرصہ انتظار کرنے کا حکم دے، اس مدت میں اگر وہ آجائے تو خیر ورنہ حاکم مسلم بااختیار عورت کے مطالبہ پر اس مفقود کے اوپر موت کا حکم جاری کردے، اس کے بعد وہ عورت عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، بغیر حکم حاکم بااختیار بصورتِ مذکورہ دوسرا نکاح جائز نہیں، بلکہ وہ عورت پہلے ہی شوہر کے نکاح میں رہے گی۔

مسلم حاکم کو یہ بھی اختیار ہے کہ ضرورت وقت کا لحاظ کرتے ہوئے بعد تلاش و مایوسی فوراً ہی عدت گذارنے کا حکم دے دے اور کوئی مدت چار سال یا اس سے کم انتظار کے لئے مقرر نہ کرے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

= (وإعلاء السنن: ۱۳/۵۵، کتاب المفقود، إدارة القرآن کراچی)

(۱) (الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة، ص: ۲۲-۲۵، حکم زوجۂ مفقود، دار الإشاعت، کراچی)

(۲) جواب میں جملہ ''کوئی مدت چار سال یا اس سے کم انتظار کے لئے مقرر نہ کرے'' میں لفظ ''نہ'' بظاہر سہو کاتب ہے، یا حضرت =

زوجۂ مفقود الخبر کے لئے سہولت

سوال[۶۴۱۹]: ا..... مسئلۂ مفقود الخبر میں سخت خلجان ہے، حنفیہ کے نزدیک عورت کو نوے برس یا ایک سو برس تک انتظار کرنا چاہیے، کوئی کہتا ہے جب اس کے خاوند کے ہم عمر عموماً مرجاویں تو نکاح کرسکتی ہے۔ اس پر بھی یہ شرط ہے کہ حاکم شرعی اس کے مرنے کا حکم لگادے اور عورت اس وقت تک جوان ہو۔ اس مسئلہ کی وجہ سے جو مصیبت عورتوں کو آئے دن بھگتنا پڑتا ہے، کچھ محتاجِ بیان نہیں، جو شرائط ہیں ان کا پورا ہونا ناممکن ہے، اس سے صاف کہہ دینا اچھا تھا کہ نکاح ہی نہ کرے۔ اسلام ایک فطری مذہب ہے، اس میں عورت کے جذبات کی رعایت کی گئی ہے، آخر وہ کس طرح اس حقیقت سے نجات پاوے؟

۲..... مرد کو تو ہر طرح سہولت حاصل ہیں، وہ اپنی بیوی کو جب چاہے اور جس طرح چاہے علیحدہ کرسکتا ہے، مگر عورت بے چاری کے لئے قید ہے، طلاق میں تو وہ مجبور ہے ہی، خلع میں بھی اس کو سہولت نہیں، اس میں بھی ایسی قیود ہیں کہ جن کی وجہ سے وہ کسی طرح مرد کے پنجہ سے نہیں نکل سکتی، شریعت میں برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دی گئی۔ والسلام۔

=مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی رائے ہے، کیونکہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حیلۂ ناجزہ میں ضروری قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

''زوجہ مفقود کے لئے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے کی دارالاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مدافعہ کرے اور بذریعۂ شہادتِ شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا (اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہادت بالتسامع بھی کافی ہے، یعنی شہرت عام کی بناء پر بھی شہادت دی جاسکتی ہے)

كما في المنتقى للباجي المالكي: ۲۳/۵، كتاب الأقضية: "(فرع) وأما النكاح ففي العتبة عن سحنون، قال: جلّ أصحابنا يقولون في النكاح: إذا استنشر خبره في الجيران أن فلاناً تزوج فلانةً وسمع الزفاف، فله أن يشهد أن فلانة زوجة فلان، الخ".

اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود ولا پتہ ہونا ثابت کرے، بعد ازاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش وتلاش کرے، اور جب پتہ ملنے سے مایوسی ہوجائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے، پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جاوے گا۔ اور نیز ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا''۔ (حیلۂ ناجزہ، حکم زوجۂ مفقود، ص:۶۳، دارالاشاعت، کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲..... عورت کو ایسی صورت میں ایک سو بیس یا نوے برس تک انتظار کرنا ضروری نہیں، بلکہ عورت کی سہولت کے لئے مسئلہ مفقود الخبر وخلع وغیرہ کے احکام تفصیل سے رسالہ حیلۂ ناجزہ میں اردو میں عام فہم طریق پر لکھ دیئے گئے ہیں جس پر علمائے تھانہ بھون، علمائے دیوبند وعلمائے سہارنپور کے متفقہ دستخط ہیں، اس کو منگا کر دیکھئے، ہر طرح سے عورت کی تکالیف کے پیشِ نظر سہولتیں اس میں درج ہیں (۱)۔ وہ رسالہ دارالعلوم دیوبند اور کتب خانہ یحیویہ سہارنپور سے ملتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵/۲/۵۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/صفر/۵۸ھ۔

زوجۂ مفقود کا حکم

سوال [۶۴۲۰]: اگر کسی عورت کا شوہر فرار ہوا اور پتہ ونشان نہ ہو تو کتنی مدت کے بعد نکاحِ ثانی کر سکتی ہے؟

---

(۱) ''زوجۂ مفقود کے لئے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے کی دارالاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مدافعہ کرے اور بذریعۂ شہادتِ شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا (اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہادت بالتسامع بھی کافی ہے، یعنی شہرتِ عام کی بناء پر بھی شہادت دی جا سکتی ہے) کما في المنتقی للباجي المالکي: ۵/۲۳، کتاب الأقضية: "(فرع) و أما النكاح ففي لعتبة عن سحنون، قال: جلّ أصحابنا يقولون في النكاح: إذا استنشر خبره في الجيران أن فلاناً تزوج فلانةً وسمع الزفاف، فله أن يشهد أن فلانة زوجة فلان، الخ").

اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود ولاپتہ ہونا ثابت کرے، بعد ازاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش وتلاش کرے، اور جب پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے، پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جاوے گا۔ اور نیز ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا''۔ (حیلہ ناجزہ، حکم زوجۂ مفقود، ص: ۶۲، دارالاشاعت، کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی عورت کوخود نکاح کرنے کا اختیار نہیں، بلکہ اگر اس کو اپنی عصمت کی حفاظت دشوار ہو، یا وہ نفقہ سے عاجز ہو تو اس کو چاہئے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور ثبوت دے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور اتنے زمانہ سے غائب ہے اور میں اپنی عصمت کی حفاظت پر قادر نہیں، یا نفقہ کی وجہ سے تنگ ہوں، کیونکہ نہ وہ نفقہ دے کر گیا ہے، نہ کسی کو کفیل بنا کر گیا ہے، نہ وہاں سے بھیجتا ہے اس لئے میں نکاحِ ثانی کرنا چاہتی ہوں۔ اس پر حاکم تمام واقعہ کی باقاعدہ تفتیش کرے اور اس کے شوہر کو تلاش کرائے، جب اس کے ملنے سے مایوس ہوجائے تو عورت کو چار سال کی مدت انتظار کے لئے دیدے، اس عرصہ میں اگر وہ مل گیا تو خیر ورنہ چار سال گذارنے کے بعد عورت کے مطالبہ کے موافق اس کے شوہر پر موت کا حکم لگادے، پھر عورت عدت وفات گذار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے (۱)۔

حاکم پوری جستجو کے بعد چار سال کی مدت مقرر کرے گا، اس سے قبل جتنا زمانہ گذر چکا ہو اس کا اعتبار نہیں۔ اگر چار سال مقرر کرنے میں حاکم عورت کے حق میں ناقابلِ برداشت دشواری سمجھتا ہے تو اس سے کم مدت بھی مقرر کرسکتا ہے۔ اگر کسی جگہ حاکم مسلم بااختیار نہ ہو، یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند معزز و دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ تمام کام کرسکتی ہے اور اس جماعت میں کم از کم ایک فہیم معتبر معاملہ شناس عالم بھی ہونا ضروری ہے اور رسالہ حیلۂ ناجزہ کو بھی ضرور دیکھ لیا جائے اس میں اس کو پوری

---

(۱) "وقال مالک والأوزاعي: إلی أربع سنین، فینکح عرسه بعدها کما في النظم، فلو أفتی به في موضع الضرورة ینبغي أن لا بأس به علی ما أظن". (جامع الرموز: ۳/۳۹۰، کتاب المفقود، سعید)

"فلو أفتی مفت به: أي بقول الإمام مالک في موضع الضرورة بأن لم یکن لعرسه مربی، ولا اقتدار لها غیر التزوج، ینبغي أن لا بأس به: أي بهذا الإفتاء". (غواص البحرین: ۳/۳۹۰، کتاب المفقود، سعید)

"قلت: ولمالک أن یقول: إن ابتلاء المرأة بالزنا ضیاعها، فإن خیف علی امرأة المفقود ابتلاء ها بالزنا، کان حکمها حکم ضالة الغنم. ومذهب الحنفیة في الباب وإن کان قویاً روایةً ودرایةً، ولکن المتأخرین منا قد أجازوا الإفتاء بمذهب مالک عند الضرورة نظراً إلی فساد الزمان". (إعلاء السنن: ۱۳/۵۵، کتاب المفقود، الجواب عن حجج الظاهریة الخ، إدارة القرآن کراچی)

تفصیل سے لکھا ہے(۱)، وہ رسالہ دارالعلوم دیوبند اور کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے ملتا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جواب صحیح ہے:سعید احمد غفرلہ الصمد، صحیح:عبد اللطیف،۸/صفر/۱۳۵۶ھ۔

ایضاً

سوال[۶۴۲۱]: میری ہمشیرہ مسماۃ صدر النساء کا نکاح قریب دوسال کا عرصہ ہوا مسمی محمد احمد سے ہوا، بعد از نکاح مسمی محمد احمد نے اپنی زوجہ کو اپنے ساتھ قریب تین یا چار ماہ رکھا، بعد ازاں مسمی محمد احمد اپنی زوجہ کو چھوڑ کر لاپتہ ہوگیا، متعدد کاوشوں کے باوجود اس کا ہنوز پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہے، اس لاپتگی کو قریب ایک سال آٹھ ماہ ہورہے ہیں، اس طویل عرصہ میں نہ تو اس کی کوئی مصدقہ خبر ہے اور نہ ہی اس کی طرف سے زوجہ مذکورہ کے نان ونفقہ کی کوئی خبر لی گئی۔زوجہ اور اس کے وارثین از حد پریشان ہیں اور معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں چھٹکارے کی کیا صورت ہوسکتی ہے اور شرعی طور پر احکامات کیا ہیں؟

محمد اسماعیل برادر مسماۃ صدر النساء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عورت گذارہ نہیں کرسکتی تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے جو کہ اتنی مدت سے لاپتہ ہے، مجھے نکاحِ ثانی کی سخت ضرورت ہے، اس پر حاکم مسلم باقاعدہ واقعات کی

---

(۱) "زوجۂ مفقود کے لئے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے کی دار الاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مرافعہ کرے اور بذریعۂ شہادتِ شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا۔اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود ولاپتہ ہونا ثابت کرے، بعد ازاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش وتلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوسی ہوجائے تو عورت کو مزید چارسال تک انتظار کا حکم کرے، پھر اگر ان چارسال کے اندر بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چارسال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا۔اور نیز ان چارسال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گزارنے کے بعد عورت کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار ہوگا۔......... جن بلاد میں قاضیٔ شرعی موجود نہیں .... تو پھر مذہبِ مالکیہ کے موافق دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت پنچایت کرکے حسبِ بیانِ مذکور تحقیق کرے اور تحقیق کامل کے بعد فیصلہ صادر کردے"۔(حیلۂ ناجزہ، ص:۶۲ تا ص:۶۵، حکم زوجۂ مفقود، دار الاشاعت کراچی)

تحقیق کرے، اگر عورت کا بیان صحیح ثابت ہو تو شوہر کو تلاش کرائے، مکمل تفتیش کے بعد جب ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو کچھ اَور مدت حسبِ صوابدید انتظار کا حکم دے، اگر اس مدت انتظار میں بھی نہ آیا تو اس پر فوت کا حکم لگائے، اس کے بعد عدتِ موت چار ماہ دس دن گذار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔

اگر کسی جگہ حاکم مسلم با اختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بطورِ پنچایت یہ سب کام کرسکتی ہے اور اس میں کم از کم ایک معاملہ شناس معتبر عالم کی شرکت بھی ضروری ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

شوہر دوسرے ملک میں ہو تو فسخ نکاح کرنا

سوال [۶۴۲۲]: زینب کی عمر ۲۵/ سال اور زید کی عمر ساٹھ سال۔ زینب کی شادی ۵۷ء میں زید کے ساتھ ہوئی اور زید ملک برہما میں رہتا تھا، وہاں کا باشندہ بھی تھا، لیکن زینب کے والدین نے زید کے ساتھ نکاح کر دیا اور دو مرتبہ آئے گئے اور ۶۰ء سے نہیں آئے اور نہ تین سال سے خرچہ دیا اور میرے دو لڑکے ہیں۔ خط یہاں سے طلاق کے لئے جاتا ہے، لیکن کچھ جواب نہیں آتا۔ اور زینب نان نفقہ اور شہوت نفسانیہ سے پریشان ہے، ایسی صورت میں کانگریس گورنمنٹ کے یہاں دعویٰ کر کے نکاح فسخ کرالیا جائے؟ اَور کوئی صورت فسخ نکاح کی ہے جو مناسب ہو تحریر فرمائیں۔

عبدالرحمٰن بمبئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر باعصمت زندگی گذارنا دشوار ہے تو سمجھا کر لالچ دیکر، خوشامد کر کے غرض کسی طرح شوہر سے طلاق

---

(۱) "وقال مالک والأوزاعي: إلی أربع سنین، فینکح عرسه بعدها کما في النظم، فلو أفتی به في موضع الضرورة، ینبغي أن لا بأس به علی ما أظن". (جامع الرموز: ۳/۰ ۳۹، کتاب المفقود، سعید)

(وکذا في غواص البحرین: ۳/۰ ۳۹، کتاب المفقود، سعید)

(وإعلاء السنن: ۱۳/ ۵۵، کتاب المفقود، إدارة القرآن کراچی)

(والحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة، ص: ۶۲-۶۵، حکم زوجة مفقود، دار الإشاعت کراچی)

حاصل کرلی جائے، یا خلع کرلیا جائے اس طرح کہ بیوی مہر معاف کردے اور شوہر حق زوجیت ختم کردے(۱)، پھر عدت (تین حیض) گذار کر عقدِ ثانی کی اجازت ہوگی (۲)۔

اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو پھر زوجہ کی طرف سے حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا جائے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے جو کہ اتنی مدت سے میرے حقوقِ زوجیت نہیں ادا کرتا، مجھے نکاحِ ثانی کی سخت ضرورت ہے۔ حاکم جملہ واقعات کی شرعی تحقیقات کے بعد شوہر کو اطلاع دے کہ تم اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اور کچھ مناسب مدت مقرر کردے کہ اگر اس مدت میں بیوی کو بلانے یا خود آنے کا انتظام کرنا چاہے تو کرسکے اور یہ کہ اگر تم نے اتنی مدت میں کوئی کام نہ کیا (نہ ادائے حقوق کا انتظام کیا نہ طلاق دی) تم ہم تفریق کردیں گے، پھر اگر شوہر نے کچھ نہ کیا تو حاکم مسلم بااختیار خود تفریق کردے، یہ تفریق ہی طلاق کے حکم میں ہوگی۔ بعد عدت (تین حیض) دوسرے نکاح کا اختیار ہوگا۔

اگر کسی جگہ حاکم مسلم بااختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی پنچایت بھی یہی کام کرسکتی ہے، اس پنچایت میں کم از کم تین معزز دیندار مسلمان ہوں اور ایک معتبر معاملہ شناس عالم بھی شریک ہونا چاہئے۔ رسالہ ''الحیلۃ الناجزۃ'' کا مطالعہ بھی بغور کرلیا جائے، اس میں اس کی تفصیل مذکور ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لا یقیما حدود اللہ، فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

''وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود اللہ، فلا بأس بأن تفدی نفسها منه بمال یخلعها به''. (الهدایة: ۲/۴۰۴، کتاب الطلاق، باب الخلع، شرکت علمیه ملتان)

(وکذا فی الدر المختار علی تنویر الأبصار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعید)

(۲) ''إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعیاً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهی حرة ممن تحیض، فعدتها ثلاثة أقراء''. (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۵۲۶، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۵۴۹، کتاب الطلاق، باب العدة، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۴/۵۳، الفصل الثامن والعشرون فی العدة، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، حکم زوجۂ متعنت، دار الإشاعت کراچی)

زوجۂ مفقود کے نکاح کے بعد واپسیٔ مفقود

سوال[۶۴۲۲]: زید غیر مقلد کہتا ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کا نکاح مفقود کے آنے پر صحیح رہے گا، ٹوٹے گا نہیں، کیونکہ شریعت نے اس کو نکاحِ ثانی کی اجازت دی ہے اس لئے وہ زوجہ زوجِ ثانی کی ہی رہے گی، مگر حنفی کہتا ہے کہ ثانی فسخ ہوجائے گا کیونکہ زوجِ اول نے طلاق نہیں دی، اس لئے اس کا نکاح باقی ہے اور ایک بیوی سے دو نکاح صحیح نہیں۔ ان دونوں میں کون صحیح کہتا ہے؟ تردیدی وتائیدی دونوں جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

از جانب: مدرسہ تعلیم القرآن جگادھری ضلع انبالہ، ۱۳/ مارچ/ ۳۵ء۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر عورت نے باقاعدہ بعد مرافعہ وتفتیش بحکمِ قاضی مدتِ معینہ تک انتظار کیا ہے اور قاضی کے حکم بموت المفقود کی وجہ سے عدتِ وفات گذار کر نکاح ثانی کیا ہے اور اس سے دخول بھی ہوچکا ہے اور اس کے بعد مفقود واپس آگیا تو حنفیہ کے نزدیک نکاحِ ثانی باطل قرار دیا جائے گا اور عورت پہلے ہی شوہر کو ملے گی، البتہ پہلے شوہر کو اس سے صحبت وغیرہ درست نہیں تاوقتیکہ شوہرِ ثانی کی عدت پوری نہ ہوجائے اور شوہر ثانی پر مہر لازم ہوگا:

"ومن ذلك قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى أن المفقود إذا قدم بعد أن تزوجت زوجته بعد التربص، يبطل العقد، وهي للأول، وإن كان الثاني وطئها فعليه مهر المثل، وتعتد من الثاني، ثم ترد إلى الأول، اه". ميزان شعراني: ۲/۱٦٤(۱)۔

"وكأن عمر رضي الله تعالى عنه إنما رجع عن قوله في امرأة المفقود لمّا تبين من حال هـذا الرجل. وأما تخييره إياه بين أن يردها عليه وبين المهر، فهو بناء على مذهب عمر رضي الله تعالى عنه في المرأة إذا نعي إليها زوجها، فاعتدت وتزوجت، ثم أتى الزوج الأول حياً، أنه يخيّر بين أن تُردّ عليه وبين المهر. وقد صح رجوعه عنه إلى قول عليّ رضي الله عنه، فإنه كان يقول: "ترد إلى زوجها الأول، ويفرّق بينها وبين الآخر، ولها المهر بما استحل من فرجها، ولا يقربها الأول حتى تنقضي عدتها من الآخر".

---

(۱) (الميزان الكبرى للعلامة الشعراني، كتاب الطلاق، كتاب العدد والاستبراء: ۲/۱۳٦، مصطفى البابي الحلبي مصر)

وبهذا كان يأخذ إبراهيم رحمه الله تعالىٰ، فيقول: قول علي رضي الله عنه أحبُّ إليّ من قول عمر رضي الله تعالىٰ عنه، وبه نأخذ أيضاً؛ لأنه تبين أنها تزوجت وهي منكوحة، ومنكوحة الغير ليست من المحللات، بل هي من المحرمات في حق سائر الناس، كما قال الله تعالىٰ: ﴿والمحصنات من النساء﴾، فكيف يستقيم تركها مع الثاني؟

وإذا اختار الأول المهر، ولكن يكون النكاح منعقداً بينهما، فكيف يستقيم دفع المهر إلىٰ الأول، وبدل بعضها، فيكون مملوكاً لها دون زوجها، كالمنكوحة إذا وطئت بشبهة، فعرفنا أن الصحيح أنها زوجة الأول، ولكن لا يقربها لكونها معتدةً لغيره كالمنكوحة إذا وطئت بالشبهة. وذكر عبد الرحمن ابن أبي ليلىٰ أن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما رجع عن ثلاث قضيات إلى قول علي رضي الله تعالىٰ عنه: عن امرأة أبي كنف، والمفقود زوجها، والمرأة التي تزوجت في عدتها، اه". مبسوط سرخسی: ۳۷/۱۱(۱)۔

وقال في الحيلة الناجزة: "وما في العالمگيرية: ۱۷٦/۳(۲) عن التاتارخانية: "فإن عاد زوجها بعد مضي المدة، فهو أحق بها، وإن تزوجت فلا سبيل له عليها، اه". فلا يعول عليه في مقابلة تصريح المبسوط"(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۲/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۴/ ذی الحجہ/ ۵۵ھ۔

مفقود کی واپسی زوجہ کے نکاحِ ثانی کے بعد

سوال [٦۴۲۴]: ایک حنفی عورت کا شوہر عرصہ ٦/ سال سے مفرور ہے تو ایسی صورت میں عورت

---

(۱) (مبسوط السرخسي: ۳۲/۱۱، كتاب المفقود، مكتبه حبيبية، كوئٹه)

(وكذا في إعلاء السنن: ۲۲/۱۳، باب إذا قدم المفقود الخ، إدارة القرآن كراچي)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۰۰/۲، كتاب المفقود، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ٦۱۲/۵، الفصل الأول في تفسير المفقود، إدارة القرآن كراچي)

(۳) (الحيلة الناجزه للحليلة العاجزه، ص: ٦۷-٦۹، واپسی مفقود کے احکام، دار الاشاعت)

نکاح ثانی کرسکتی ہے یانہیں؟ جیسا کہ جامع الرموز، وفتاویٰ بزازیہ میں تحریر ہے، یعنی چار سال کے بعد عورت نکاحِ ثانی کرسکتی ہے اور فتویٰ موجودہ وقت میں امام مالک کے قول پر ہے، اگر اتفاق سے نکاح ثانی کے بعد اس کا پہلا شوہر آجائے تو ایسی صورت میں بیوی کا حق دار پہلا شوہر ہوگا، یا عقدِ ثانی والا شوہر شرعاً عورت کو کس شوہر کے پاس رہنا چاہیے۔ حنفی قاضی اگر امام مالک کے فتاویٰ کے لحاظ سے نکاح ثانی پڑھادے تو درست ہوگا یانہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مفقود الخبر کی زوجہ کے متعلق تفصیلی حکم یہ ہے کہ اگر وہ عفت اور صبر سے زندگی بسر کرسکتی ہو تو فبہا، ورنہ اس کو چاہیے کہ حکام مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے، جو اتنے عرصہ سے مفقود ہے، نہ مجھ کو نفقہ دے کر گیا ہے، نہ وہاں سے بھیجتا ہے، نہ کسی کو کفیل بنایا ہے، مجھے نکاحِ ثانی کی سخت ضرورت ہے۔ اس پر حاکم واقعات کی باقاعدہ تفتیش کرے۔ مایوس ہوجائے تو عورت کو ۴/ سال تک انتظار کا حکم دے، اس سے پہلے جس قدر مدت گذر چکی ہے وہ کالعدم ہے۔

اگر اس ۴/ سال کی مدت میں وہ مفقود آگیا تو خیر ورنہ حاکم مسلم بااختیار اس مفقود پر موت کا حکم لگادے، پھر عدت گذار کر عورت کا دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔ اگر حاکم مناسب اور مصلحت سمجھے تو چار سال سے کم مدت بھی انتظار کے لئے مقرر کرسکتا ہے۔ پھر اگر وہ مفقود واپس آجائے خواہ نکاحِ ثانی سے قبل یا بعد میں، بہرصورت وہ عورت اس مفقود کو مل جائے گی اور شوہر ثانی کے پاس نہیں رہے گی۔ البتہ شوہر ثانی سے خلوتِ صحیحہ ہوچکی ہے تو اس کی عدت لازم ہوگی اور بعد عدت شوہر اول کو اس سے صحبت وغیرہ درست ہے۔

اس مسئلہ کی پوری تفصیل رسالہ الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ میں مرقوم ہے اور اس پر حضرات علمائے تھانہ بھون، دیو بند، وسہارنپور کے متفقہ دستخط ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف غفرلہ۔

(۱) ''(الف) پہلا نکاح قائم رہے گا، تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں اگرچہ دوسرے خاوند سے صحبت بھی ہوچکی ہو (وھو المستفاد من قولہ: ترد إلی زوجہا الأول، ومن قولہ: ولا یقربہا الأول الخ) .... =

مفقود کی واپسی نکاحِ ثانی کے بعد

سوال[۶۴۲۵]: زید نے نکاح ہندہ کے ساتھ کیا اور باہم رہتے رہے، کچھ دنوں کے بعد زید تلاشِ معاش کے لئے پردیس چلا گیا اور ہندہ اپنے مکان پر بمعہ والدہ زید کے رہتی رہی۔ زید پردیس جانے کے بعد بالکل لاپتہ ہوگیا، خط وکتابت بند کردی اور خرچہ وغیرہ بھی تقریباً دس گیارہ سال تک بالکل چھوڑ دیا اور بے خبر رہا، ہندہ نے اپنی مجبوری اور بے بسی برادری میں ظاہر کی اور زید کولا پتہ بتایا، برادری نے حکم عقدِ ثانی کا دے دیا، ہندہ نے عقدِ ثانی کرلیا۔ عقدِ ثانی ہونے کے بعد تقریباً آٹھ سال کے زید کا پتہ معلوم ہوا اور اس کی والدہ زید کے پاس چلی گئی، تقریباً تین سال تک زید کے پاس پردیس میں رہی۔

ہندہ ابھی تک زوجِ ثانی کے پاس رہتی رہی اب تقریباً ایک ماہ ہوتا ہے کہ زید بمعہ اپنی والدہ کے مکان آگیا، ہندہ جس نے نکاحِ ثانی کیا تھا، اپنے پہلے شوہر یعنی زید کی آمد سن کر زوجِ ثانی کے گھر سے بھاگ کر زید

= (ب) ظاہر ہے کہ جب تجدیدِ نکاح نہیں تو پھر تجدیدِ مہر کہاں۔

(ج) دوسرے شوہر کی عدت گزارنا واجب ہے جب تک عدت ختم نہ ہو اس وقت تک شوہر اول کو اس کے پاس جانا ہرگز جائز نہیں ہے، بلکہ پوری احتیاط لازم ہے، (وهو المصرح في قوله: (ولا يقربها الأول حتى تنقضي عدتها من الأخر). اور عدت میں جو تفصیل دوسرے مواقع میں ہے، وہ یہاں بھی ہوگی، یعنی اگر حاملہ ہے تو وضعِ حمل ورنہ تین حیض۔ باقی رہا یہ سوال کہ زمانۂ عدت کہاں گزارے، سو اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر اول کے ہاں گزارے گی"۔ (حیلۂ ناجزہ، واپسی مفقود کے احکام، ص:۶۹، ۷۰، دار الاشاعت، کراچی)

قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقت يتربصن بأنفسهن ثلثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

وقال الله تعالىٰ: ﴿والّٰئي يئسن من المحيض من نسائكم إن ارتبتم، فعدتهن ثلثة أشهر والّٰئي لم يحضن، وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾ (سورة الطلاق: ۴)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وكذا موطوءة بشبهة أو نكاح فاسد): أي عدة كل منهما ثلاث حيض". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: حكاية شمس الأئمة السرخسي: ۳/۵۰۶، سعيد)

"فإن عاد زوجها بعد مضي المدة، فهو أحق بها، وإن تزوجت فلا سبيل له عليها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب المفقود: ۲/۳۰۰، رشيديه)

کے مکان پر آگئی اور بہت گریہ وزاری کر کے رہنے کی درخواست کی زید نے اپنی منکوحہ بیوی یعنی ہندہ کو رکھ لیا۔

اب سوال یہ ہے:

۱......زید کا نکاح قائم ہے یا نہیں؟

۲...... برادری نے جو نکاح کی اجازت دی اس کا کیا حکم ہے، کیا برادری پر توبہ لازم ہے؟

۳...... ہندہ اتنی مدت جو زوجِ ثانی کے یہاں رہی، گنہگار رہوئی یا نہیں؟

۴......زید نے جو ہندہ کو رکھ لیا ہے، اس کو نکاحِ ثانی کی ضرورت ہے یا نہیں؟

۵......زید اب اگر اپنی منکوحہ کا دعویٰ کرے اور رکھ لے تو نکاحِ ثانی فسخ ہو جائے گا یا نہیں، یا زوجِ ثانی کو طلاق دینے کی ضرورت ہوگی؟

۶...... جو نکاح زوجِ ثانی کے ساتھ ہوا، اب اس نکاح میں شامل رہے اور بلا دلیلِ شرعی نکاح کا حکم صادر کیا۔ ان کے لئے کیا حکم ہے؟

۷......نکاحِ ثانی جس کے ساتھ ہوا ہے، اس کو طلاق دینے کی ضرورت ہے، یا بلا طلاق زید اپنے پاس رکھ سکتا ہے، یا نکاح ثانی قائم رہے گا اور زوج اول کا کچھ حق نہیں رہا؟ فقط۔

خادم القوم: محمد عبدالغفور عفی عنہ، سلطان پورہ، محلہ شاہ گنج۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس عورت کا شوہر مفقود اور لاپتہ ہو جائے، اس کے لئے شرعی یہ حکم ہے کہ حاکم مسلم باختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور اس مفقود کے ساتھ اپنا نکاح ثابت کرے اور کہے کہ اتنے زمانہ سے لاپتہ ہے، نہ مجھے نفقہ دے کر گیا ہے، نہ کسی کو کفیل بنا کر گیا ہے، نہ وہاں سے بھیجتا ہے، مجھے نکاح کی سخت ضرورت ہے۔ اس پر حاکم مسلم با قاعدہ واقعات کی تفتیش کرے اور اس مفقود کو تلاش کرائے، جب پوری سعی کر کے اس کے ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو حکم دے کہ چار سال تک انتظار کرے، اس عرصہ میں اگر وہ آگیا تو خیر، ورنہ چار سال پورے ہونے پر اس مفقود کے متعلق موت کا حکم لگا دے، پھر عورت عدتِ وفات گذار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، اس سے پہلے عورت کو نکاح ثانی کا اختیار نہیں۔

اگر کسی جگہ حاکم مسلم با اختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو چند دیندار ہوشیار

مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ سب کام کرسکتی ہے جس میں کم از کم ایک معتبر معاملہ شناس عالم کا ہونا بھی ضروری ہے (۱)۔

پس اگر صورتِ مسئولہ میں برادری نے طریقۂ مذکورہ پر اس عورت کو عقدِ ثانی کی اجازت دی ہے تو یہ اجازت مطابقِ شرع ہے اور عقدِ ثانی درست ہے اور اس میں شرکت کرنے والے گنہ گار نہیں اور نہ اس نکاح سے عورت گنہ گار ہوئی، البتہ زید کا پتہ معلوم ہونے کے بعد ہندہ کو شوہر ثانی کے یہاں رہنا ناجائز تھا، کیوں کہ مفقود کی واپسی پر نکاح ثانی باطل ہوجاتا ہے اور عورت اسی مفقود کو مل جاتی ہے اور تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ البتہ نکاح ثانی کے باطل ہونے پر عدت گذارنا واجب ہوتا ہے اور نکاح ثانی مفقود کی واپسی پر خود بخود باطل ہوجاتا ہے، طلاق کی ضرورت نہیں ہوتی (۲)۔

---

(۱) "ولا يفرق بينه وبينها ولو بعد مضي أربع سنين، خلافاً لمالك". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: خلافاً لمالك) فإن عنده تعتد زوجة المفقود بعد مضي أربع سنين، وهو مذهب الشافعي القديم .... أو الرجوع إلى رأي الحاكم .... قلت: ونظير هذه المسألة عدة ممتدة الطهر التي بلغت برؤية الدم ثلاثة أيام، ثم امتد طهرها، فإنها تبقى في العدة إلى أن تحيض ثلاث حيض. وعند مالك رحمه الله تعالىٰ تنقضي عدتها بتسعة أشهر. وقد قال في البزازية: الفتوى في زماننا على قول مالك. وقال الزاهدي: كان بعض أصحابنا يفتون به، للضرورة". (ردالمحتار، كتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالك في زوجة المفقود: ۴/۲۹۵، ۲۹۶، سعيد)

"وإذ حكم بموته، اعتدت امرأته عدة الوفاة من ذلك الوقت". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب المفقود: ۲/۳۰۰، رشيديه)

(وكذا في الحيلة الناجزه، حكم زوجه مفقود، ص: ۶۰، دارالإشاعت كراچي)

(۲) "غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت أولاداً، ثم جاء الزوج الأول، فالأولاد للثاني على المذهب الذي رجع إليه الإمام، وعليه الفتوىٰ". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: غاب عن امرأته) شامل لما إذا بلغها موته أو طلاقه فاعتدت وتزوجت، ثم بان خلافه". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في ثبوت النسب، مطلب في ثبوت كرامات الأولياء والاستخدامات: ۳/۵۵۲، سعيد)

"فإن عاد زوجها بعد مضي المدة، فهو أحق بها، فإن تزوجت فلا سبيل له عليها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب المفقود: ۲/۳۰۰، رشيديه)

اگر برادری نے طریق مذکور پر عورت کو نکاحِ ثانی کی اجازت نہیں دی، بلکہ طریق مذکور کے خلاف یعنی بلا مفقود کو تلاش کئے اور بلا مدت انتظار مقرر کئے اور بلا حکم موت وعدت لگائے ویسے ہی عورت کے کہنے پر عقدِ ثانی کی اجازت دے دی ہے تو شرعاً یہ اجازت معتبر نہیں۔ ایسی اجازت دینے والے اور عقدِ ثانی میں شرکت کرنے والے، نیز ہندہ اور شوہر ثانی (اگر مسئلہ سے واقف تھے) سب گنہ گار ہوئے سب کو توبہ لازم ہے اور ہندہ بدستور سابق زید کی بیوی ہے، تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

زوجۂ مفقود کا نکاح بغیر قضائے قاضی

سوال[۶۴۲۲]: اگر نکاح درست نہ ہو تو اب وہ عورت کیا کرے اور نکاح خواں اور دیگر شرکاء کے لئے کیا احکام ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح کا حال معلوم ہو چکا ہے، اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو شوہر ثانی اور عورت کو علیحدہ ہو جانا واجب ہے(۲) اور نکاح خواں اور شرکاء سب کو کوشش کرکے شوہر ثانی اور عورت میں علیحدگی کی

(۱) قال العلامة الألوسی رحمه الله تعالیٰ: "التوبة ما استجمعت ثلاثة أمور: أن يقلع عن المعصية، وأن يندم على فعلها، وأن يعزم عزماً جازماً على أن لايعود إلى مثلها أبداً .... إن كانت المعصية في خالص حق الله تعالى فقد يكفي الندم كما في ارتكاب الفرار من الزحف وترك الأمر بالمعروف .... وإن تعلقت بحقوق العباد، لزم مع الندم، والعزم إيصال حق العبد أو بدله إليه إن كان الذنب ظلماً، كما في الغصب والقتل العمد .... وعبارة المازری: اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (روح المعاني، (سورة التحريم: ۸): ۲۸/۱۵۸، ۱۵۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(۲) "ولا يفرق بينه وبينها ولو بعد مضي أربع سنين خلافاً لمالك". (الدرالمختار). قال العلامة ابن =

کوشش کرنا ضروری ہے نیز توبہ استغفار کریں۔ اگر مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود ایسا کیا ہے تو کوشش مذکور وعلیحدگی کے ساتھ علی الاعلان توبہ بھی واجب ہے، سب کے سب گنہ گار ہوئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

واپسیٔ مفقود

سوال [۷۴۲۲]: اس علاقہ میں دوچار واقعات ایسے بھی ہوئے ہیں۔ عوام الناس دریافت کرتے ہیں کہ بالفرض اس عورت کا پہلا خاوند واپس آجائے تو اب وہ اول الذکر خاوند کے پاس رہے یا مؤخر الذکر کے؟

= عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "(قوله: خلافاً لمالک) فإن عنده تعتد زوجة المفقود بعد مضی أربع سنین، وهو مذهب الشافعی القدیم .... أو الرجوع إلی رأی الحاکم .... قلت: ونظیر هذه المسألة عدة ممتدة الطهر التی بلغت برؤیة الدم ثلاثة أیام، ثم امتد طهرها، فإنها تبقی فی العدة إلی أن تحیض ثلاث حیض. وعند مالک رحمه الله تعالیٰ تنقضی عدتها بتسعة أشهر. وقد قال فی البزازیة: الفتویٰ فی زماننا علی قول مالک. وقال الزاهدی: کان بعض أصحابنا یفتون به، للضرورة". (ردالمحتار، کتاب المفقود، مطلب فی الإفتاء بمذهب مالک فی زوجة المفقود: ۴/۲۹۵، ۲۹۶، سعید)

"وإذ حکم بموته، اعتدت امرأته عدة الوفاة من ذلک الوقت". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب المفقود: ۲/۳۰۰، رشیدیه)

(وکذا فی حیلهٔ ناجزه، حکم زوجه مفقود، ص: ۲۰، دارالإشاعت کراچی)

(۱) "غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت أولاداً، ثم جاء الزوج الأول، فالأولاد للثانی علی المذهب الذی رجع إلیه الإمام، وعلیه الفتویٰ". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: غاب عن امرأته) شامل لما إذا بلغها موته أو طلاقه، فاعتدت وتزوجت، ثم بان خلافه". (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی ثبوت النسب، مطلب فی ثبوت کرامات الأولیاء والاستخدامات: ۳/۵۵۲، سعید)

"فإن عاد زوجها بعد مضی المدة، فهو أحق بها، فإن تزوجت فلا سبیل له علیها". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب المفقود: ۲/۳۰۰، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مذکورہ میں اگر پہلا شوہر آجائے تو نکاحِ ثانی کو کالعدم قرار دیا جائے گا اور وہ عورت پہلے ہی شوہر کو مل جائے گی (۱)، لیکن اس کو صحبت وغیرہ کرنا جائز نہیں تاوقتیکہ شوہرِ ثانی کی عدت نہ گزر جائے، شوہرِ ثانی کی عدت گذرنے کے بعد شوہرِ اول کو صحبت وغیرہ کی اجازت ہوگی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵/۲/۵۸ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/صفر/ ۵۸ھ۔

---

(۱) ''پہلا نکاح قائم رہے گا، تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں اگرچہ دوسرے خاوند سے صحبت بھی ہو چکی ہو، وهو المستفاد من قوله: (ترد إلى زوجها الأول، ومن قوله: (ولا يقربها الأول، الخ'') (حیلۂ ناجزہ، واپسی مفقود کے احکام، ص: ۲۹، دار الإشاعت)

''فإن عاد زوجها بعد مضي المدة فهو أحق بها، فإن تزوجت فلا سبيل له عليها''. (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب المفقود: ۲/ ۳۰۰، رشيديه)

(۲) ''دوسرے شوہر کی عدت گزارنا واجب ہے، جب تک عدت ختم نہ ہو اس وقت تک شوہرِ اول کو اس کے پاس جانا ہرگز جائز نہیں، بلکہ پوری احتیاط لازم ہے''۔ (حیلۂ ناجزہ، واپسی مفقود کے احکام، ص: ۶۸، دار الإشاعت کراچی)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: ''(قوله: وكذا موطوءة بشبهة أو نكاح فاسد): أي عدة كل منهما ثلاث حيض''. (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: حكاية شمس الأئمة السرخسي: ۳/ ۵۰۶، سعيد)

قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقت يتربهن بأنفسهن ثلثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ والّٰئي يئسن من الحيض من نسائكم إن ارتبتم فعدتهن ثلثة أشهر والّٰئي لم يحضن، وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾ (سورة الطلاق: ۴)

قال العلامة المرغيناني رحمه الله تعالىٰ: '' وإذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق، وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء''. (الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲/ ۴۲۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

''وإذا بلغ المرأةَ طلاقُ زوجها، أو موته، فعليها العدة من يوم مات أو طلق؛ لأن العدة ليست إلا =

زوجۂ مفقود

سوال[۶۴۲۸]: ایک عورت کہتی ہے کہ میرے گذراوقات کا کوئی ذریعہ نہیں کہ میرا خاوند عرصہ ۹/ سال سے چوری کرکے چلا گیا ہے اور جو میرا زیور ہے وہ بھی لے گیا ہے۔اب میں نکاح کرسکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی عوت کو چاہئے کہ مسلمان حاکم کے یہاں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے، اتنے زمانے سے غائب ہے، میرے خرچ کا نہ کسی کو کفیل بنا کر گیا ہے، نہ وہاں سے بھیجتا ہے، نہ دے کر گیا ہے، میں سخت پریشان ہوں، مجھے نکاح ثانی کی ضرورت ہے۔ حاکم ان سب واقعات کی تحقیق کرکے اس کو تلاش کرائے، جب ملنے سے مایوس ہوجائے تو عورت کو حکم کرے کہ چار سال تک انتظار کرتی رہے، اگر اس مدت میں بھی نہ آئے تو اس پر موت کا حکم کردے، پھر عدت گذار کر نکاح ثانی کرسکتی ہے۔ اور اگر حاکم مناسب سمجھے تو چار سال سے کم مدت مقرر کردے۔

اگر کسی جگہ مسلمان حاکم نہ ہو، یا وہ شرع کے موافق فیصلہ نہ کرے تو برادری کے معزز لوگ بھی یہ سب کام کرسکتے ہیں اور ان میں کم از کم ایک معتبر معاملہ شناس عالم کا ہونا ضروری ہے(۱)۔ اور رسالہ حیلۃ الناجزہ کو بھی دیکھ لیا جائے اس میں اس مسئلہ کو خوب واضح کیا ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۰/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

= مدة ضربت لها لمناجزة عمل الطلاق". (المحيط البرهاني، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۳۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۳/ ۲۶۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب العدة: ۱/ ۵۲۶، رشيديه)

(۱) "وقال مالك والأوزاعي: إلى أربع سنين، فينكح عرسه بعدها كما في النظم، فلو أفتى به في موضع الضرورة، ينبغي أن لا بأس به على ما أظن". (جامع الرموز: ۳/ ۳۹۰، كتاب المفقود)

(وكذا في غواص البحرين: ۳/ ۳۹۰، كتاب المفقود كراچي)

(وإعلاء السنن: ۱۳/ ۵۵، كتاب المفقود، إدارة القرآن كراچي)

(۲) (الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة، ص: ۶۲-۶۵، حكم زوجة مفقود، دار الإشاعت كراچي)

ایضاً

سوال[۶۴۲۹]: چندے نفر در کشتی سوار شدند، اکنون تخمیناً مدت دو سال می باشد کہ ھمہ انفار مع کشتی مفقود الخبر ھستند، وازھر گونہ تفتیش وجستجو از حالتِ حیات ومماتِ شاں ھیچ خبرے ونشانے نیست. حالاً بر زوجۂ مفقود الخبر عقد نکاح جائز ودرست می باشد یانہ؟ بینوا بالبرھان أجرکم اللہ الرحمن۔

المستفتی: عبدالرحیم ولد عبدالرحمٰن بلوچ، ساکن شہر کراچی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

برائے زوجۂ مفقود الخبر افضل واحسن آنست کہ بصبر وعفت زندگی بسر کنند، تاآنکہ شویش باز آید، یا خبرے راست ازو بگوش رسد. اگر نتوانند، پیشِ حاکمِ مسلم بااختیار دعویٰ کند کہ فلاں شخص زوجِ من است واز چندیں مدت غائب است، ونہ مرا نفقہ دادہ رفتہ است، ونہ ارسال می کند، ونہ کسے ضامن کردہ است، پس مرا اجازتِ نکاحِ ثانی باید داد، وبرد عویش ثبوتِ شرعی گذارند. حاکم مسلم باضابطہ معاملہ را تحقیق نمودہ، اگر زن رادعویش صادق باشد، شویش راجستجو نماید، وچوں مایوس گردد، زن رابرائے انتظارِ زوج تاچھار سال حکم کند.

اگر دریں مدت باز آید فبھا، ورنہ حکم بمرگِ زوجش صادر نمودہ، زن را برائے عدت امر فرماید، پس زن عدت گذاردہ نکاحِ ثانی تواند نمود. اگر حاکم مسلم بااختیار مصلحت بیند، در مدتِ انتظار تخفیف بکند(۱). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ ۵/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۸/ جمادی الاولیٰ/ ۵۸ھ۔

---

(۱) ''زوجۂ مفقود کے لئے چار سال کے مزید انتظار کا حکم اس صورت میں تو بالاتفاق ضروری ہے، جب کہ عورت اتنی مدت تک صبر وتحمل اور عفت کے ساتھ گذر اسکے، لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت اندیشۂ ابتلاء ظاہر کرے اور اس نے ایک عرصۂ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اس حالت میں درخواست دی ہو جب کہ صبر سے عاجز ہوگئی، تو اس صورت میں اس کی =

....

یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی معیاد میں تخفیف کردی جائے، کیونکہ جب عورت کے ابتلاء کا شدید اندیشہ ہوتو ان کے نزدیک کم ازکم ایک سال صبر کے بعد تفریق جائز ہے۔ مگر علمائے سہارنپور دونوں صورتوں میں چار ہی سال کی مدت کے مزید انتظار کو شرط فرماتے ہیں، اور ایسا کرنا ظاہر ہے کہ زیادہ احتیاط کی بات ہے، لیکن جہاں قرائنِ قویہ سے اندیشہ قوی ابتلاء بالزنا کا ہوتو ایک سال کے قول پر بھی حاکم کو حکم کردینے کی گنجائش ہے، مگر معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، بہانہ تلاش نہ کیا جائے''۔ (حیلۂ ناجزۃ، المرقومات للمظلومات آسان خلاصہ حیلۂ ناجزہ، اندیشہ ابتلاء کے وقت زوجہ مفقود کے لئے ایک مزید وسعت، ص:۱۶۲، ۱۶۳، دارالاشاعت کراچی)

''(قوله: خلافاً لمالك) فإن عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضي أربع سنين .... لكنه اعترض على الناظم بأنه لا حاجة للحنفي إلى ذلك: أي لأن ذلك خلاف مذهبنا، فحذفه أولى. وقال في الدر المنتقى: ليس بأولىٰ، لقول القهستاني: لو أفتى به في موضع الضرورة لابأس به على ما أظن، اهـ''. (ردالمحتار، كتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالك في زوجة المفقود: ۲۹۵/۴، سعيد)

ترجمۂ سوال وجواب: چند افراد ایک کشتی میں سوار ہوئے، اب تقریباً دو سال کا عرصہ گذرا کہ تمام افراد مع کشتی کے لاپتہ ہیں اور ہر قسم کی تلاش اور جستجو کے باوجود ان لوگوں کی زندگی وموت کے بارے میں کچھ پتہ نہ چل سکا۔ تو اب مفقود الخبر کی بیوی کے لئے نکاح ثانی جائز ہے یا نہیں؟

جــــواب: مفقود الخبر کی بیوی کے لئے بہتر تو یہ ہے کہ صبر اور عفت کے ساتھ زندگی گذارے جب تک کہ اس کا شوہر لوٹ نہ آئے، یا اس کے بارے میں کوئی صحیح اطلاع نہ مل جائے اور اگر ایسا نہ کرسکے تو بااختیار مسلم حاکم کی عدالت میں دعویٰ دائر کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور اتنی مدت سے غائب ہے، نہ میرا خرچہ دے کر گیا ہے، نہ بھیجتا ہے، نہ کسی کو ذمہ دار بنا کر گیا ہے، لہٰذا مجھے نکاحِ ثانی کی اجازت دی جائے اور اپنے دعویٰ کا شرعی ثبوت پیش کرے۔ حاکم مسلم باضابطہ معاملہ کی تحقیق کرے، اگر عورت کا دعویٰ درست ہوتو حاکم شوہر کو تلاش کرائے اور جب مایوس ہوجائے تو عورت کو چار سال تک شوہر کا انتظار کرنے کا حکم دے۔ اگر اس مدت کے دوران شوہر لوٹ آئے تو ٹھیک ہے، ورنہ شوہر کی موت کا فیصلہ کرکے عورت کو عدت گذارنے کا حکم دے، پھر عورت عدت گذار کر نکاح ثانی کرسکتی ہے۔ اگر حاکم مسلم بااختیار مصلحت سمجھے تو انتظار کی مدت میں تخفیف کرسکتا ہے۔

زوجۂ مسجون

سوال[۶۴۳۰]: مسماۃ حسینہ خاتون دختر گھسیٹہ، قوم پٹھان، ساکن سہارنپور کی شادی نیاز احمد پسر عبداللہ، قوم راجپوت، ساکن حال جیل خانہ آگرہ کیساتھ عرصہ پندرہ سال ہوئے ہوئی تھی، جس روز سے شادی ہوئی اس روز سے نیاز احمد نے روٹی وکپڑے سے تنگ رکھا اور ہمیشہ جیل خانہ میں رہنے کا عادی ہے، چندمرتبہ کا سزا یافتہ ہے، جس وقت جیل سے چھوٹ کر آتا ہے فوراً پھر جیل میں چلا جاتا ہے۔ مسماۃ حسینہ خاتون کے پاس ایک لڑکا فیاض احمد ومسماۃ حسینہ خاتون دختر موجود ہے جس کے خوردونوش کا کوئی انتظام نہیں ہے، بچے نابالغ ہیں۔

مسماۃ حسینہ خاتون جوان ہے، کہیں محنت مزدوری اگر کرے تو زمانہ نازک ہے۔ ایسی حالت میں اپنی گذر اوقات اور نابالغان کی کیسے بسر کرے؟ اب مسماۃ حسینہ خاتون نیاز احمد کے نکاح سے باہر ہوکر علیحدہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص قصداً ایسی حرکات کا عادی ہو کہ جن سے بار بار جیل خانہ جانا پڑتا ہو اور ایسی حالت میں بیوی کا نان نفقہ ادا نہ کرسکتا ہو تو اس کی بیوی کو اپنی مجبوری اور پریشانی کی وجہ سے حق حاصل ہے کہ کسی طرح لالچ دے کر، یا خوف دلا کر اس سے طلاق لے لے۔ اگر جیل خانہ میں ہونے کی وجہ سے یا اَور کسی وجہ سے دشوار ہو تو پھر حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور وہ حاکم مسلم جبراً اس شخص سے طلاق دلادے، یا کسی صورت سے اس کے نان نفقہ کا انتظام کرائے تاکہ وہ پریشانی سے رہائی پاسکے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۵/ ربیع الاول/ ۵۷ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) ''زوجۂ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ حاصل کرے، لیکن اگر باوجود کوشش کے (خلاصی کی) کوئی صورت نہ بن سکے تو پھر عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے۔ پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوجائے کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اسکے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے''۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجۂ متعنت فی النفقۃ، دارالإشاعت کراچی)

فصل فی زوجة المتعنت

(زوجۂ متعنت کا بیان)

زوجۂ متعنت

سوال[۶۴۳۱]: زید کی لڑکی نابالغہ کا نکاح عمر کے بالغ لڑکے سے ہوا، کچھ عرصہ بعد عمر نے یہ حرکت کی کہ اپنی زوجہ کو جس کی لڑکیاں موجود ہیں بوجۂ بیماری کے اپنے گھر سے نکال کر اس کے بھائی کے یہاں چھوڑ آیا، پھر اس کے نان ونفقہ کی کچھ خبر نہیں لی، اور ایک کنواری لڑکی غیر برادری کی اس کے باپ کو کچھ روپیہ دیکر لے آیا اور اس سے نکاح کرلیا۔ اس کے بعد زید اور عمر میں جھگڑا ہونا شروع ہوگیا، جو زیور بوقتِ نکاح عمر نے زید کی لڑکی کو دیا تھا، وہ زید نے عمر کو امانت کے طور پر واپس دیدیا تھا، زید نے عمر سے زیور مانگا تو واپس نہیں دیا۔

عمر نے برادری کے کچھ لوگ زید کے پاس بھیجے کہ اب لڑکا لڑکی بالغ ہوگئے ہیں، لڑکی کو بھیج دو تو زید نے قسم کھا کر کہا کہ لڑکی کو ہرگز نہ بھیجوں گا، بکر نے زید اور عمر کو سمجھا کر خلع پر راضی کرلیا۔ برادری کے کچھ لوگوں نے زید کو بہکا دیا کہ خلع نہ کر، تیری بہو ہم دلوادیں گے تو زید نے خلع سے انکار کردیا اور کہنا شروع کیا کہ میں نے نکاح ہی نہیں کیا۔ دس سال کی بات ہوگئی، لکھا پڑھی کچھ نہیں ہوئی تھی، نکاح میں جو وکیل وگواہ تھے وہ کہتے ہیں: ہمیں کچھ یاد نہیں۔

اب صورت حال یہ ہے کہ عمر لڑکے سے طلاق نہیں دلواتا اور زید لڑکی کو وہاں بھیجنا نہیں چاہتا اور نہ لڑکی وہاں جانے پر رضامند ہے۔ کیا ایسی صورت میں تین آدمیوں کو سرپنچ بنادیا جائے جو عالم ہوں، یا ان میں کم از کم ایک عالم ہو، وہ خلع کی درخواست لڑکی کی طرف سے کریں اور خلع سے اگر لڑکا انکار کردے اور طلاق نہ دیوے تو سرپنچ خود طلاق دیدے، ایسا کرسکتے ہیں یا نہیں؟

حافظ عبدالمجید صاحب، شاملی روڈ مظفر نگر۔

الجواب حامداً ومصلياً:

خلع کے لئے شوہراور بیوی دونوں کا رضامند ہونا ضروری ہے، زبردستی خلع نہیں کرایا جاتا (۱)، شوہراگر بیوی کو رکھنے اور حقوقِ زوجیت ادا کرنے کے لئے تیار ہوتو پھر پنچایت کو طلاق دینے یا تفریق کرنے کا حق نہیں۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

ایضاً

سوال [۶۶۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک نابالغہ لڑکی کی شادی ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ ان کے اولیاء نے کردی، ۸/ برس کے بعد معتبر خبروں سے معلوم ہوا کہ وہ لڑکا مندرجہ ذیل اوصافوں کے ساتھ متصف ہے:

۱- لباس عورتوں کا استعمال کرتا ہے اور زیور بھی پہنتا ہے۔

۲- صبح وشام بازار کی تفریح مثل زنانِ بازاری کے کرتا ہے۔

۳- لواطت جیسے افعالِ قبیحہ میں مبتلا ہے۔

۴- ایک شخص کو بطورِ شوہر اپنے مکان میں رکھے ہوئے ہے۔

۵- ان بدکاریوں کے سوا اور کوئی پیشہ نہیں ہے، اس سے اس کی گزراوقات ہوتی ہے، یہاں سے بہت دور رہتا ہے، ریل سے جانے میں صرف ایک طرف کا کرایہ ۷/ روپے ہے۔

لڑکی اب بالغ ہوگئی ہے، لڑکی کے گھر والوں نے متعدد خطوط اور پیام کے ذریعہ اس کو خبر دی اور بلایا،

---

(۱) "هو (أي الخلع) إزالة ملک النكاح المتوقفة على قبولها". (الدر المختار: ۳/۴۳۹، ۴۴۰، کتاب النكاح، باب الخلع، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

"الخلع عقدٌ يفتقر إلى الإيجاب والقبول، يثبت الفرقة، ويستحق عليها العوض". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۴۵۳، الفصل السادس عشر في الخلع، إدارة القرآن كراچی)

لیکن وہ اس طرف بالکل التفات نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں نہیں جا سکتا اور طلاق بھی نہیں دیتا، لڑکی والے بڑی مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کے درمیان کس طرح تفریق ہوسکتی ہے؟ تحریر فرمادیں اور ان کی پریشانیوں کو دور فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد زمان، متعلم مدرسہ ہدایۃ مسلمین کراچی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر اپنی زوجہ کو نہیں رکھتا اور نباہ دشوار ہے تو بہتر یہ ہے کہ کسی طرح روپے دے کر، یا ڈرا کر رضامندی سے، یا زور ڈال کر طلاق لے لی جائے یا خلع کرلیا جائے (۱)۔ اگر یہ ناممکن ہو تو زوجہ کی طرف سے حاکم مسلم باختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا جائے اور بیان دیا جائے کہ یہ شخص اپنی بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا، اس پر حاکم مسلم باقاعدہ واقعہ کی تفتیش کرکے شوہر سے کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو، اگر رکھنا نہیں چاہتے تو طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ پس اگر شوہر کوئی صورت اختیار کرلے تب تو خیر ورنہ حاکم مسلم باختیار تفریق کردے، اس کے بعد عورت کو دوسری جگہ شرعاً نکاح کرنا درست ہے (۲)، عورت کے غیر مدخولہ ہونے کی وجہ سے عدت واجب نہیں (۳)۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لا یقیما حدود اللہ، فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۲۹)

قال المرغینانی رحمہ اللہ: "وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود اللہ، فلا بأس بأن تفتدی نفسہا منہ بمال یخلعہا بہ". (الہدایۃ: ۲/۴۰۴، باب الخلع، شرکت علمیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعید)

(۲) "زوجۂ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ حاصل کرے، لیکن اگر باوجود کوشش کے (خلاصی کی) کوئی صورت نہ بن سکے تو پھر عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے۔ پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوجائے کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے"۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجۂ متعنت فی النفقۃ، دارالإشاعت کراچی)

(۳) "أربع من النساء لا عدۃ علیہن: المطلقۃ قبل الدخول، والحربیۃ دخلت دارنا بأمان، اھ". (الفتاویٰ =

اگر کسی جگہ حاکم مسلم نہ ہو یا وہ شرع کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند دین دار معزز مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ سب کام کر سکتی ہے، اس جماعت میں کم از کم ایک معاملہ شناس معتبر عالم ہونا بھی ضروری ہے اور رسالہ حیلۂ ناجزہ بھی ضرور دیکھ لیا جائے، اس میں اس مسئلہ کو تفصیل سے لکھا ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۸/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/شعبان/۵۷ھ۔

ایضاً

سوال[۶۴۳۳]: ایک لڑکی کی شادی ایک مستور الحال سے کردی، بعد میں اس کا فسق وفجور ظاہر ہوا اور وہ لڑکی نیک اور شریعت کی پابند ہے، شرعی بات بتلانے پر اس لڑکی کو زدوکوب کرتا ہے اور نہایت تنگ کرتا ہے، یہاں تک نوبت پہونچ گئی کہ اب نباہ مشکل اور لڑکی کی آبرو اور جان جانے کا خطرہ قوی ہے اور وہ خلع کرنے سے انکاری ہے۔اب شریعت میں اس لڑکی کی نجات کی کیا صورت ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال بہت مجمل ہے: نہ یہ معلوم کہ نکاح نابالغی کی حالت میں ہوا یا بعد بلوغ، اور کسی ولی نے کیا ہے یا خود لڑکی نے کیا ہے، اگر ولی نے کیا ہے تو وہ ولی باپ و دادا ہے یا کوئی اور۔نیز بوقتِ نکاح کیا شرط کی گئی تھی کہ لڑکا صالح ہے یا کوئی شرط نہیں تھی۔بہتر یہ تھا کہ سوال میں یہ سب تفصیل درج ہوتی، تاہم اجمالی جواب یہ ہے کہ:

اگر شوہر حقوقِ زوجیت ادا نہیں کرتا اور بلا وجہ اذیت دیتا ہے تو زوجہ کو چاہئے کہ حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے، میرے حقوق ادا نہیں کرتا۔اس پر حاکم شوہر کو بلا کر کہے کہ تم بلا وجہ اذیت دینے سے باز آؤ اور اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے، اگر شوہر حقوق ادا کرنے کے لئے آمادہ ہو اور بلا وجہ اذیت دینے سے باز آجائے تو بہتر ہے ورنہ حاکم مسلم

= العالمکیریة: ۱/۵۲۹، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۴/۵۷، الفصل الثامن والعشرون فی العدة، إدارة القرآن کراچی)

(۱) (أنظر رقم، ص: ۲۳۷، رقم الحاشیة: ۴)

باختیارِ خود تفریق کردے، اس کے بعد عدت گذار کر زوجہ کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ایضاً

سوال[۶۴۳۴]: میاں بیوی میں تنازع ہوکر بڑھ گیا اور بیوی کو اپنی جان کا خطرہ ہوگیا اور اپنے خاوند کے یہاں بوجۂ خطرۂ جان کے نہیں جاتی اور اس کا خاوند اس کو طلاق نہیں دیتا اور نہ خرچ، اس قصہ میں پانچ چھ سال گذر گئے اور لڑکی نوجوان ہے، بغیر نکاح کے گذران مشکل ہے۔ اس صورت میں شریعت شریف کیا فیصلہ دیتی ہے کہ جس سے میاں بیوی میں تفریق ہوجاوے اور لڑکی کا نکاح کر دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ کسی طرح لالچ دیکر یا ڈرا کر طلاق حاصل کرلیجاوے، یا خلع کرلیا جائے(۲)۔ اگر یہ ناممکن ہو تو پھر بیوی کو چاہئے کہ حاکم مسلم کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور میرے حقوق ادا نہیں کرتا۔ اس پر حاکم باقاعدہ واقعہ کی تحقیق کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو تو شوہر سے کہے کہ تم یا اس کے حقوق ادا کرو یا طلاق دے دو، اگر وہ کسی بات کو اختیار کرے تو خیر ورنہ حاکم مسلم تفریق کردے، اس کے بعد عورت عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

اگر کسی جگہ حاکم مسلم باختیار نہ ہو، یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند دین دار معزز مسلمانوں کی

---

(۱) (الحیلة الناجزة للحليلة العاجزة، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجۂ متعنت، دار الإشاعت کراچی)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفدى نفسها منه بمال يخلعها به". (الهداية: ۲/۴۰۴، باب الخلع، شركت علميه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعيد)

ایک جماعت بھی یہ سب کام کرسکتی ہے اور اس جماعت میں کم ازکم ایک معاملہ شناس معتبر عالم کا ہونا بھی ضروری ہے اور رسالہ حیلۂ ناجزہ کوغور سے دیکھ لیا جائے کہ اس میں اس کوتفصیل سے لکھا ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۱۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، 　　صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

ایضاً

سوال [۶۴۳۵]: بندو پسر عبد الکریم سے میرا نکاح ہوا تھا، سات سال اس کی زوجیت میں رہی، اس درمیان میں مجھے طرح طرح کی تکالیف اٹھانی پڑی، نہ میرے حقوق ادا کرسکا اور اخلاق بھی اچھے نہیں۔ اب دو سال سے میں اپنے والد کے گھر ہوں، نہ میرا نان ونفقہ دیتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے، نہ میرے حقوق ادا کرتا ہے اور طرح طرح کی تکلیف پہونچانے پر آمادہ ہے۔ اب ایسی صورت میں شرعاً کیا کروں، طلاق یا فسخ نکاح کی کوئی صورت ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نباہ دشوار ہوگیا، بہتر یہ ہے کہ کسی طرح سے سمجھا کر یا ڈرا کر یا لالچ دلا کر طلاق حاصل کرلیجائے، یا خلع کرلیا جائے، اس طرح کہ عورت اپنا مہر معاف کردے، یا کچھ روپیہ دیدے اور شوہر اپنے حقوقِ زوجیت ساقط کردے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو عورت حاکم مسلم باختیار کی عدالت میں مقدمہ کرے کہ میرا شوہر میرے حقوق ادا نہیں کرتا، نہ طلاق دیتا ہے۔ اس پر حاکم شوہر کو بلا کر کہے کہ تم یا تو حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس پر اگر شوہر حقوق ادا کرنے کے لئے تیار ہوجائے یا طلاق دیدے تب تو خیر، ورنہ حاکم مسلم تفریق کردے، اس کے بعد عدت گزار کے عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہوگا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۶/۱۱/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، 　　صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم۔

---

(۱) (راجع الحاشیة آتیة آنفاً)

(۲) "زوجۂ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ حاصل کرے، لیکن اگر باوجود کوشش کے (خلاصی کی) کوئی صورت نہ بن سکے تو پھر عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعت مسلمین کے سامنے =

زوجۂ متعنت

سوال[۶۴۳۶]: زید کی بیوی دوسال سے زید سے بالکل الگ اپنے میکے میں زید کے خوراک پوشاک اپنی بیوی کو نہ دینے سے اور انتہائی درجہ کی تکلیف یعنی بھوک پر بھوک کاٹنے پر وہ فی الوقت ہے، زید کی بیوی ہمیشہ اس بارے میں کہتی رہی، مگر باوجود صلاحیت ہونے کمانے کی کچھ انتظام زید نے نہ کیا، بلکہ ہمیشہ یونہی جواب دیتا رہا کہ تم خود کھانے پینے کا انتظام کرلو، وہ کما نہیں سکتا۔ اور زید ایک نوجوان شخص ہے اور اس سے ایک لڑکا فی الوقت ڈیڑھ دوسال کا ہے۔ ایسی حالت پر زید کی بیوی اس سے الگ ہونا چاہتی ہے۔

زید سے بھی دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ اب کی بار ماہانہ ڈیڑھ سوروپیہ دیا کروں گا، مگر اس بات کی کوئی وقعت اس لئے نہیں کہ الگ رہنے کے زمانہ سے اب تک کبھی ایک درم بسکٹ ہی سہی اپنے بچے کے لئے بھی نہیں دیا جس سے زید کی بیوی بالکل مطمئن ہے کہ وہ کبھی کمانے کے لئے جائے گا، بلکہ دو چار دن رکھ کر اپنے نفس کی خواہش کو پورا کر کے بھیج دے گا۔ زید موصوف کو ڈیڑھ سوروپیہ ماہانہ کی دلیل بنانے پر اپنا دستخط دینے کو ناراض اور بالکل مجلس سے بھاگ گیا، تو اب تک اس بارے میں پھر نہیں آیا، ہمیشہ زبانی اقرار کرلیتا ہے، مگر جب تحریری طور پر فیصلہ کے لئے آمادہ کیا جاتا ہے تو مجلس سے بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نہیں چھوڑوں گا۔

لڑکی اکلوتی ہے اور والد والدہ اس کے ضعیف العمر ہیں سب پراگندہ ہیں، کسی صورت فیصلہ ہو جائے تا کہ لڑکی کو دوسری راہ لگا دیا جائے اور والدین بھی لڑکی کو اس کے پاس چھوڑنا نہیں چاہتے، اس لئے کہ شادی کے زمانہ سے اب تک زید کو اچھی طرح پرکھ لیا کہ کمانا نہیں چاہتا، بیٹھ کر کھانا چاہتا ہے، بلکہ بیوی کی جو کچھ جائیداد ہے اسے بھی بیچ کر کھا لینا چاہتا ہے۔ شادی کو کل ۱۴/ سال ہوئے جس میں دوسال کی زندگی بیوی نے بہت تکلیف سے گذاری، سسرال میں رہی، اپنے میکے بھی زید کو لے کر رہی اور یہاں تک کہ ملازمت کی جگہ (جب زید ملازمت کرتا تھا) بھی رہی، مگر سب جگہ اس زمانہ میں بہت ہی تکلیف اٹھائی، اب اپنے میکے میں دوسال سے

=پیش کرے۔ پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جائے کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ خاند کسی صورت پر عمل نہ کرے، تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے"۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳،۷۴، حکم زوجۂ متعنت فی النفقۃ، دارالاشاعت، کراچی)

الگ ہے، نہ تو شوہر آتا ہے، نہ ہی بیوی سسرال جاتی ہے۔سسرال والے بیوی کے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہتے اور جب صلح کے لئے بلایا جاتا ہے تو نہیں آتے۔

ان حالات میں اگر زید طلاق نہ دے تو کیا زید کی بیوی کو مندرجہ بالا حالات کے تحت اجازت نہیں کہ وہ اپنا خلع کرلے؟ زید کی بیوی نے حد درجہ کوشش کی کہ شوہر ٹھیک ہوجائے اور ازدواجی زندگی آرام سے گذرے، مگر سب رائیگاں گئی۔ والدین پریشان ہیں کہ یہ معاملہ اپنی حیات میں طے ہوجائے ورنہ اس لڑکی کا کوئی اَور نہیں، یہ صرف اکلوتی لڑکی ہے، نہ کوئی بھائی ہے۔اس لئے گذارش ہے کہ اس سلسلہ میں مسئلہ بیان فرمائیں تاکہ کارروائی کی جاسکے۔فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں ایک تو قانونی کارروائی کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ عدالت میں درخواست دے کر خود مختاری کی اجازت حاصل کرلی جائے، کسی بھی وکیل کے ذریعہ سے یہ چیز ہوسکتی ہے، اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ بعد میں شوہر کو عدالت میں جانے کا موقع نہ رہے۔

شرعی طور پر اس کا حل یہ ہے کہ ایک شرعی پنچایت بنائی جائے جس میں چند معزز باشرع افراد ہوں اور کم از کم ایک عالم معتبر معاملہ شناس بھی ہو، اس پنچایت میں لڑکی درخواست دے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے جو کہ اتنی مدت سے مجھے نفقہ نہیں دیتا، میرے حقوق ادا نہیں کرتا، میرا فیصلہ کیا جائے۔ پنچایت جملہ امور کی تحقیق تفتیش کرکے شوہر کو بلا کر کہے کہ تمہاری بیوی کی یہ درخواست ہے، تم اس کو شریفانہ طور پر آباد کرو یا طلاق دے کر آزاد کردو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے(۱)۔

اگر شوہر آباد کرنے پر رضامند ہو تو اس سے ایک اقرار لیا جائے ،مثلاً اس طرح کہ اگر تم نے تین ماہ تک خرچ نفقہ نہ دیا تو تمہاری بیوی کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے اوپر طلاق واقع کرلے، اس طرح اس کو سہولت حاصل ہوجائے گی کہ دو تین ماہ تنگی برداشت کرکے اپنے اوپر طلاق واقع کرسکے گی (۲)۔اگر شوہر آباد کرنے پر رضامند

---

(۱) دیکھئے:(الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة للشیخ التھانویؒ، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجة متعنت فی النفقة، دار الإشاعت کراچی)

(۲) ”إن غبتُ عنک ستة أشھر ولم تصل بک نفسی ونفقتی فی ھذہ المدة، فأمر طلاقک بیدک، ثم =

نہ ہوتو شرعی پنچایت تفریق کردے، پھر عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کا اختیار ہوگا۔

پنچایت کو چاہئے کہ رسالہ "الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة" سامنے رکھ کر اس کے مطابق فیصلہ کرے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

ایضاً

سوال[۶۴۳۷]: ۱...... اگر الف کی بیوی اپنے شوہر کے جور وظلم کی وجہ سے اپنے شوہر کے یہاں عرصہ سات آٹھ سال سے نہیں گئی اور اپنے والدین کے یہاں پڑی ہے، اس کا شوہر اس کو نان ونفقہ بھی نہیں دیتا ہے اور نہ کبھی آتا جاتا ہے، اس لئے وہ اپنے شوہر سے طلاق لینا چاہتی ہے تو وہ طلاق کس طرح حاصل کرسکتی ہے؟

۲...... الف کی بیوی کا نکاح حالت نابالغی میں باپ کی ولایت میں عمل میں آیا چوں کہ باپ کی ولایت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں ٹوٹتی اور الف کی بیوی اپنے شوہر کے جور وظلم کی وجہ سے اپنے شوہر کے یہاں عرصہ سات آٹھ سال سے نہیں گئی، نہ شوہر نے اس کو بلانے کی کوشش کی، نہ اس عرصہ میں اس کو کچھ نان ونفقہ دیا، اس لئے وہ اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کرنا چاہتی ہے۔ اس صورت میں وہ کس طرح طلاق حاصل کرسکتی ہے؟

محمد عمر، ساکن: سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور میرے حقوق کو ادا نہیں کرتا۔ حاکم باقاعدہ واقعہ کی تحقیق کرے اور شوہر کو بلا کر حکم دے کہ تم اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو اگر حقوق ادا نہیں کرتے تو طلاق دے دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے، اگر شوہر ان دونوں باتوں میں سے کسی بات پر رضامند ہوجائے اور اقرار کرلے تو خیر، ورنہ حاکم مسلم بااختیار تفریق کردے یعنی شوہر کی طرف سے عورت کو طلاق دے۔

= غاب عنها ولم تصل إليها نفسه ووصلت نفقته، كان الأمر بيدها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۹۹، الفصل الثاني في الأمر باليد، رشيديه)

دے، اس کے بعد عورت عدت طلاق گذار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

اگر کسی جگہ حاکمِ مسلم با اختیار نہ ہو، یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ سب کام کر سکتی ہے اور اس جماعت میں کم از کم ایک فہیم معاملہ شناس معتبر عالم ہونا بھی ضروری ہے اور رسالہ حیلۂ ناجزہ کو بھی ضرور دیکھ لیا جائے، اس میں اس کو پوری تفصیل سے لکھا ہے (۱)۔

بہتر تو یہ ہے کہ کسی ذریعہ سے سمجھا کر یا لالچ دے کر یا خوف دلا کر اس سے طلاق لے لی جاوے یا خلع کر لیا جائے اگر یہ دشوار ہو تو صورت بالا پر عمل کیا جائے۔

۲......اس کی صورت بھی وہی ہے جو کہ جواب نمبر: ا میں تحریر کی گئی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۱/ جمادی الثانیہ/ ۵۶ھ۔

ایضاً

سوال [۲۴۳۸]: زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ عرصہ تقریباً پانچ سال کا ہوا، اس عرصہ میں زید کا برتاؤ ہندہ کے ساتھ نہایت سختی کا رہا۔ نیز زید نے ہندہ پر زنا کا الزام بھی لگایا ہے اور یہ الزام خط میں بھی لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ہندہ اور اس کی (اس) خالہ کو (جس کے یہاں ہندہ نے پرورش پائی ہے اور اس نے ہندہ کا نکاح بھی کیا اور اسی کے مکان پر ہندہ رہتی ہے) گولی سے مار دے گا۔ نیز زید نے ہندہ کی عرصہ ساڑھے چار سال سے کوئی خیر خبر نہ لی اور نہ یہ معلوم کہ زید کہاں ہے۔ ان چند خطوط کا خلاصہ جو ساڑھے چار سال قبل بھیجے تھے حسبِ ذیل ہے:

---

(۱) "زوجۂ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ حاصل کرے، لیکن اگر باوجود کوشش کے (خلاصی کی) کوئی صورت نہ بن سکے تو پھر عورت اپنا مقدمہ قاضیٔ اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے۔ پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جائے کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کر و یا طلاق دو، ورنہ تفریق کر دیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کر دے"۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجۂ متعنت فی النفقۃ، دارالاشاعت، کراچی)

خط بنام رشتہ دار:

''عموماً دہلی میں دھوکہ زیادہ ہے اور شریف لوگ کم ہیں۔

خالہ کے نام: میری زوجہ کو اپنے مطلب کے لئے رکھا ہے، زمانہ مطلب بر آرہے۔ اب میں جال میں پھنس گیا۔ لڑکی شوہر سے بھی خرچ لیتی ہے اور بدچلنی سے بھی پیسہ کماتی ہے، اب میں حیران ہوں کہ کیا کروں، روپیہ بھی برباد ہوا اور عورت بھی بدچلن ملی۔ میری تقدیر کا چکر ہے، کیونکہ اس کی جوانی کا عالم تو دہلی والے اڑائیں گے، پھر ہم تو کتے کی ہڈی کے حق دار ہوں گے''۔

خط بنام رشتہ دار:

''دل نے شک کیا کہ شاید خالہ جان نے دہلی میں کہہ دیا ہوگا کہ اس کے خاوند کے پاس شملہ بھیج رہی ہوں اور اس کو کسی دوست کے ہمراہ بغرض کمائی بھیج دیا ہو۔

خالہ کے نام: ایک نہایت چالاک عورت ہے جو نہ کسی سے پردہ کرتی ہے اور نہ بھانجی کو پردہ کراتی ہے۔ جو ان کی بھانجی کماتی ہے اور کھلاتی ہے، آپ کو معلوم نہیں رات کو یہ بھانجی کو کہاں اور کس کے پاس لے جاتی ہے''۔

خط بنام دوست:

''اب تو مہر ادا کر کے اس کو طلاق دینے کے لئے بالکل تیار ہوں، کیونکہ ایسی عورت کو اپنے گھر رکھنا اپنے لئے موجبِ ندامت خیال کرتا ہوں۔ ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آئے ہیں کہ (ایک قریبی رشتہ دار کا نام) پھر اور (ایک رشتہ دار کا نام) سے اس کا ناجائز تعلق ہے۔ اگر انہوں نے نہیں بھیجا تو میں ماہ اکتوبر/۳۳ء میں خود دہلی جاؤں گا اور اپنی عارضی زوجہ کو بھی بمعہ اس کی خالہ (خالہ کا نام) کو گولی ماردوں گا اور میں پھانسی چڑھ جاؤں گا۔

جب کہ ہندہ ان تمام الزامات سے بری ہے اور ایک شریف خاندان کی شریف لڑکی ہے اور جب کہ صلح

کی صورت میں اپنی جان و مال سے ہرگز مطمئن نہیں ہوسکتی۔ تو کیا ایسی صورت میں ہندہ کو قاضی سے خلع یا فسخ نکاح کرانے اور زید سے کل مہر وصول کرنے کا حق منجانب شرع شریف حاصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی نباہ کی صورت نہیں تو بہتر یہ ہے کہ کسی طرح لالچ دے کر، یا دباؤ ڈال کر زید سے طلاق لے لی جائے، یا خلع کرلیا جائے، ان دونوں صورتوں میں قاضی کی ضرورت نہیں۔ اگر طلاق اور خلع دشوار ہو تو پھر اس کی جان کے خطرہ کی بناء پر حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے، حاکم مسلم ہندہ کے دعویٰ کا ثبوت اور زید سے جواب طلب کرے، اگر تحقیق و تفتیش کے بعد ہندہ کا دعویٰ صحیح ثابت ہو تو زید کو فہمائش کرے، پس اگر زید ہندہ کے حقوق ادا کرنے کا پختہ وعدہ کرے اور ہندہ کی جان کا خطرہ کسی طرح زائل ہوجائے تب تو خیر، ورنہ یعنی اگر زید ادائے حقوق کا وعدہ نہ کرے تو پھر حاکم مسلم زید سے کہے کہ تم ہندہ کے حقوق ادا نہیں کرتے اور ہندہ کی جان کا خطرہ ہے، لہٰذا تم اس کو طلاق دے دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس پر زید طلاق دے دے تب تو خیر، ورنہ حاکم مسلم با اختیار تفریق کردے۔

مہر کے متعلق یہ ہے کہ اگر خلوتِ صحیحہ ہوگئی ہے تب تو پورا مہر لازم ہوگا جو کہ طلاق اور فسخ کی صورت میں ہندہ وصول کرسکتی ہے (۱)۔ اور خلع میں اگر مہر کا ذکرِ سقوط یا وصول کا آیا ہے تو اس کا اعتبار ہوگا، اگر کوئی ذکر ساقط کرنے یا وصول کرنے کا نہیں آیا ہے، بلکہ محض خلع کا ایجاب وقبول ہوگیا ہے اور کچھ اس میں لینے دینے کا ذکر نہیں

---

(۱) "والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحه، وموت أحد الزوجين". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمتعة: ۱/۳۰۳، رشيديه)

"وإن طلقها قبل الدخول والخلوة، فلها نصف المسمى". (هداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۳۲۴، شركة علميه)

"أن الخلوة توجب كمال المهر والعدة". (خلاصة الفتاوىٰ، كتاب النكاح، الفصل الثاني عشر في المهر، ومايتصل بهذا مسائل الخلوة: ۲/۳۸، امجد اكيڈمی، لاهور)

آیا تو مہر نہیں لے سکتی، بلکہ وہ ساقط ہو جائے گا(۱)۔ اگر خلوتِ صحیحہ کی نوبت نہیں آئی تو نصف مہر میں وہی تفصیل ہے جو اوپر کل مہر کی مذکور ہوئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ جمادی الثانیہ/ ۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲/ جمادی الثانیہ/ ۵۷، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

ایضاً

سوال[۶۴۳۹]: ۱..... عرصہ ڈھائی سال کا ہوا کہ ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہونے کے بعد زید کو ہر قسم کی تکلیفیں روحانی وجسمانی دینا شروع کیں، مثلاً: زدوکوب کرنا، کھانے کی ایذاء پہونچانا، گھر سے نکال دینا وغیرہ، ہر قسم کی اذیت دینا۔

۲..... شادی ہونے کے بعد اس کا بھی علم ہوا کہ اس کا ایک غیر عورت سے تعلق ہے اور اس کے اشارہ پر وہ ہندہ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتا ہے۔

۳..... زید کا یہ دوسرا نکاح تھا، پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے اور اس کے ورثاء سے معلوم ہوا کہ ان تکلیفوں کی وجہ سے اس کا انتقال ہوا ہے اور مرتے وقت اس عورت نے یہ وصیت کی تھی کہ اگر میرا شوہر میرے جنازے پر شریک ہوا تو میں حشر میں دامن گیر ہوں گی۔

۴..... زید کے بارے میں باوثوق ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اغلامی بھی ہے اور ہندہ اس کی

---

(۱) "الثالث لو لوخالعها ولم يذكر العوض، ذكر شمس الأئمة السرخسي في نسخته أنه يبرئ كل واحد منهما عن صاحبه، وذكر الإمام خواهر زادة: أن هذا أحدى الروايتين عن أبي حنيفة رحمه الله، وهو الصحيح". (خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في الخلع، الجنس الأول في المقدمة: ۲/ ۱۰۱، امجد اکیڈمی لاهور)

"ولو قال: اخلعي نفسك فقالت: خلعت نفسي منك، وأجاز الزوج، جاز بغير مال".
(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع: ۱/ ۴۹۱، رشيديه)

"اختلعي -بالأمر- ولم يسم شيئاً فقبلت، فإنه خلع مسقط". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۳/ ۴۴۰، سعيد)

تصدیق کرتی ہے۔

۵..... زید نے ہندہ کو مار کر نکال دیا تھا، چنانچہ ہندہ عرصہ ایک سال سے اپنی ماں کے پاس مقیم ہے اور زید نے رخصتی کا دعویٰ دائر کر رکھا ہے، وکلاء سے دریافت کیا گیا تو یہ جواب دیتے ہیں کہ قرآن شریف میں کوئی ذکر خلع کا موجود نہیں ہے۔

مندرجہ بالا صورت کے ہوتے ہوئے شرعی حکم کیا ہے اور آیا ہندہ کو خلع کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نباہ دشوار ہے تو بہتر صورت یہ ہے کہ کسی طرح لالچ دے کر یا ڈرا کر زید سے طلاق لے لی جائے، یا خلع کرلیا جائے، قرآن شریف میں آیا ہے: ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾(۱) اسی کو خلع کہتے ہیں۔ اگر طلاق یا خلع میں کامیابی نہ ہو تو عورت حاکم مسلم کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے، وہ باقاعدہ تحقیق کر کے زید سے کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اگر زید کوئی صورت اختیار کرلے تو خیر، ورنہ حاکم مسلم تفریق کردے، اس کے بعد عدت گزار کر ہندہ کو دوسری جگہ پر نکاح کرنا درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ ۹/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ جمادی الثانیہ/ ۵۷ھ۔

ایضاً

سوال[۲۴۴۰]: کوئی شخص کسی وجہ سے اپنی زوجہ کو نہ لے جانا چاہتا ہو اور نہ وہ طلاق دے اور عرصہ

(۱) (سورۃ البقرۃ: ۲۲۹)

(۲) "زوجہ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ حاصل کرے، لیکن اگر باوجود کوشش کے (خلاصی کی) کوئی صورت نہ بن سکے تو پھر عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے۔ پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جائے کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ خاند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے"۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجۂ متعنت فی النفقۃ، دارالاشاعت، کراچی)

بارہ سال کا ہوگیا ہو، یا پانچ سال کا ہوگیا ہو تو اس عورت کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ قائم کرے حاکم اس کو مجبور کرے گا یا وہ اپنی زوجہ کو لے جائے یا طلاق دے، ورنہ حاکم تفریق کردے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ایضاً

سوال [۱۴۴۱] : ۱...... کوئی مرد شرع کے موافق ایک عورت کو نکاح میں لانے کے بعد صرف تین یا چار ماہ زندگی بسر کیا جس کے بعد زنا کے مرتکب ہونے کے سبب اپنی داشتہ (۲) کے ساتھ اب تک زندگی بسر کر رہا ہے اور اسی کے ساتھ رہتا سہتا ہے۔ نکاح والی عورت کو تقریباً پونے چار سال سے چھوڑ رکھا ہے، شہر کے عمائدین نے ہر طرح سمجھایا، نہیں مانا، آخرکار مجبوراً وکیل کی جانب سے نوٹس دی گئی: عورت کو بخوشی اپنے گھر بلوا کر رکھیں اور نان ونفقہ دیں، ہر دونوں صورتیں پسند نہ ہوں تو طلاق دیں اور مہر ۲۲۵/ روپیہ ادا کریں۔ خاوند نے نوٹس لے لیا جس کا جواب دو سال سے نہیں دیا گیا، کسی کی مانتا ہی نہیں۔

۲...... اس لڑکی کی عمر فی الوقت اٹھارہ سال ہے جس کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ عورت ایک غریب کی لڑکی ہے، شریف النسل ہے اس کا کفیل کوئی نظر نہیں آتا، اس کے واسطے صرف دو صورتیں ہیں: باقاعدہ

---

(۱) "زوجۂ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ حاصل کرے، لیکن اگر باوجود کوشش کے (خلاصی کی) کوئی صورت نہ بن سکے تو پھر عورت اپنا مقدمہ قاضیِ اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے۔ پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جائے کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے"۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجۂ متعنت فی النفقۃ، دارالاشاعت، کراچی)

(۲) "داشتہ: خانگی، بے نکاحی عورت"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۰۸، فیروز سنز، لاہور)

طلاق حاصل کر کے دوسرے کسی شخص سے شادی کر لے، یا ذلت کی زندگی گذارے؟

۳..... مذہب میں ایسی مجبوریوں کی صورت میں ایسی ستم رسیدہ لڑکیوں کے لئے باعزت زندگی بسر کرنے کے لئے کون سی راہ شریعتِ حقہ بتلاتی ہے؟

۴..... شادی کے وقت صرف چالیس روپیہ مالیت کا زیور جولایا گیا تھا، کیا ان زیورات کو عطیات میں شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ اور جو چیز کپڑے شادی میں خاوند لایا تھا، موقع پا کر خاوندان کپڑوں کو لے گیا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ حقوقِ زوجیت ادا کرنے پر آمادہ نہیں تو بہتر صورت یہ ہے کہ کسی طرح کچھ لالچ دلا کر یا ڈرا کر طلاق حاصل کی جائے، یا خلع کر لیا جائے، یعنی زوجہ اپنا مہر معاف کر دے اور شوہر اپنے حقوقِ زوجیت عورت سے ساقط کر دے۔ اگر یہ دشوار ہو تو زوجہ کو چاہیے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے، وہ میرے حقوق کو ادا نہیں کرتا، اس پر حاکم شوہر کو کہے کہ: یا تم اپنی زوجہ کے حقوق کو ادا کرو یا طلاق دے دو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اگر شوہر کسی بات کو اختیار کر لے تب تو بہتر ہے، ورنہ حاکم مسلم اپنے اختیار سے تفریق کر دے۔ اس کے بعد عورت کو عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کرنا شرعاً درست ہے(۱)۔

جو کپڑا اور زیور شوہر کی طرف سے زوجہ کو دیا جاتا ہے، اگر بطور مِلک دینے کا رواج ہے تو وہ زوجہ کی مِلک ہے بشرطیکہ شوہر نے اس کے خلاف کی تصریح نہ کی ہو، اگر مستعار دینے کا رواج ہو تو وہ مستعار شمار ہوگا

---

(۱) "المختار للفتوىٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكاً لا عاريةً؛ لأنه الظاهر الغالب إلا في بلدة جرت العادة بدفع الكل عاريةً، فالقول للأب. وأما إذا جرت في البعض، يكون الجهاز تركةً يتعلق بها حق الورثة، وهو الصحيح". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۱۵۷/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۲۵/۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۳۲۷/۱، رشيديه)

بشرطیکہ شوہر نے اس کے خلاف کی تصریح نہ کی ہو(۱)۔مہر بہر حال واجب ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ۸/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ۸/ ۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ شعبان/ ۶۱ھ۔

شوہر نہ بیوی کو بلائے، نہ طلاق دے تو وہ کیا کرے؟

سوال[۶۴۴۲]: زید اپنی بیوی زینب کو گھر لے گیا لیکن حالات کے ناموافق ہونے کی وجہ سے زید نے بیوی کو طرح طرح سے ستانا، مارنا، پیٹنا شروع کردیا۔ زینب چاہتی ہے کہ چند دنوں کے لئے والدین کے پاس بھیج دی جائے، لیکن اس ابتلاء میں قریب قریب چار سال کا عرصہ ہوگیا اور زید نے کوئی توجہ نہیں کی، بعد اصرار تھوڑے دنوں کے لئے زینب کو میکہ بھیج دیا، لیکن چند یوم گذرے بھی نہ تھے کہ زید واپس لینے پہونچ گیا، والدین نے یہ کہہ کر ابھی چند دن اور رہنے دو پھر لے جانا، اس کے نتیجہ میں زید نے دوسری شادی کرلی اور اب زینب کو کسی قیمت پر لے جانے کے لئے تیار نہیں، نہ طلاق دیتا ہے، نہ خلع پر راضی ہے اور نہ ہی تفریق کی کسی صورت پر راضی ہے۔

---

(۱) "زوجہ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ حاصل کرے، لیکن اگر باوجود کوشش کے (خلاصی کی) کوئی صورت نہ بن سکے تو پھر عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے۔ پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوجائے کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے"۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجہ متعنت فی النفقۃ، دارالاشاعت، کراچی)

(۲) "أن المهر يجب بالعقد ويتأكد بإحدى معان ثلاث". (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲۵۱/۳، رشيديه)

"المهر يتأكد بثلاث: بالوطء، وموت أحد الزوجين، وبالخلوة الصحيحة". (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، باب في ذكر مسائل المهر، فصل في الخلوة وتأكد المهر: ۳۹۶/۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۱۰۲/۳، سعيد)

کیا ایسے شخص کے پنجہ سے جان چھڑانے کی کوئی صورت ہے؟ والدین سخت پریشانی کے عالم میں مبتلا ہیں، زینب اس قابل نہیں کہ گھر میں رکھی جاسکے، جبکہ قدم قدم پر فتنہ کا شدید اندیشہ ہے۔ اب عورت کب تک انتظار کرے، اور کیا ایسی صورت کے تحت فسخِ نکاح کے لئے عدالت یا گاؤں کے پنچایت کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زینب کے والدین کو چاہئے کہ اس کے شوہر کے مکان پر پہونچانے کی کوشش کریں، اگر زید رکھنے کے لئے آمادہ نہ ہوتو اس سے کہیں کہ وہ طلاق دیدے، اگر وہ طلاق بھی نہ دے تو زینب بعوضِ مہر طلاق حاصل کرنے کی کوشش کرے(۱)۔ اگر اس میں بھی کامیابی نہ ہوتو پھر حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا، اس سے میرے حقوق ادا کرائے جائیں، یا پھر مجھے نکاحِ ثانی کی اجازت دی جائے۔ اس پر عدالت جملہ امور کی باقاعدہ تحقیق کرکے شوہر سے کہے کہ تم اپنی بیوی کے جملہ حقوق ادا کرو یا اس کو طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اگر شوہر کوئی صورت اختیار نہ کرے تو حاکم مسلم بااختیار تفریق کردے، یہ تفریق طلاق کے حکم میں ہوگی (۲)۔ اس کے بعد عدت طلاق تین حیض گزار کر دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہوگی (۳)۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لا یقیما حدود اللہ، فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾(سورة البقرة: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود اللہ، فلا بأس بأن تفدی نفسها منه بمال یخلعها به". (الهدایة: ۲/۴۰۴، باب الخلع، شرکت علمیه)

(وکذا فی الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۸۸، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمه، رشیدیه)

(۲) "زوجہ متعنت قضائے قاضی کے بعد عدت گذار کر دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے"۔ (حیلۂ ناجزہ للحلیلة العاجزة، ص: ۷۳، حکم زوجه متعنت دارالإشاعت کراچی)

(۳) "وإذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعیاً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهی حرة ممن تحیض، فعدتها ثلاثة أقراء". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۵۲۶، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیه) =

اگر حاکم مسلم بااختیار نہ ہو، یا وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو چند معزز مسلمانوں کی پنچایت بھی یہ کام کرسکتی ہے، اس پنچایت میں کم از کم ایک معاملہ شناس معتبر عالم کی شرکت بھی ضروری اور لازمی ہے، رسالہ "الحیلة الناجزة" کا مطالعہ بھی بغور کرلیا جائے، اس میں تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱/۱۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱/۱۱ھ۔

جس عورت کو اس کا شوہر نہ رکھتا ہو اس کو کسی ہندو کے حوالہ کردینا

سوال[۶۴۴۳]: ایک عورت کو نکاح کئے چار سال ہوگئے، نہ اس کو شوہر طلاق دیتا ہے، نہ گھر میں رکھتا ہے، ایک بچہ اس عورت کا آوارہ گردی میں ہوچکا ہے۔ اس کے بعد وہ عورت تین سال کے بعد ایک شخص کے یہاں دوسری جگہ چلی گئی، تقریباً آٹھ ماہ اس کے پاس رہی، جس شخص کے گھر میں رہتی تھی، وہ شخص قصاص دینے کو تیار ہے کہ میں قصاص دینے کو تیار ہوں تو ایک جگہ شادی کا سلسلہ تھا، اس جگہ بہت دور دور سے لوگ اکٹھے ہوئے، اس جگہ پر اس شخص کو بلایا گیا جس شخص کے گھر میں عورت موجود تھی۔

تو بلا کر کے جو لوگ پہلے اکٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک شخص پریذیڈنٹ مقرر کیا گیا، پریذیڈنٹ نے اس شخص کے لئے عورت کو بلایا تو عورت ایک ہندو کے سپرد کردی گئی، اسلام اس کو بہت برا محسوس ہوتا ہے۔ پریزیڈنٹ نے یہ بھی حکم جاری کردیا ہے تو اس شخص سے سب رشتہ برادری نے قطع تعلق کردیا اور ایک سو روپیہ جرمانہ لیا جاوے گا۔ اب اس عورت کے واسطے شریعتِ اسلامیہ کیا کہتی ہے کہ عورت اسی طرح رہے گی یا اسلام میں لیجائی جائیگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل میں جس کی وہ عورت ہے اس پر زور دینا چاہئے کہ وہ اس کو رکھے یا اس کو طلاق دے، عورت کا کسی غیر شخص کے پاس رہنا حرام ہے۔ عورت کو کسی ہندو کے سپرد کردینا نہایت سخت ترین اور خطرناک گناہ ہے، اگر عورت نے مذہبِ اسلام کو چھوڑ کر ہندو مذہب کو اختیار کرلیا ہے تو اس کے ذمہ فرض ہے کہ دوبارہ اسلام قبول

= (وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الهندية: ۱/۵۴۹، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۵۳، كتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون في العدة، إدارة القرآن كراچي)

کرے، ایسا رہنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے(۱)، بہر حال اس کے ذمہ فرض ہے کہ ہندو کے یہاں سے اپنے شوہر کے یہاں آئے اور توبہ کرے، نیز تجدیدِ ایمان بھی کرے(۲)۔ اگر شوہر نہ رکھے بلکہ طلاق دیدے تو پھر کسی دوسرے مسلمان سے باقاعدہ نکاح کرلے۔

اگر عورت خود ہندو کے یہاں سے آنے پر تیار نہ ہو تو برادری اور پریزیڈنٹ کے ذمہ واجب ہے کہ وہ کوشش کرکے زبردستی عورت کو وہاں سے نکال کر شوہر کے حوالہ کردیں۔ اور جس نے اس عورت کو ہندو کے سپرد کیا ہے، اس کے ذمہ فرض ہے کہ علی الاعلان توبہ کرے اور جس شخص کے یہاں وہ عورت رہتی ہے اس کو بھی توبہ کرنا واجب ہے(۳)۔ اور یکصد روپیہ جرمانہ جو پریزیڈنٹ نے کیا ہے وہ بھی ناجائز ہے، مال کا جرمانہ شریعت میں ہرگز جائز نہیں۔ اگر یہ جرمانہ وصول کرلیا ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے۔

فیصلہ کرنے کے لئے کسی معتبر عالم کو مقرر کرلیا جائے ورنہ فیصلہ سے پہلے باقاعدہ پورے واقعات بتلا کر معتبر عالم سے فتویٰ حاصل کرنا چاہیے تاکہ فیصلہ شریعت کے مطابق ہو، محض جاہلوں کا جمع ہوکر کسی جاہل کو پریزیڈنٹ بنا کر فیصلہ کرنا انتہائی جہالت ہے، کیونکہ اپنے فیصلوں میں وہ شرعی احکام کی رعایت نہ رکھ سکے گا اور اس پر عمل جائز نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف، ۳۰/ ربیع الثانی/ ۶۰ھ۔

---

(۱) "عن عمر رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا يخلونّ رجل بالمرأة إلا كان ثالثهما الشيطان". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني: ۲۶۹/۲، قديمي)

"الخلوة بالأجنبية حرام". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۳۶۸/۶، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸)

"وما فيه خلاف، يؤمر بالاستغفار والتوبة". (الدر المختار). "(قوله: والتوبه): أي تجديد الإسلام من الألفاظ. ومالا يوجب الكفر، فقائله يقر على حاله، ولايؤمر بتجديد النكاح، ولكن يؤمر بالاستغفار، والرجوع عن ذلك". (ردالمحتار، باب المرتد: ۲۴۷/۴، سعيد)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿استغفروا ربكم إنه كان غفاراً﴾ (سورة النوح: ۱۰)

وقال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸)

نفقہ نہ دینے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال[۶۴۴۴] : ۱.....مریم کا نکاح محمد اسحاق کے ساتھ عرصہ بیس سال پہلے ہوا تھا جبکہ مریم کی عمر سات سال تھی، وہ نابالغہ تھی۔ بعد از شادی آج تک محمد اسحاق مریم کو اپنے گھر نہیں لے گیا، نہ کوئی نان و پارچہ دیا، نہ حقِ زوجیت ادا کیا۔ اب مریم بالغہ ہوگئی ہے وہ اپنا نکاحِ ثانی دیگر شخص کے ساتھ کرنا چاہتی ہے، مریم عدالت سے بھی آزاد کردی گئی ہے۔ کیا ایسی صورت میں مریم مذکور کو طلاق شرعاً ہوگئی؟

بذریعۂ پنچایت تفریق

سوال[۶۴۴۵] : ۲.....مریم اپنا نکاح دیگر شخص سے کرسکتی ہے؟

۳.....مریم اپنے سابق شوہر سے مہر وصول کرسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....اتنی مدت تک نان پارچہ نہ دینے، خیر خبر نہ لینے، حقِ زوجیت ادا نہ کرنے سے شرعاً طلاق نہیں ہوئی(۱)۔

۲.....ابھی نہیں کرسکتی۔

۳.....اگر خلوت صحیحہ ہوچکی ہے تو پورے مہر کی حقدار ہے ورنہ نصفِ مہر کی حقدار ہے(۲)۔ مسماۃ مریم کو چاہئے کہ اپنے اس شوہر سے طلاق حاصل کرلے یا خلع کرلے اس طرح کہ مریم مہر معاف کردے اور شوہر حق

---

(۱) "ومن أعسر بنفقة امرأته لم، يفرق بينهما". (الهداية: ۴۳۹/۲، كتاب الطلاق، باب النفقة، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۱۳/۴، نوع في الاختلاف بين الزوجين الخ، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳۰۸/۳، باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "ويتأكد عند وطئ أو خلوة صحت، أو موت أحدهما، ويجب نصفه بطلاق قبل وطئ أو خلوة".

(الدر المختار: ۱۰۲/۳، ۱۰۴، باب المهر، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۱۳۱/۳، ۱۳۷، نوع في بيان ما تستحق به جميع المهر، إدارة القرآن كراچى)

زوجیت ساقط کردے (۱)۔ اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی پنچایت میں مسماۃ مریم اپنا یہ معاملہ پیش کرے اور پنچایت ''حیلہ ناجزہ'' میں لکھے ہوئے طریق کے موافق فیصلہ کردے، اس کے بعد اگر خلوتِ صحیحہ ہوچکی تھی تو عدت گذار کر، ورنہ بغیر عدت ہی دوسرا نکاح کرنا درست ہوگا۔ پنچایت میں کم از کم ایک معاملہ شناس معتبر عالم کی شرکت بھی ضروری ہے۔ رسالہ ''حیلہ ناجزہ'' کا مطالعہ بھی بغور کرلیا جائے، اس میں تفصیل مذکور ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۵ھ۔

نفقہ کے دعویٰ میں یکطرفہ بیان سے خلع کی ڈگری دے کر نکاحِ فسخ کرنا

سوال [۶۴۴۲]: میری منکوحہ بیوی نے عدالت انگریزی پنجاب ہند میں دعویٰ اس بناء پر کیا کہ چونکہ میرے شوہر نے زائد از عرصہ ساڑھے تین سال نان ونفقہ ادا نہیں کیا، لہٰذا مجھے نکاحِ ثانی کی اجازت دیدی جائے۔ عدالت نے میری حاضری کا سمن جاری کیا، چونکہ میں غیر ملک میں تھا، میں نے جواب تحریری روانہ عدالت کیا جو کسی خاص وجہ سے عدالت میں پیش نہیں کیا گیا۔ میری بیوی نے جو فتویٰ عدالت میں پیش کیا، اس میں صرف یہ تحریر ہے کہ اگر شوہر بیوی کے حقوق ادا کرنے سے انکار کرے اور خرچ بھی نہ دے تو جدائی ہوسکتی ہے۔

پیشتر اس کے کہ عدالت میرا نکاح فسخ کرے عدالت نے مجھ سے کوئی تحریر طلب نہیں کی کہ خرچ پہلا ادا کرو اور آئندہ دینے کا وعدہ کرو یا طلاق دو چونکہ میرا جواب دعویٰ عدالت میں پیش نہیں ہوا، عدالت نے سمن

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

''وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به''. (الهداية: ۲/۴۰۴، باب الخلع، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

(۲) (الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة، ص: ۷۳، ۷۴، حكم زوجة متعنت، دار الإشاعت كراچى)

بذریعۂ اشتہار جاری کرکے یکطرفہ ڈگری دے کر میری بیوی کو نکاحِ ثانی کی اجازت دیدی۔ یہ نکاح ثانی جائز ہے یا ناجائز، اگر ناجائز ہے تو کس طرح عدالت کو کرنا چاہئے تھا؟

از بغداد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جواب دعویٰ میں طلاق تحریر نہیں کی تو طلاق واقع نہیں ہوئی، شوہر کے ہوتے ہوئے عدالت کو اس کی جانب سے طلاق دینے کا اختیار نہیں (۱)۔ البتہ اگر عدالت مسلم ہو اس بات کا اختیار ہے کہ شوہر پر زور ڈال کر نفقہ دلائے، اگر نفقہ دینے پر عسرت کی وجہ سے قدرت نہ ہو تو نفقہ کی حسبِ حیثیت مقدار مقرر کرکے شوہر کے نام پر قرض لینے کی عورت کو اجازت دیدے، اگر مالدار ہے پھر نفقہ نہیں دیتا تو عدالت اس کے مال کو فروخت کرے اس سے عورت کو نفقہ دے، اگر عدالت کو شوہر کا مال نہ مل سکے تو پھر شوہر کو قید کردے لیکن نکاح فسخ نہ کرے۔ اگر شوہر حقوق بھی ادا نہ کرے اور نفقہ دینے پر کسی طرح راضی نہ ہو تو عدالت زبردستی شوہر سے طلاق دلادے یا خلع کرادے، اس کے بعد عدت گزار کر مدخولہ کو نکاح ثانی جائز ہوگا، اس سے پہلے جائز نہیں:

"ومن أعسر بنفقة امرأته، لم يفرق بينهما، ويقال لها: استديني عليه". هدايه: ۲/۴۱۹ (۲)۔ "ولو امتنع عن الإنفاق عليها مع اليسر، لم يفرّق، ويبيع الحاكم عليه ماله ويصرفه

(۱) قال السيد سابق: "والخلع يكون بتراضي الزوج والزوجة، فإذا لم يتم التراضي منهما فللقاضي إلزام الزوج بالخلع؛ لأن ثابتا وزوجته رفعا أمرهما للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و ألزمه الرسول بأن يقبل الحديقة ويطلق". (فقه السنة: ۲/۲۹۹، كتاب الطلاق، دار الكتاب العربي)

"ليس للحكمين أن يطلقا أو يختلعا بدون رضا الزوجين خلافاً لمالك ...... قلنا: في قول علي رضي الله تعالىٰ عنه في الرجل "حتى تقر بمثل الذي أقرت به" دليل على أن رضاه شرط للفرقة، فما لم يوكله للطلاق ويفوض أمره إليه، لاينفذ طلاقه". (أحكام القرآن: ۲/۲۵۹، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (الهداية: ۲/۴۳۹، كتاب الطلاق، باب النفقة، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۲۱۳، نوع في الاختلاف بين الزوجين في دعوىٰ اليسار والإعسار، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۰۸، باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت)

في نفقتها، فإن لم يجد ماله، يحبسه ولا يفسخ". فتح القدير: ۲/ ۳۲۹(۱)۔

محمود گنگوہی، ۱۸/۳/۵۳ھ۔

صحیح :عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ ربیع الاول/۵۳ھ۔

زوجہ کا نفقہ کتنے روز تک بند رکھنے سے تفریق ہوسکتی ہے؟

سوال[۶۴۴۷] : کتنے دنوں تک زوج زوجہ کا نان ونفقہ بند کردے تو فسخِ نکاح ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

اس کے لئے کوئی مدت نہیں، جب برداشت سے باہر ہوجائے تو اس کو حق ہوجائے گا کہ مسلم عدالت یا اس کے قائم مقام (شرعی پنچایت) کے ذریعہ تفریق کرالے، یہ حکم مالکیہ سے لیا گیا، ضرورتِ شدیدہ میں اس پر عمل کیا جاسکتا ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

انتظامِ نفقہ کے باوجود طلاق حاصل کرنا

سوال[۶۴۴۸] : محمد اسماعیل پاکستان چلا گیا، پانچ بار پاسپورٹ سے آیا اور کاملہ کا حقِ زوجیت ادا

---

(۱) (فتح القدير: ۴/ ۳۹۰، باب النفقة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۵۵۲، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۴/ ۲۱۰، نوع في الاختلاف بين الزوجين الخ، إدارة القرآن كراچى)

(۲) "زوجۂ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرلے، لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہبِ مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے، اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے۔اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کیا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے، اس میں کسی مدت کے انتظار ومہلت کی باتفاقِ مالکیہ ضرورت نہیں"۔(حیلۂ ناجزہ،ص:۷۳،۷۴، حکم زوجۂ متعنت، دارالاشاعت کراچی)

کیا اور نفقہ بھی بذریعۂ ڈاک بھیجتا رہا ہے۔اب شوہر کاملہ زوجہ کو لاہور بلا رہا ہے، مگر زوجہ نہیں جانا چاہتی اور انکار کرتی ہے اور شوہر کا خرچہ بھی نہیں لینا چاہتی ہے۔تو شرعاً اب نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ مسماۃ کاملہ بی بی کو شوہر کی طرف سے خرچہ بھی ملتا رہا ہے، رہنے کا بھی انتظام ہے، شوہر وقتاً فوقتاً آتا بھی رہتا ہے اور کوئی مجبوری نہیں تو مسماۃ کو فسخِ نکاح کا کوئی حق حاصل نہیں (۱)۔اگر شوہر کے پاس سے ملی ہوئی اشیاء خرچہ وغیرہ لینا نہیں چاہتی اور جدائی چاہتی ہے تو خط بھیج کر مہر معاف کر کے طلاق حاصل کرے (۲)۔جب شوہر طلاق دیدے گا تو عدت (تین حیض) گذار کر دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہوجائے گی (۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "إن سببه الحاجة إلى الخلاص عند تباين الأخلاق وعروض البغضاء الموجبة عدم إقامة حدود الله ...... فحيث تجرد عن الحاجة المبيحة له شرعاً، يبقى على أصله من الحظر". (رد المحتار: ۲۲۸/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۱۲/۳، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۲۴۳/۳، كتاب الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(۲) قال الله تعالىٰ:﴿ فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفدي نفسها منه بمال يخلعها به". (الهداية: ۴۰۴/۲، باب الخلع، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۸۸/۱، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۴۴۱/۳، باب الخلع، سعيد)

(۳) "وإذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق، وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء". (الفتاوى العالمكيرية: ۵۲۶/۱، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۵۰۷/۳، ۵۰۹، باب العدة، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الهندية: ۵۴۹/۱، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

فصل فی زوجة المجنون والعنین

(دیوانہ اور نامرد کی بیوی کا بیان)

زوجۂ مجنون کا حکم

سوال[۶۴۴۹]: زید کا نکاح ہندہ سے ہوا، شادی کے تین چار سال بعد زید سے ایسی حرکات صادر ہوئیں جن سے معلوم ہوا کہ دماغ میں فتور آ گیا ہے اور اسی روز سے علاج شروع کیا گیا اور اس وقت تک مختلف اطباء وڈاکٹروں کے زیر علاج زید رہا، مگر صحت کی کوئی امید معلوم نہیں ہوئی۔ ۴/ سال سے زیادہ عرصہ ہوا کہ ہندہ اپنے والد کے ہمراہ کانپور میں بودوباش رکھتی ہے، زید نان نفقہ دینے کے قابل نہیں ہے اور اس وقت تک زید کے والد وغیرہ نے بھی نان نفقہ کا کچھ خیال نہ کیا۔ زید چونکہ جنون کے مرض میں مبتلا ہے اس وجہ سے نان ونفقہ دینے پر قادر نہیں ہے۔

چونکہ ہندہ کی عمر بائیس سال کی ہے اور اندیشہ ہے کہ اس کو اختناق الرحم کے دورے شروع نہ ہو جائیں جس سے اس کی صحت پر برا اثر پڑنے کا احتمال ہے اور نا قابلِ علاج بھی ہو جائے گی۔ ایسی حالت میں ہندہ کی گلوخلاصی زید سے کیونکر ہو سکتی ہے؟ اس وقت ہندہ اپنے والد کے گھر آئی ہوئی تھی، جب اس کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ زید کے دماغ میں فتور آ گیا تو اس نے زید کے گھر جانا پسند نہیں کیا بوجۂ جنون کے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جنون خطرناک ہے کہ جس کی وجہ سے ہندہ کو شوہر کی جانب سے نا قابلِ برداشت اذیت (مثل قتل وغیرہ کے) پہونچنے کا اندیشہ ہے، یا ہندہ کے لئے اپنی عصمت کی حفاظت دشوار ہے، یا نفقہ کی وجہ سے سخت مجبور ہے اور شوہر کا ایسا جنون معلوم ہونے کے بعد اس نے شوہر کے ساتھ رہنے کی صراحۃً رضامندی ظاہر نہیں کی اور جماع ودواعیٔ جماع وغیرہ کی بھی اس نے اجازت نہیں دی کہ جس سے دلالۃً رضامندی پائی جائے تو شرعاً ہندہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور بیان دے کہ فلاں شخص میرا

شوہر ہے اور وہ مجنون ہے جس سے ناقابلِ برداشت اذیت پہونچنے کا قوی اندیشہ ہے، نیز میرے حقوق کی ادائیگی پر قادر نہیں ہے۔

اس پر حاکم اس کی تحقیق کرے کہ جب عورت کا دعویٰ ثابت ہو جائے تو حاکم شوہر کے ولی کو حکم دیدے کہ ایک سال تک اس کا علاج کیا جائے، اگر وہ سال بھر علاج کے بعد اچھا ہو گیا تو خیر ورنہ سال بھر پورا ہونے پر عورت کو اختیار دیدے، اگر عورت اسی مجلس میں جدائی کا مطالبہ کرے تو حاکم مسلم بااختیار تفریق کردے۔ اس کے بعد عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے (۱)، اس سے پہلے جس قدر مدت حالتِ جنون میں گذر چکی ہے اس کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ حاکم کے حکم کے بعد سے ایک سال کا گزارنا ضروری ہے اور اس سال بھر میں بھی عورت کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً رضامندی شوہر کے ساتھ رہنے کی نہ پائی جائے ورنہ پھر عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہ رہے گا (۲)۔

اگر کسی جگہ پر حاکم مسلم بااختیار نہ ہو، یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند معزز دیندار مسلمانوں

---

(۱) "قال محمد رحمه الله: إن كان الجنون حادثاً يؤجّله سنةً كالعنة، ثم يخيّر المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ، وإن كان مطبقاً، فهو كالجبّ، وبه نأخذ". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۲۶، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

"وإذا كان بالزوج جنون أو برص أو جذام، فلا خيار لها عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله، وقال محمد رحمه الله: لها الخيار؛ لأنه تعذر عليها الوصول إلى حقها لمعنى فيه، فكان بمنزلة الجبّ والعنة، فتخير دفعاً للضرر عنها حيث لا طريق سواه". (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير: ۴/۳۰۵، باب العنين، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ۵/۹۲، كتاب النكاح، باب الخيار في النكاح، غفاريه كوئته)

(وكذا في الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة، ص: ۵۴، حكم زوجة مجنون، دارالإشاعت كراچي)

(۲) "وابتداء التأجيل من وقت المخاصمة .... وإذا وجدت زوجها عنيناً وأخّرت المرافعة إلى زمن، لايسقط حقها، وإن طال الزمان مالم تقل: رضيتُ المقامَ معه .... وكذلك لو أقامت معه مطاوعةً في المضاجعة وغيرها". (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۴۸، ۴۹، فصل في العنين والمجبوب، إدارة القرآن)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۳، ۵۲۴، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۲۹۷، ۳۰۰، باب العنين، مصطفى البابي الحلبي مصر)

کی ایک جماعت جس میں کم ازکم ایک معاملہ شناس معتبر عالم بھی شریک ہو یہ کام کرسکتی ہے۔اوررسالہ "حیلۂ ناجزہ" کوبھی ضرور دیکھ لیا جائے ،اس میں اسکوخوب تفصیل کے ساتھ لکھا ہے(۱) وہ کتب خانہ یحیوی سہارنپور اوردارالعلوم دیوبند سے ملتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۱۱/۱/۵۶ھ۔

کذالک الجواب علی مذهب المالکیة واختاره العلماء فی ذلک الزمان للضرورة۔ سعید احمد غفرلہ۔

صحیح:عبداللطیف ۱۶/محرم/۵۶ھ۔

ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال[۶۴۵۰]: ایک عورت کے شوہر کا دماغ شادی کے تین ماہ بعد خراب ہوگیا اوراس کو دنیا ومافیہا کی مطلق کوئی خبر نہ رہی، اس کا باقاعدہ پاگل خانہ میں رکھ کر علاج بھی کرایا گیا،مگر کوئی فائدہ نہ ہوا، گورنمنٹ نے بھی اس کو ملازمت سے علیحدہ کرکے پانچ روپیہ پنشن کردی جواس کے بھائی وصول کرکے اس پرخرچ کرتے ہیں۔

اب اگراس سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اپنی عورت کوطلاق دیدے توکبھی توکسی پتہ کواٹھا کر کہتا ہے کہ یہ طلاقنامہ ہے،کبھی کسی ردی کاغذ کو کہ یہ طلاقنامہ ہے اورکبھی اچھے آدمیوں کی طرح کہتا ہے کہ میں نے شریعت کے مطابق طلاق دیدی ہے اورطلاق نامہ اس لئے لکھ کرنہیں دیتا کہ میں نے نکاح کے وقت بھی کچھ تحریر نہیں لکھی تھی۔ باقی ویسے بھی کبھی تواس کی حالت اچھی ہوتی ہے،گھرکے کام کرلیتا ہے اورکبھی کبھی فوراً کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف نکل جاتا ہے۔غرض کوئی خاص افاقہ نہیں ہے۔

لہٰذا کیا ایسی صورت میں اس کی طلاق شرعاً طلاق شمار کی جاسکتی ہے یانہیں اورکیا اس کی طرف سے اس کے بھائی بھی طلاق دے سکتے ہیں یانہیں؟ اوراگرکوئی صورت نہیں توعورت جوان ہے اورسات سال سے شوہر کا دماغ خراب ہے فتنہ کا اندیشہ ہے،ایسی شکل میں کیا کیا جائے؟ فقط۔

محمد بشیر از بھگیاڑی،ضلع سیالکوٹ،۱۵/ستمبر/۳۷ھ۔

---

(۱) (الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجۂ متعنت فی النفقة، دارالاشاعت کراچی)

الجواب حامداًومصلیاً:

اس کے بھائی وغیرہ کوئی اس کو طلاق نہیں دے سکتے، اگر اس نے اپنی عقل وہوش کی درستگی کی حالت میں طلاق دی ہے تو وہ شرعاً واقع ہوگئی اور اگر بحالتِ جنون طلاق دی ہے تو وہ شرعاً واقع نہ ہوگی (۱) اور اس کا اندازہ وقتِ طلاق کے دیگر امور واحوال سے ہوسکتا ہے۔

بصورتِ عدمِ وقوعِ طلاق اگر جنون خطرناک ہو جس سے کہ عورت کو قتل یا ناقابلِ برداشت اذیت کا اندیشہ ہو تو عورت کو چاہئے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ میرا شوہر مجنون ہے اور اس کا جنون ایسا خطرناک ہے کہ قتل کا اندیشہ ہے۔ اس پر حاکم واقعہ کی باقاعدہ تفتیش کرے اور ایک سال کی مہلت مجنون کو علاج کے لئے دیدے، اگر سال بھر تک علاج کرکے اچھا ہوگیا تو خیر، ورنہ سال بھر گذرنے پر دوبارہ درخواست دے اور حاکم عورت کو اختیار دیدے، پھر عورت اسی مجلس میں فرقت کو اختیار کرلے، اگر مجلس برخاست ہوگئی، یا عورت خود یا کسی کے اٹھانے سے کھڑی ہوگئی اور فرقت اختیار نہیں کی تو عورت کو اختیار نہ رہے گا۔

اگر کسی جگہ حاکم مسلم بااختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند معزز دین دار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ سب کام کرسکتی ہے اور اس جماعت میں کم ازکم ایک معتبر معاملہ شناس عالم بھی ہونا ضروری ہے اور رسالہ حیلہ ناجزہ کا بھی بغور مطالعہ کیا جاوے، اور صورتِ مسئولہ میں بضرورتِ شدیدہ حنفیہ نے مالکیہ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے (۲)۔

---

(۱) "وأهله زوج عاقل بالغ متيقظ .... لا يقع طلاق المولىٰ على امرأة عبده والمجنون والصبي".

(الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۲۳۰، ۲۴۲، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۴، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "قال محمد رحمه الله: إن كان الجنون حادثاً يؤجّله سنةً كالعنة، ثم يخيّر المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ. وإن كان مطبقاً، فهو كالجبّ، وبه نأخذ". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۶، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

"وإذا كان بالزوج جنونٌ أو برص أو جذام، فلا خيار لها عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله، وقال محمد رحمه الله: لها الخيار؛ لأنه تعذر عليها الوصول إلى حقها لمعنى فيه، فكان بمنزلة =

تنبیه: اگرجنون کے بعد سے کبھی عورت نے اپنے مجنون شوہر کواپنے اوپر جماع یادواعیٔ جماع کے لئے قابونہ دیا ہوتب طریقِ بالا سے تفریق کیجا سکتی ہے، ایک مرتبہ بھی اگر قابو دیا ہو، یا صراحۃً زبان سے اس کے ساتھ رہنے پر رضامندی ظاہر کی ہوتو پھر عورت کوتفریق کا حق حاصل نہیں۔ اگر جنون ایسا خطرناک نہ ہوجیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے تب بھی جنون کی وجہ سے تفریق نہیں کی جاسکتی، ہاں اگرنفقہ کا انتظام نہ ہوتو نفقہ کا دعویٰ بھی حاکم مسلم بااختیار کے یہاں کرسکتی ہے، اس صورت میں حاکم مسلم بااختیار کو چاہئے کہ کسی معتبر عالم سے مشورہ کرکے رسالہ "حیلہ ناجزہ" کے موافق فیصلہ کردے(۱)۔

بہرصورت اگرخلوتِ صحیحہ سے پہلے تفریق ہوئی تو عدت واجب نہیں۔ اوراگر بعد خلوتِ صحیحہ کے تفریق ہوئی تو عدت واجب ہے۔ مہر کا حکم یہ ہے کہ اگرجنون کی وجہ سے خلوت صحیحہ سے پہلے تفریق ہوئی تو مہر بالکل ساقط ہوجائے گا اوراگر بعد خلوت صحیحہ کے ہوئی ہے تو پورامہر لازم ہوگا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۷/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/رجب/۵۶ھ۔

= الجبّ والعنة، فتخير دفعاً للضرر عنها، حيث لا طريق سواه". (العناية على هامش فتح القدير: ۳۰۵/۴، باب العنين، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ۹۲/۵، كتاب النكاح، باب الخيار في النكاح، غفاريه كوئته)

(وكذا في الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة، ص: ۵۴، حكم زوجة مجنون، دار الاشاعت كراچى)

(۱) "زوجۂ متعنت کواول تولازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرے، لیکن اگر باوجودکوشش کے(خلاصی کی) کوئی صورت نہ بن سکے تو پھرعورت اپنا مقدمہ قاضیٔ اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے۔ پھرتحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوجائے کہ(شوہر) باوجودوسعت کے خرچ نہیں دیتا تواس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ خاوند کسی صورت پرعمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اسکے قائم قام ہو، طلاق واقع کردے"۔ (الحيلة الناجزة للحيلة العاجزة، ص: ۷۳، ۷۴، حكم زوجة متعنت في النفقة، دار الإشاعت كراچى)

(۲) "ولها المهر كاملاً، وعليها العدة بالإجماع إن كان الزوج قد خلا بها. وإن لم يخل بها، فلا عدة عليها، ولها نصف المهر إن كان مسمى". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۲۴/۱، الفصل الثاني عشر في العنين، رشيديه) =

زوجۂ مجنون

سوال[۶۴۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو جنون ہوکر کامل چھ سال ہوکر ساتواں سال گزر رہا ہے اور اس کی زوجہ ہندہ جوان اور بالغ موجود ہے، ہندہ کا ذریعۂ پرورش سوائے زید کے اور کوئی نہیں، آج تک اس کی زندگی بڑی مشکل اور حسرت سے گزرتی رہی ہے اور اب مال کی محتاج ہے اور جوانی کی امنگ کے تحت بدکاری وبدفعلی کا اندیشہ پایا جاتا ہے۔ آیا ایسی موجودہ حالت میں وہ عقد نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟

پتہ: محبوب علی، موٹرڈرائیور، ڈیڑی خارحمایت سرکار، علی نظام، حیدرآباد دکن۔

الجواب حامداً و مصلياً:

صورت مسئولہ میں عورت کو چاہئے کہ حاکم مسلم بااختیار کے یہاں دعویٰ کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر مجنون ہے، تعلقاتِ زوجیت پر قادر نہیں اور مجھے صبر نہیں ہوسکتا، زنا کا سخت اندیشہ ہے۔ اس پر حاکم اس مجنون کے حال کی تحقیق کرکے تفریق کردے گا، اس کے بعد عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے:

"قال محمد رحمه الله تعالى: إن كان الجنون حادثاً يؤجله سَنةً كالعنة، ثم يُخيّر المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ، وإن كان مطبقاً فهو كالجب، وبه نأخذ، كذا في الحاوي القدسي".

الفتاویٰ العالمكيرية: ٢/٤٢ (١)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

عبداللطیف عفا اللہ عنہ، صحیح: عبدالرحمٰن عفی عنہ، ۱۳/۱/۵۲ھ۔

= (وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ٤/٩٣، الفصل السابع والعشرون في العنين والمجبوب والخصي، إدارة القرآن كراچي)

(١) (الفتاوى العالمكيرية: ١/٥٢٦، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

(وكذا في العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير: ٤/٣٠٥، باب العنين، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ٥/٩٢، كتاب النكاح، باب الخيار في النكاح، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(والحيلة الناجزة للحليلة العاجزة، ص: ٥٤، حكم زوجة مجنون، دار الإشاعت كراچي)

ایضاً

سوال[۶۴۵۲]: ایک شخص تقریباً چھ سال سے مجنون ہوگیا ہے اور معمولی علاج بھی کیا گیا، مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، اور اس کے خسر نے علاج کارگر نہ ہونے پر اپنی لڑکی کو دوسری جگہ بٹھانا چاہا، مگر اس کے گاؤں کے لوگ آڑے آئے اور اس مجنون کی بیوی کو زبردستی اس مجنون کے باپ کے یہاں بھیج دیا اور وہ مجنون باپ کے پاس رہتا ہے، مگر اپنے بڑبڑانے میں رہتا ہے اور اس کی بیوی کو تقریباً چھ سال آئے ہوئے ہوگئے۔ وہ مجنون ہمبستری تو کیا کرتا وہ اپنی دیوانگی میں کہہ دیتا ہے کہ یہ میری لڑکی ہے اور ساتھ ہی اپنی بہنوں کو کہہ دیتا ہے کہ میری لڑکیاں ہیں، مگر اس نے ابھی تک اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی۔

اب اس مجنون کا باپ اس کی بیوی کا اپنے چھوٹے لڑکے سے نکاح کرنا چاہتا ہے، مگر لوگوں کے کہنے سننے سے مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا۔ اس لئے عرض ہے کہ یہ مجنون اگر طلاق دے تو طلاق ہوسکتی ہے کہ نہیں، اگر طلاق دے یا نہ دے کوئی صورت اس کی دوسری جگہ نکاح کرنے کی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر حالتِ جنون میں طلاق دے گا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اگر افاقہ کی حالت میں دے گا تو واقع ہوجائے گی:

"ولا يقع طلاق الصبي وإن كان يعقل، والمجنون، اه". الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲/۳۸۳(۱)۔

بغیر طلاق کے نکاح مطلقاً حرام ہے: "لا يجوز لرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج، اه". الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲/۲۸(۲)۔

---

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۳، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۳۰، ۲۴۲، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۴، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۰، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۱۳۲، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۴۵۱، فصل في شرط أن لا تكون منكوحة الغير، دار الكتب العلمية بيروت)

صورت مسئولہ میں عورت کو چاہئے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے، حاکم کو بعد تحقیق اگر ثابت ہو کہ جنون حادث ہے تو ایک سال کی مدت علاج کے لئے دیدے، اس علاج میں اگر اچھا ہوگیا خیر، ورنہ عورت کو تخییر دیدے، اگر عورت مفارقت کو اختیار کرے تو تفریق کردے، پھر عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔ اگر جنون مطبق ہے تو فوراً تفریق کردے:

"إن كان الجنون حادثاً يؤجله سَنةً كالعنة، ثم يُخيَّر المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ. وإن كان مطبقاً، فهو كالجبّ، وبه نأخذ، اهـ". الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۶(۱)۔

یہ سب کچھ عورت کے مطالبہ پر ہی ہے، اگر عورت اسی مجنون کے ساتھ رہنے پر رضامند ہو تو پھر مقدمہ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

ایضاً

سوال[۲۴۵۳]: علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ہندہ کی شادی زید کے ساتھ تین سال ہوئے ہوئی، چند ماہ بعد زید کا دماغ خراب ہوگیا اور اس وقت تک صحیح الدماغ نہ ہوسکا، علاج معالجہ بھی کیا گیا۔ ہندہ ایک نہایت ہی غریب لڑکی ہے، کوئی ذریعۂ معاش نہیں ہے، زید کے اچھے ہونے کی امید بھی نہیں ہے، اس وجہ سے ہندہ اپنا دوسرا عقد کرنا چاہتی ہے کہ عزت سے اپنے دن گزارے۔

المرقوم: عبدالغفور، لہرپور، کانپور، ۲/ جون/ ۵۹ء۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر خطرناک جنون ہے جس سے سخت مضرت کا اندیشہ ہے، یا گزارہ کی صورت نہیں اور جنون کے بعد

---

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۶، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ۵/۹۲، كتاب النكاح، باب الخيار في النكاح، المكتبة الغفارية، كوئٹه)

(وكذا في العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير: ۴/۳۰۵، باب العنين، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الحيلة الناجزة، ص: ۵۴، حكم زوجة مجنون، دار الإشاعت كراچی)

سے اب تک نہ زبان سے عورت نے کہا کہ میں اسی شوہر کیساتھ گزارہ کرلوں گی، نہ شوہر کو ہمبستری وغیرہ پر بخوشی قابو دیا تو عورت کو چاہئے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے، حاکم واقعات کی تحقیق کے بعد ایک سال کی مہلت علاج کے لئے دیدے، اگر ایک سال میں علاج کر کے اس کو صحت ہوگئی تو بہتر ہے، ورنہ اگر ایک سال گزرنے پر عورت کو بلا کر اختیار دیدے کہ اب تم کو اختیار ہے خواہ اس شوہر کے ساتھ رہو خواہ علیحدہ ہو جاؤ، اس پر اگر عورت فوراً علیحدگی کا مطالبہ کرے تو تفریق کردی جائے، اس تفریق کے بعد عدت تین حیض گزار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا (۱)۔

اگر کسی جگہ حاکم مسلم بااختیار نہ ہو، یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند معزز اور دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بطورِ پنچایت یہ سب کام کرسکتی ہے اور اس جماعت میں کم از کم ایک معاملہ شناس معتبر عالم کی شرکت بھی ضروری ہے۔ اور اس معاملہ کو طے کرنے کے لئے رسالہ "الحیلة الناجزۃ" کا مطالعہ بغور کرلیا جائے، اس میں اس کی پوری تفصیل مذکور ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ایضاً

سوال [۲۴۵۴]: ہندہ کا عقد بولایتِ اب صغرسنی میں زید کے ساتھ کردیا گیا، زید مجنون اور مطبق ہوگیا اور عرصہ اڑھائی سال سے اس کے علاج ومعالجہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا، اس اثناء میں ہندہ مذکورہ سنِ بلوغ کو بھی پہونچ گئی۔ اب زید کے افاقہ سے یاس ہی ہے اس صورت میں ہندہ کے لئے مذہبِ حنفی کے مطابق کیا چارہ جوئی ہوسکتی ہے؟ بینوا بحوالة الکتب المعتبرة، وتوجروا یوم تکون وجوہ مستبشرۃ۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کو جنونِ مطبق ہے تو شرعاً ہندہ کو اختیار ہے کہ قاضی شرعی یا حاکم مسلم بااختیار کے یہاں دعویٰ

---

(۱) (راجع، ص: ۲۶۷، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) (الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة، حکم زوجة مجنون، ص: ۵۴، وحکم زوجة متعنت، ص: ۷۳، دارالإشاعت، کراچی)

کرکے اپنا نکاح فسخ کرالے، چوں کہ جماع یا خلوتِ صحیحہ کی نوبت نہیں آئی (جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے) اس لئے ہندہ پر عدت بھی واجب نہیں بلکہ فسخ کے بعد فوراً نکاح کرسکتی ہے:

"قال محمد رحمه الله تعالىٰ: إن كان الجنون حادثاً يؤجّله سَنةً كالعنة، ثم يُخيّر المرأةَ بعد الحول إذا لم يبرأ. وإن كان مطبقاً، فهو كالجبّ، وبه نأخذ، كذا في الحاوي القدسي". الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲/ ۵۵۲(۱)۔

"لووجدت المرأة زوجها مجبوباً، خيّرها القاضي للحال، ولا يؤجل، كذا في فتاوى قاضيخان". الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲/ ۵۴۱(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ جمادی الثانیہ/ ۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، عفا اللہ عنہ، ۵/ جمادی الثانیہ/ ۵۲ھ۔

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مدرس مدرسہ مظاہر علوم۔

زوجہ مجنون اور عنین کا حکم

سوال [۶۴۵۵]: عورت نوجوان ہے، اور خاوند مجنون ہوجاوے، یا بالکل بے کار ہوجاوے، تو شرعاً ایسی عورت کا نکاح کسی صورت سے اور دوسرے مرد سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ فقط والسلام۔

السائل: اعظم علی، موانہ، ضلع رھتک، پنجاب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کو شوہر کی کسی بیماری کی وجہ سے نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں، البتہ اگر عنین ہوجاوے اور ابھی تک جماع کی نوبت نہیں آئی تھی تو عورت حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں دعویٰ کرے وہ تحقیق کے بعد شوہر کو ایک سال کی مدت علاج کے لئے دے گا، اگر سال بھر میں شوہر اچھا ہوگیا فبہا، ورنہ دونوں میں تفریق کردے گا، تب وہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکے گی۔

---

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۵۲۶، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، باب العنين: ۱/ ۵۲۵، رشيديه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي، باب العنين: ۵/ ۹۷، غفاريه)

جنون اگر مطبق ہے یعنی سال کا اکثر حصہ جنون ہی کی حالت میں گزرتا ہے، افاقہ بالکل نہیں ہوتا، یا معمولی سا کبھی ہوجاتا ہے اور پھر جنون ہی رہتا ہے تو فوراً حاکم عورت کا نکاح فسخ کردے گا۔ اگر جنون مطبق نہیں بلکہ حادث ہے تو شوہر کو ایک سال کی مدت علاج کے لئے دے گا، سال بھر میں اچھا ہوگیا تو خیر ورنہ تفریق کردے گا، پھر اگر خلوتِ صحیحہ یا جماع کی نوبت آچکی ہے تو عدت گزار کر، ورنہ جب ہی وہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے:

"وإن كان بالزوج جنونٌ أو برص أو جذام، فلا خيار لها، كذا في الكافي. قال محمد رحمه الله تعالى: إن كان الجنون حادثاً يؤجله سَنةً كالعنة، ثم يخيّر المرأةَ بعد الحول إذا لم يبرأ. وإن كان مطبقاً، فهو كالجبّ، وبه نأخذ، كذا في الحاوي القدسي". (١/٥٢٦). الفتاوىٰ العالمكيرية: ٢/٥٥٢(١)۔ "لووجدت المرأة زوجها مجبوباً، خيّرها القاضي للحال، ولايؤجل، كذا في فتاوى قاضيخان". الفتاوىٰ العالمكيرية: ٢/٥٤١(٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محمود گنگوہی، ۶/۳/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۰/ربیع الاول/۵۳ھ۔

زوجۂ مجنون نامرد کی تفریق کی صورت

سوال[۶۴۵۶]: ''ایک شخص نامرد ہے تو قاضی تفریق کردے گا اور یہ تفریق طلاق ہوگی'' اور یہ مذکورہ بالا مسئلہ درمختار کا ہے۔ قاضی سے کون سا قاضی مراد ہے اور کیا قاضی صاحب کے علاوہ اس کے والد یا جماعت کے معزز اشخاص یا پیش امام صاحب بھی تفریق کراسکتے ہیں یا نہیں؟ اور مجنون نامرد کو عرصہ تین سال کا ہورہا ہے۔ اب طلاق کے لئے ان صورتوں کے علاوہ دیگر صورت طلاق کی کیا ہوسکتی ہے؟ اس میں درج کردیجئے۔ فقط۔

---

(١) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٥٢٦، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي، باب العنين: ٥/٩٧، الغفارية، كوئٹه)

(٢) (الفتاوىٰ العالمكيرية، باب العنين: ١/٥٢٥، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندوستان میں حکومت کی طرف سے جو حکام مسلمان ڈپٹی کلکٹر وغیرہ مقرر ہیں ان کا فیصلہ بھی اگر احکامِ شرعیہ کے موافق ہو تو شرعاً معتبر ہے (۱) اور اصل قاضیٔ شرعی تو یہاں مفقود ہے، اس لئے اس کے والد یا پیش امام کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں، اگر کسی جگہ حاکم مسلمان با اختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی قاضی کے قائم مقام ہو کر فیصلہ کر سکتی ہے اور اس جماعت میں کم از کم ایک معاملہ شناس معتبر عالم کا ہونا بھی ضروری ہے اور رسالہ حیلۂ ناجزہ کو بھی دیکھ لیا جاوے۔

اس میں یہ مسئلہ نیز اس قسم کے دوسرے مسائل پوری تفصیل وشرائط کے ساتھ مذکور ہیں۔ نامرد کی تفریق کے لئے اولاً سال بھر کی مہلت بھی علاج کے لئے دی جاتی ہے اور عورت کی طرف سے تفریق کا مطالبہ اور اس کیساتھ رہنے پر رضامندی کا ظاہر نہ کرنا بھی ضروری ہوتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۱۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱۱/۶۰ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، ۲۹/۱۱/۶۰ھ۔

---

(۱) "(وحاكم) هو إما الإمام أو القاضي أو الحَكَم، أما الإمام فقال علماء نا: حكم السلطان العادل ينفذ". (ردالمحتار: ۳۵۳/۵، كتاب القضاء، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۰۷/۳، كتاب أدب القاضي، الباب الأول الخ، رشيديه)

(وكذا في الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۸۱/۵، كتاب القضاء، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "وإذا كان الزوج عنيناً، أجّله الحاكم سَنةً، فإن وصل إليها فبها، وإلا فرّق بينهما إذا طلبت المرأة ذلك، وتلك الفرقة تطليقةٌ بائنةٌ". (الهداية: ۴۲۰/۲، ۴۲۱، باب العنين وغيره، شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲۴۰/۳، ۲۴۱، باب العنين، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۲۲/۱، ۵۲۳، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

قال الشيخ التهانوي: "زوجۂ عنین کو اپنے شوہر سے علیحدگی کا اختیار چند شرائط کے ساتھ ہو سکتا ہے: پہلی شرط یہ ہے کہ نکاح سے پیشتر عورت کو اس شخص کے عنین ہونے کا علم نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے اس وقت سے عورت نے اس کے =

شوہر پاگل ہوگیا تھا مگر اب اچھا ہوگیا اس کی بیوی کا نکاح

سوال [۶۴۷۰]: ہمارا لڑکا عثمان غنی جس کی عمر ۲۰/ سال ہے، عثمان کی شادی آج تقریباً چار سال ہوئے جعفر کی لڑکی کے ساتھ ہوئی ہے، شادی کے دو سال کے بعد لڑکے کا دماغ خراب ہوگیا تھا، علاج کیا گیا، اب اس کی حالت بالکل ٹھیک ہے اور لڑکا اب بالکل ہوش وحواس میں ہے، مگر لڑکی کے والدین اب اس سے طلاق مانگ رہے ہیں اور لڑکی کی شادی دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں اور آپ کے پاس فتویٰ لکھ کر بھیجا ہے کہ کسی طرح لڑکے کو دیوانہ قرار دیکر ایک فتویٰ مل جائے، اور ہم لڑکی کو دوسری جگہ بٹھلا دیں۔ ایسی حالت میں لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ناجائز ہے یا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر کا دماغ صحیح ہے اور وہ بیوی کے حقوق ادا کرتا ہے تو اس کی بیوی کو شوہر سے طلاق لینے کا حق حاصل نہیں (۱)۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حالات بتا کر فتویٰ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کی ذمہ داری خود اس پر ہے، مفتی عالمِ غیب نہیں ہے، مثلاً: اگر کوئی شخص خنزیر کا گوشت خرید کر لائے اور مفتی سے کہے کہ یہ بکری کا گوشت ہے، اور بکری کو شرعی طور ذبح کیا گیا ہے، یہ حلال ہے یا حرام؟ ظاہر ہے کہ مفتی فتویٰ دیدے گا کہ یہ حلال ہے، مگر سب جانتے ہیں کہ یہ فتویٰ دیدینے سے وہ گوشت بکری کا گوشت نہیں بنے گا اور نہ ہی حلال ہو جائے گا، بلکہ وہ خنزیر کا گوشت ہی رہے گا اور حرام ہی ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱/ ۸۸ھ۔

= ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گزرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ یہ مہلت وغیرہ دینا یہ تمام امور قضائے قاضی کے محتاج ہیں، بدونِ حکمِ قاضی کے از خود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں''۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۴۷، ۴۹ حکم زوجۂ عنین، دارالاشاعت، کراچی)

(۱) طلاق لینے کا سبب شوہر کا حقوق ادا نہ کرنا یا طبائع کا اختلاف ہے، لیکن چونکہ یہ چیزیں یہاں موجود نہیں ہیں تو طلاق لینے کا حق بھی نہیں ہے: ''وسببه الحاجة إلى الخلاص عند تباين الأخلاق''. (مجمع الأنهر: ۱/ ۳۸۰، كتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

زوجۂ عنین

سوال[۶۴۵۸]: عرصہ تخمیناً چار سال کا ہوا ایک عورت کی شادی کو ہوئے ایامِ شادی میں وہ عورت اپنے شوہر کے پاس پندرہ یوم رہی ہے اور پھر شادی سے ایک سال بعد پھر جاتی ہے، جب بھی تقریباً ایک یا ڈیڑھ ماہ رہ کر آتی ہے، مگر اس کا شوہر عورت سے کسی قسم کی کوئی بھی راہ ورسم نہیں رکھتا۔ اور اب عورت اپنے ہی ماں باپ کے مکان پر تقریباً تین سال سے رہ رہی ہے۔ شوہر چوں کہ نامرد ہے اس لئے وہ اس کو لیجانا نہیں چاہتا اور نہ ہی اس کو طلاق دیتا ہے سو ایسی حالت میں جب کہ مرد نامرد ہے اور نہ اس کو آزاد کرتا ہے تو عورت کا دوسری جگہ نکاح کر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس عورت کو چاہئے کہ حاکم مسلم کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے، حاکم شوہر سے دریافت کرے، اگر وہ اقرار کرلے کہ میں ہمبستری پر قادر نہیں ہوا تو ایک سال کی مہلت علاج کے لئے دیدے، اس مدت میں علاج کرکے اگر جماع پر قادر ہوگیا تو خیر، ورنہ عورت کی دوبارہ درخواست پر جب کہ شوہر بھی اس کی تصدیق کرتا ہو تفریق کردے، اگر ایک مرتبہ بھی جماع کرلیا تو عورت کو حقِ فسخ حاصل نہ رہے گا۔

اگر شوہر عورت کی تردید اور جماع کا دعویٰ کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ عورت باکرہ ہونے کی مدعی ہو تب تو حاکم مسلم دو تجربہ کار دین دار عورتوں سے اس کا معائنہ کرائے، اگر وہ کہیں کہ یہ باکرہ ہے تو پھر شوہر کو علاج کی مہلت دے دے۔ اگر وہ کہیں کہ یہ باکرہ نہیں رہی تو شوہر سے حلف لیا جائے کہ اس نے جماع کیا ہے، حلف کرنے پر عورت کو حقِ تفریق باقی نہ رہے گا، اگر وہ حلف نہ کرے تو ایک سال کی مدت علاج کے لئے دیدے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عورت باکرہ ہونے کی مدعی نہ ہو تو اس صورت میں شوہر سے حلف لے کہ اس نے جماع کیا ہے، اگر حلف کرے تو حقِ تفریق نہ رہے گا، اگر شوہر حلف نہ کرے تو ایک سال کی مہلت علاج کے لئے دیدے۔ عورت کو حق تفریق ان شرائط سے حاصل ہوگا:

۱- نکاح سے پہلے اس کے نامرد ہونے کا علم نہ ہو۔

۲- نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی جماع نہ کیا ہو۔

۳-نامرد ہونے کے علم کے بعد سے عورت نے اس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو۔

۴-سال بھر گذرنے پر حاکم مسلم جب عورت کو حقِ فرقت دے تو عورت فوراً فرقت کو اختیار کرلے(۱)۔ پوری تفصیل اس مسئلہ کی "حیلۂ ناجزہ" میں ہے، مقدمہ کے وقت حاکم مسلم کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ بہتر تو یہ ہے کہ کسی طرح لالچ دے کر یا ڈرا کر اس سے طلاق لے لی جائے، پھر عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۱۰/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۰/شوال/۵۶ھ۔

زوجۂ مجنون وعنین

سوال[۶۴۵۹]: چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ شخصے مسمی عبد القدوس را تخمیناً از سہ سال جنون لاحق شد، بعد تفتیش وتدارک کماحقہ دریافت شد کہ بعضے مکالمہ اش اگرچہ موافقِ قیاس میشود، اما اکثرِ اقوال وافعال ازوے خلافِ عقل ورائے صادر می شود، ورغبتِ معاش وخانہ داری ورغبتِ زن وشوئ از وے بالکلیہ

---

(۱) "إذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي، وادّعت أنه عنين وطلبت الفرقة، فإن القاضي يسأله: هل وصل إليها أو لم يصل؟ فإن أقرّ أنه لم يصل أجّله سنةً، سواء كانت المرأة بكراً أم ثيباً. وإن أنكر وادعى الوصول إليها، فإن كانت المرأة ثيباً، فالقول قوله مع يمينه أنه وصل إليها، فإن حلف بطل حقها، وإن نكل يؤجّل سنةً. وإن قالت: أنا بكر نظر إليها النساء، وامرأةٌ تجزئ والاثنتان أحوط وأوثق، فإن قلن: إنها ثيبٌ، فالقول قول الزوج مع يمينه، فإن حلف، لاحق لها، وإن نكل يؤجّله سنةً. وإن قلن: هي بكر، فالقول قولها من غير يمين ...... إن علمت المرأة وقت النكاح أنه عنين لا يصل إلى النساء، لا يكون لها حق الخصومة. وإن لم تعلم وقت النكاح وعلمت بعد ذلك، كان لها حق الخصومة، ولا يبطل حقها بترك الخصومة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۲۲، ۵۲۴، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۹۲، ۵۰۰، باب العنين وغيره، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۴۰، ۲۴۳، باب العنين، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة، ص: ۱۵۰، ۱۵۳، زوجۂ عنین کا حکم، دار الاشاعت کراچی)

ساقط گردیده. وزنش را تخلیه داده هم امتحان کرده شد، ازاں طرف نیز عنین یافته، وتا ایں مدت از دیوانگی زنش را نان ونفقه هم نمی دهد، حتی که اگر باوجود آن امورِ سه گانه: یعنی جنون وعنین وعدمِ ادائے نفقه زنش را اختیارِ فسخِ نکاح نداده شود ضرور بالضرور بفسق وفجور مبتلاگردد، وبباعثِ افلاس وتنگ دستی نوبت بدریوزه گری خواهد افتاد. پس بحسبِ مذهبِ حنفیه زنش را می رسد که بسببِ جنون وعنینیتِ شوهر وعدمِ حصولِ نفقه نکاحِ خود فسخ نموده، شوهر دیگر نکاح کند یا نه؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امورِ سہ گانہ میں سے عدمِ حصولِ نفقہ شرعاً موجبِ تفریق نہیں: "ومن أعسر بنفقة امرأته، لم يفرّق بينهما، ويقال لها: استديني عليه". هدايه، ص: ۴۱۹(۱)۔

اور عنین ہونا بھی فی الحال موجبِ تفریق نہیں، کیونکہ اگر نکاح سے پہلے سے عنین ہے اور عورت کو بوقتِ نکاح اس کا علم تھا تب تو عورت کو اس کے فسخ کا کوئی حق باقی نہیں رہا:

"إن علمت المرأة وقت النكاح أنه عنينٌ لايصل إلى النساء، لا يكون لها حق الخصومة". الفتاوى العالمكيرية: ۲/ ۵۴۱(۲)۔

اسی طرح اگر نکاح اور جماع کے بعد عنین ہوا ہے تب بھی تفریق نہیں کی جائیگی:

"فلو جبّ بعد وصوله إليها مرةً أو صار عنيناً، لا يفرّق بعده: أي الوصول لحصول حقها

---

(۱) (الهداية: ۴۳۹/۲، كتاب الطلاق، باب النفقة، شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۱۳/۴، نوع في الاختلاف بين الزوجين في دعوىٰ اليسار والإعسار، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳۰۸/۳، باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۲۴/۱، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار: ۴۹۵/۳، باب العنين وغيره، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۵۰/۴، الفصل السابع والعشرون في العنين الخ، إدارة القرآن كراچی)

بالوطی مرةً". درمختار، ص: ٢٥٤(١)۔

اگر عنین پہلے سے تھا اور علم بعد نکاح ہوا، تب البتہ عورت کو مطالبہ کا حق حاصل ہے: "وإن لم تعلم وقت النكاح وعلمت بعد ذلك، كان لها حق الخصومة، ولايبطل حقها بترك الخصومة وإن طال الزمان مالم ترض بذلك، كذا في فتاوىٰ قاضي خان". الفتاوىٰ العالمكيرية: ٢/١٤٥(٢)۔

اس کی صورت یہ ہے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں عورت دعویٰ کرے کہ میرا شوہر عنین ہے، وہ اس کو ایک سال کی مدت علاج کے لئے متعین کردے گا، اس مدت میں اگر اچھا ہوگیا فبہا، ورنہ تفریق کردے گا اگر عورت نے مطالبہ تفریق کا کیا:

"وإذا كان الزوج عنيناً، أجله الحاكم سنةً، فإن وصل إليها فبها، وإلا فرّق بينهما إذا طلبت المرأة ذلك، وتلك الفرقة تطليقة بائنة". هدايه: ٢/٤٠٠(٣)۔

اور یہ تفریق طلاقِ بائن کے حکم میں ہے، اس وقت سے عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

امر سوم میں بھی تفصیل ہے وہ یہ کہ شیخین کے نزدیک تو تفریق نہیں کی جاویگی، البتہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر جنون حادث ہے تو شوہر کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اگر اچھا ہوگیا، فبہا ورنہ عورت کو فسخِ نکاح کا اختیار دے دیا جائے گا، کوئی مہلت نہیں دی جائے گی اور اس وقت سے عدت طلاق گزار کر عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے اس سے قبل نہیں:

---

(١) (الدر المختار: ٣/٤٩٥، باب العنين وغيره، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ٤/٥١، الفصل السابع والعشرون في العنين، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق: ٣/٢٣٩، باب العنين وغيره، دار الكتب العلمية بيروت)

(٢) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٥٢٤، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ٣/٤٩٥، باب العنين وغيره، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ٤/٤٩، الفصل السابع والعشرون في العنين، إدارة القرآن كراچی)

(٣) (الهداية: ٢/٤٢٠، ٤٢١، باب العنين وغيره، شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ٣/٢٤٠، ٢٤١، باب العنين وغيره، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٥٢٢، ٥٢٣، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

"قال محمد رحمه الله تعالىٰ: إن كان الجنون حادثاً، يؤجله سَنةً كالعنة، ثم يُخير المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ. وإن كان مطبقاً، فهو كالجب، وبه نأخذ". الفتاویٰ العالمكيرية: ۲/۵٤۲(۱)۔

شافعی المذہب قاضی کا تلاش کرنا ضروری نہیں بلکہ قاضی حنفی المذہب یہ فیصلہ کرسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۱/۵۲ھ۔

جواب صحیح ہے۔ ہندوستان میں چونکہ قاضی حنفی المذہب مُجاز نہیں، اس لئے کسی مسلمان حاکم مجاز کا فسخ وتفریق کرنا کافی ہے۔ سعید احمد، مفتی مدرسہ، ۲۱/ ذی قعدہ/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ذی قعدہ/۵۲ھ۔

زوجۂ عنین

سوال[۶۴۶۰]: میری ایک ہمشیرہ کا نکاح چھوٹی عمر میں میرے چچازاد بھائی کے ساتھ ہوا، بالغ ہونے پر شادی ہوئی، شادی ہونے کے بعد تقریباً دو ماہ میری ہمشیرہ اس کے گھر رہی، بعد میں وہ اس کو چھوڑ کر کہیں باہر اپنے بھائی کے پاس چلا گیا، اب بھی وہ اسی جگہ رہتا ہے۔ بعدہ زبانی ہمشیرہ معلوم ہوا کہ وہ عنین ہے، بالکل نامرد ہے، اسی وجہ سے وہ مجھے اس جگہ چھوڑ کر یہاں سے چلا گیا ہے۔

اب اس کو یہاں سے گئے ہوئے تقریباً ساڑھے تین سال گزر چکے ہیں، اس عرصہ میں نہ تو اس نے میری ہمشیرہ کے لئے کچھ خرچ بھیجا ہے اور نہ خود اس کو لینے کے لئے آتا ہے اور نہ وہ نان ونفقہ ادا کرتا ہے، نہ عورت حفظ وآبرو کے ساتھ کسبِ معاش پر قدرت رکھتی ہے اور نہ اس کے سوا اور کوئی میری ہمشیرہ کے لئے خرچہ کا انتظام کرتا ہے اور شوہر سے علیحدہ رہنے میں ابتلائے معصیت کا قوی اندیشہ ہے۔

نیز آپس میں پہلی ناراضگی وکاوش کی وجہ سے بھی وہ میری ہمشیرہ کو نہایت حقیر سمجھ کر ذلیل وخوار کر رہا ہے۔ شادی ہونے سے پہلے ہم کو اس کے عنین یعنی نامرد ہونے کی اصل حالت معلوم نہ تھی کہ ہم ہمشیرہ کی شادی اس کے ساتھ نہ کرتے، اب بموجبِ رفتارِ زمانہ میری ہمشیرہ نہایت ستم رسیدہ ہے اور بے بس ہے۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۶، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

سائل کے والدین نہایت ضعیف ہیں، اپنی لڑکی کی یہ حالت دیکھ کردن بدن قریب المرگ ہوتے جاتے ہیں اور ساتھ ہی بمعہٗ ہمشیرہ سائل بھی نہایت مجبور ہوکرآں جناب کی خدمت اقدس میں التجا کرتا ہے کہ ایسی حالت میں ایسے شوہر کو بموجبِ شریعت کوئی سزا ہے یا نہیں؟ اگر شرعاً کوئی سزا نہ ہوسکے تو کیا عورت اس کی مظلمانہ قید سے رہا ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر اس کی رہائی ہوسکے تو برائے خدا فتویٰ ارسال فرمادیں تاکہ بندہ بھی خوش حال رہ کر اپنی بقایا زندگی کو اچھی حالت میں سرانجام بمعہ عیال دیگر آنجناب کے لئے اورآپ کے بال بچوں کے لئے دعا گورہے۔

فیروز خاں، دبہادرخاں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں عورت کو حق ہے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص سے میرا نکاح ہوا ہے اور وہ میرے حقوق نان ونفقہ وغیرہ ادا نہیں کرتا، اس پر حاکم اس کو بلاکر کہے کہ یا تم اپنی زوجہ کے حقوق نان ونفقہ وغیرہ ادا کرو، اگر ادا نہیں کرسکتے تو طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس پر اگر وہ کوئی صورت اختیار کرے تو بہتر ہے یعنی یا ادائے حقوق کے لئے تیار ہوجائے یا طلاق دیدے، اگر وہ کوئی صورت اختیار نہ کرے تو حاکم مسلم بااختیار خود تفریق کردے، اس کے بعد عدت گزار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا شرعاً درست ہے(۱)۔

اگر شادی کے بعد ایک مرتبہ بھی جماع نہیں کرسکا اور عورت نے رضامندی ظاہر نہیں کی یعنی یہ نہیں کہا کہ اگرچہ میرا شوہر نامرد ہے تاہم میں اس سے راضی ہوں اور اس کے ساتھ زندگی بسر کرلوں گی، تو شرعاً عورت

(۱) "زوجۂ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرے، لیکن اگر باوجود کوشش کے (خلاصی کی) کوئی صورت نہ بن سکے تو پھر عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے۔ پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوجائے کہ (شوہر) باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اسکے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے"۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۷۲، ۷۳، حکم زوجۂ متعنت فی النفقۃ، دارالاشاعت کراچی)

کوحق حاصل ہے کہ حاکم مسلم کی عدالت میں دعویٰ کرے کہ میرا شوہر نامرد ہے۔اس پر حاکم شوہر سے عورت کی تصدیق کرکے ایک سال کی مدت شوہر کو علاج کے لئے دیدے، اگر سال بھر میں علاج کرکے اچھا ہوگیا اور جماع کرنے پر قادر ہوگیا تب خیر، ورنہ عورت کو حاکم اختیار دیدے کہ وہ شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو اس کے ساتھ رہے، اور اگر علیحدگی چاہتی ہے تو ہم علیحدہ کردیں۔ اگر وہ علیحدگی چاہے تو شوہر سے کہے تم طلاق دیدو، اگر طلاق دیدے تو بہتر ہے ورنہ حاکم مسلم بااختیار تفریق کردے، پھر عورت عدت گذار کر کسی اور سے نکاح کرلے۔

اگر کسی جگہ حاکم مسلم بااختیار نہ ہو، یا وہ شرع کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ سب کام کرسکتی ہے، مگر اس جماعت میں کم ازکم ایک معاملہ شناس معتبر عالم کا ہونا ضروری ہے(۱) اور رسالہ "حیلۂ ناجزہ" کو بھی دیکھ لیا جائے، اس میں اس مسئلہ کو تفصیل سے لکھا ہے، وہ رسالہ کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے ملتا ہے۔

سب سے بہتر اور سہل تو یہ ہے کہ اس شخص سے کسی طرح سمجھا کر یا لالچ دے کر یا ڈرا کر طلاق لے لی جائے یا خلع کرلیا جائے، یعنی عورت اپنے حقوقِ مہر وغیرہ ساقط کردے اور شوہر اپنے حقوق ساقط کردے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۱/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/۱/۵۹ھ، صحیح: عبداللطیف، ۲۳/۱/۵۹ھ۔

---

(۱) "إذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي، وادّعت أنه عنين وطلبت الفرقة، فإن القاضي يسأله: هل وصل إليها أو لم يصل؟ فإن أقرّ أنه لم يصل، أجّله سنةً .... جاء ت المرأة إلى القاضي بعد مضى الأجل وادّعت أنه لم يصل إليها أو أقرّ الزوج أنه لم يصل إليها، خيّرها القاضي في الفرقة .... إن اختارت الفرقة أمر القاضي أن يطلقها طلقةً بائنةً، فإن أبى فرّق بينهما، والفرقة تطليقة بائنة". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۲، ۵۲۴، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار: ۳/۴۹۶، ۴۹۸، باب العنين، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۴/۴۷، ۴۸، الفصل السابع والعشرون في العنين، إدارة القرآن كراچی)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لايقيما حدود الله، فلاجناح عليهما فيماافتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

ایضاً

سوال[۶۴۶۱]: زید کا نکاح عرصہ دوڈھائی سال سے زبیدہ سے ہوا تھا، شبِ زفاف میں ہی زید قادر بدخول نہ ہوا۔ چند عرصہ تو زبیدہ کو پردہ عیب خودخود سے عذرات میں رکھا، مگر آخر کار زبیدہ کی طلب جبر پر اس کا راز کھل گیا کہ زید عنین ہے، نہ انتشار ہے نہ زور۔ زبیدہ ناراض ہوکر خانۂ پدر میں آ گئی اور زید کو علاج کرانے کی ہدایت کی گئی، آخر علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا، عرصہ ڈیڑھ سال کا ہوا زبیدہ خانۂ والدین میں رہتی ہے، زید بوجہ ناقابل ہونے کے زبیدہ کو اپنے یہاں لیجانے کا خواہش مند نہیں۔

اب عنین جو قادر بدخول نہ ہوسکتا ہو اور نہ انتشار ہوتا ہے، زبیدہ کے حق میں شریعت کیا فیصلہ صادر کرتی ہے جب کہ وہ فسخ نکاح کرانا چاہتی ہو، وقت نازک ہے، زبیدہ نکاحِ ثانی چاہتی ہے، فسخِ نکاح کے لئے کیا حکم شرعی ہے؟ کیونکہ زید حقوقِ زوجیت کے قابل نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بوقتِ نکاح زبیدہ کو زید کا عنین ہونا معلوم تھا، یا بعد معلوم ہونے کے ایک دفعہ بھی زبیدہ نے زبان سے زید کے ساتھ رہنے پر رضامندی ظاہر کردی ہے، مثلاً اس طرح پر کہ اب تو میں اسی کے ساتھ بسر کروں گی خواہ کیسا ہی ہو (خاموش رہنا کافی نہیں، بلکہ رضا کی تصریح ضروری ہے)، یا زید ایک مرتبہ بھی جماع کر چکا ہو تو ان سب صورتوں میں زبیدہ کو فسخ نکاح کرانے کا حق حاصل نہیں۔ اگر ان میں سے کوئی بات نہیں تو زبیدہ کو چاہئے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے، حاکم زید کا بیان لے، اگر وہ بیان کرے کہ ہاں! میں واقعی عنین ہوں، میں ایک دفعہ بھی جماع پر قادر نہیں ہوا تو حاکم اس کو ایک سال کی مہلت علاج کے لئے دیدے، اگر سال بھر میں علاج کر کے جماع پر قادر ہوجائے تو خیر ورنہ زبیدہ کو اختیار دیدے کہ تو اگر چاہے تو زید کے ساتھ رہ اور چاہے تو علیحدہ ہوجا۔

اگر وہ علیحدگی چاہے اور اسی مجلس میں علیحدگی چاہے تو حاکم زید سے کہے کہ تو اس کو طلاق دیدے اگر وہ طلاق دیدے تو عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، اگر وہ طلاق نہ دے تو حاکم مسلم خود

تفریق کردے(۱)۔ چونکہ خلوت صحیحہ ہوچکی ہے اس لئے طلاق اور تفریق دونوں صورتوں میں عدت واجب ہوگی اور زید کے ذمہ مہر بھی واجب ہوگا(۲)۔

اگر حاکم مسلم نہ ہو یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند دینداروں کی جماعت بھی یہ کام کرسکتی ہے اور اس جماعت میں کم ازکم ایک معاملہ شناس عالم کا ہونا بھی ضروری ہے، اور رسالہ "حیلۂ ناجزہ" کو بھی ضرور دیکھ لیا جاوے، اس میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے، کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے بھی ملتا ہے۔ اور سب سے بہتر اور سہل یہ ہے کہ کسی طرح لالچ دے کر یا خوف دلاکر زید سے طلاق لے لیجاوے یا خلع کرلیا جاوے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ جمادی الاولیٰ/۵۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۳۰/ جمادی الاولیٰ/۵۴ھ۔

زوجۂ عنین کے واسطے عدالت کا فیصلہ

سوال[۶۴۶۲]: عرصہ تقریباً تین سال سے صاحبزادی کا مقدمہ صدر شاہ پور جناب سب جج صاحب کے پاس گیا کہ میرا خاوند پیدائشی نامرد ہے، اور حقوقِ زوجیت ادا کرنے کے ناقابل ہے، جس پر عدالت موصوف نے مدعیٰ علیہ کا ڈاکٹری معائنہ کرایا اور ڈاکٹر صاحب کی شہادت بھی لی گئی، اور چند دیگر شہادتیں بھی ہوئیں۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت العنوان السابق: "زوجۂ عنین")

(۲) "ولها المهر كاملاً، وعليها العدة بالإجماع إن كان الزوج قد خلا بها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۴، الفصل الثاني عشر في العنين، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۴۹، الفصل السابع والعشرون، إدارة القرآن كراچي)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن خفتم أن لايقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

قال المرغيناني رحمه الله: "وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفدي نفسها منه بمال يخلعها به". (الهداية: ۲/۴۰۴، باب الخلع، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الدرالمختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعيد)

ڈاکٹر کا بیان یہ ہے کہ مدعی علیہ کو انتشار نہیں ہوتا، اور حکیم یونانی کا بیان یہ ہے کہ ہم نے مدعی علیہ کا پندرہ روز تک علاج کیا، کچھ فائدہ نہیں ہوا، اور ہمارے سامنے مدعی علیہ نے اقرار کیا کہ میں نامرد ہوں، میری نامردی کا علاج کیا گیا، کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ بعد اس کے جناب سب جج صاحب نے فیصلہ کیا کہ مدعی علیہ کو نامرد قرار دیا جاتا ہے، مگر میعاد کی تنقیح برخلاف مدعیہ کی کہ ڈگری میعاد پر خارج ہوئے، چونکہ چھ سال میعاد قانوناً درکار تھی اور دعویٰ کے دس سال بعد شادی کی گئی۔

بعد اس کے مدعیہ نے اپیل میاں والی سشن جج صاحب کے پاس دائر کردی، سشن جج نے یہ فیصلہ صادر فرمایا اگرچہ مدعی علیہ نامرد ہے، مگر میعاد برخلاف مدعیہ کے فیصلہ سب جج کا بحال رکھا۔ بعد اس کے مدعی مذکورہ اپیل ہائی کورٹ لاہور میں دائر کردی، بعد ملاحظۂ مسئلہ کے ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ مقدمہ اندر میعاد ہے، ۲۳ ایک اور میعاد مذکورہ جاری ہے، مدعی علیہ نامرد ہے، عدالت کو مکمل تسلی ہوگئی اور مدعی علیہ حقِ زوجیت کے ادا کرنے کے ناقابل ہے اور مدعیہ کے بیان سے اور ڈاکٹری بیان سے نامردی مدعی علیہ کی بالکل ثابت ہے۔

مدعی علیہ پیش عدالت نہیں ہوتا ہے، ان کی تعمیل بذریعۂ سمن اور ایک اشتہار جاری کی جاوے، اگر حاضر ہووے تو تشخیص دوبارہ ان کی مردی طاقت کی کی جاوے، چونکہ شرعِ محمدی میں ہے کہ دوبارہ تشخیص کی جاوے، اور بموجب شرعِ محمدی کہ مدعی علیہ اپنی طاقت ثابت کرسکتا ہے اور مدعی علیہ کو ایک سال کی مہلت برائے علاج دی گئی ہے۔

اب سال گذشتہ ہوچکا ہے، اگر مدعی علیہ حاضرِ عدالت ہووے تب تشخیص کی جاوے ورنہ بیانِ مدعیہ لے کر ڈگری قطعی تنسیخِ نکاح کردی جائے، مسل واپس سب جج کے پاس جاوے۔ بعد اس کے مسل سب جج کے پاس آئی، جناب سب جج صاحب نے اصالۃً تعمیل کردی، ایک سمن جاری کیا بنام عبدالغفور، اس نے تعمیلِ سمن سے گریز کیا۔ بعد اس کے اشتہار اخبار جاری ہوا، عبدالغفور مدعی علیہ دیدہ ودانستہ پیشِ عدالت نہیں ہوا۔ اور اس کے بعد سب جج صاحب نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ مدعی علیہ بوقتِ عقدِ نکاح نامرد تھا، اور اب حقِ حقوق زوجیت ادا کرنے کے ناقابل ہے۔ بیان مدعی حلف کئے گئے، اب فیصلہ بحقِ مدعی نکاح فسخ کرکے ڈگری دی گئی، جناب سب جج اور قریشی صاحب درجۂ اول نے فیصلہ کیا ہے۔

نوٹ: ہائی کورٹ کی طرف سے ہر ماہ میں سمن جاری ہوتا رہا، بعد ایک سال کے اشتہار اور اخباری نوٹس جاری رہے، مدعی علیہ حاضرِ عدالت نہیں ہوا اور ایک سمن رجسٹری شدہ مدعی علیہ موضع پہونچا لاہور کی طرف سے مکرر، یہ پھر بھی حاضر عدالت نہیں ہوا۔ اور سب جج صدر شاہ پور بھی ایک سمن اور ایک اشتہار مدعی علیہ کو روانہ کیا، دیدہ و دانستہ پیشِ عدالت نہیں ہوا بوجہِ نامردی کے۔ دیگر ۲۵ عالم سے ہم کو فتویٰ ملا ہے، اس طرح پر چونکہ مجسٹریٹ مسلمان بااختیار نے فیصلہ فسخ نکاح کا کیا ہے، لہٰذا حکم حاکم نافذ ہوگا۔ پس بنا بریں مدعی علیہ کا نکاح فسخ ہوگیا، بعد عدت نکاح مدعیہ کرسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عورت کو بوقتِ عقدِ نکاح شوہر کا نامرد ہونا معلوم نہیں تھا اور معلوم ہونے کے بعد اس نے اس کے ساتھ رہنے پر کبھی رضامندی ظاہر نہیں کی اور وہ شخص اتنے عرصہ تک ایک مرتبہ بھی جماع نہیں کرسکا، اور عورت نے حاکم مسلمان بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا اور حاکم نے تحقیق کے بعد ایک سال کی مدت علاج کے لئے مقرر کردی اور وہ اس مدت میں بھی علاج کرکے جماع پر قادر نہیں ہوا، اور پھر حاکم مسلم بااختیار نے شوہر کے سامنے فسخِ نکاح کا حکم لگایا ہے تو شرعاً وہ نکاح فسخ ہوگیا (۱)۔

---

(۱) "إذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي، وادّعت أنه عنين وطلبت الفرقة، فإن القاضي يسأله: هل وصل إليها أو لم يصل؟ فإن أقرّ أنه لم يصل، أجلّه سَنةً، سواء كانت المرأة بكراً أم ثيباً. وإن أنكر وادعى الوصول إليها، فإن كانت المرأة ثيباً، فالقول قوله مع يمينه أنه وصل إليها، فإن حلف بطل حقها، وإن نكل يؤجّل سنةً. وإن قالت: أنا بكر، نظر إليها النساء، وامرأةٌ تجزئ والاثنتان أحوط وأوثق، فإن قلن: إنها ثيب، فالقول قول الزوج مع يمينه، فإن حلف لاحق لها، وإن نكل يؤجّله سنةً. وإن قلن: هي بكر، فالقول قولها من غير يمين .... إن علمت المرأة وقت النكاح أنه عنين، لايصل إلى النساء، لا يكون لها حق الخصومة، وإن لم تعلم وقت النكاح وعلمت بعد ذلک، كان لها حق الخصومة، ولا يبطل حقها بترک الخصومة". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۲، ۵۲۴، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۹۶، ۴۹۸، باب العنين، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۴۰، ۲۴۳، باب العنين، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة، ص: ۱۵۰، ۱۵۳، زوجۂ عنین کا حکم، دار الاشاعت کراچی)

اگران میں سے ایک شرط بھی مفقود ہوتی ہے تو حکم صحیح نہیں ہوا، مثلاً اگر وقتِ نکاح عورت کو علم تھا کہ شوہر نامرد ہے، یا بعد علم ہونے کے اس طرح کہا کہ جیسا بھی کچھ ہے میں اسی کے ساتھ زندگی گذاردوں گی، یا کم ازکم ایک مرتبہ بھی جماع کرلیا ہے، یا علاج کی مدت ایک سال حاکم نے نہیں دی، مگر اس مدت میں ایک مرتبہ جماع کرلیا یا حاکم غیر مسلم ہے(۱)، یا حاکم بغیر شوہر کی موجودگی کے یا اس کے غیر حاضر ہونے کی صورت میں فیصلہ مقدمہ سنایا ہے تو یہ حکم شرعاً نافذ نہیں ہوا، پھر یا تو طریقہ مذکورہ کے موافق فسخ کردیا جائے، یا شوہر سے طلاق لے لی جائے، خواہ سمجھا کر خواہ ڈانٹ کر خواہ لالچ دے کر، یہ صورت سب سے بہتر ہے(۲)۔

رسالہ ’’حیلہ ناجزہ‘‘ میں اس مسئلہ کو مع جملہ شروط کے خوب تفصیل سے لکھا ہے(۳)، اور علمائے تھانہ بھون دیوبند، سہارن پور کے اس پر دستخط ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳/ ۸/ ۵۹ھ۔

زوجۂ عنین کی درخواستِ تفریق پر شرعی پنچایت کے چند سوالات

سوال[۶۴۶۳]: مندرجہ ذیل صورت میں آپ کی رائے گرامی شریعت کی روشنی میں مطلوب ہے:

ہندہ ایک پردہ نشین بالغہ خاتون ہے، اس کا نکاح زید سے ہوا، زید پیدائشی عنین اور ناکارہ ہے، ہندہ اس کے عیب پر تقریباً تین سال تک پردہ ڈالتی رہی، کیونکہ زید نے اس سے اپنے علاج کرانے کا وعدہ کیا۔ دو سال بلکہ اس سے زائد عرصہ گذر گیا مگر زید اپنے اس عیب سے بری نہ ہوا، ہندہ اس حال میں اپنی زندگی گذارنے سے قاصر ہے۔

---

(۱) ’’وحاکم هو إما الإمام أو القاضي أو الحَکم، أما الإمام فقال علمائنا: حکم السلطان العادل ینفذ‘‘.

(رد المحتار: ۵/۳۵۳، کتاب القضاء، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة: ۳/۳۰۷، کتاب أدب القاضي، الباب الأول الخ، رشیدیه)

’’ولایکون التأجیل إلا عند السلطان یجوز قضاؤه‘‘. (الفتاویٰ التاتارخانیة، الفصل السابع والعشرون في العنین: ۴/۴۸، إدارة القرآن کراچی)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لایقیما حدود الله، فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾ (البقرة: ۲۲۹)

(۳) (حیلۂ ناجزه، ص: ۱۵۰، ۱۵۳، زوجۂ عنین کا حکم، دار الإشاعت کراچی)

نیز زید کے گھریلو حالات بھی اس کے لئے انتہائی ناسازگار ہیں، جن کی وجہ سے اس نے اپنے والدین کے سامنے اس راز کو افشاء کردیا، ہندہ کے باپ نے زید سے اپنی لڑکی کی طلاق کا مطالبہ کیا، اور جو لوگ اس پر اثر انداز ہوسکتے تھے ان کے ذریعہ اپنی بات پہونچائی، مگر زید کسی صورت میں بھی طلاق دینے کے لئے آمادہ نہیں ہوا۔ آخر کار لڑکی نے مجبور ہو کر ایک شرعی پنچایت میں اپنا معاملہ بطورِ دعویٰ پیش کیا ہے جس میں اس نے زید کے ناکارہ ہونے کا اظہار کیا ہے اور بتایا ہے کہ زید نے اس سے شادی صرف اس لئے کی ہے کہ وہ جہیز کا مال حاصل کرلے، ورنہ وہ زن وشوہر کے باہمی تعلقات سے بے پرواہ اور ناکارہ ہے جس کا اظہار خود زید کی زبانی شرعی پنچایت میں ہوچکا ہے۔

شرعی پنچایت کے اراکین نے اس درخواست کے بعد ہندہ کا حلفی بیان لیا جو درخواست کے موافق ہے۔ اس کے بعد انھوں نے زید کے نام ایک نوٹس جاری کیا جس میں درخواست کے مضمون سے باخبر کیا گیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ اگر آپ کو اس میں کوئی عذر ہو تو آپ فلاں تاریخ میں اراکین کے سامنے اپنا عذر رکھیں، اور کوئی عذر نہ ہو تو بھی تشریف لائیں تاکہ معاملہ کی نوعیت سمجھنے میں مدد ملے، اگر آپ تشریف نہیں لائیں گے تو آپ کے خلاف فیصلہ کردیا جائے گا اور ہندہ کو اجازت دیدی جائے گی کہ وہ عدت گذارنے کے بعد دوسرا نکاح کرلے اور آپ سے مطالبۂ مہر کرسکے۔ زید کو اس نوٹس جاری کرنے کے بعد اب پنچایت کے سامنے چند سوالات آئے جن میں آپ کی رائے گرامی مطلوب ہے:

۱..... اگر زید نوٹس وصول کرتا ہے اور تاریخ مقرر پر آجاتا ہے اور اپنے عنین ہونے کا منکر بھی نہیں ہے لیکن طلاق دینے پر راضی نہیں۔

۲..... نوٹس وصول کیا اور آیا، مگر میڈیکل سرٹیفکیٹ پیش کرتا ہے کہ وہ ٹھیک ہے جبکہ آج کل رشوت کا بازار گرم ہے، کسی ڈاکٹر سے لکھوانا کوئی دشوار نہیں۔

۳..... نوٹس وصول کیا مگر آیا نہیں۔

۴..... نوٹس وصول کرنے سے انکار کردیا۔

مندرجہ بالا صورتوں میں سے اگر کوئی صورت پیش آئے تو شرعی پنچایت اس میں کیا کرے کہ وہ خدا کے یہاں بری الذمہ ہو اور اس معصوم عورت کو بھی نجات حاصل ہو؟ امید ہے کہ جواب باصواب سے

نوازیں گے۔ والسلام۔

لیاقت حسین، صدر مدرس مدرسہ رحمانیہ عربیہ، ہاپوڑ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....اس کو ایک سال مہلت علاج کے لئے دی جائے۔

۲.....سارٹیفکیٹ کافی نہیں، بلکہ بیوی سے جماع کرنے سے ثبوت ہوگا۔

۳.....دوبارہ نوٹس دیا جائے اور اس میں لکھ دیا جائے کہ اگر تم نہ آئے تو ہم سمجھیں گے کہ تم رکھنا نہیں چاہتے بلکہ تعلقِ زوجیت ختم کرنا چاہتے ہو، اس پر ہم تفریق کردیں گے (۱)۔

۴.....دو آدمیوں کے ذریعہ نوٹس بھیجا جائے، وہ اس کو پڑھ کر سنادیں اور جو کچھ جواب دے اس کو قلم بند کریں۔ مزید تفصیلات کے لئے ''الحیلۃ الناجزۃ'' سامنے رکھیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۴/۱۳۹۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "إذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي، وادّعت أنه عنين وطلبت الفرقة، فإن القاضي يسأله: هل وصل إليها أو لم يصل؟ فإن أقرّ أنه لم يصل، أجلّه سَنةً، سواء كانت المرأة بكراً أم ثيباً، وإن أنكر وادعى الوصول إليها، فإن كانت المرأة ثيباً، فالقول قوله مع يمينه أنه وصل إليها، فإن حلف بطل حقها، وإن نكل يؤجّل سنة. وإن قالت: أنا بكر، نظر إليها النساء، وامرأة تجزئ والاثنتان أحوط وأوثق، فإن قلن: إنها ثيب، فالقول قول الزوج مع يمينه، فإن حلف لاحق لها، وإن نكل يؤجَله سنةً. وإن قلن: هي بكر، فالقول قولها من غير يمين ...... إن علمت المرأة وقت النكاح أنه عنين، لايصل إلى النساء، لا يكون لها حق الخصومة. وإن لم تعلم وقت النكاح وعلمت بعد ذلك، كان لها حق الخصومة، ولا يبطل حقها بترك الخصومة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۲۲، ۵۲۴، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۹۶، ۴۹۸، باب العنين، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۴۰، ۲۴۳، باب العنين، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة، ص: ۱۵۰، ۱۵۳، زوجۂ عنین کا حکم، دار الاشاعت کراچی)

(۲) (راجع رقم الحاشية: ۱)

فصل فی زوجۃِ المجذوم

(جذامی کے فسخِ نکاح کا بیان)

زوجۂ مجذوم کو خیارِ تفریق

سوال[۶۴۶۴]: ۱...... زید کا نکاح نابالغہ لڑکی صغیرہ کے ساتھ اس کے والدین کی ولایت سے ہوا، مگر زید نے مرض کوڑھ کو چھپایا اور اس مرض میں مبتلا ہوتے ہوئے کسی سے راز افشا نہ کیا، چونکہ نکاح کے بعد صغیرہ اس لئے رخصت نہ کی گئی کہ وہ نابالغہ رہی، اب یہ ظاہر ہوا کہ زید مرض مذکورہ بالا میں مبتلا ہے۔ کیا مرض مذکورہ کے ہوتے ہوئے از روئے شرع یہ نکاح جائز ہے؟

۲...... صغیرہ کی ماں پہلے بھی کسی دوسری وجہ سے بھی خلاف تھی، صرف اپنے شوہر کی مجبوری کی وجہ سے خاموش تھی، مگر اب بالکل خلاف ہے اور وہ اپنی لڑکی کی بہتری کے لئے شوہر کی اجازت در بارِ نکاح ناجائز قرار دیتی ہے۔

۳...... لڑکی اس بات پر آمادہ ہے کہ اس کے باپ کو دھوکہ دیا گیا ہے اس لئے وہ اس نکاح سے ناراض ہے اور بالغ ہوتے ہی وہ اپنا نکاح فسخ کرنے پر آمادہ ہے۔ از روئے شریعت کیا حکم ہے؟

۴...... لڑکی صغیرہ اپنے شوہر سے کس طرح علیحدہ ہو سکتی ہے جب کہ وہ ایسے شخص کو اپنا شوہر پسند نہ کرتی ہو جس کے ساتھ اس کا نکاح ہوا ہے اور وہ متنفر ہے؟ مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ نابالغہ کا نکاح اس کے باپ نے کیا ہے تو شرعاً وہ صحیح ہو گیا، ماں کی عدم رضا کچھ معتبر نہیں(۱)۔

---

(۱) "وحاصله أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب والجد، فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به". (ردالمحتار: ۳/ ۷۰، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۲۱۱، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه) ...... =

اور کوڑھ کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لڑکی کو فسخِ نکاح کا بھی حق حاصل نہیں، البتہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیارِ تفریق حاصل ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا جائے اور شوہر کے مرضِ مذکور کو ثابت کیا جائے، اس پر حاکم تحقیق کرے گا کہ یہ مرض قدیمی اور اصلی ہے کہ جس سے صحت دشوار ہے یا حادث اور عارض ہے کہ جس سے علاج کے بعد صحت دشوار نہیں۔ پہلی صورت میں تو حاکم فوراً تفریق کردے اور دوسری صورت میں شوہر کو علاج کے لئے مہلت دے اور اس دوران میں زوجہ کی طرف سے جماع یا دواعی جماع میں شوہر کے ساتھ رہنے کی اجازت اور رغبت بھی نہ پائی جائے۔ سال بھر علاج کرکے اگر تندرست ہوگیا تو خیر، ورنہ عورت کے مطالبہ پر تفریق کردے:

"وإذا كان بالزوج جنونٌ أو برص أو جذام، فلا خيار لها، كذا في الكافي. قال محمد رحمه الله تعالى: إن كان الجنون حادثاً يؤجّل سَنةً كالعنة، ثم تخيّر المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ. وإن كان مطبقاً، فهو كالجب، وبه نأخذ، كذا في الحاوي القدسي". الفتاوى العالمكيرية: ۲/۵۴۲(۱)۔

"قال محمد رحمه الله تعالى: إن كان بالزوج عيبٌ لا يمكنه الوصول إلى زوجته، فالمرأة مخيرة بعد ذلك، ينظر: إن كان العيب كالجنون الحادث والبرص ونحوهما، فهو والعنة سواء، فينظر حولاً. وإن كان الجنون مطبقاً، أو به برص ولا يرجىٰ ببرئه، فهو والجبّ سواء، وهي بالخيار: إن شاءت رضيت بالمقام معه، وإن شاءت رفعت الأمر إلى الحاكم حتى يفرّق بينهما، اه"(۲).

= (وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۵۰۵، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۲۶، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۵۰۱، باب العنين وغيره، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۴۱۳، كتاب النكاح، باب العنين، فصل في الخيارات التي تتعلق بالنكاح، رشيديه)

(۲) (الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة، حكم زوجه مجنون، ص: ۵۱) (لم نجد مرجع هذه العبارة)

اگر کسی جگہ حاکم مسلم بااختیار نہ ہو، یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند دین دار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ کام کرسکتی ہے، جماعت میں ایک کم از کم معاملہ فہم عالم ہونا ضروری ہے اور رسالہ ''حیلۂ ناجزہ'' کو بھی آخر تک ضرور بغور دیکھ لیا جاوے، اس میں جو شرائط زوجۂ مجنون کے متعلق لکھی ہیں وہ زوجۂ مذکور کے لئے بھی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر ہیں، وہ رسالہ سہارنپور کتب خانہ یحیوی سے ملتا ہے۔ فقط والسلام۔

العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ ۵/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۶/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

شوہر کو جذام ہو تو خلاصی کی کیا صورت ہے؟

سوال [۶۴۶۵]: ایک مرد کو سات سال سے جذام کا مرض لگا ہے، تو کیا عورت اس سے چھوٹ سکتی ہے یا نہیں؟ وہ اس کے ساتھ ناجائز کام کرتا ہے، لیکن وہ عورت بے بس ہے، اس کے پاس اتنا خرچہ نہیں کہ وہ اس سے چھوٹ کر اپنا خرچہ پورا کرسکے اور اپنی جان آزاد کرائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس مرض کی وجہ سے عورت کو ساتھ رہنا دشوار ہے اور وہ برداشت نہیں کرسکتی، یا شوہر اس کے ساتھ ایسی حرکت کرتا ہے جو شرعاً حرام ہے تو کسی طرح خوشامد کرکے شوہر سے طلاق حاصل کرلے، چاہے مہر ہی کے بدلہ میں ہو یعنی بیوی مہر معاف کردے اور اس کے بدلہ میں شوہر طلاق دیدے (۱)، اس کے بعد عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو مسلمان حاکم سے فیصلہ کرالے، مسلمان حاکم معتبر اہل علم

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

قال العلامة المرغيناني: "وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به". (الهداية: ۲/ ۴۰۴، باب الخلع، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار: ۳/ ۴۴۱، باب الخلع، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۸۸، الباب الثامن في الخلع، رشيديه)

کوسب حالات بتا کرفتویٰ لےاوراس فتوے کےمطابق فیصلہ کردے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودعفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۲۸/ ۵/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح :بندہ نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۲۸/ ۵/ ۸۸ھ۔

زوجۂ مفلوج

سوال[۶۴۶۶]: زیدنے اپنی لڑکی کا نکاح نابالغی کی حالت میں کیا،لڑکی بعدنکاح رسمی طور پرایک عورت کے ساتھ اپنے شوہر کے یہاں گئی،ایک روز رہ کر دوسرے روزاپنے باپ کے گھر واپس آگئی،اس کے بعد بالغ ہونے تک شوہر کے یہاں نہیں گئی۔اسی درمیان میں لڑکے کو فالج کا مرض لاحق ہوگیا،اورمرض نے لڑکےکوعورت کے قابل نہ رکھا،لہٰذا لڑکی کے والدین نے لڑکے کواس مجبوری کے تحت طلاق دینے کوکہا،لیکن لڑکے کے والدین نے طلاق دینے سے منع کیا،اب ایسی کوئی صورت نظرنہیں آئی کہ لڑکا طلاق دے گا۔اس صورت میں لڑکی کے چھٹکارہ کی ازروئے مسئلہ کیاصورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اخلاق کا تقاضا تو یہی ہے کہ لڑکی مصیبت اور بیماری کی حالت میں شوہر کی خدمت کرے،اس کوراحت پہونچائے،لیکن پھربھی وہ الگ ہونا ہی چاہتی ہےتو شرعاً اس کوحقِ فسخ پہونچتاہے۔اچھا تو یہ ہے کہ مہراورنفقہ کو معاف کرکےاس کے بدلے میں طلاق لے(۱)اگرچہ یہ روپیہ لیناشوہرکےحق میں درست نہیں ہوگا۔اگرکسی

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به، تلك حدود الله فلا تعتدوها، ومن يتعد حدود الله، فأولئك هم الظّٰلمون﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"عن ابن عباس رضي الله عنهما إن امرأة ثابت بن قيس أتت النبي صلی الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! ثابت بن قيس ما أعتب عليه في خلق ولا دين ولكني أكره الكفر في الإسلام، فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "أتردين عليه حديقته"؟ قالت: نعم، قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "اقبل الحديقة وطلقها تطليقةً". (صحيح البخاري: ۲/ ۷۹۴، كتاب الطلاق، باب الخلع وكيف الطلاق. قديمي)

(وسنن النسائي: ۲/ ۱۰۷، كتاب الطلاق، باب ما جاء في الخلع، قديمي)

وجہ سے وہ اس پر بھی راضی نہیں، یا تم میں اتنی طاقت نہیں کہ روپیہ دے سکو تو خلاصی کی صورت یہ ہے کہ اگر اس نے نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی جماع نہیں کیا، یا عورت نے یہ نہ کہا ہو کہ میرا شوہر جیسا بھی ہو میں تو اس کے ساتھ زندگی گذاروں گی تو اس وقت اس کو حقِ فسخ حاصل ہوگا، اور اس کی صورت یہ ہے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ میرا شوہر بیمار فالج زدہ ہے اور وہ جماع پر قادر نہیں، اور اس صورت میں میں اس کے ساتھ زندگی گذارنا نہیں چاہتی۔

حاکم شوہر کو حاضر عدالت کرکے دریافت کرے، اگر شوہر اس بیان کی تصدیق اور اقرار کرے تو حاکم شوہر کو مزید ایک سال کی مدت علاج کے لئے دے گا، اگر اس مدت میں شوہر علاج کے بعد ٹھیک ہو گیا اور ایک دفعہ بھی جماع کر لیا تو عورت کا حق فسخ ختم ہو گیا، لیکن اگر وہ اچھا نہ ہوا یا جماع نہ کر سکا تو عورت پھر سے دعویٰ دائر کرے اور کہے کہ یہ ابھی تک اچھا نہیں ہوا اور جماع بھی نہیں کر سکا، لہٰذا تفریق کر دی جائے۔ حاکم شوہر کو حاضر عدالت کرکے دریافت کرے اگر وہ قبول کرے تو حاکم اس کو کہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اگر وہ طلاق دیدے تو ٹھیک ورنہ حاکم خود تفریق کر دے، اس کے بعد عورت عدت تین حیض گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

اگر کسی جگہ حاکم مسلم بااختیار نہ ہو تو مسلم جماعت (پنچایت) جو معزز دینداروں کی ہو، نیز اس میں کم سے کم ایک دیندار معاملہ فہم عالم دین بھی ہو، یہ پوری تفصیل کے مطابق کام کر سکتی ہے(۱)، نیز اس کے لئے

---

(۱) "إذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي، وادّعت أنه عنين وطلبت الفرقة، فإن القاضي يسأله: هل وصل إليها أو لم يصل؟ فإن أقرّ أنه لم يصل، أجّله سنةً، سواء كانت المرأة بكراً أم ثيباً. وإن أنكر وادعى الوصول إليها، فإن كانت المرأة ثيباً، فالقول قوله مع يمينه أنه وصل إليها، فإن حلف بطل حقها، وإن نكل يؤجّل سنةً. وإن قالت: أنا بكر نظر إليها النساء، وامرأةٌ تجزئ والاثنتان أحوط وأوثق، فإن قلن: إنها ثيبٌ، فالقول قول الزوج مع يمينه، فإن حلف لاحق لها، وإن نكل يؤجله سنةً. وإن قلن: هي بكر، فالقول قولها من غير يمين .... إن علمت المرأة وقت النكاح أنه عنين لا يصل إلى النساء، لا يكون لها حق الخصومة. وإن لم تعلم وقت النكاح وعلمت بعد ذلك، كان لها حق الخصومة، ولا يبطل حقها بترك الخصومة" (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۲، ۵۲۴، الباب الثاني عشر في العنين، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۴۹۲، ۵۰۰، باب العنين وغيره، سعيد) .... =

''الحیلۃ الناجزۃ'' کا مطالعہ کرنا بھی مفید ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد اسماعیل سورتی، متعلم دارالافتاء دارالعلوم دیو بند، ۲۱/۴/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۲/۴/۸۶ھ۔

= (وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۲۴۰، ۲۴۳، باب العنين، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) قال الشيخ التهانوی: ''زوجۂ عنین کو اپنے شوہر سے علیحدگی کا اختیار چند شرائط کے ساتھ ہوسکتا ہے: پہلی شرط یہ ہے کہ نکاح سے پیشتر عورت کو اس شخص کے عنین ہونے کا علم نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے، اس وقت سے عورت نے اس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گزرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ یہ مہلت وغیرہ دینا یہ تمام امور قضائے قاضی کے محتاج ہیں، بدون حکم قاضی کے از خود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں''۔ (حیلۂ ناجزہ، ص: ۴۷، ۴۹، حکم زوجۂ عنین، دارالاشاعت کراچی)

باب الشہود فی الطلاق

(طلاق میں گواہی کا بیان)

کیا طلاق کے لئے گواہی ضروری ہے؟

سوال[۶۴۶۷]: طلاق کے ثبوت کے لئے گواہ ہونا چاہئیں، نیز گواہ عادل ہونا شرط ہے یا نہیں؟

عبدالغفور مظاہری، آسام سلہٹ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قضاءً ثبوت کے لئے دو عادل گواہ شرط ہیں(۱) اور دیانۃً ثبوت کے لئے ایک عادل گواہ بلکہ خود عورت کا سننا بھی کافی ہے۔ اور عورت کو جب کہ خود سنے یا ایک عادل گواہ اس کے سامنے بیان کرے وہ خود قاضی کے حکم میں ہے:

"والمرأة كالقاضي لا يحل أن تمكنه، إذا سمعت منه ذلك، أو شهد له شاهد عادل عندها، اهـ". عالمگیری(۲)۔

---

(۱) "و نصابها (أى الشهادة) لغيرها من الحقوق، سواء كان الحق مالاً أو غيره، كنكاح، و طلاق، و وكالة، و وصية .... رجلان، أو رجل وامرأتان". (الدرالمختار: ۴۶۵/۵، كتاب الشهادات، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲۶۱/۳، كتاب الشهادات، المكتبة الغفاريه)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۴/۱، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۲۵۱/۳، كتاب الطلاق، مطلب في قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانةً إلى النية، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۴۸/۳، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۴۱/۴، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

اس کو اپنے نفس پر قدرت دینا جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۶۴/۲/۱۳ھ۔

طلاق کے بعد شوہر منکر ہوگیا

سوال[۶۴۶۸]: ایک شخص نامی امیر قلم چائے اپنی رفیقۂ حیات مسماۃ فاطمہ کو کہتا ہے کہ "میں نے تین طلاق پر تجھ کو چھوڑا" پھر ایک کنکر پھینک کر کہا: "چھوڑی" اور دوسرا پھینک کر کہا "چھوڑی" پھر کہتا ہوا چھوڑی، چلا گیا"۔ جب کسی عالم نے دریافت شروع کی تو اس پر امیر قلم نے انکار کردیا، اس پر غلام فاطمہ نے ثبوت پیش کیا کہ ایک عورت مسماۃ مہر خاتون نے بیان دیا کہ بیوی بصورتِ ناراضگی والدین کے گھر میں آئی ہوئی تھی، اس سے اس کے راضی کرنے کی خاطر والدین کے پاس آیا کہ میری بیوی کو میرے ہمراہ روانہ کردو، غلام فاطمہ نے بھائی جہانگیر سے کہا کہ یہ تمہارے ساتھ نہیں جائے گی، اس پر امیر قلم نے اسی حالت میں دومرتبہ کہا کہ "جو چاہے ہو، رہا کردیا ہوں"۔

اس پر جہانگیر خان نے کہا: جو تمہارا جی چاہے کرو، اس پر امیر قلم نے اپنی منکوحہ کو مخاطب کر کے کہا: "تین طلاق پر میں نے تجھ کو چھوڑا" پھر ایک کنکر پھینک کر کہا "چھوڑی"، دوسرا پھینک کر کہا "چھوڑی" پھر کہتا ہوا "چھوڑی" چلا گیا"۔

دوسرا گواہ: غلام فاطمہ مذکورہ کی والدہ نے بھی بعینہ یہی شہادت بیان کی، تیسرا: غلام فاطمہ مذکورہ کے والد نے بھی بعینہ یہی شہادۃ بیان کی، چوتھا: گواہ غلام فاطمہ کا بھائی جہانگیر اس نے بھی بعینہ وہی شہادت دی۔ اب یہ فرمایئے کہ اس صورت میں والدین کی گواہی اولاد کے حق میں-باوجود حق اللہ ہونے کے تحریر فرمایئے-منظور ہے یا نہیں؟ دوسرا عندالاحناف ایک مشت تین طلاق دینے سے طلاقِ مغلظہ واقع ہوئی یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر مسماۃ غلام فاطمہ کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا ہے اور اس نے خود تین طلاق کو سنا ہے تو شرعاً اس کے

لئے جائز نہیں کہ اپنے اوپر امیر قلم کو قابو دے بلکہ جس طرح بھی ممکن ہو اس سے علیحدگی اختیار کرے اور ہرگز اپنے اوپر قابو نہ دے، کذا فی رد المحتار (۱)۔ بھائی کی گواہی شرعاً قابلِ قبول ہے، کذا فی العالمگیریۃ (۲)۔

اجنبیہ عورت کی گواہی شرعاً معتبر ہوتی ہے، لہٰذا اگر مسماۃ کا بھائی اور مسماۃ مہر خاتون دونوں ثقہ اور عادل ہیں تو ان کی گواہی معتبر ہے مگر یہ نصابِ شہادت نہیں (۳)۔ والدین کی گواہی قابلِ قبول نہیں جس طرح کہ اولاد کی گواہی قابلِ قبول نہیں (۴)، مگر مسئلۂ طلاق میں دو قول ہیں اور ہر دو کی تصحیح کی گئی ہے:

"رجل شهد عليه بنوه أنه طلق أمهم ثلاثاً و هو يجحد، فإن كانت الأم تدعي فالشهادة باطلة، وإن كانت تجحد فالشهادة جائزة، الخ. وهذه من مسائل جامع الكبير، الخ. وفي المحيط البرهاني معزياً إلى فتاوى شمس الإسلام الأوزجندي: أن الأم إذا ادعت الطلاق، تُقبل

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۳۶۹، باب التعليق، مطلب فيما لو ادّعى الاستثناء وأنكرته الزوجة، سعيد)

"والمرأة كالقاضي لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك أو شهد به شاهد عدلٌ عندها".

(الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۴، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۴۸، باب الطلاق، رشيديه)

(۲) "وتجوز شهادة الأخ لأخته، كذا في محيط السرخسي، وشهادة الأخ لأخيه و أولاده جائزة".

(الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/۴۷۰، الفصل الثالث فيمن لا تقبل شهاته، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱۰/۱۹۵، الفصل الثالث في بيان من تقبل شهادته، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۳) "أقل ما يجوز في حقوق الناس فيما بينهم من الطلاق والعتاق .... شهادة رجلين أورجل وامرأتين". (المحيط البرهاني: ۱۰/۱۷۲، الفصل الثاني في أقسام الشهادة الخ، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۵/۱۵۱، كتاب الشهادة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳/۴۵۱، كتاب الشهادات، الباب الأول الخ، رشيديه)

(۴) "والولد لأبويه وجدّيه و عكسه وأحد الزوجين للآخر، لقوله عليه السلام: "لاتقبل شهادة الولد لوالده، ولا الوالد لولده، ولا المرأة لزوجها". (تبيين الحقائق: ۵/۱۷۳، كتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۶۹، الفصل الثالث فيمن لا تقبل شهاته، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱۰/۱۹۵، الفصل الثالث في بيان من تقبل شهادته، مكتبه غفاريه كوئٹه)

شهادتهما، قال: وهوالأصح؛ لأن دعواها لغو، قال مولانا: وعندى أن ما ذكره في الجامع أصح، اهـ". بحر: ۸۱/۷ مختصراً(۱)۔

لہٰذا احوط یہ ہے کہ جب تک امیر قلم خود طلاق کا اقرار نہ کرے یا کوئی اور گواہ شرعی میسر نہ آئے تو مسماۃ غلام فاطمہ دوسری جگہ نکاح نہ کرے اور اپنے اوپر امیر قلم کو جماع وغیرہ کی قدرت نہ دے۔ عندالاحناف تین طلاقیں واقع ہونے میں کوئی شبہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

شوہر کا طلاق کے بعد انکار اور گواہ کا گواہی سے انکار

سوال [۶۴۲۹]: کسومہ کا نکاح محمد ابراہیم کے ساتھ ہوا، چندروز کے بعد محمد ابراہیم کسومہ کو تکلیف دینے لگا، کسومہ اپنے میکہ چلی آئی، دوتین سال تک کسی طرح گزر گیا۔ پھر کسومہ کی والدہ نے محمد ابراہیم سے کہا کہ تم طلاق دے دو، اور اپنا زیور لے لو، محمد ابراہیم نے کہا ٹھیک ہے، زیور دیدو، نہیں تو طلاق دیدوں گا، چنانچہ زیور اس کو دیدیا اور اس نے طلاق دیدی۔ جس کے گواہ محمد یونس اور بدھو ہیں اور دو ہندو بھی موجود تھے۔ مگر اب محمد ابراہیم انکار کرتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی۔

لہٰذا دریافت کرتا ہوں کہ محمد یونس کی حلفیہ گواہی سے طلاق ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور ہندو کی گواہی اس معاملہ میں معتبر ہے یا نہیں؟ کیونکہ دوسرا گواہ بدھو بدل گیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں گواہی نہیں دوں گا۔ ایسی صورت میں کسومہ دوسرا عقد کرسکتی ہے یا نہیں؟ نیز کسومہ کی والدہ کی گواہی اس موقع پر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

---

(۱) (البحر الرائق: ۱۳۶/۷، ۱۳۷، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل، رشيديه)

(۲) "وطلاق البدعة أن يطلقها ثلثاً بكلمة واحدة، أو ثلاثاً في طهر واحد، فإذا فعل ذلك، وقع الطلاق، وكان عاصياً". (الهداية، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة: ۳۵۵/۲، شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول في تفسيره وركنه وشرطه وحكمه ووصفه وتقسيمه الخ: ۳۴۹/۱، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان بهامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق: ۴۵۵/۱، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسومہ کی طرف سے شرعی پنچایت میں طلاق کا مقدمہ پیش ہے اور گواہ صرف محمد یونس باقی رہ گیا ہے بدھو گواہی نہیں دیتا، تو کسومہ کا دعویٰ ایک گواہ کی گواہی سے ثابت مان کر پنچایت اس کے حق میں فیصلہ نہیں کرے گی (۱)، ایک گواہ کو قسم دے کر دو گواہ کے قائم مقام نہیں بنایا جائے گا (۲)۔ ہندو کی گواہی اور کسومہ کی والدہ کی گواہی اس صورت میں مفید نہیں، لہذا اگر محمد ابراہیم قسم کھا کر طلاق کا انکار کرے گا تو اس کا انکار معتبر مانا جائے گا، لیکن اگر بدھو کے سامنے طلاق دی گئی ہے تو اس کا گواہی سے انکار کرنا کتمانِ شہادت اور بڑا گناہ ہے ﴿ولا تکتموا الشهادة، و من یکتمها فإنه آثم قلبه﴾ الآیة (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۵/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۵/ ۹۲ھ۔

بیوی نے طلاق کو سنا، شوہر منکر ہے

سوال [۶۴۷۰]: زید اپنی زوجہ کو تنگ کرتا تھا، اس کا باپ اپنے گھر لانے کے لئے لے گیا اور زید پر اپنا ارادہ ظاہر کیا تو زید نے کہا کہ ”تم اس وقت اگر لے جاؤ گے تو میں آزاد کردوں گا“ یہ سننے کے بعد زوجہ کے

---

(۱) ”(و) نصابها (لغیرها من الحقوق، سواء کان) الحق (مالاً أو غیره کنکاح وطلاق ووکالة ووصیة واستهلال صبی) ولو (للإرث رجلان) .... (أو رجل وامرأتان)“. (الدر المختار: ۵/ ۴۶۵، کتاب الشهادات، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳/ ۴۵۱، کتاب الشهادات، الباب الأول فی تعریفها الخ، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۷/ ۱۰۳، کتاب الشهادات، رشیدیه)

(۲) ”لایمین علی الشاهد؛ لأنه عند ظهور عدالته والکلام عند خفائها خصوصاً فی زماننا أن الشاهد مجهول الحال“. (البحر الرائق: ۷/ ۱۰۷، کتاب الشهادات، رشیدیه)

وقال أبوحنیفة رحمه الله تعالیٰ: لا یجوز الحکم بالشاهد والیمین، بل لابد من شاهدین وخلافهم فی الأموال. فأما إذا کان الدعوی فی غیر الأموال، فلا یقبل شاهد ویمین بالاتفاق“. (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح: ۷/ ۳۳۱، باب الأقضیة والشهادات، الفصل الأول، رشیدیه)

(۳) (سورة البقرة: ۲۸۳)

باپ نے کہا پسر سے کہ: ان کا جھگڑا چلتا رہے گا۔ یہ سن کر زید نے کہا تین مرتبہ کہ ”میں طلاق دے چکا ہوں“۔ زوجہ کا باپ لڑکی کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ زید طلاق سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ اس نے صرف یہ کہا تھا کہ ”اگر تم لے گئے تو میں طلاق دے دوں گا“۔ شہادت جانبین کی موجود ہے، زوجہ اپنے باپ کے بیان کی تائید کرتی ہے اور الفاظِ مذکورہ سابقہ کا خود سننا ظاہر کرتی ہے۔ صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور نکاح کی تجدید کس طرح ممکن ہے؟

رفیق احمد کاندھلہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب عورت نے ۳/ مرتبہ طلاق دینا خود اپنے کان سے سنا ہے تو پھر اس کے لئے زید کو اپنے اوپر قدرت دینا جائز نہیں جو جائز صورت بھی عورت کے قبضہ میں زید سے بچنے کی ہو اختیار کی جاوے:

"المرأة كالقاضي لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك، أو شهد به شاهد عدل عندها". عالمگیری: ۳۶۹/۲(۱)۔

اگر دو عادل گواہ عورت کے پاس موجود ہیں تو مغلظہ ہو چکی، اب بلا حلالہ تجدید نکاح کافی نہیں، بلکہ اگر حلالہ ہو جائے تو شرعاً نکاحِ جدید درست ہو سکتا ہے:

لقوله تعالى: ﴿فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ هداية، ص: ۳۷۹(۲)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، ۲۹/صفر/۵۳ھ۔

گواہانِ عفت ومعصیت میں تقابل

سوال[۶۴۷۱]: بعض گواہ کہتے ہیں کہ تعلقاتِ ازدواجی شوہر کے انتقال تک باقی رہے، یہ گواہ

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ۳۵۴/۱، رشيديه)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها. والأصل فيه قوله تعالى: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ والمراد الطلقة الثالثة". (الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳۹۹/۲، شركة علميه)

زوجین کی عفت کی گواہی دے رہے ہیں۔ گواہانِ طلاق عورت ومرد کو امور ناجائز وحرام کا مرتکب بتلا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں گواہانِ عفت کا قول معتبر ہے یا گواہانِ طلاق کا، اور اس مدعی کا جو اپنے مردہ بھائی کو مرنے کے بعد حرام کار اور فاسق کہہ رہا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں گواہانِ عفت کے قول کو معتبر کہا جائے گا: "شهدا على أنه مات و هي امرأته، واخران أنه طلقها، فالأولى أولى". أشباه، ص: ۳٤۸(۱)، اور گواہانِ معصیت کا بیان گواہانِ عفت کے مقابلہ میں قابلِ ترجیح نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۶/۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۸/محرم/۵۴ھ۔

اقرارِ زوج کے بعد گواہوں کی ضرورت نہیں

سوال[۶۴۷۲]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیا، یہ سن کر گاؤں کے پانچ آدمی وہاں گئے اور شوہر سے پوچھا کہ تم اپنی بیوی کو رکھو گے یا چھوڑ دو گے، اگر تم کو بیوی رکھنا ہے تو ایک عالم سے فیصلہ لینا پڑے گا۔ اس وقت شوہر نے کہا کہ اگر حلالہ کی ضرورت پڑے تو نہیں لوں گا، مہر کی بابت روپیہ یا ایک بیگہ زمین دے کر رخصت کردوں گا۔ اس کے بعد عالم صاحب نے فیصلہ کے لئے مجلس منعقد کی اور شوہر سے دریافت کیا گیا تو اس نے اپنے خیالات اس طرح ظاہر کئے کہ میرا اپنی بیوی سے کبھی کبھی جھگڑا ہوتا رہتا ہے، آج میں نے غصہ میں بے قابو ہوکر اپنی بیوی کو کہہ دیا: "جا تجھے گھر میں نہیں رکھوں گا، طلاق، طلاق، تین طلاق دیا"۔

یہ بات شوہر نے تین آدمیوں کے سامنے کہی اور دیگر حضرات بھی وہاں پر موجود تھے جنہوں نے اس بات پر شہادت دی کہ واقعی شوہر نے طلاق دی۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کی بیوی پر طلاق ہوگی یا نہیں؟ جب کہ طلاق نامہ میں بھی شوہر نے تین طلاق لکھا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ شوہر کا بیان خود تین طلاق کا ہے جس میں کوئی شرط نہیں کی گئی، گواہ کی ضرورت نہیں، طلاقِ

(۱) (الأشباه والنظائر، ص: ۲۳۳، كتاب القضاء والشهادات والدعاوى. قديمي)

مغلظہ واقع ہوگئی (۱)، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۹/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۹/ ۸۸ھ۔

اقرارِ طلاق کے بعد گواہ کی ضرورت نہیں

سوال [۶۴۷۳]: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو کسی وقت یہ کہہ دیا کہ ''تجھ کو طلاق ہے، تُو اپنے باپ کے یہاں چلی جا''۔ ہندہ اپنے باپ کے پاس چلی گئی، لیکن اس کے طلاق دینے کا کوئی معتبر اور ثقہ شہادت نہیں ہے۔ اس میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ ہندہ کو اپنے باپ کے یہاں ایک مدت گزر گئی، زید اس کو نہیں لاتا ہے، نہ لانے کی وجہ سے ہندہ کے ورثاء نے زید کو ایک مجلس میں جس میں قریب قریب دوسو آدمی تھے مارنے کے لئے دھمکی دی، زید نے اس مجلس میں لوگوں کے سامنے یہ کہہ دیا کہ میں نے اس کو بہت دن ہوئے چھوڑ دیا۔ اب اس میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

اس کے کہنے کے بعد بہت دن گزر گئے جب ہندہ کا نکاح ہونے کو ہوا تو لوگوں نے کہا: طلاق رجسٹری کرکے دیدو، پھر زید نے قاضی کے پاس جاکر طلاق نامہ رجسٹری کرکے دیا، اب رجسٹری شدہ طلاق کے تین روز کے بعد ہندہ کا نکاح ہوا۔ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ کونسی طلاق معتبر مانی جائے گی؟ تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر تجدید نکاح کی ضرورت ہے تو عدت میں جو نکاح ہوا گناہ کس کو لازم ہوگا اس کے ازالہ کی کیا صورت شریعت نے مقرر کی ہے؟ معتبر کتب حنفیہ مع حوالہ جواب تحریر فرمائیں۔

---

(۱) ''رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنیت بالأولی الطلاق وبالثانیة والثالثة إفهامها، صدق دیانةً، وفي القضاء طلقت ثلاثاً''. (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الثاني في إیقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصریح: ۱/ ۳۵۶، رشیدیه)

(۲) ''وإن کان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتین في الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، ویدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها''. (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۱/ ۴۷۳، رشیدیه)

(وکذا في الهدایة، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة: ۲/ ۳۹۹، شرکة علمیة ملتان)

(وکذا في ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/ ۴۰۱، ۴۱۱، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلياً:

جب زید نے اپنی بی بی ہندہ کوخطاب کر کے طلاق دیدی اور زید اس کا اقرار کرتا ہے تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی (۱)، کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ پھر جب مجلس میں بہت سے آدمیوں کے سامنے کہا کہ "میں اس کو بہت دن ہوئے چھوڑ دیا" تو پھر وہ سب مجلس کے لوگ گواہ بھی ہوگئے۔ اگر اول مرتبہ طلاق دینے کے بعد عدت (تین حیض) گزر چکی ہے اور اس کے بعد طلاق نامہ رجسٹری کرایا ہے تو اس سے کوئی نئی طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ یہ پہلی ہی طلاق کی رجسٹری ہوئی (۲)، لہٰذا اس سے کوئی نئی عدت واجب نہیں ہوگی اور اس سے تین روز بعد جو ہندہ نے نکاح ثانی کیا ہے وہ شرعاً درست ہوگیا:

"الطلاق الصريح وهو كأنت طالق و مطلقة وطلقتك، وتقع واحدة رجعية وإن نوى الأكثر أو الإبانة أو لم ينو شيئاً، كذا في الكنز. ولو قال لها: أنت طالق و نوى به الطلاق عن وثاق، لم يُصدّق قضاءً، و يُدَيّن فيما بينه و بين الله تعالى. والمرأة كالقاضي لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك أو شهد به شاهد عدل عندها، اهـ". عالمگیری: ۱/۳۵٤(۳)۔

"إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق و هي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، اهـ". فتاوى عالمگيرى: ۱/۵۲٦(٤)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ذی قعدہ/ ٦٠ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ذی قعدہ/ ٦٠ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۴/ ذی قعدہ/ ٦٠ھ۔

---

(۱) (راجع رقم الحاشية: ۳)

(۲) "الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة". (الدرالمختار). "(قوله: بشرط العدة) هذا الشرط لا بد منه في جميع صور اللحاق، فالأولى تأخيره عنها". (ردالمحتار: ۳/۳۰٦، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۰٦، فصل في الكنايات، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۸۳، ۸۴، باب الكنايات، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۴، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۲٦۰، فصل فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۹، ۴۱، باب الطلاق، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۴) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۲٦، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه) .... =

اقرارِ زوج کے بعد گواہوں کی ضرورت

نوٹ [۶۴۷۴]: سائل نے ایک سوال طلاق کے متعلق کئی جوابات مختلف جگہ سے حاصل کئے اب ان سے پریشان ہو رہا ہے، اس مسئلہ کو ملاحظہ فرما کر حضرت مفتی محمود صاحب نے مندرجہ ذیل جواب لکھا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال کی عبارت پر جواب لکھا جاتا ہے، اگر مختلف سوالات لکھ کر ایک جگہ سے یا متعدد مقامات سے جواب منگایا جائے تو جواب بھی مختلف ہوں گے۔ مسئلہ طلاق میں گواہی کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے کہ شوہر کو انکار ہو، اقرارِ شوہر کے وقت گواہی کی ضرورت ہی نہیں جیسی طلاق کا اقرار کریگا ویسی ہی طلاق کا حکم دیا جائے گا (۱)۔ تین طلاق کے اقرار پر طلاقِ مغلظہ کا حکم ہوگا خواہ گواہ موجود ہوں یا نہ ہوں، گواہی شوہر کے اقرار کے موافق دیں یا خلاف۔ اتنی بات سے آپ کا جواب ہوگیا، اب کسی اَور تحقیق کی ضرورت نہیں رہی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۷/ ۸۷ھ۔

طلاق میں بیٹوں کی شہادت

الاستفتاء [۶۴۷۵]: ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑا کر کے غصہ ہو کر کہا کہ ''طلاق دیدوں گا'' لیکن نہیں دی۔ عورت نے بیان کیا ہے کہ میرے شوہر نے میرا نام لے کر لفظِ طلاق سے تین بار تین

= (وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۲۶۸، باب العدة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۴/ ۵۳، الفصل الثامن والعشرون في العدة، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "أن من أقر بطلاق سابق، يكون ذلك إيقاعاً في الحال: لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالك للإيقاع غير مالك للاستناد". (المبسوط للسرخسي: ۴/ ۱۰۹، باب الطلاق، حبيبيه، كوئٹه)

"لو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً، وقع قضاءً لا ديانةً". (رد المحتار: ۳/ ۲۳۶، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، سعيد)

طلاق صاف دیدیا ہے اور اپنے دولڑکے عاقل بالغ عادل موجود ہیں، گواہ ہیں۔ دونوں نے شہادت دی کہ میرے باپ نے میری ماں کو نام لے کر لفظِ طلاق سے تین بار طلاق دیا ہے، ہم نے خود سنا ہے، مگر تعداد معلوم نہیں۔ اور یہ بھی کہا باپ کو اگر طلاق دینا ہوتو اچھی طرح دو، جواب میں کہا کہ مجھے جیسے معلوم ہے ویسے دیا ہے۔ اب علمائے کرام سے التماس ہے کہ اس عورت پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر پڑی تو کونسی طلاق اور عندالشرع کیا حکم ہے؟ نیز شخص مذکور نے غصہ کی حالت میں عورت مذکورہ کو دوطلاق دیا تھا، چار پانچ سال گزر گئے۔ اس طلاق اور اس طلاق سے کچھ مناسبت ہے یا نہیں؟

التنقیح

چار پانچ سال ہوئے دوطلاق کیسی دی تھی بائنہ یا رجعی، اگر رجعی تھی تو عدت کے اندر رجعت کی یا نہیں، اگر رجعت نہیں کی، یا طلاقِ بائنہ دی تو تجدیدِ نکاح کی ہے یا نہیں، دونوں لڑکوں کے بیان میں پورے الفاظ طلاق دینے والے کے ذکر نہیں کئے گئے کہ صیغۂ ماضی (میں نے طلاق دی) یا صیغۂ مستقبل (میں طلاق دے دوں گا) سے طلاق دی ہے۔ لہذا ہر دو کے بیان میں اس کو صاف صاف لکھنا چاہئے۔ دوسرے لڑکے کے بیان میں ہے کہ یہ بھی کہا کہ طلاق دینا ہوتو اچھی طرح دیدو، اس کا کیا مطلب ہے، لڑکا کس طرح طلاق دلانا چاہتا ہے، صیغۂ ماضی سے یا صیغۂ مستقبل سے، یا کسی اور طرح، اور باپ کو کس طرح طلاق دینا معلوم تھا کہ جس طور پر طلاق دی ہے۔ امور بالا کو وضاحت سے تحریر کرنے پر اصل سوال کا جواب موقوف ہے۔

از دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۵/۶۰ھ۔

تکمیل سوال:

گذشتہ وہ دوطلاق بائنہ دی تھی اور تجدید نکاح کی ہے اور اس طلاق میں طالق کا قول ہے کہ ''طلاق دیدوں گا''، یعنی: صیغۂ مستقبل سے بیان کیا ہے اور مطلقہ کا قول ہے، صیغۂ ماضی پر یعنی ''میرے شوہر نے میرا نام لے کر زینب کو ایک طلاق، زینب کو دوطلاق اور زینب کو تین طلاق دی'' صیغۂ ماضی سے بیان کی۔ دونوں لڑکوں کا قول ہے ماضی پر، اول لڑکے کا بیان ہے کہ میرے باپ نے میری ماں زینب کو کئی مرتبہ طلاق دیا۔

جب زینب کو طلاق طلاق کی آواز کان میں آئی اور تعداد معلوم نہ ہوئی، تو اس لئے باپ سے کہا کہ طلاق دینا ہوتو ایسے دو کہ جیسے لوگ طلاق دیا کرتے ہیں، باپ نے جواب دیا کہ لوگ جیسے طلاق دیا کرتے ہیں

ایسے ہی میں نے دیا۔ خلاصہ یہ کہ طالق کہتا ہے کہ طلاق دیدونگا مستقبل صیغہ سے اور مطلقہ اور دونوں گواہ کہتے ہیں کہ طلاق دیا ماضی کے صیغہ سے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں عورت طلاق کا دعویٰ کرتی ہے اور شوہر منکر ہے، دولڑکے ماں کے موافق باپ کے خلاف شہادت دیتے ہیں، لہذا لڑکوں کی شہادت ماں کے موافق ہونے کی وجہ سے شرعاً قبول نہ ہوگی۔ اگر ماں طلاق کا دعوی نہ کرتی بلکہ انکار کرتی تو پھر لڑکوں کی شہادت قابلِ قبول ہوتی، کیونکہ اس صورت میں وہ باپ اور ماں ہردو کے خلاف تھے:

"رجل شهد عليه بنوه أنه طلق أمهم ثلاثاً، وهو يجحد، فإن كانت الأم تدعي فالشهادة باطلة، وإن كانت تجحد فالشهادة جائزة؛ لأنها إذا كانت تدعي فهم يشهدون لأمهم؛ لأنهم يصدقون لأم فيما تدعي، ويعيدون البضع إلى ملكها بعد ما خرج عن ملكها. وأما إذا كانت تجحد، فيشهدون على أمهم؛ لأنهم يكذبونها فيما تجحد، ويبطلون عليها ما استحقت من الحقوق على زوجها من القسم والنفقة، وما يحصل لها من منفعة عود بضعها إلى ملكها، فتلك منفعة مجحودة يشوبها مضرة، فلا تمنع قبول الشهادة، اهـ. وهذه من مسائل الجامع الكبير، الخ". بحر: ۸۸/۷(۱)۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ عورت کا دعوی طلاق کرنا اور نہ کرنا ہردو مساوی ہے، کیونکہ طلاق حقوق اللہ میں سے ہے، لہذا ہردو صورت میں لڑکوں کی شہادت قابلِ قبول ہونی چاہئے، اس بنا پر فتوی شمس الائمہ اوزجندی میں علی الاطلاق قبول شہادت کا حکم لگا کر: "وهو الأصح" کہا ہے، مگر صاحبِ بحر نے دعوی وعدمِ دعویٰ میں فرق کو ظاہر کرکے محیطِ برہانی سے جامع کبیر کے قول کی صحت نقل کی ہے:

---

(۱) (البحر الرائق: ۱۳۶/۷، کتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۸۲/۳، الفصل الثالث فيمن لا تقبل شهادته للتهمة أو لزوم التناقض أو لزوم نقض القضاء، رشيديه)

"و أورد عليه أن الشهادة بالطلاق شهادة بحق الله تعالى، فوجود دعوى الأم وعدمها سواء، ولعدم اشتراطها، وأجيب بأنه مع كونه حقاً لله تعالى، فهو حقها أيضاً، لم تشترط الدعوى للأول، واعتبرت إذا وجدت مانعة من القبول للثاني عملاً بها، اهـ. وفي المحيط البرهاني معزياً إلى فتاوى شمس الإسلام الأوزجندي: أن الأم إذا ادعت الطلاق، تقبل شهادتهما. قال: وهو الأصح؛ لأن دعواها لغو. قال مولانا: وعندي أن ما ذكره في الجامع أصح، اهـ". بحر: ۸۸/۷(۱)۔

اگر پہلے طلاق دومرتبہ واقع ہوچکی ہے تو صرف ایک مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہوجائے گی۔عورت نے چونکہ خود تین طلاق کو بصیغۂ ماضی سنا ہے اس لئے اس کو ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ بغیر حلالہ کے شوہر کو اپنے اوپر قابو دے۔ جو صورت بھی اس کے بچنے کی ممکن ہے اس کو اختیار کرے۔ ایسے مسائل میں عورت خود قاضی کا حکم رکھتی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۳۰/ ۶۰ھ، صحیح: عبداللطیف۔

گواہوں کے باوجود شوہر کا طلاق سے انکار

سوال[۶۴۴۷]: زینب کہتی ہے کہ خالد میرے خاوند نے مجھ کو طلاق دیدی، خالد انکار کرتا ہے، زینب کی تصدیق تین چار شخص کرتے ہیں۔ شرعاً کس کی تصدیق کی جائے گی؟

---

(۱) (البحر الرائق: ۱۳۶/۷، ۱۳۷، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل، رشيديه)

(۲) "والمرأة كالقاضي لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه، أو شهد به شاهد عدل عندها". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۴/۱، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۲۵۱/۳، باب الصريح، مطلب في قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانةً إلى النية، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۰۸/۳، باب الطلاق، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر زینب کے یہ گواہ عادل اور معتبر ہیں تو زینب کی تصدیق کی جاوے گی (۱) اور اگر معتبر اور عادل نہیں ہیں، ان کی گواہی زینب کے حق میں مقبول نہیں تو خاوند کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا (۲)۔ اگر زینب نے خود تین طلاق کا سنا ہے، یا اسے کم از کم ایک معتبر عادل شخص نے سنا ہے جس کو اس نے زینب سے بیان کیا ہے، تو پھر زینب کو جائز نہیں کہ خالد کو اپنے اوپر قابو دے بلکہ اس سے بچنے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کرے (۳)، لیکن دوسری جگہ نکاح جب درست ہوگا کہ خود خالد تین طلاق کا اقرار کرے، یا کم از کم دو عادل معتبر شخص تین طلاق کی شہادت دیں، یا حاکم مسلم باختیار طلاق یا تفریق کا حکم کردے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ ۷/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

---

(۱) "وإذا شهد شاهدان على رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً وجحد الزوج والمرأة ذلك، فرق بينهما؛ لأن الشهادة على الطلاق تقبل من غير دعوى". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۵۷۲، الشهادة والدعوى والخصومة في الطلاق، ادارة القرآن، كراچی)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار: ۳/ ۲۲۴، ۲۲۵، باب الرضاع، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳/ ۲۶۱، كتاب الشهادات، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) "ففي كل موضع يصدق الزوج على نفي النية إنما يصدق مع اليمين". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۳۲۵، باب الكنايات، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتح القدير: ۴/ ۷۳، باب طلاق غير المدخول بها، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) "والمرأة كالقاضي لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك، أو شهد به شاهد عدل عندها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۵۴، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۴۱، باب الطلاق، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في رد المحتار: ۳/ ۲۵۱، باب الصريح، مطلبٌ: الصريح نوعان: رجعي و بائن، سعيد)

(۴) "سمعت من زوجها أنه طلقها و لا تقدر على منعه من نفسها .... ترفع الأمر للقاضي. فإن حلف ولا بينة، فالإثم عليه .... وفيها: شهدا أنه طلقها ثلاثاً، لها التزوج بآخر للتحليل لو غائباً، قلت: يعنى =

طلاق کے گواہوں میں اختلاف

سوال[۶۴۷۷]: زید کا والد ہے، جس پر علمائے کرام کا فتویٰ طلاقِ مغلظہ کا ہو چکا ہے، اس کے بعد ہندہ کے والد چند اشخاص کے ساتھ زید کے گھر پہونچے، زید باہر جا چکا تھا۔ زید کے والد سے ہندہ کے والد نے رخصتی کے بارے میں کہا اور کہا کہ فتویٰ آ چکا ہے تو ہم ہندہ کو رکھیں گے، اس پر ہندہ کے والد نے کہا کہ فتویٰ آ گیا ہے، اب اس میں کوئی گنجائش کا موقع نہیں ہے۔ اس پر زید کا والد زید کے یہاں چند اشخاص کے ساتھ پہونچا، زید موجود تھا، زید سے جب دریافت کیا گیا تو زید نے کہا کہ ہم کو مطلق یاد نہیں ہے۔ ایک لڑکا عتیق کے کہنے پر کہ تم نے تین طلاق دیدیا ہے تو مولانا سے فتویٰ معلوم کیا گیا تو مولانا نے کہا کہ یہ طلاق مغلظہ ہوگئی تو ہم لوگوں نے کہا کہ رخصتی کردیں، رخصتی نہیں ہوئی، ہم لوگ واپس گئے۔

یہ زید کا بیان ہے کہ ہمارے والد کا بیان ہے کہ دو طلاق دیا ہے۔ اور گواہ محمد عتیق کا کہنا ہے کہ تین طلاقیں دیا ہے اور ہم کو کچھ یاد نہیں۔ اس پر علمائے کرام نے رجوع کرنے کا فتویٰ دیدیا، جب رجوع کرنے کا خبر ہندہ کو ہوئی تو ہندہ کے والد پہنچے اور محلے کے دو چار آدمیوں کے سامنے رجوع کرنے کو غلط قرار دیا اور زید کے والد نے کہا کہ دو طلاق دیا ہے، اس پر ایک گواہ بھی ہے۔ ہندہ کے والد رضامندی وغیرہ کے ساتھ ہندہ کو اپنے یہاں لے آئے اور ہندہ ابھی تک یہیں ہے۔ اب زید کے والد اور زید کا سخت تقاضا ہے کہ رخصتی کردیں۔ ہندہ کے والد پس و پیش کر رہے ہیں کہ کس فتویٰ پر عمل کیا جائے۔ براہ کرم آپ مطلع فرمادیں کہ اس بارے میں حکم شریعت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

طلاق مغلظہ پر اگر شرعی شہادت موجود نہیں، نہ شوہر کو اقرار ہے، نہ بیوی نے خود سنا ہے تو طلاق مغلظہ کا حکم نہیں کیا جائے گا، بلکہ اندرونِ عدت رجعت کا اختیار ہوگا (۱)، اگر عدت گزر چکی ہے تو طرفین کی رضامندی

= ديانةً، والصحيح عدم الجواز، قنية". (الدر المختار). "فإنه إذا حل لها التزوج بإخبار ثقة، فيحل لها التحليل هنا بالأولى .... فتصحيح عدم الجواز هنا مشكلٌ، إلا أن يحمل على القضاء وإن كان خلاف الظاهر، فتأمل". (رد المحتار: ۳/ ۴۲۰، ۴۲۱، باب الرجعة، مطلب: الإقدام على النكاح إقرار بمضي العدة، سعيد)

(۱) "إذا طلق الرجل امرأته رجعيةً أو تطلقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أولم ترض". =

سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہوگی، حلالہ کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ۔

جھوٹے گواہوں سے طلاق کا ثبوت

سوال [۶۴۷۸]: اگر کسی عورت کو اس کا شوہر طلاق نہ دے اور عورت جھوٹ موٹ، طلاق کے ہونے کا دعوی عدالت میں دائر کرے اور جھوٹے جھوٹے گواہان کو شہادت میں پیش کرے اور عدالت اس پر وقوع طلاق کا فیصلہ دیدے اور حقیقت یہ ہے کہ طلاق نہیں ہوئی ہے تو عدالت کے فیصلہ کے بعد اس عورت کا نکاحِ ثانی کرنا عند الشرع وعند اللہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور جب کہ عورت کو طلاق کے نہ ہونے کا قطع علم ہے تو عدالت کے اس فرضی فیصلہ کے بعد عورت اپنا نکاحِ ثانی کے بعد حقوقِ زوجیت ادا کرنے پر فعلِ حرام کی مرتکب ہوگی یا نہیں؟ مفصل جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہی ہے کہ قضاء ظاہراً وباطناً نافذ ہوتی ہے، جس کا تقاضہ یہی ہے کہ صورت مسئولہ میں نکاحِ ثانی بعد عدت شرعاً درست ہو اور حقوقِ زوجیت کو حرام قرار نہ دیا جائے (قاضی کا مسلم ہونا ضروری ہے پس عدالت غیر مسلم کا فیصلہ ایسے مسائل میں نافذ نہیں)۔ صاحبین کے نزدیک قضاء صرف ظاہراً نافذ ہوتی ہے، درمختار میں اسی قول پر فتویٰ نقل کیا ہے۔ شیخ ابن ہمام نے امام صاحب کے قول کو قوی کہا ہے اور

= (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴۷۰، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیه)

(وکذا فی الهدایة: ۲/۳۹۴، باب الرجعة، مکتبه شرکة علمیه، ملتان)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۴۹، باب الرجعة، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۱) "إذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن یتزوجها فی العدة و بعد انقضائها". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴۷۲، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(وکذا فی تنویر الأبصار علی الدر المختار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۶۲، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، دارالکتب العلمیة بیروت)

متون میں بھی قولِ امام منقول ہیں:

"وينفذ القضاء بشهادة الزور ظاهراً وباطناً، والقاضي غير عالم بزورهم في العقود: كبيع، ونكاح، والفسوخ: كإقالة، وطلاق، لقول عليٍّ رضي الله تعالى عنه لتلك المرأة: "شاهداك زوّجاك". وقالا، وزفر، والثلاثة: ظاهراً فقط، وعليه الفتوى، شرنبلالية عن البرهان، اهـ".

در مختار۔

"(قوله: والفسوخ) أراد بها ما يرفع حكم العقد، فيشمل الطلاق. ومن فروعها: ادّعت أنه طلقها ثلاثاً، وهو ينكر وأقامت بينة زور فقضى بالفرقة، فتزوجت بآخر بعد العدة، حل له وطؤها.......... ولا يحل لها تمكينه، بحر، اهـ. (قوله: وعليه الفتوى) نقله أيضاً في القهستاني عن الحقائق، وفي البحر عن أبي الليث: لكن قال: وفي الفتح عن النكاح: وقول أبي حنيفة هو الوجه، فلذا قلت: وقد حقق العلامة قاسم في رسالته قول الإمام بما لامزيد عليه، ثم أورد إشكالاً وأجاب عنه، وعليه الفتوى، اهـ". ردالمحتار(۱)۔

وقال في مجمع الأنهر: "وفي القهستاني: إذا قضى القاضي بشهود زور أنه طلقها ثلاثاً، ثم تزوجت بزوج بعد العدة، فإنه يحل له الوطي ظاهراً وباطناً، وأما عندهما فيحل له، ولايحل للثاني إذا علم. وعن أبي يوسف: أنه يحل للأول سراً، وعن محمد مالم يدخل بها الثاني، اهـ". قال في ملتقى الأنهر: "فالمراد بالنفاذ ظاهراً تسليمها له، وبالنفاذ باطناً حل الجماع، اهـ"(۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذی الحجہ/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ سعید احمد غفرلہ، ۲/ ذی الحجہ/ ۶۹ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۴۰۵، ۴۰۲، كتاب القضاء، مطلب في القضاء بشهادة الزور، سعيد)

(۲) (مجمع الأنهر مع ملتقى الأنهر: ۳/۲۳۷، ۲۳۸، كتاب القضاء، المكتبة الغفارية)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۵/۱۶۲، كتاب أدب القاضي، نوع في علمه، رشيديه)

طلاق کا ثبوت گواہوں سے

سوال[۷۹۴۴]: لوگ کہتے ہیں کہ زید نے اپنی منکوحہ کوطلاق دے دی، جب کہ زید سے دریافت کیا گیا تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے نسبتی بھائیوں کے ساتھ جھگڑا کر کے اپنی بیوی کو کیا کہا وہ مجھ کو یادنہیں اور جب کہ ان کی بیوی سے وہ بات دریافت کی گئی تو وہ کہتی ہے کہ میرے خاوند نے مجھے مارنے کی وجہ سے میں اس وقت رورہی تھی، اس حالت میں اس نے مجھ کو کیا کہا میں نے نہیں سنا، بعدازاں لوگ کہتے ہیں کہ تیرے خاوند نے تجھے طلاق دیدی۔

۱-منشی عبدالرحمٰن صاحب کہتے ہیں کہ: میں رونے کی آواز سن کرزید کے مکان گیا تھا، اس وقت اس نے اپنی بیوی کو کہا ہے کہ ''تجھ کوطلاق، تجھ کوطلاق، خدا کے فضل سے تجھ کو بائن طلاق دیدیا''۔ یہ شاہد نماز پڑھتے ہیں۔

۲-نواب علی کہتے ہیں کہ میں نے جھگڑے کے وقت زید کے مکان میں رہ کرتمام واقعہ کا معائنہ کیا، وہ کہتے ہیں کہ ''تجھ کوطلاق، تجھ کوطلاق، خدا کے فضل سے تجھ کوطلاق یہاں تک کہ تجھ کو بائن طلاق دیدیا''۔ دریافت کے بعد یہ گواہ کہتے ہیں کہ میں پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہوں، مگر جمعہ نہیں پڑھتا ہوں۔

۳- روشن علی کہتے ہیں کہ: میں جھگڑا سن کرزید کے مکان جا کر سنتا ہوں کہ وہ کہتے ہیں کہ ''تجھ کو طلاق، خدا کے فضل سے تجھ کوطلاق، تجھ کو بائن طلاق دے دیا''۔ دریافت کے بعد وہ کہتے ہیں کہ میں نماز نہیں پڑھتا ہوں۔

۴-حیدرعلی کہتے ہیں کہ: میں مکان کے اتر طرف درخت کے نیچے رہ کرسنتا ہوں کہ زید نے اپنی بیوی کو کہا کہ ''خدا کے فضل سے تجھ کوطلاق''۔ نماز کے متعلق دریافت کرنے سے وہ کہتے ہیں کہ حضور میں باقاعدہ نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں۔

۵-کالا میاں کی بیوی کہتی ہے کہ: جھگڑا تمام ہونے کے بعد زید نے اپنی منکوحہ کو کہا ہے کہ ''تجھ کوطلاق دے دی، طلاق دے دی، خدا کے فضل سے تجھ کو بائن طلاق دیدی''۔ نماز کے متعلق دریافت کرنے سے وہ کہتی ہے کہ میں نماز پڑھتی ہوں، اور واقعی یہ نماز پڑھتی ہے۔

۶-رجب علی کی بیوی کہتی ہے کہ: زید نے اپنی بیوی کو کہا کہ ''تائی اے طلاق دیلام، تائی اے طلاق دیلام، تائی اے طلاق بائن دیلام'' یعنی ''میں نے اس کوطلاق دیدی، اس کوطلاق دیدی، اس کوطلاق بائن،

دیدی''۔دریافت کے بعدوہ کہتی ہے کہ میں نماز نہیں پڑھتی ہوں۔

۷- زید کے والد کہتے ہیں کہ: طلاق دینے کی بابت میں نے کہیں نہیں سنی۔وہ نماز نہیں پڑھتے ہیں۔

۸- زید کے خسر کہتے ہیں کہ: وہ میری لڑکی کے ساتھ جھگڑا کرنے کی وجہ سے اس کے مقابلہ کرنے کے لئے میرے لڑکے سب گئے تھے،اس اثناء میں مَیں وہاں جاکر دیکھتا ہوں،میرے بھائی کے سر پر خون ہے یعنی زید کے والد کے سر پر،اس وقت میں نے اپنے لڑکوں کو وہاں سے ہٹادیا،لیکن طلاق کے متعلق میں نے کوئی بات نہیں سنی۔یہ شخص نماز پڑھتے ہیں۔

۹- الطاف علی کہتے ہیں کہ: میں نے زید سے دریافت کیا کہ تم کس بارے میں جھگڑا کرتے ہو، ''کچھ نہیں'' یہ کہہ کر زید نے مجھ کو دھکا دے کر گرادیا،مگر طلاق دینے کی کوئی بات میں نے نہیں سنی۔وہ نماز پڑھتے ہیں۔

۱۰- عبدالغنی کہتے ہیں کہ: زید نے اپنی بیوی اور نسبتی بھائیوں کے ساتھ جھگڑا کر کے کہتے ہیں کہ ''تجھ کو میں طلاق دوں گا، تجھ کو میں طلاق دوں گا''۔یہ شخص نماز پڑھتے ہیں۔

۱۱- انصر علی کہتے ہیں کہ: میں جھگڑا سن کر ان کے مکان میں جاکر دیکھتا ہوں کہ زید نے اپنی بیوی کو کہا کہ ''تجھ کو طلاق دوں گا''۔یہ شخص بھی نماز پڑھتے ہیں۔

۱۲- عبداللہ کی والدہ کہتی ہے کہ: زید نے ان کی بیوی کو کہا کہ ''تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق دوں گا''۔یہ عورت نمازی ہے۔

نوٹ: زید کہتے ہیں کہ ہمارے مکان کے متصل جانب مغرب میں جو زمین ہے اس کو لیکر نواب علی کے ساتھ کئی مرتبہ جھگڑا ہوا تھا اور چند نمبر مقدمہ بھی ان کے ساتھ ہوئے ہیں، اس وجہ سے وہ میرے خلاف شہادت دیتے ہیں،اور میرے بھائی کالا میاں کی بیوی کے ساتھ مکان کا حصہ لیکر جھگڑا کر کے میں نے ان کو مارا تھا اسی وجہ سے وہ بھی میرے خلاف شہادت دیتے ہیں۔

اب خدمتِ اقدس میں گذارش ہے کہ صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ باُدلہ مع حوالۂ کتب تحریر فرمادیں۔اور کسی مولوی صاحب نے کہا کہ صورت مذکورہ میں زید کی منکوحہ پر طلاق نہیں ہوئی، اس بناپر زید اپنی منکوحہ کے ساتھ تقریباً دوسال تک سے اوقات گزار رہا ہے،اس اثناء میں ان کا ایک بچہ بھی پیدا ہوا ہے۔اگر

طلاق واقع ہوگئی تو اس صورت میں شرعاً اس پر کیا حکم عائد ہوگا اور مولوی صاحب پر کیا؟ بینوا توجروا۔

بندہ: عثمان غنی غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب، حامداً ومصلیاً:

نواب علی اور کالا میاں کی بیوی نے تو مخالفت کی وجہ سے شہادت دی ہے، مگر منشی عبدالرحمن، روشن علی، اور حیدر علی اور رجب علی کی بیوی نے کیوں شہادت دی؟ اگر ان دو گواہوں میں سے کم از کم دو گواہ مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بھی عادل ہیں تو ان سے طلاق کا ثبوت ہو جائے گا (۱)، ان کے واقعی حالات کی تحقیق کر لیجائے۔ اور اگر مرد کو یاد نہیں رہا کہ غصہ میں کیا کہا تو اس کو دو عادل گواہوں کے قول پر اعتماد کرنا کافی ہے:

"قال في الولواجية: إن كان بحال لو غضب، يجري على لسانه ما لا يحفظه بعده، جاز له الاعتماد على قول الشاهدين، اهـ". رد المحتار (۲)۔

اگر عورت کو خود سننا یاد نہیں اور کم از کم دو عادل گواہوں نے اس کے سامنے تین طلاق کو بیان کر دیا ہے تو اس کو ہرگز جائز نہیں کہ کسی طرح زید کو اپنے اوپر قابو دے بلکہ جس طرح بھی ممکن ہو اس سے علیحدہ رہے (۳)، صورتِ مسئولہ میں تو گواہ موجود ہیں۔ اگر بالفرض گواہ گواہی دینے کے بعد کہیں غائب بھی ہو جائے اور باقاعدہ

---

(۱) "والرضاع حجته حجة المال، وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين ...... وهل يتوقف ثبوته على دعوى المرأة؟ الظاهر لا، لتضمنها حرمة الفرج، وهي من حقوقه تعالى، كما في الشهادة بطلاقها". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۲۴، ۲۲۵، باب الرضاع، سعید)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۵۷۲، الشهادة والدعوى والخصومة في الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳/۲۶۱، كتاب الشهادات، مكتبة غفاريه، كوئٹه)

(۲) (ردالمحتار: ۳/۲۴۴، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۵۷۲، الشهادة والدعوى والخصومة في الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لا يحل لها تمكينه". (ردالمحتار: ۳/۲۵۱، مطلب في قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانةً إلى النية، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۴۴۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۴۱، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلميه، بيروت)

عورت حاکم کی عدالت میں مقدمہ پیش کر کے تفریق نہ کرا سکے تب بھی عورت کو اس کے پاس رہنا درست نہیں، بلکہ ہر ممکن تدبیر سے علیحدہ رہنا واجب ہے:

"وإذا شهد عند المرأة شاهدان عدلان أن زوجها طلقها ثلثاً، وهو يجحد ذلك، ثم ماتا أو غابا قبل أن يشهدا عند القاضي، لم يسعها أن تقوم معه، وأن تدعه يقربها، الخ". عالمگیری(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف۔

ورثائے زوج کا دعوائے طلاق اور گواہی

سوال[۶۲۸۰]: ایک شخص کے پاس اس کی عورت عرصۂ دراز تک رہتی رہی، بیماری میں اس کی خدمت بھی کی، اس کی خدمت گزاری اور ازدواجی تعلقات کے گواہ بھی موجود ہیں اور اس کی خدمت کا اعتراف کرتے ہیں، مرد نے اپنے مرض میں اس کے جملہ حقوق کو تسلیم کر کے بھائیوں سے سلوک کرنے کی وصیت بھی کی، لیکن بعد وفات شوہر اس کے وارث عورت کا ترکہ و دینِ مہر غصب کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ اس کی عورت کو تقریباً ۸/ سال ہوئے شوہر طلاق دے چکا ہے۔ ایسی صورت میں ورثاء کا قول بطلاق قابلِ سماعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں ورثائے شوہر نے آٹھ سال تک اگر طلاق کی شہادت کو چھپایا ہے اور باوجود طلب کے شہادت نہیں دی تو وہ اس کتمان اور تاخیر بلا عذر کی وجہ سے فاسق ہو گئے:

"كتمان الشهادة كبيرة، ويحرم التأخير بعد الطلب". أشباه، ص: ۳۲۹(۲)۔ "شاهد

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۵، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۲۵، باب الرضاع، سعيد)

(۲) (الأشباه والنظائر، ص: ۲۲۵، الفن الثاني: الفوائد، كتاب القضاء والشهادات والدعاوى، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالكميرية: ۵/۴۵۲، كتاب الشهادات، رشيديه) .... =

الحسبة إذا أخر شهادته لغير عذر، لايقبل لفسقه، كمافي القنية". أشباه، ص: ۳۱۳(۱)۔

نیز ان کی شہادت قابلِ قبول نہیں، نیز مسلمان کے فعل کوحتی الوسع صحیح وحلال محمل پر حمل کرنے کی شریعت نے تعلیم دی ہے: "حمل فعل المسلم على الصحة والحل واجبٌ ما أمكن". مبسوط سرخسي: ۱۷/۷۲(۲)۔

لہٰذا ان دونوں کے تعلقات کو ناجائز نہ کہا جائے گا۔ اگر ورثائے شوہر کے قول کو صحیح بھی مانا جائے تو ہوسکتا ہے کہ شوہر نے طلاقِ رجعی دی ہو، اس کے بعد رجوع کرلیا ہو، یا طلاقِ بائنہ دی ہو مگر دوبارہ نکاح کرلیا ہو جس کا ورثائے شوہر کو علم نہ ہو، لہٰذا اس صورت میں عورت حصۂ شرعیہ وراثت کی مستحق ہوگی۔

اگر مہر معاف نہیں کیا ہے تو مہر کی مستحق ہوگی (۳) اور دینِ مہر وراثت پر مقدم ہوگا (۴)، البتہ اگر ورثائے شوہر طلاقِ مغلظہ وعدمِ حلالہ کی شہادت دیتے ہیں اور ۸/ سال ہوئے یعنی طلاق کے وقت بھی شہادت دے چکے تھے اور ان میں شرائطِ شہادت: عدالت ومروت وغیرہ بھی موجود ہیں تو ان کی شہادت معتبر ہوگی اور عورت وراثت کی مستحق نہ ہوگی، دینِ مہر کی اس صورت میں مستحق ہوگی بشرطیکہ معاف نہ کیا ہو۔ اور ورثائے شوہر

= (وكذا في تبيين الحقائق: ۵/۱۴۲، كتاب الشهادة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) (الأشباه والنظائر، ص: ۲۱۷، الفن الثاني: الفوائد، كتاب القضاء والشهادات والدعاوى، قديمي)

(۲) (المبسوط للسرخسي، كتاب الدعوىٰ، باب اختلاف الأوقات في الدعوى وغير ذلك: ۱۷/۷۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۳) "والمهر يتأكد بأحد معان ثلثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، و موت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۰۳، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۱۰۲، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲/۵۸۴، بيان ما يتأكد به المهر، رشيديه)

(۴) "ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد". (الدرالمختار: ۶/۷۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۹/۳۶۶، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۴۷۲، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

کے مقابلہ میں دوسرے گواہ عدم طلاق کے عادل موجود ہیں تو ان کو ترجیح ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۶/۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۸/محرم/۵۴ھ۔

تین طلاق میں زوجین کا اختلاف ہوتو گواہوں کی ضرورت

سوال[۶۴۸۱]: ایک عورت بالغہ جس کے پاس گود میں ایک لڑکی نابالغہ ہے، وہ کہتی ہے کہ میرے خاوند نے مجھے طلاق زبانی دیدی ہے، وہ اپنے والدین کے گھر ہے، اس کے ورثاء اس کی تکمیل کے واسطے قومی پنچایت میں پہونچے۔ ایک حافظ امام مسجد اور ایک عورت یہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے مرد نے یہ کہا کہ "میں نے تین دفعہ طلاق دیا"، بلکہ امام مسجد یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ آدمی اپنی چارپائی پر پڑا تھا، جب میں پاس آیا تو وہ آدمی بیٹھ گیا تھا۔

ایک دوسری عورت اور دوسرا آدمی جو اس موقعہ پر اپنی موجودگی بتلاتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ اس وقت اس آدمی نے یہ کہا تھا کہ "ایسی عورت کو طلاق دیدوں"۔ ان گواہان میں فریقین کے رشتہ دار بھی ہیں۔ خاوندِ عورت نے اپنے جواب میں بتلایا کہ اس نے طلاق نہیں دیا، میں بیمار تھا، شاید اس حالت میں کہا ہو۔

مہربانی فرما کر جواب سے مشکور فرماویں کہ اندریں صورت کیا طلاق واقع ہوگئی؟

۲۰/فروری، ضلع انبالہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

صورت مسئولہ میں مرد طلاق کا منکر ہے اور عورت مدعیہ ہے، لہٰذا شرعی ثبوت کی ضرورت ہے یعنی جب تک کم ازکم دو عادل یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورت گواہی نہ دیں، اس وقت تک قضاءً طلاق کا ثبوت

---

(۱) "قال هشام: سألت محمداً -رحمه الله تعالیٰ- عن امرأة ادّعت أن هذا الرجل تزوجها بالكوفة منذ سنة على القين، وأقامت على ذلك بينة، وأقام الزوج بينةً أنه تزوجها بالبصرة منذ سنتين على ألف، قال: البينة بينة المرأة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل الثاني عشر في اختلاف الزوجين في المهر: ۱/۳۲۲، رشيديه)

نہ ہوگا(۱)۔ امام مسجد اور ایک عورت تو تین دفعہ طلاق کی گواہی دیتے ہیں (اگر چہ وہ بھی صرف یہ الفاظ مرد کے نقل کرتے ہیں کہ میں نے تین دفعہ طلاق دیدیا) اور اس کا ذکر نہیں کہ اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیا(۲)۔ دوسرا آدمی اور دوسری عورت یہ بیان نہیں کرتے کہ طلاق دیدی ہے بلکہ یہ الفاظ نقل کرتے ہیں کہ ایسی عورت کو طلاق دے دوں، ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی(۳)۔ نیز اس میں تین دفعہ کا ذکر بھی نہیں، پس ایسی صورت میں قضاءً طلاق واقع نہ ہوگی۔

لیکن اگر عورت نے خود تین دفعہ طلاق کو سنا ہے، یا تین طلاق کے گواہوں کا اس کو یقین ہے اور ان کو سچا سمجھتی ہے تو اس کو جائز نہیں کہ کسی طرح سے اس مرد کو اپنے اوپر قابو دے بلکہ جس تدبیر سے ممکن ہو اس سے

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعاً: "لكن البينة على المدعي، واليمين على من أنكر". هذا الحديث قاعدة شريفة كلية من قواعد أحكام الشرع، ففيه أنه لايقبل قول الإنسان فيما يدعيه بمجرد دعواه، بل يحتاج إلى بينة أو تصديق المدعى عليه، فإن طلب يمين المدعىٰ عليه فله ذلك". (مرقاة المفاتيح، شرح مشكوٰة المصابيح: ۲۲۶/۷، كتاب الإمارة والقضاء، (رقم الحديث: ۳۷۵۷)، رشيديه)

"وإذا شهد شاهدان على رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً، وجحد الزوج والمرأة ذلك، فرّق بينهما؛ لأن الشهادة على الطلاق تقبل من غير دعوى". (الفتاوى التاتارخانيه: ۵۷۲/۳، الشهادة والدعوى والخصومة في الطلاق، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في ردالمحتار على الدر المختار: ۲۲۴/۳، ۲۲۵، باب الرضاع، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲۶۱/۳، كتاب الشهادات، غفاريه كوئٹه)

(۲) "رجل قال: طلقت امرأةً، أو قال: امرأة طالق، ثم قال: لم أعن امرأتي، يُصدّق". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۸/۱، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۸۰/۳، ۲۸۱، نوع في الإيقاع بطريق الإضمار، إدارة القرآن كراچي)

(۳) "طلاق ميكنم، طلاق ميكنم" وكرر ثلاثاً، طلقت ثلاثاً، بخلاف قوله: "كنم" (سأطلق)؛ لأنه استقبال، فلم يكن تحقيقاً بالتشكيك". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۸۴/۱، فصل في الطلاق بالألفاظ الفارسيه، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار على الدر المختار: ۳۱۹/۳، باب تفويض الطلاق، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۵۴۵/۳، باب تفويض الطلاق، رشيديه)

علیحدہ رہے(۱)، لیکن جب تک وہ مرد تین طلاق کا اقرار نہ کرے، یا دو عادل مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے باقاعدہ طلاق کا ثبوت ہو کر عدت نہ گزر جائے اس وقت تک عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا بھی جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۲/۵۶ھ۔

صحیح :عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذی الحجہ/۵۶ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "والمرأة كالقاضي لايحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك، أو شهد به شاهد عدل عندها".

(الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۴، الفصل الأول في الطلاق الصريح، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۴۱، باب الطلاق، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۵۱، باب الصريح، مطلب الصريح نوعان: رجعي وبائن، سعيد)

(۲) "سمعت من زوجها أنه طلقها ولا تقدر على منعه من نفسها .... ترفع الأمر إلى القاضي، فإن حلف ولا بينة، فلا إثم". (الدرالمختار). "فإنه إذا حل لها التزوج بإخبار ثقة، فيحل لها التحليل هنا بالأولىٰ. .... فتصحيح عدم الجواز هنا مشكل، إلا أن يحمل على القضاء وإن كان خلاف الظاهر، فتأمل". (ردالمحتار: ۳/۴۲۰، ۴۲۱، باب الرجعة، مطلب: الإقدام على النكاح إقرار بمعنى العدة، سعيد)

باب الظهار والإيلاء

(ظہاراورایلاءکابیان)

ظہار

سوال[۶۴۸۲]: ایک شخص کواپنی بیوی پر چند علامات سے زناءکاشبہ ہوا،شوہر بیوی سے ناراض ہوگیا، بیوی نے وجہ دریافت کی،شوہر نے کچھ نہیں کہا، غصہ میں صرف یہ الفاظ کہے:''جامجھ کوتیری ضرورت نہیں،تُو میرے لئے میری ماں بہن جیسی ہے اور میں تجھ کوطلاق دے چکا''۔شوہر نے جو یہ الفاظ ادا کئے:''تو میرے لئے میری ماں بہن جیسی ہے'' مطلب یہ تھا کہ جیسے ماں،بہن حرام ہوتی ہے تو بس آئندہ کے لئے میرے واسطے حرام ہے۔ بعد میں شبۂ زنادورہوگیا،اب شوہر بیوی کواپنے پاس رکھناچاہتاہے۔اس کے متعلق شرعی حکم کیاہے؟بینواتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

شوہر نے دولفظ کہے ہیں: پہلالفظ موجبِ ظہار ہے(۱)، دوسراموجبِ طلاق(۲)،لہٰذااگر

---

(۱)''لوقال: أنت عليّ حرام كظهر أمي، فإن نوى الظهار أولانية له أصلاً، فهوظهار . وإن نوى الطلاق، لايكون إلاظهاراً في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ''. (بدائع الصنائع: ۹/۴، كتاب الظهار، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحرالرائق: ۱۶۲/۴، باب الظهار، رشيديه)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۴، مسائل الظهاروكفارته، إدارة القران كراچى)

(۲)''صريحه مالم يستعمل إلافيه كطلقتك، وأنت طالق، ومطلقة''. (الدرالمختار: ۲۴۷/۳، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(وكذافي تبيين الحقائق: ۳۹/۳، باب الطلاق، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۴/۱، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

اس کو زوجہ بنا کر رکھنا چاہتا ہے تو اولاً کفارۂ ظہار ادا کرے یعنی دو مہینے لگاتار روزے رکھے، اس کی وسعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔ پھر اگر عدت ختم نہ ہوئی ہو رجعت کرلے(۱)، ورنہ دوبارہ نکاح کرلے(۲)۔

لقوله تعالى: ﴿الذين يظاهرون من نسائهم، ثم يعودون لماقالوا، فتحرير رقبة من قبل أن يتماسا﴾ الآية(٣)۔ ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف﴾ الآية(٤)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

بیوی کو بہن یا بیٹی کہنے سے ظہار

سوال[۷۴۸۳] :۱...... ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ ”میں نے اپنی بیوی کو ایک موقع پر خوشی کے مارے ”آپا“ (بمعنی بہن) اور دوسرے موقع پر فرطِ محبت میں ”بیٹا“ (بمعنی بیٹی) یا لڑکی یا فقط ”بیٹی“ کہہ دیا“۔

---

(۱) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أولم ترض“. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۴، باب الرجعة، مكتبه شركة علميه، ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ”إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها“. (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل المطلقة: ۱/۴۷۲، ۴۷۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۶۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (سورة المجادلة: ۳، ۴)

”هي تحرير رقبة، فإن لم يجد مايعتق، صام شهرين متتابعين قبل المسيس، فإن عجز عن الصوم أطعم ستين مسكيناً“. (الدر المختار: ۳/۴۷۲، ۴۷۸، باب الكفارة، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۴/۸، مسائل الظهار وكفارته، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۰۶، ۲۱۸، باب الكفارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۴) (سورة البقرة: ۲۲۹)

تو کیا اس سے ظہار ہو جائے گا؟ اور کفارہ دینا ہوگا اور آسان کفارہ غریب کے لئے کیا ہے؟

مسئلۂ ظہار کے بارے میں اور کفارہ کے وجوب کے بارے میں ضابطہ کلیہ مطلوب ہے جو ہر جزئیات پر مطابق سکیں۔ نیز طلاق کنایہ کے بارے اردو میں کونسے الفاظ ایسے ہیں جن کی بناء پر طلاقِ بائن ہو جاتی ہے، مثلاً ''اب میرے گھر نہ آنا، اپنے ہی گھر رہنا، ہمیں تم سے کوئی مطلب نہیں، تم اپنے گھر چلی جاؤ'' وغیرہ سے طلاق بائن ہوگی یا نہیں؟

۲......اگر مذاکرۂ طلاق کے وقت کوئی شخص یہ کہے ''دیا دیا دیا'' تو طلاق مغلظہ ہوگی یا نہیں؟ اسی طرح بغیر مذاکرۂ طلاق کہے تو کیا صورت ہوگی؟ یا ایک طلاق دیا اور پھر نقلِ طلاق کے وقت بڑی شدت سے کہا: ''میں طلاق دیا دیا دیا'' یا صرف ''دیا دیا دیا'' کہا تو مغلظہ ہوگی یا نہیں؟ اس کے بارے میں ضابطۂ کلیہ مطلوب ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......اس سے ظہار نہیں ہوتا، لیکن ایسا کہنا مکروہ ہے: "ويكره قوله: أنت أمي، ويا ابنتي، ويا أختي ونحوه، اهـ". درمختار۔ "جزم بالكراهة تبعاً للبحر والنهر. والذي في الفتح: وفي أنت أمي لا يكون مظاهراً، وينبغي أن يكون مكروهاً، اهـ". ردالمحتار: ۲/۵۵۷(۱)۔

ظہار کے لئے تشبیہ لازم ہے: "الظهار تشبيه المسلم زوجته، أوجزء شائع منها بمحرم عليه تأبيداً، اهـ". درمختار (۲)۔ جب ظہار نہ ہوا تو کفارہ لازم نہیں۔

۲...... جو لغۃً طلاق کیلئے موضوع نہ ہو، اگر بیوی کے حق میں بطور عرف غالب کے طلاق کے لئے

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۴۷۰، باب الظهار، مطلب: بلاغات محمد رحمه الله تعالیٰ مسندة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۱۶۵، باب الظهار، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۲۵۲، باب الظهار، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۲) (الدر المختار: ۳/۴۶۶، باب الظهار، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۱، الفصل الرابع والعشرون في مسائل الظهار، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۹۷، باب الظهار، دار الكتب العلمية، بيروت)

مستعمل ہوتا ہو، وہ کنایہ بمنزلۂ طلاق کے ہیں، جیسے لفظ ''چھوڑ دی'' اور ''آزاد کردی''۔ اس سے بغیر نیت ہی ہمارے عرف میں طلاقِ رجعی ہوگی اور تین دفعہ کہنے سے مغلظہ ہوجائے گی (۱)۔ اور جو لفظ غالب استعمال میں طلاق کے لئے نہ ہو، مگر اس سے طلاق بھی مراد ہوتی ہو اور غیر طلاق بھی تو اس سے نیت یا قائم مقامِ نیت پائے جانے پر طلاقِ بائن کا حکم ہوگا ورنہ نہیں جیسے: ''جا، دور ہو، اپنے باپ کے گھر جا کر رہ، تجھ کو جدا کردیا، مجھے تم سے کوئی مطلب نہیں'' وغیرہ وغیرہ (۲)۔

بہشتی زیور جلد چار میں دیکھئے، اگر عورت نے کہا کہ مجھے تین طلاق دے دو اور اس کے جواب میں شوہر نے کہا کہ ''دیا دیا دیا'' تو طلاقِ مغلظہ ہوگی (۳)، اگر سوال میں لفظ تین کا نہیں تھا تب بھی ایک قول پر یہی حکم ہے:

''ولوقال: ''مراطلاق کن'' فقال الزوج: ''کردم، کردم، کردم'' طلقت ثلاثاً، اھ''. مجموعة النوادر، ص: ۴۷۰ (٤)۔ بغیر مذاکرہ طلاق کے لفظ ''دیا'' تین مرتبہ کہنے سے اگر نیت ایک ہی طلاق کی ہو اور دوسرا تیسرا لفظ محض تاکید کے لئے کہا ہو تو شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا (۵)۔ نقلِ حکایت

---

(۱) ''ثم فرّق بينه وبين سرحتک، فإن سرحتک كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: ''رہا کردم'' أي سرحتک، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً، وماذاک إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق، وقد مر أن الصريح مالم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغة كانت''. (ردالمحتار: ۳/۲۹۹، باب الكنايات، سعيد)

(۲) ''كنايته عند الفقهاء مالم يوضع له واحتمله وغيره، فالكنايات لاتطلق بهاقضاءً إلا بنية أو دلالة الحال''. (الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۲۹۶، ۲۹۷، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۰۳، الفصل الخامس في الكنايات والمدلولات، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۶۷، فصل في الكنايات والمدلولات، رشيديه)

(۳) ماوجدنا المسئلة المذكورة في هذا الكتاب.

(۴) ''مراطلاق کن، مراطلاق کن، مراطلاق کن'' فقال: ''کردم کردم کردم''، تطلق ثلاثاً''. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۸۳، ۳۸۴، الفصل في السابع الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(۵) ''رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيت بالأولى الطلاق، وبالثانية =

کے وقت بار بار کہنے سے جدید طلاق نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۵/ ۸۷ھ۔

بیوی کو بہن کی طرح کہنے کا حکم

سوال [۶۴۸۴]: سلطان صاحب نے اپنی منکوحہ صغریٰ کو بذریعۂ تحریر آگاہ کیا اور لکھ کر بھیجا کہ: ''۶ نومبر ۱۹۶۶ء کی شام کو آفتاب کے غروب سے پہلے اگر تم آگئی تو میری منکوحہ ہے اور اس کے گذرنے کے بعد آئی تو میری ہمشیرہ (بہن) کی طرح ہے اور یہ وقت گذار دیا تو میرا طلاق ہے''۔ چنانچہ منکوحہ شوہر کے یہاں وقت مقررہ پر نہیں گئی اور والد کے مکان پر قیام پذیر ہوئی۔ صغریٰ والدین کے یہاں جس وقت آئی تھی چھ ماہ کا حمل تھا اور اب بچہ کو پیدا ہوئے پانچ ماہ ہو چکے ہیں۔ آیا ان حالات میں طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ طلاق ایک ہی دی ہے تو رجوع کا حق ہے یا نہیں؟

محمد سلطان راجستھان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

''بہن کی طرح'' کہنے سے اگر ظہار کی نیت کی ہے تو ظہار ہوگیا، اگر طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائنہ ہوگئی، اس لئے کہ یہ لفظ کنایات ظہار میں سے ہے، اس میں نیت کا اعتبار ہوگا (۱)، اگر کوئی نیت نہیں کی تو یہ کلام لغو ہے، البتہ دوسرا لفظ صریح طلاق کا ہے جبکہ عورت وقت مقررہ پر نہیں آئی تو اسے ایک طلاقِ رجعی

= والثالثة إفهامها، صدق ديانةً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۵، ۳۵۶، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(۱) "وإن نوى بأنت عليَّ مثل أمي أو كأمي، وكذا لو حذف عَلَيَّ براً أو ظهاراً أو طلاقاً، صحت نيته، ووقع مانواه؛ لأنه كناية. (وإلا) ينوشيأ أو حذف الكاف، (لغا)". (الدرالمختار). "بيان لكنايات الظهار ...... وإذا نوى به الطلاق، كان بائناً". (ردالمحتار: ۳/۴۷۰، باب الظهار، مطلب: بلاغات محمد رحمه الله تعالىٰ مسندة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۱۶۵، باب الظهار، رشيديه)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۴، مسائل الظهار، إدارة القران كراچي)

واقع ہوگئی (۱)، لیکن اگر پہلے لفظ ''بہن کی طرح'' سے کوئی نیت نہیں کی تھی تو اب عدت ختم (بچہ پیدا ہونے) سے ہی رجعت کا حق باقی نہیں رہا، طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے (۲)۔

اگر ''بہن کی طرح'' کہنے سے طلاق کی نیت کی تھی تو اس سے طلاقِ بائنہ ہوگئی تھی، اس صورت میں بھی اب دوبارہ نکاح درست ہے۔ اگر ظہار کی نیت کی تھی تو اب دوبارہ نکاح کے بعد بھی ظہار ختم نہیں ہوگا، اس کا کفارہ ادا کرنا ضروری ہوگا۔ کفارہ یہ ہے کہ دومہینہ مسلسل روزے رکھے اس کے بعد اس سے صحبت وغیرہ کرے، اس سے پہلے درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۵/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۵/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، یکم/ ۶/ ۸۷ھ۔

---

(۱) ''وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً مثل: أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق''. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۲۰، الفصل الثالث في التعليق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۸۵، باب الأيمان في الطلاق، شركة علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/ ۵، باب التعليق، رشيديه)

(۲) ''وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع''. (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/ ۴۰۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۱/ ۴۷۲، ۴۷۳، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿والذين يظاهرون منكم من نسائهم، ثم يعودون لما قالوا، فتحرير رقبة من قبل أن يتماسا .... فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل أن يتماسا، فمن لم يستطع فإطعام ستين مسكيناً﴾ (سورة المجادلة: ۳، ۴)

''هي (أي الكفارة) تحرير رقبة، فإن لم يجد ما يعتق صام شهرين متتابعين قبل المسيس، فإن عجز عن الصوم، أطعم ستين مسكيناً''. (الدرالمختار: ۳/ ۴۷۲، ۴۷۸، باب الكفارة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/ ۸، مسائل الظهار وكفارته، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/ ۲۰۶، ۲۱۸، باب الكفارة، دارالكتب العلمية بيروت)

بیوی کو بہن وغیرہ کہنا

سوال[۶۴۸۵]: ایک شخص نے اچانک اپنی عورت کو تو (بوبو) بواؤ مجہولہ اور بوقتِ تکلم بلاقصد ونیت ظہار کے کہا تھا اور غلط العوام کی طرح زبان سے نکل گیا تھا، اس کے بعد پھر کسی اَور موقع پر پھر دوسری دفعہ اپنی لڑکی کو گود میں لیے بیٹھا تھا کہ اس کی بیوی نے کسی چیز کو خاوند سے مانگا، یا یونہی اس کی بیوی نے خاوند سے مخاطب ہوکر کوئی بات کہی جس کے جواب میں بلاقصد ونیت کسی قسم کے ''ہاں پوتر'' نکل گیا جس کے معنی ہیں بیٹا کے ہیں۔ اب خاوند بیوی میں نزاع شروع ہوا کہ تم نے یہ لفظ کیا واہیات کہا، خاوند نے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کو جواب دیا تھا، مگر وہ تمہارے لفظ کے بعد نکلا ہے، تمہیں شبہ ہوگیا کہ میں نے تمہیں کہا ہے، حاشا وکلا میں نے تمہیں نہیں کہا، بلکہ اپنی بیٹی کے الفاظ کے جواب کے مغالطہ میں نکل گیا، میں نے تمہیں کہنے کا قصد بالکل نہیں کیا تھا، گو بالضرور تمہارے الفاظ کے تکلم کے بعد ''ہاں بیٹا'' نکلا ہے مگر بدل الغلط کے طریق پر یہ بات سرزد ہوگئی۔

اب سوال ہے کہ کیا بلاقصدِ ظہار یونہی اپنی بیوی کے حق میں ماں، دادی، یا نانی یا بیٹی کے الفاظ نکل جانے سے یا اس کی کسی بات کے موقعہ پر اپنے کسی بچہ کے مغالطہ میں ایسے الفاظ نکل جانے سے ظہار واقع ہوتا ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس طرح؟ بحوالہ کتب ودلائلِ شرعیہ تحریر فرما کر ممنون فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

صورتِ مسئولہ میں ظہار نہیں ہوا، بلکہ یہ خطاب لغو ہے، بالقصد ایسا خطاب کرنا مکروہ ہے:

"ويكره قوله: أنت أمي، ويا ابنتي، ويا أختي ونحوه، ١هـ". درمختار۔ "(وقوله: يكره، الخ) جزم بالكراهة تبعاً للبحر والنهر. والذى فى الفتح: وفي "أنت أمي" لايكون مظاهراً، وينبغي أن يكون مكروهاً، فقد صرحوا بأن قوله لزوجته: "ياأخيّة" مكروه. وفيه حديث رواه أبوداؤد: "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سمع رجلاً يقول لامرأته: ياأخيّة، فكره ذلك، ونهى عنه" ومعنى النهي قربة التشبيه، ولولاهذا الحديث لأمكن أن يقال: هوظهار؛ لأن التشبيه في: "أنت أمي" أقوى منه مع ذكر الأداة، ولفظ: "يا أخية" أستعارة بلاشك، وهي مبنية على التشبيه، لكن الحديث أفاد كونه ليس ظهاراً، حيث لم يبين فيه حكماً سوى الكراهة والنهي، فعلم أنه لابدفي

كونه ظهاراً من التصريح بأداة التشبيه شرعاً، ومثله أن يقول لها: يابنتي أويا أختي ونحوه، ١هـ". ردالمحتار: ٢/١٥٠(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

بیوی کو بہن کہہ دیا

سوال[۶۴۸۶]: ایک شخص کے ذہن میں یہ شیطانی وسوسہ آتا ہے کہ "تیری بیوی تیری بہن ہے، تُو اس کو بہن کہہ دے"۔ ایک روز اس نے شیطان کو مخاطب کر کے کہا کہ "تجھ کو کیا مطلب ہوگی بہن" تو کیا اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی؟ اس کا کوئی اثر طلاق پر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، زید بالکل بے فکر رہے۔ زبان سے اگر بیوی کو بہن کہہ دے گا تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی، شیطان خائب وخاسر رہے گا، لیکن بیوی کو بہن کہنا مکروہ ہے، کہنا نہیں چاہیے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۸۹ھ۔

"اگر بیوی سے صحبت کروں اپنی ماں سے کروں" کہنے کا حکم

سوال[۶۴۸۷]: ایک شوہر نے اپنی بیوی کو سخت غصہ کی حالت میں جس میں اپنا سر خود کئی جگہ سے پھوڑ لیا کہا "اگر میں تجھ سے صحبت کروں، اپنی ماں سے صحبت کروں"۔ (کیا) یہ الفاظ یمین ہیں، کفارہ دینا ہوگا؟ اور کیا طلاق ہوگئی؟ شوہر کہتا ہے کہ میری نیت طلاق کی نہیں تھی۔

---

(١) (الدر المختار مع رد المحتار: ٣/٤٧٠، باب الظهار، مطلب: بلاغات محمد رحمه الله تعالىٰ مسندة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ٤/١٦٥، ١٦٦، باب الظهار، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ٤/٢٥٢، ٢٥٣، باب الظهار، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(٢) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "بیوی کو بہن وغیرہ کہہ دیا"۔)

الجواب حامداً ومصلیاً:

"لوقال: إن وطئتك وطئت أمي، فلاشيئ عليه، كذافي غاية السروجي، ١ھ" فتاوی عالمگریہ: ۲/۱۶۲(۱)۔ عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ الفاظِ مذکورہ کہنے سے شوہر پر کوئی کفارہ لازم نہیں، بیوی پر طلاق بھی نہیں ہوئی، اس کا یہ قول لغو ہے: "فلوقال: إن فعلتُ كذا، فأنت أمي، وفعله، فهو باطل إن نوى التحريم". سكب الأنهر: ۱/۴۵۵(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۸۹ھ۔

بیوی کو بہن کی طرح سمجھنا صیغۂ مستقبل سے

سوال[۲۴۸۸]: ایک شخص نے دوتین مرتبہ اپنی زوجہ کو لڑتے ہوئے کہا کہ "میں آج سے تجھ کو اپنی بہن کی طرح سے سمجھوں گا"۔ ایسی صورت میں طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اگر طلاق ہوگئی تو پھر دوبارہ کیا صورت ہونی چاہیئے؟

محمد ادریس بقلم خود، دہرہ دون۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں یہ لفظ کہ "میں آج سے تجھ کو اپنی بہن کی طرح سمجھوں گا"، مستقبل کا صیغہ ہے اور وقوعِ طلاق وظہار کیلئے ماضی یا حال ہونا ضروری ہے:

"وفي المحيط: لوقال بالعربية: أطلّق، لايكون طلاقاً، إلا إذا غلب استعماله في الحال، فيكون طلاقاً". خلاصہ، ص: ۸۱(۳)۔

---

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۰۷، الفصل التاسع في الظهار، رشيدية)

(۲) (الدر المنتقى شرح الملتقى المعروف بسكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر: ۱/۴۴۸، باب الظهار، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذافي المحيط البرهاني: ۳/۱۱۱، مسائل الظهار، مكتبه غفاريه، كوئٹه)

(۳) (خلاصة الفتاوى: ۲/۸۱، جنس آخر في ألفاظ الطلاق، امجد اكيڈمی، لاهور)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۸۴، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسيه، رشيديه)

(وكذافي الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۱۹، باب تفويض الطلاق، سعيد)

(وكذافي البحر الرائق: ۳/۵۴۵، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، رشيديه)

لہٰذا اس لفظ سے نہ طلاق واقع ہوگی نہ ظہار۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۱۰/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۳۰/ ذی قعدہ/۵۴ھ۔

بیوی کو ماں کہنے سے طلاق کا حکم

سوال [۶۴۸۹]: ا...... ایک شخص نے حالتِ غصہ میں آ کر اپنی بیوی کو کہا کہ ''تم ہمارے گھر سے نکل جاؤ، تم ہماری ماں ہو اور ہم تمہاری اولاد، اگر تم نہیں جاؤ گی ہمارے گھر سے تو تم کو ماریں گے''۔ بی بی ڈر کر دوسرے کے گھر میں جا کر چھپ گئی، بعدہ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو آئی۔ اب وہ بی بی اس شخص کے لئے جائز ہے یا ناجائز؟ بلکہ چند آدمی یہ سب سخت کلامی کو سنا۔

۲...... دوسرا یہ کہ ایک شخص نے غصہ میں آ کر اپنے بی بی سے کہا کہ ''ہم تم کو طلاق دیدیں گے'' بعدہ یہ بھی کہا کہ ''ایک طلاق دو طلاق''، لیکن یہ نہیں کہا کہ ''ہم طلاق دیتے ہیں'' ایسی حالت میں وہ بی بی جائز رہی یا ناجائز، غصہ ٹھنڈا ہونے پر افسوس وصدمہ گذرا کہ ہم نے یہ کیا کیا۔ حضور دونوں صورتوں میں جیسا فتویٰ ہو صاف صاف عنایت ہو۔ فقط۔

مقام پورکھالی ہاٹ، ڈاکخانہ پورکھالی، ضلع پورنیہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

''تم ہمارے گھر سے نکل جاؤ'' اس لفظ سے اگر طلاق کی نیت کی ہے تو طلاقِ بائنہ واقع ہوگئی، اگر نیت نہیں کی تو طلاق نہیں ہوئی (۱)۔ ''تم ہماری ماں ہو'' اس لفظ سے کوئی طلاق نہیں ہوئی (۲)۔ طلاق بائنہ کی

---

(۱) "وانتقلي وانطلقي كالحقي، وفي البزازية: وفي: الحقي برفقتك، يقع إذانوى". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۵، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق: ۳/۵۲۵، باب الكنايات في الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۷۹، ۸۰، باب الكنايات، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) "ويكره قوله: أنت أمي، ويا ابنتي، ويا أختي ونحوه". (الدرالمختار). "(وقوله: يكره الخ) جزم بالكراهة تبعاً للبحرو النهر. والذى في الفتح: وفي: أنت أمي، لايكون مظاهراً". (ردالمحتار: ۳/۴۷۰، =

صورت میں مرد وعورت کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہوتا ہے(۱)، بغیر نکاح کے رکھنا جائز نہیں۔

''ہم تم کو طلاق دیدیں گے''، اس لفظ سے کوئی طلاق نہیں ہوئی (۲) ''ایک طلاق دوطلاق'' کا خطاب اگر بیوی کو کیا ہے تو اس سے طلاق واقع ہوگئی۔ اور لفظ ''دوطلاق'' سے اگر یہ نیت کی ہے کہ ایک طلاق کے علاوہ یہ دوطلاق ہیں تو تین واقع ہوگئیں اور اگر یہ نیت نہیں کی تو پھر دوطلاق ہوئیں۔ دوطلاق کی صورت میں صریح ہونے کی وجہ سے عدت کے اندر رجعت جائز ہے (۳) اور بعد عدت نکاح درست ہے (۴) اور تین طلاق کی صورت میں بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۶/ ذی قعدہ/ ۵۷ھ۔

= باب الظهار، سعيد)

(وكذافي البحرالرائق: ۱۶۵/۴، باب الظهار، رشيديه)

(وكذافي فتح القدير: ۲۵۲/۴، ۲۵۳، باب الظهار، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۱) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوىٰ العالمكيريه، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴۷۲/۱، ۴۷۳، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۴۰۹/۳، سعيد)

(۲) "فقال الزوج: ''طلاق میکنم ،طلاق میکنم'' وكرر ثلاثاً، طلقت ثلاثاً، بخلاف قوله: ''کنم''، لأنه استقبال فلم يكن تحقيقاً بالتشكيك". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۸۴/۱، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيديه)

(وكذافي الدرالمختارمع ردالمحتار: ۳۱۹/۳، باب تفويض الطلاق، سعيد)

(۳) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أولم ترض". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۰/۱، فصل في الرجعة، رشيديه)

(وكذافي الهداية: ۳۹۴/۲، باب الرجعة، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذافي تبيين الحقائق: ۱۴۹/۳، باب الرجعة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۴) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۵) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً =

بیوی کو ماں کہنا

سوال[۶۴۹۰]: زید نے غصہ کی حالت میں اپنی عورت کو ماں یا بہن کہا تو کیا حکم ہے؟

ظہیرالدین، متعلم مدرسہ ہذا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کہنے سے عورت اس پر حرام نہیں ہوئی بلکہ یہ قول لغو ہوا، لیکن ایسا کہنا مکروہ ہے:

"وإن نوى بأنت عليّ مثل أمي، أو كأمي، وكذا لو حذف "عليّ" –خانية– براً أو ظهاراً أو طلاقاً، صحت نيته، ووقع مانواه؛ لأنه كناية. وإلا ينوشئياً أوحذف الكاف بأن قال: أنت أمي، لغا، وتعين الأدنى: أي البر يعني الكرامة، فعلم أنه لابد في كونه ظهاراً من التصريح بأداة التشبيه شرعاً. ويكره قوله: أنت أمي، ويا ابنتي، ويا أختي ونحوه". درمختار شامی: ۲/۸۹۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۲/۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۲۳/صفر/۵۷ھ۔

شوہر کو باپ کہنا

سوال[۶۴۹۱]: اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو کہے کہ "تم میرے باپ ہو" تین مرتبہ، تو عورت وشوہر کا کیا حکم ہوگا؟

= ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۱/۴۷۳، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار على تنوير الأبصار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، ۴۱۰، سعيد)

(۱) (الدرالمختار مع رد المحتار: ۳/۴۷۰، باب الظهار، مطلب: بلاغات محمد رحمه الله مسندة، سعيد)

(وكذافي البحر الرائق: ۴/۱۶۵، باب الظهار، رشيديه).

(وكذافي فتح القدير: ۴/۲۵۲، ۲۵۳، باب الظهار، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے کوئی حرمت واقع نہ ہوگی، دونوں بدستور میاں بیوی رہیں گے، البتہ ایسے الفاظ کہنا منع اور مکروہ ہے، اس سے پرہیز اور توبہ کر لینی چاہیے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

بیوی کو دادی اماں کہنا

سوال [۶۴۹۲]: اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے مذاق میں کہہ دیا کہ "تو تُو پوری دادی اماں ہو رہی ہے" مرد نے عورت کو کسی تعجب خیز بات پر کہہ دیا تھا، حالانکہ شوہر کو بھی ایسا کہنے کی عادت بھی نہیں۔ اب کیا کفارہ لازم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں کوئی کفارہ لازم نہیں، نکاح بدستور قائم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۸/۵ھ۔

"تُو میری ماں ہے اور میں تیری اولاد ہوں" کہنے کا حکم

سوال [۶۴۹۳]: مسماۃ نفیسہ کی عمر گیارہ سال نابالغی کی حالت میں نکاح ورخصت ہوئی، کچھ زمانہ

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿واجتنبوا قول الزور﴾ (سورة الحج: ۳۰)

"وظهارها منه لغو، فلا حرمة عليها ولا كفارة، به يفتى". (الدر المختار: ۴۶۷/۳، باب الظهار، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۵۹/۴، باب الظهار، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۴۳/۱، باب الظهار، رشيديه)

(۲) "وإن نوى بأنت عليّ مثل أمي براً أو ظهاراً أو طلاقاً، فكمانوى، وإلالغا: أي وإن نوى بقوله لامرأته: أنت عليّ مثل أمي أحد هذه الأشياء التي ذكرها، فهو كمانوى، وإن لم يكن له نية، فليس بشيئ". (تبيين الحقائق: ۲۰۲/۳، كتاب الطلاق، باب الظهار، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۰۷/۱، الباب التاسع في الظهار، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۴۶۷/۳، باب الظهار، سعيد)

مسماۃ مذکورہ کا اچھا گذرا، کچھ عرصہ کے بعد اس کے شوہر مسمی شہاب الدین نے بحالتیکہ مسماۃ نابالغہ وناقابلِ جماع تھی، جماع کی خواہش کی، اس پر برابر مصر رہا، مسماۃ اس سے منکر ومنحرف رہی جس کی وجہ سے اس کو سخت زدوکوب کی زحمت برداشت کرنی پڑی اور جبکہ مسمی مذکور نے یہ بات دیکھ لی کہ اس میں کامیابی مشکل ہے تو اس سے دبر کی جانب بالجبر فعل کریہہ وممنوع کو اپنی عورت سے کرنا شروع کیا، حسبِ سابق زوجین میں اس پر بگاڑ ہوگیا۔ غرضیکہ جب لڑکی اس مرد کے خلاف تھی تو وہ برابر زدوکوب سے پیش آتا رہا۔

جب لڑکی اس سے مجبور ہوگئی تو اتفاقی طور سے یہ کہہ دیا جیسا کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ اس سے بہتر تھا کہ میرا نکاح شوکت سے ہوجاتا تو وہ مجھ کو آرام سے رکھتا، شوکت اس کے شوہر کا بڑا بھائی ہے، اس پر شوہر نے یہ الفاظ کہے کہ ''میں تجھ کو طلاق دے دوں گا، تُو شوکت سے نکاح کرلینا''۔ اور پھر اپنے خسر کے پاس آیا کہ چلو اسٹامپ لے لو تاکہ میں اس پر طلاق نامہ لکھدوں۔ والدین چونکہ جاہل ہیں، وہ لڑکی کو وہاں سے لے آئے، بعد دو ماہ کے چند اقرباء نے باپ کو مجبور کرکے لڑکی کو شوہر کے مکان پر واپس کرادیا۔ غرضیکہ پھر وہی حالت سابقہ سے نہیں رکتا رہا، یہاں تک کہ ایک روز اس کو پتھر دے مارا، ایک روز کامل کوٹھے میں بند رکھا۔ یہ حالت دیکھ کر والدین لڑکی کو چند یوم کے لئے اپنے گھر لے آئے۔

اس زمانہ قیام میں وہ حضرات غیر محرموں کو ہمراہ لیکر لڑکی کے والدین کے مکان میں بغیر پردہ کرائے داخل ہوگئے اور مسماۃ مذکورہ کو ہاتھوں میں لے کر شاہراہ عام میں کو لے گئے اور پہونچانے والے اٹھانے والے وہ لوگ تھے جو لڑکی کے نامحرم تھے، پھر اس واقعہ کے بعد مسماۃ پھر والدین کے یہاں چلی آئی۔ اس واقعہ کے اثنا یہ مسئلہ انجمن جوسیکری میں واقع تھی پیش آگیا، انجمن نے یہ فیصلہ کیا کہ لڑکی کو خورد ونوش وزدوکوب کی شکایت نہ ہو تو لڑکی شوہر کے یہاں واپس کردی جائے، چنانچہ حسبِ فیصلۂ انجمن لڑکی شوہر کے یہاں چلی گئی اور رہی، مگر ویسی ہی رہی جیسے کہ اس سے پہلے تھی، خانگی امور کی بنا پر زوجین میں ایک روز گفتگو ہوئی تو جواباً چند عورتوں کے روبرو شوہر نے یہ الفاظ کہے کہ ''خاموش رہ، بس تو میری ماں ہے اور میں تیری اولاد ہوں سب کا علم خدا کو ہے''۔ اس پر اس کے برادر نے آکر اس کا منہ بند کردیا کہ کیا کہہ رہا ہے۔ اب جب سے لڑکی والدین کے یہاں آئی ہے، سسرال کے لوگوں میں سے کسی نے کوئی خبر نہیں لی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسماۃ کا نکاح اس کے باپ نے کیا ہے، لہٰذا اختیارِ بلوغ حاصل نہیں (۱)۔ شوہر نے صاف لفظوں میں طلاق نہیں دی، صرف ایک لفظ کہا ہے کہ "تو میری ماں ہے اور میں تیری اولاد ہوں" اس لفظ سے نہ طلاق ہوتی ہے، نہ زوجہ حرام ہوئی اگرچہ اس لفظ کا کہنا مکروہ ہے (۲)۔ لہٰذا مسماۃ کو چاہئے کہ اپنی شکایت حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں پیش کرے، اس پر حاکم شوہر کو بلا کر کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق موافقِ شرع ادا کرو یا طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے، اگر شوہر ادائے حقوق پر آمادہ ہوجائے یا طلاق دیدے تب تو خیر، ورنہ حاکم تفریق کردے (۳)، پھر بعد عدت دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا۔ شوہر کے یہاں جانے کی صورت میں معصیت پر قابو دینے کی اجازت نہیں (۴)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ ربیع الاول/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲/ ربیع الاول/ ۶۱ھ۔

---

(۱) "ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفء إن كان الولي أباً أو جداً". (الدر المختار: ۳/۶۶، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۵۰۵، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸۵، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(۲) "ويكره قوله: أنت أمي، ويا ابنتي ويا أختي ونحوه". (الدر المختار: ۳/۴۷۰، باب الظهار، مطلب: بلاغات محمد رحمه الله تعالىٰ مسندة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۱۶۵، ۱۶۶ باب الظهار، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۲۵۲، ۲۵۳، باب الظهار، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) (وكذا في الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة، ص: ۱۱۱، حكم زوجة متعنت في النفقة، دار الإشاعت كراچى)

(۴) "المرأة كالقاضي لايحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك، أو شهد به شاهد عدل عندها".

(الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۴، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۵۱، باب الصريح، مطلبٌ: الصريح نوعان: رجعي وبائن، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۴۱، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

''اگر میں فلاں کام کروں تو اپنی بیوی کو ماں بنالوں'' کہنے کا حکم

سوال[۶۴۹۴]: زید وعمر دونوں ہم زلف ہیں، دونوں میں کسی بات پر کشیدگی ہوگئی تھی، ایک روز زید نے بحالتِ غصہ کہا کہ ''اگر عمر کی لڑکی کنیزہ سے اپنے لڑکے بکر کا نکاح کروں گا تو گویا میں اپنی بیوی کو ماں بنالوں گا''۔ یہ بات متعدد مرتبہ کہی، بعد میں جب زید اور عمر میں کشیدگی ختم ہوگئی تو زید کے لڑکے اور عمر کی لڑکی کا آپس میں نکاح بھی ہوگیا۔ ایسی صورت میں زید کی منکوحہ بیوی زید کے عقد میں رہی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا یہ جملہ نہایت بے ہودہ اور حماقت کا جملہ ہے، اس پر زید کو ندامت لازم ہے، آئندہ ہرگز ایسا نہ کہے، مگر اس سے نکاح ختم نہیں ہوا، وہ بدستور قائم ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۸ھ۔

ایلاء

سوال[۶۴۹۵]: زید کی دو بیویاں ہیں، ایک روز گھر میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ زید نے کہا کہ ''زوجہ اُولیٰ صرف چار ماہ تک اس گھر میں رہ سکتی ہے، اس کے بعد اس کا جمعہ سے پردہ ہوجائے گا۔ سوال یہ ہے کہ اس پر ایلاء کا اطلاق ہوگا یا نہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ اپنے والدین کے گھر چلی جا اور کسی سے نکاحِ ثانی کرلے۔ ان الفاظ کے لئے کیا حکم ہے؟ زید کی والدہ زوجہ اُولیٰ کو رکھنے کے لئے گھر میں تیار نہیں، اس لئے یہ جھگڑا چل رہا ہے۔ زید والدہ پر بھی مظالم کررہا ہے۔ کیا زید والدہ کے کہنے سے زوجہ اُولیٰ کو طلاق دیدے، شرعی کیا حکم ہے؟ فقط۔

---

(۱) "قال رحمه الله: وإن نوى بأنت عليّ مثل أمي براً أو ظهاراً أو طلاقاً، فكما نوى، وإلالغا: أي وإن نوى بقوله لامرأته: أنت عليّ مثل أمي أحدَ هذه الأشياء التي ذكرها، فهو كمانوى، وإن لم يكن له نية، فليس بشئ". (تبيين الحقائق: ۳/۲۰۲، كتاب الطلاق، باب الظهار، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۰۷، الباب التاسع في الظهار، رشيديه)

(وكذافي رد المحتار: ۳/۴۶۷، باب الظهار، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے الفاظ کہ ''زوجہ اولی صرف چار ماہ تک اس گھر میں رہ سکتی ہے، اس کے بعد اس کا مجھ سے پردہ ہوجائے گا'' ایلاء کے الفاظ نہیں ہیں، ان سے ایلاء نہیں ہوا۔ ایلاء میں بیوی کو چار ماہ کے لئے حرام قرار دیا جاتا ہے (۱)، یہاں چار ماہ کے لئے جائز قرار دے رہا ہے جو کہ ایلاء کی ضد ہے، البتہ ان الفاظ میں طلاق کا احتمال ہے، مگر وہ نیت پر موقوف ہے۔ اسی طرح یہ کہا کہ ''اپنے والدین کے گھر چلی جا، کسی سے نکاح ثانی کرلے'' کنایات طلاق میں سے ہے، پس اگر طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا ورنہ نہیں (۲)۔

زید اگر دونوں بیویوں کے حقوق ادا نہیں کرسکتا، صرف ایک کے ادا کرسکتا ہے تو دوسری کو طلاق دینا اس کے ذمہ لازم ہے۔ کیا زید اتنا سعادت مند ہے کہ والدہ کے کہنے سے زوجہ ثانیہ کو طلاق دیدے گا جبکہ وہ والدہ اور زوجہ اولی پر مظالم کر رہا ہے اور دونوں کو سزا دے رہا ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---
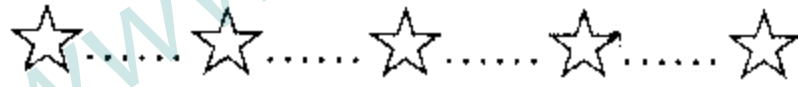
(۱) "هو (أي الإيلاء) اليمين على ترك قربان الزوجة أربعة أشهر فصاعداً، بالله أو بتعليق مايستشقه على القربان". (فتح القدير: ۱۸۹/۴، باب الإيلاء، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الدر المختار: ۴۲۲/۳، ۴۲۴، باب الإيلاء، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۶۹/۳، باب الإيلاء، دار الكتب العلميه بيروت)

(۲) "ولو قال لها: اذهبي فتزوجي، تقع واحدةً إذا نوى. فإن نوى الثلاث، تقع الثلاث". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۷۶/۱، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳۱۴/۳، باب الكنايات، قبيل تفويض الطلاق، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷۹/۳، باب الكنايات، دار الكتب العلمية، بيروت)

باب اللعان والخلع

(لعان اور خلع کا بیان)

لعان

سوال[۶۴۹۲]: زید نے (جوایک معمولی شخص ہے اور کچھ قدر دینی مسائل سے واقف ہے اور ایک دوگاؤں کے لوگ اس کو قاضی کا خطاب دیتے ہیں) زوجین کے درمیان حسبِ قواعدِ شرع لعان کروا کر تفریق کا حکم دیدیا اور کہا کہ ان ہر دو کے درمیان مطابق حدیث شریف:"المتلاعنان لایجتمعان أبداً". ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہوگیا ہے اور حلت ناممکن ہے۔ بکر کہتا ہے کہ زید کا یہ لعان کرانا اور تفریق کا حکم دینا درست نہیں، کیونکہ مسئلۂ لعان دارالاسلام میں جاری ہوتا ہے نہ دارالحرب میں اور اس میں قضائے قاضی شرط ہے، جو اس ملک میں مفقود ونادر ہے، اور بصورتِ تسلیم زوجین کا نکاح باہم بعد تفریق صحیح ہے۔ کیا زید حق پر ہے یا بکر اور حدیث: "المتلاعنان، الخ" کا کیا مطلب ہے اور لعان کروانا اور تفریق کا حکم دینا ہر ایک مسلمان کرسکتا ہے یا کسی خاص شخص کا کام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وأهله من هو أهل للشهادة على المسلم، فمن قذف بصريح الزنا في دارالإسلام زوجته الحية بنكاح صحيح ولو في عدة الرجعي العفيفة عن فعل الزنا..........وصلحا لأداء الشهادة .... لاعن". درمختار. قال في ردالمحتار: "(قوله: في دارالإسلام) أخرج دارالحرب لانقطاع الولاية". ردالمحتار، ص: ٩٠٦(١)۔

"وأما شرائط وجوب اللعان، فبعضها يرجع إلى القاذف خاصةً، وبعضها إلى المقذوف خاصةً، وبعضها إليهما جميعاً، وبعضها إلى المقذوف به، وبعضها إلى المقذوف فيه، وبعضها

---

(١) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ٣/٤٨٣، ٤٨٤، باب اللعان، سعيد)

إلى نفس القذف. أما الأول فواحدة، وهوعدم إقامة البينة على صدقه. وأماالثاني فإنكارها وجود الزنامنها وعفتها عنه. وأما الثالث فالزوجية والحرية والعقل والإسلام والبلوغ والنطق وعدم الحد في قذف، فلالعان في قذف المنكوحة فاسداً ولابقذف المبانة ولوواحدة، بخلاف قذف المطلقة رجعياً .... وأما المقذوف فيه فدارالإسلام، الخ". بحر، ص: ۱۱۳(۱)۔

عباراتِ مذکورہ سے لعان کی شرائط معلوم ہوگئیں: ایک شرط دارالاسلام ہونا بھی ہے، دارالحرب میں لعان نہیں۔ نیز نفسِ لعان سے تفریق نہیں ہوتی اور ہر شخص کو لعان کا اختیار حاصل نہیں، بلکہ جس قاضی شرعی کے سامنے لعان ہوا ہے اس کی تفریق سے تفریق ہوگی: "فإن التعنها، بانت بتفريق الحاكم الذي وقع اللعان عنده". تنویر (۲)۔ "إذ التعنها، لاتقع الفرقة حتى يفرّق الحاكم بينهما". هداية: ۱/۳۹۸(۳)۔

شریعت کے موافق لعان ہونے کے بعد اگر شوہر یا بیوی میں لعان کی اہلیت باقی نہ رہی ہو اس طرح کہ شوہر نے کہا کہ میں نے عورت پر تہمت لگائی تھی اور جھوٹ بولا تھا اور واقعۃً اس نے زنا نہیں کیا، یا عورت نے کہا کہ شوہر نے صحیح کہا تھا، میں نے زنا کیا تھا، یا کسی اور پر تہمت لگائی کہ جس کی وجہ سے شرعاً مرد یا عورت پر حد لازم ہوتی ہو تو پھر یہ دونوں آپس میں اگر نکاح کرنا چاہیں تو درست ہے اور جب تک لعان کی اہلیت باقی رہے گی، تفریقِ حاکم کے بعد ان کا نکاح آپس میں درست نہ ہوگا۔

متلاعن کی دو قسمیں ہیں: ایک حقیقی، دوسرے حکمی۔ حقیقۃً متلاعن کا اطلاق تو اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ لعان کر رہا ہو یعنی قسمیں کھا رہا ہو، اور حکماً متلاعن کا اطلاق اس وقت بھی صحیح ہوگا جب کہ اس میں لعان کی

---

(۱) (البحر الرائق: ۴/۱۹۰، باب اللعان، رشيديه)

(۲) (الدر المختار: ۳/۴۸۸، كتاب الطلاق، باب اللعان، سعيد)

(۳) (الهداية: ۲/۴۱۸، باب اللعان، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذافي تبيين الحقائق: ۳/۲۳۰، باب اللعان، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذافي البحر الرائق: ۴/۱۹۷، باب اللعان، رشيديه)

(وكذا في إعلاء السنن: ۱۱/۲۴۰، باب الابتداء في اللعان بالزوج وأن لاتقع الفرقة بنفس اللعان بل لابد لهامن تفريق القاضي، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه كراچی)

اہلیت ہو، پس جب کہ عورت نے مرد کی تصدیق کردی یعنی زنا کا اقرار کرلیا تو وہ حدِ زنا کی مستحق ہوگئی، لہٰذا پہلی صورت میں عورت لعان کی اہل نہیں رہی اور دوسری صورت میں مرد لعان کا اہل نہیں رہا، اب دونوں پر: "المتلاعنان لایجتمعان أبداً" کا حکم جاری نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ دونوں ایسی حالت میں نہ حقیقۃً متلاعن ہیں نہ حکماً:

"فإن أكذب نفسه حُدّ، وله أن ينكحها. ومعنى قوله عليه الصلوة والسلام: "المتلاعنان لايجتمعان أبداً": أى مادام متلاعنين، كقوله تعالى: ﴿ولاتصل على أحد منهم مات أبداً﴾: أى مادام منافقاً، يقال: المصلي لايتكلم: أى مادام مصلياً، فلم يبق متلاعناً لا حقيقةً لعدم الاشتغال به، ولا مجازاً؛ لأنه سُمّي متلاعناً لبقاء اللعان بينهما حكماً، ولم يبق، اهـ". زيلعي: ۳ / ۱۹ (۱)۔

"والحاصل أن الزوج لايحل له أن يتزوج بالملاعنة بعد التفريق، إلا إذا لم يبق أهلاً للعان، بأن أكذب نفسه، فحُدّ، أوقذف غيرها، فحدّ؛ لأنه بعد حد القذف لم يبق أهلاً للعان بأن زنت مثلاً". شلبي (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اُتم واُحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ۹/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ رمضان/ ۵۵ھ۔

لعان کی تفصیلات

سوال [۶۲۹۷]: ۱...... مسماۃ ہندہ پاک دامن نہیں ہے، کیونکہ مسماۃ ہندہ نے کافی طور پر زنا وحرام کیا ہے۔ زنا کی تہمت پر لعان واجب ہوگا یا نہیں؟

۲...... مسمی زید شوہر مسماۃ ہندہ نے بچشمِ خود زنا کاری کی حالت میں نہیں دیکھا، البتہ قرائن سے ونیز اہلِ

---

(۱) (تبيين الحقائق: ۳/ ۲۳۴، باب اللعان، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، باب اللعان: ۳/ ۲۳۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/ ۲۰۱، ۲۰۳، باب اللعان، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۴/ ۲۸۸، ۲۹۱، باب اللعان، مصطفى البابي الحلبي مصر)

محلّہ کے نامحرم مَردوں سے شوہر کے منع کرنے پر بھی بضد ہوکر پردہ نہ کرنے پر مسماۃ ہندہ کی نسبت شبہۂ زنا کاری کی طرف ہوجاتی، اس تہمت سے مسماۃ ہندہ شوہر خود سے ناخوش ہوکر لعان چاہتی ہے۔ پس ایسی صورت میں لعان واجب ہوگا یانہیں؟

۳.....کیا بلا دریافتِ شوہر اصلیتِ معاملہ مفتی صاحب طلاقِ بائن کا حکم صادر کرسکتے ہیں جب کہ مسماۃ ہندہ کی سابقہ زنا کاری کا مفتی صاحب کو علم نہ ہو؟

۴.....لاعلمی شوہر میں مسماۃ ہندہ طلاق بائن کا فتوی حاصل کرلے اور کسی دوسرے شخص سے عقدِ نکاح کرلے تو یہ نکاح جائز ہوگا یانہیں؟ فریقین مسلمان ہیں اور مذہبِ حنفی کے پیرو ہیں، مفصل فتوی مرحمت فرمایا جاوے۔ فقط والسلام۔

ضیاء احمد عثمانی دیوبندی، از مقام سہانپور، محلّہ کمہاران، بتاریخ: ۱۴/ شعبان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....لعان کے لئے دارالاسلام شرط ہے، لہذا ہندوستان میں لعان واجب نہیں: "ویشترط أیضاً کون القذف بصریح الزنا، وکونه في دارالإسلام". رد المحتار: ۲ / ۹۰۵ (۱)۔

۲.....لعان واجب نہ ہوگا، لیکن بلاثبوت شرعی زنا کی تہمت لگانا بھی حرام ہے (۲) اور عورت کو غیر مَردوں سے پردہ نہ کرنا اور ایسا تعلق رکھنا کہ جس سے زنا کی بدگمانی اور تہمت کا لوگوں کو موقع ملے، یہ بھی حرام ہے، تہمت کی جگہ سے نہ بچنا حرام ہے (۳)۔

---

(۱) (ردالمحتار: ۳/ ۴۸۳، باب اللعان، سعید)

(وکذافي البحرالرائق: ۴/ ۱۹۰، باب اللعان، رشیدیه)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "اجتنبوا السبع الموبقات". قالوا: يارسول الله! وماهن؟ قال: "الشرک بالله، والسحر، وقتل النفس ...... وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات". (صحيح البخاري: ۱/ ۳۸۸، كتاب الوصايا، باب قول الله: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتمى ظلماً﴾، قديمي)

(۳) "اتقوا مواضع التهم" ذكره في الإحياء، وقال العراقي في تخريج أحاديثه: لم أجدله أصلاً، لكنه بمعنى قول عمر رضي الله تعالى عنه: "من سلک مسالک الظن اتُهِم". ورواه الخرائطي في مكارم =

۳......مفتی کو طلاق دینے کا اختیار نہیں، اگر خود شوہر دے گا تو طلاق واقع ہوگی، کسی اَور کے دینے سے واقع نہ ہوگی (۱)۔ اگر کوئی فتوی اس قسم کا حاصل کیا گیا ہے تو بغیر اس کے دیکھے اس کے متعلق کچھ تحریر نہیں کیا جاسکتا۔

۴......ایسی صورت میں نہ فتوی سے طلاق واقع ہوسکتی ہے، نہ مفتی فتوی دینے کا مُجاز ہے۔ اگر شوہر بیوی میں نباہ دشوار ہوگیا تو عورت کو چاہیئے کہ کسی طرح لالچ دے کر یا خوف دلا کر شوہر سے طلاق حاصل کرلے، یا خلع کرلے (۲)، اس کے بعد عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا، بغیر اس کے عورت کا نکاح دوسری جگہ درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ ۸/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف ۱۸/ شعبان۔

= الأخلاق مرفوعاً بلفظ: "من أقام نفسه مقام التهم، فلايؤمن نفسه من أساء الظن به". (كشف الخفاء للعجلوني: ۱/ ۴۵)

(۱) "وأهله (أي الصلوة) زوج عاقل بالغ مستيقظ". (الدرالمختار: ۳/ ۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذافي الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه ومن لايقع طلاقه، رشيديه)

(وكذافي تبيين الحقائق: ۳/ ۳۴، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لايقيماحدود الله، فلابأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به، فإذا فعلاذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمهاالمال". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۴۸۸، الباب الثامن في الخلع، رشيديه)

(وكذافي فتح القدير: ۴/ ۲۱۱، باب الخلع، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذافي التاتارخانية: ۳/ ۴۵۳، الفصل السادس عشرفي الخلع، إدارة القرآن كراچي)

(۳) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، الفصل التاسع في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳/ ۱۱، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الزوجة: ۳/ ۴۵۱، دارالكتب العلمية، بيروت)

بیوی کو زانیہ کہنا

سوال[۶۴۹۸]: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے اور تحریر بھی لکھدے کہ تو فلاں مرد سے زنا کراتی رہتی ہے اور اس بات کا اعلان کراتا پھرے۔ اس شخص کی بیوی کو مرد کے اس قول سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بغیر ثبوتِ شرعی کے ایسا کہنا سخت معصیت اور کبیرہ گناہ ہے(۱)، اس کی سزا لعان ہے، لیکن یہاں اس کے شرائط موجود نہیں اس لئے لعان کا حکم نہیں کیا جائے گا(۲)۔ تاہم ایسا کہنے سے نہ طلاق ہوئی، نہ نکاح ختم ہوا(۳)، اگر اس کے نزدیک اس کی بیوی ایسی ہے اور وہ اس کو رکھنا نہیں چاہتا تو طلاق دے کر معاملہ ختم کردے

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "اجتنبوا السبع الموبقات". قالوا: يارسول الله! وما هن؟ قال: "الشرك بالله .... وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات". (صحيح البخاري: ۱/۳۸۸، باب قول الله: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتمٰى ظلماً، إنما يأكلون في بطونهم ناراً﴾، قديمي)

(وكذا في الصحيح لمسلم: ۱/۶۴، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، قديمي)

(وكذا في الجامع الصغير على مع فيض القدير: ۱/۲۸۹، (رقم الحديث: ۱۷۱)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۲) "فمن قذف بصريح الزنا في دار الإسلام زوجته .... وصلحا لأداء الشهادة وطالبته به، لَاعَنَ". (الدرالمختار). "أخرج دار الحرب لانقطاع الولاية". (ردالمحتار: ۳/۴۸۴، ۴۸۵، باب اللعان، سعيد)

(وكذافي البحرالرائق: ۴/۱۹۰، باب اللعان، رشيديه)

"وأما الذي يرجع إلى المقذوف فيه، وهو المكان، فهو أن يكون القذف في دار العدل، فإن كانا في دار الحرب أو في دار البغي، فلايوجب الحد". (بدائع الصنائع: ۹/۲۲۹، فصل في مايرجع إلى المقذوف فيه، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "وركنه لفظ مخصوص، هوماجُعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (الدرالمختارمع رد المحتار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذافي حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۳/۲۰، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية، بيروت)

ورنہ ایسا کہنے سے باز آئے اور بیوی کی نگرانی وحفاظت کا انتظام کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۷/ ۸۷ھ۔

خلع کی تشریح

سوال[۶۴۹۹]: مسئلہ خلع شرعی طریقہ پر کیا ہے؟ امید کہ آگاہی کے لئے مفصل طور پر تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تخالفِ طبائع یا کسی اور وجہ سے زوجین میں نباہ دشوار ہوجائے اور شوہر طلاق دینے پر آمادہ نہ ہوتو شریعت سے اس کی بھی اجازت ہے کہ عورت اور مرد خلع کرلیں یعنی لفظ "خلع" یا اس کے ہم معنی کسی لفظ سے زوجین حقوقِ زوجین کو ساقط کردیں، مثلاً زوجہ اپنا مہر ساقط کردے اور زوج اپنی ملکِ نکاح کو زائل کردے، یا عورت کچھ مال دیدے اور زوج اپنی ملکِ نکاح کو زائل کردے۔

یہ خلع شرعاً طلاقِ بائن کے حکم میں ہوتا ہے اور اس سے مہر اور نان ونفقہ وغیرہ سب ساقط ہوجاتا ہے، البتہ نفقۂ عدت اور ایامِ عدت کا سکنی زائل نہیں ہوتا، ہاں! اگر اس کی تصریح کردیں گے، یا فقط مرد تصریح کردے گا تو یہ نفقہ بھی زائل ہوجائے گا، سکنی پھر بھی زائل نہ ہوگا۔ اگر زیادتی اور تعدی مرد کی طرف سے ہوتو اس کو عورت سے کچھ مال لینا خلع کے عوض مکروہ تحریمی ہے، اگر عورت کی طرف سے زیادتی ہوتو مرد کو مال لینا درست ہے:

"الخلع هو إزالة ملك النكاح المتوقفة على قبولها بلفظ الخلع، أو مافي معناه، ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق بما يصلح للمهر. وحكمه أن الواقع به ولو بلا مال، وبالطلاق الصريح على مال طلاقٌ بائنٌ. وكره تحريماً أخذُ شيء، إن نشز، وإن نشزت لا. ويسقط الخلعُ كلَّ حق لكل منهما على الآخر ممايتعلق بذلك النكاح إلا نفقة العدة

وسكناها، إلا إذا نص عليها، فتسقط النفقة لاالسكنى، اهـ". درمختار بقدر الحاجة: ٢/ ٨٦٠(١)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۲/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ذی الحجہ/ ۵۸ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ ذی الحجہ/ ۵۸ھ۔

طلاق بالعوض

سوال[۲۵۰۰]: زید کی عورت مسماۃ ہندہ جس کو وہ اپنے گھر چھوڑ کر ملک پنجاب میں واسطے جستجوئے ملازمت چلا آیا اور مذکورہ زید کو ملازمت بھی مقام کالکا میں مل گئی جس کی اطلاع مسماۃ ہندہ اور اس کے والدین وبرادران کو ہوگئی تھی کہ زید فلاں جگہ پر ملازم ہوگیا ہے، بعد اس کے ملازم ہوجانے کے زید کی منکوحہ مسماۃ ہندہ بلاکسی اطلاع واجازت زید کے اپنے والدین کے گھر چلی گئی اور اب تک وہاں ہی والدین کے پاس رہتی ہے۔ اس بات اور چند دیگر شکایات پر ہر دو اطراف میں کشیدگی پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے معاملہ یہاں تک پہنچا کہ مسمی زید نے ایک تحریر مندرجہ ذیل الفاظ میں قلم بند کر کے اپنے سسرال روانہ کردی، تحریر یہ ہے:

> ”میں اقرار کرتا ہوں اور لکھ کر دیتا ہوں روبرو مندرجہ ذیل گواہان کے کہ مسماۃ ہندہ دختر مسلم منکوحۂ من، قوم نعل، ساکن موضع کلوچھ، ضلع مظفرآباد، ریاست کشمیر جو کہ عرصہ چند سال سے میرے عقد نکاح میں ہے، اب میں اس کو اپنے اوپر تین شرط سے حرام سمجھتا ہوں (یعنی تین طلاق دیتا ہوں) جو کہ ان کو (یعنی منکوحہ کو یا اس کے وارثوں کو) مبلغ پانچصد روپیہ خلع مسماۃ ہندہ مذکورہ بالا کا دینا پڑے گا، تب دوسری جگہ نکاح کی حقدار ہوسکتی ہے، ورنہ دوسری جگہ اس کا نکاح حرام ہے“ (یعنی اگر منکوحہ یا اس کے وارث خلع ادا کریں

---

(١) (الدر المختار: ٣/ ٤٣٩، ٤٥٣، باب الخلع، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/ ٤٨٨، ٤٩١، الباب الثامن في الخلع ومافي حكمه، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ٣/ ٤٥٤، ٤٧١، صفة الخلع وكيفيته براءة المهر والنفقة في الخلع، إدارة القران والعلوم الإسلاميه كراچي)

تو تین طلاق بشرط خلع)۔

اور اس تحریر کے ہمراہ ایک خط لکھا جو مسمی زید نے اپنے چچا کے نام لکھا تھا جس کا مضمون یہ ہے:

''بخدمت جناب چچا صاحب مولوی فضل الرحمٰن دام مجدہ!

اقبال احوال یہ ہے کہ (اس کے بعد اپنا کچھ حال لکھا یعنی اپنی خیر خیریت لکھی بعد میں مندرجہ بالا مرقومہ کا خط میں ذکر کیا جس کا مضمون یہ ہے) کہ دوسری عرض یہ ہے کہ ناراض تو خوب ہوں گے، شاید کہ نہ بھی ہوں (یعنی سسرال والے) میں نے اس کی لڑکی (یعنی اپنی منکوحہ کو) طلاق تین شرط پر دیدیں یعنی میرے پر تین شرط سے حرام ہے (یعنی تین طلاق، تین شرط ہمارے ملک میں محاورہ تین طلاق کو کہتے ہیں اور یہی زید کا اقرار ہے شرط خلع ہے) اس لئے چند حروف لکھ کر روانہ کرتا ہوں تا کہ سندر ہے، دوسرا جو کاغذ طلاق کا میں نے بھیجا ہے یہ سب کو دکھا دینا، جب تک کہ خلع ادا نہ کریں نہ دینا (یعنی جب تک کہ یہ تحریر نہ دینا جب تک کہ خلع ادا نہ کریں، صرف ان کو یعنی سسرال والوں کو دکھا کر اطلاع کریں''۔

یہ سب الفاظ بعینہ زید کے ہیں اور مندرجہ بالا تحریر کے گواہ یہ ہیں: محمود خاں ولد حمید اللہ خاں، دوسرا گواہ حضرت شاہ۔

یہ خط مع تحریر مسمی زید نے لکھ کر اپنے چچا کو روانہ کیا تھا اور لکھا تھا کہ یہ میرے سسرال والوں اور اہلیہ کو دکھا دینا، مگر یہ خط چچا کو نہیں ملا، بلکہ زید کی منکوحہ کے بڑے بھائی کو ملا جس کی شادی تھی اور اس نے نہ تو اپنے والدین کو مطلع کیا اور نہ اپنی ہمشیرہ کو مطلع کیا، خط لے کر ملک پنجاب میں اپنی ملازمت پر چلا آیا اور عرصہ تین چار ماہ کے بعد اس تحریر سے اپنے والدین وغیرہ کو مطلع کیا۔ فقط۔

اب گذارش یہ ہے کہ مساۃ مذکورہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کونسی؟ رجعی، بائن، یا مغلظہ؟ اور کیا مساۃ مذکورہ پر خلع دینا لازم آتا ہے یا نہیں؟ اور کیا مسمی زید خلع میں سے حق مہر دے سکتا ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر حوالہ جات کتب معتبرہ سے جواب باصواب سے ممنون فرمادیں۔ اور اگر عورت یا اس کے وارث خلع نامنظور کریں تو پھر بھی طلاق واقع ہوگی یا نہیں، جب کہ زید کا اقرار ہے کہ اگر خلع نہ ملا تو تین طلاق

دینے کو تیار نہیں، میری طلاق صرف شرط خلع پر ہے یعنی اگر وہ خلع دیدے تو تین طلاق ورنہ نہیں؟ ہر دو صورت سے مطلع فرمادیں، یعنی اگر خلع منظور کرلیں تو کیا حکم ہے اور اگر نہ منظور کریں تو کیا حکم ہے؟ فقط۔

الراقم: احقر غوث محمد از کالکا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر زید اس تحریر کا اقرار کرتا ہے(۱) تو صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق ہوجائیں گی بشرطیکہ بیوی پانچ سو روپیہ بدل طلاق ادا کردے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۰/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم/ ذی قعدہ/ ۵۷ھ۔

خلع کے لئے شوہر کی رضامندی ضروری ہے

سوال[۶۵۰۱]: عاصمہ کا وطن حیدرآباد ہے، اس کا نکاح خسرو کے ساتھ اورنگ آباد میں ہوا، اورنگ آباد عاصمہ کے والدین کا وطن ہے، یہ نکاح عزیزوں میں ہی ہوا۔ رخصتی کے دوسرے ہی دن عاصمہ کے والدین وغیرہ کو علم ہوا کہ خسرو کے اپنی حقیقی تائیری بھاوج کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے والدین وغیرہ سے علیحدہ اپنی اسی بھاوج کے گھر رہتا ہے اور وہیں کھاتا پیتا ہے، حتی کہ شادی بھی اسی گھر میں ہوئی اور دولہا دولہن بھی اسی گھر میں رہے، چنانچہ اس کا علم ہونے پر سب کو بالخصوص عاصمہ کی والدہ

---

(۱) "كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يُمله بنفسه، لايقع به الطلاق إذالم يُقرّ أنه كتابه". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الطلاق بالكتابة، رشيديه)

(وكذافي ردالمحتار: ۳/۲۴۷، مطلب في الطلاق بالكتابة، قبيل باب الصريح، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۳۸۰، إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القران كراچي)

(۲) "قال محمد رحمه الله تعالىٰ في الأصل: إذاقال الرجل لامرأته: أنت طالق بألف درهم، فقبلت، طلقت، وعليها ألف درهم". (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۴۴۳، إيقاع الطلاق بالمال، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۹۶، الفصل الثالث في الطلاق على المال، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۸۹، باب الخلع، دارالكتب العلمية، بيروت)

کو دلی صدمہ پہونچا اور شادی کے ایک ماہ بعد حیدرآباد کو واپسی کے دوسرے ہی روز عاصمہ کی والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا۔ اس موقع پر عاصمہ اپنے شوہر اور رشتہ کی پھوپھی جو خسرو کی بھاوج کی والدہ ہے، ان کے ہمراہ میت میں شریک رہی۔

عاصمہ کے عقد کے دوسرے ہی روز سے گھر کے کام کاج پر لگا دیا گیا، گھر کا پکوان، بچوں کی نگہداشت وغیرہ اور پھر اس کام میں عیب جوئی اور نکتہ چینی بھی ہونے لگی اور انتہائی تکلیف دہ اور بھونڈے انداز میں طنزیہ جملوں کا استعمال کرنے لگے، اس کو عاصمہ برداشت کرتی رہی کہ ممکن ہے حالات سازگار ہوجائیں، لیکن حالات خراب ہی ہوتے گئے۔ میکہ میں ایک ماہ قیام کے بعد عاصمہ اپنے شوہر کے گھر اورنگ آباد چلی گئی، اس کی واپسی کے بعد غالباً دو مرتبہ اس کے شوہر نے عاصمہ کی خیریت کی اطلاع دی، لیکن خود عاصمہ کی جانب سے اس کی حقیقی خیریت کا علم نہ ہوسکا۔ اس کے بعد ایک طویل عرصہ تک نہ کوئی خط ملا اور نہ کسی خط کا جواب آیا۔

قریب تین ماہ بعد اچانک عاصمہ کے چچا نے اس کی افسوسناک حالت لکھی، جس پر عاصمہ کے حقیقی چچا نے اورنگ آباد جاکر حالات کا جائزہ لیا جو بالکل صحیح نکلے۔ عاصمہ کی حالت بہت عبرت ناک تھی، حتی کہ اسے زدوکوب کرکے انتہائی ذلت آمیز برتاؤ کے ساتھ زبردستی گھر سے بھی نکال دیا گیا اور اس کے شوہر نے اپنی والدہ یعنی عاصمہ کی ساس کے گھر بغیر کچھ تفصیلات بتلائے چھوڑ آیا۔ یہ سب کچھ صرف شادی کے چار ماہ کے عرصہ میں ہوا۔

ان حالات میں عاصمہ کے چچا نے اس کو اپنے ساتھ لے جانے کی خواہش کی، بہرحال کسی طرح عاصمہ اپنے چچا کے ہمراہ صرف اپنے جسم کے کپڑے سے حیدرآباد آگئی اور اس کا تمام اثاثہ اور کپڑے وغیرہ وہیں رہ گئے۔ خسرو کی والدہ اور دیگر افراد بھی اس سے واقف ہیں، لیکن عذر کرتے ہیں کہ یہ ان کے قابو میں نہیں اور اس سے ان کے تعلقات خوشگوار بھی نہیں ہیں، اس طرح باہمی مصالحت بھی ناکام ہورہی ہے۔ انہی دشواریوں کے تحت عاصمہ کے والد نے عدالتی چارہ جوئی کا سہارا لیا، اولاً نفقہ کی نوٹس جاری کروائی، جس کے جواب میں خسرو نے وکیل کے ذریعہ الزامات منسوبہ سے براءت کا اظہار کرتے ہوئے عاصمہ کو خود واپس ہونے کا تذکرہ کیا۔

عدالتی چارہ جوئی کے ایک طویل عرصہ زیر دوران رہنے کے بعد قریب دو سال کا عرصہ ہے کوئی امید

افزا نتیجہ برآمد نہ ہوسکا، اس کے برعکس عاصمہ کے وکیل نے فریق سے ساز باز کر لی اور عدالتی معاملہ کو صرف ٹال مٹول پر رکھا۔

تین سال کے عرصہ میں نہ تو عاصمہ کی کوئی خبر لی اور نہ نفقہ کا کوئی انتظام کیا، بلکہ ہمیشہ چھوڑنے کی دھمکیاں دیتا ہے، لیکن یہ بھی احسن طریقہ پر آج تک نہ کیا کیونکہ مہر کی رقم جوڑھائی ہزار ہے، اس کی ادائیگی سے گریز ہے، لڑکی خلع حاصل کرنا چاہتی ہے۔ تو کیا اس کے لئے شوہر کی تصدیق لازمی اور ضروری ہے جبکہ اس سے یہ توقع ممکن نہیں ہے، اور جہیز کا سامان جو تقریباً پانچ ہزار کا ہے اس کا کیا حشر ہوگا؟ کیا ان حالات میں ممکن ہے کہ اس طرح یہ رشتہ خوشگوار ماحول میں برقرار رہ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان تکلیف دہ حالات کے باوجود رشتۂ زوجیت قائم ہے خلع کے لئے شوہر کا رضامند ہونا ضروری ہے (۱) جب تک شوہر خلع کو منظور نہ کرے خلع نہیں ہوسکتا۔ اگر عاصمہ ان حالات کو برداشت نہیں کرسکتی تو کسی طرح باثر آدمیوں کا واسطہ بنا کر یا مہر معاف کر کے یا کسی اور طرح شوہر سے طلاق حاصل کرلے (۲)۔ اگر خاندان کے معزز آدمی خسرو کے سامنے عاصمہ کی تکلیف بیان کر کے اس سے عہد لے لیں کہ وہ آئندہ ایسی باتوں سے پرہیز کرے گا اور اس پر اطمینان ہوجائے تو عاصمہ کو اس کے پاس رخصت کر دیا جائے۔

---

(۱) "إذا كان بعوض الإيجاب والقبول؛ لأنه عقد على الطلاق بعوض، فلاتقع الفرقة، ولايستحق العوض بدون القبول". (ردالمحتار: ۳/ ۴۴۱، باب الخلع، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/ ۴۵۳، الفصل السادس عشرفي الخلع، إدارة القرآن كراچي)

"لأنه أوقع الطلاق بعوض، فلا يقع إلا بوجود القبول". (المبسوط للسرخسي: ۳/ ۱۶۰، باب الخلع، غفاريه كوئٹه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن خفتم ألايقيماحدود الله، فلاجناح عليهما فيما افتدت به﴾ (البقرة: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لايقيماحدود الله، فلابأس بأن تفتدي نفسهامنه بمال يخلعهابه، فإذافعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمهاالمال". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۸۸، الباب الثامن في الخلع ومافي حكمه، رشيديه)

(وكذافي تبيين الحقائق: ۳/ ۱۸۴، باب الخلع، دارالكتب العلمية بيروت)

اگر وہ آباد کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو الحیلۃ الناجزۃ میں لکھے ہوئے طریقہ پر شرعی کمیٹی بنالی جائے جس میں ایک معاملہ شناس معتبر عالم بھی شریک رہے، اس میں عاصمہ کی طرف سے درخواست دی جائے، پھر وہ کمیٹی جملہ امور کی تحقیق وتفتیش کرکے "الحیلۃ الناجزۃ" کو سامنے رکھ کر اس کے موافق فیصلہ کردے تو وہ فیصلہ معتبر ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

خلع میں شرط

سوال [۶۵۰۲]: زید نے اپنی اہلیہ ہندہ سے خلع اس شرط پر کیا کہ تو بکر سے میل جول قطعاً چھوڑ دے، ہندہ نے اس شرط کو تسلیم کرلیا تھا، مگر بعد گذرنے عدت کے ہندہ نے زید کا حکم نہ مانا، بلکہ بعد عدت بکر سے نکاح کرلیا۔ زید، ہندہ، بکر تینوں بالغ ہیں۔ کیا اس صورت میں خلع واقع ہوگا یا نہیں؟ اور کیا ہندہ نے جو بعد عدت کے نکاح بکر سے کیا، کیا وہ نکاح درست ہے؟ زید کہتا ہے کہ میں نے خلع اس شرط پر کیا تھا کہ ہندہ بکر سے کوئی تعلق نہ رکھے، اب جب کہ ہندہ بکر سے تعلق قائم رکھ رہی ہے، اس لئے یہ خلع واقع نہیں ہوا، لہٰذا ہندہ نے جو نکاح بکر سے کیا ہے وہ درست نہیں، بلکہ ہندہ میری بیوی ہے، نہ کہ بکر کی۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شرط فاسد ہے اور شرطِ فاسد لگانے سے خلع فاسد نہیں ہوتا، بلکہ شرط بیکار ہوجاتی ہے اور خلع صحیح

---

(۱) "زوجہ متعنت کو اول تو یہ لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرلے، لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہبِ مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعے سے پوری تحقیق کرے۔ اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جائے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی، یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کردے، اس میں کسی مدت کے انتظار ومہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں"۔ (حیلۂ ناجزۃ ص: ۷۳، زوجۂ متعنت، دارالاشاعت کراچی)

رہتا ہے، کذافی الهندية: ۳۹٦/۱(۱)، لہٰذا زید کا قول لغو ہے۔خلع سے طلاقِ بائن واقع ہوگئی اور ہندہ کا بکر سے نکاح صحیح ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

قبولِ خلع کب تک ہے؟

سوال[۶۵۰۳]: ایجاباً تحریرِ خلع بیوی کی طرف سے آئی،شوہر کو یہ یادنہیں کہ مجلسِ علم میں اس نے اس کو قبول کیا یانہیں۔زیادہ عرصہ گذرنے کی وجہ سے؟ البتہ اتنا ہوا کہ اس تحریرِ خلع کا جواب شوہر نے ایک ماہ کے بعد اس امید پر کہ شاید بیوی کا خیال بدل جائے اور وہ رجوع کرلے،یا پھر بیوی نے پندرہ دن کے بعد شوہر کی اس تحریر کا جواب کہ مجھے خلع منظور نہیں ہے آکر لے جاؤ تو اس کے جواب میں شوہر نے جو الفاظ لکھے تھے وہ یہ ہیں:

''کہ اب تم میرے فقرنما عیش کو بھلانے کی کوشش کرو''۔صرف اتنا ہی لکھا تھا۔اب حضرت والا اس مضمون کے پیشِ نظر جواب شرعی عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نکاح بالیقین قائم تھا جب تک اس کو رفع کرنے والی کوئی یقینی شی متحقق نہیں ہوگی،اس کے مرتفع ہونے

---

(۱) ''رجل خلع امرأته وبينهما ولد صغير على أن يكون الولد عند الأب سنين معلومةً، صح الخلع، ويبطل الشرط''. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۹۱/۱، الباب الثامن في الخلع ومافي حكمه، رشيديه)

''خلعها على أن صداقها لوَلَدها أو لأجنبي، أو على أن يمسك الولد عنده، صح الخلع، وبطل الشرط''. (الدرالمختار). ''(قوله: صح الخلع)؛ لأنه لايفسد بالشرط الفاسد''. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۴٦۳/۳، باب الخلع، سعيد)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۱۹۰/۳، باب الخلع، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ''وحكمه: (أي حكم الخلع) وقوعُ الطلاق البائن''. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۸۸/۱، الباب الثامن في الخلع، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۸۳/۳، باب الخلع، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الدرالمختار: ۴۴۴/۳، باب الخلع، سعيد)

کا حکم نہیں کیا جائے گا(۱) اور وہ یہاں موجود نہیں یعنی ایجاب خلع کا قبول اسی مجلس میں ہو جس میں ایجاب یا ایجاب کا علم ہوا ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۷/۳/۱۳۸۹ھ۔

خلع سے طلاق

سوال[۶۵۰۴]: زید اور ہندہ شوہر و بیوی ہیں، ان میں کسی وجہ سے نا اتفاقی پیدا ہوگئی، شوہر طلاق نہیں دینا چاہتا، مگر ہندہ جب اپنے میکے چلی گئی، تو وہاں سے ایک تحریر خلع کے لئے بھیج دی کہ بعوض مہر خلع کرتی ہوں۔ وہ تحریر آ کر تقریباً ایک ماہ شوہر کے پاس رکھی رہی، شوہر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ہندہ جو کہ بالغہ عاقلہ ہے، اس کے والدین کے اصرار پر درمیان میں بعض لوگوں نے کوشش کی اور شوہر سے اسی تحریر خلع کو سامنے رکھتے ہوئے ایک تحریر خلع شوہر کو کسی طرح راضی کر کے لکھوالی۔

جب وہ تحریر ہندہ کے پاس پہونچی تو اس نے لے لی اور فوراً کوئی خیال انکار یا اقرار نہیں کیا قاصد پر، مگر پھر پندرہ دن گذر جانے کے بعد زید کے پاس خط آتا ہے کہ میں نے تو خلع نہیں کیا اور میں نے تو فوراً انکار کر دیا تھا، لہٰذا اب آیئے اور مجھے ضرور لے جایئے، بغیر آپ کے میں بہت زیادہ بے چین ہوں۔ اور اسی مضمون کا مکرر خط آتا ہے۔

ادھر شوہر نے یہ سمجھ کر کہ خلع ہو گیا دوسری شادی بھی کر لی۔ تو اس صورت میں یہ خلع شرعاً ہوا یا نہیں؟

---

(۱) "الیقین لایزول بالشک". (الأشباه والنظائر، ص: ۲۰، القاعدة الثالثة، دارالفكر، بيروت)

(وكذافي فتح القدير: ۱/۱۹۰، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في ردالمحتار: ۱/۳۲۸، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، سعيد)

(۲) "هو يمين في جانبه، فلايصح رجوعه قبل قبولها، ولايصح شرط الخيار له، ولايقتصر على المجلس، وفي جانبها معاوضة، فصح رجوعها، وشرط الخيار لها، ويقتصر على المجلس". (الدرالمختار: ۳/۴۴۲، ۴۴۳، باب الخلع، سعيد)

(وكذافي فتح القدير: ۴/۲۳۱، باب الخلع، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذافي تبيين الحقائق: ۳/۱۸۳، باب الخلع، دار الكتب العلمية، بيروت)

اور کیا شوہر پر ہندہ کے حقوق مثل سابق واجب ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندہ نے جو تحریر اولاً لکھی اس سے خلع نہیں ہوا، کیونکہ شوہر نے قبول نہیں کیا (۱)، پھر جب زید سے تحریر لکھوائی گئی اور وہ جبراً واکراہ سے نہیں تھی بلکہ رضامندی سے تھی اور اس میں زید نے صرف اتنا لکھا کہ ''میں نے تجھ سے خلع کرلیا'' تب تو اتنا لکھنے میں طلاقِ بائن واقع ہوگئی، کیونکہ یہ خود طلاق ہے اور اس تحریر کا بیوی کے پاس پہونچنا اور اس کا قبول کرنا بھی ضروری نہیں (۲)۔

اور اگر اس تحریر میں یہ تھا کہ ''میں نے تم سے مہر کے عوض خلع کرلیا'' تو اس تحریر سے خلع کا صحیح ہونا اور اس سے طلاق کا واقع ہونا ہندہ کے قبول کرنے پر موقوف تھا، جب ہندہ کے پاس یہ تحریر پہونچی، اگر اس نے مجلس میں قبول کرلیا تب تو خلع صحیح ہوکر مہر ساقط ہوگیا اور طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اگر ہندہ نے اس مجلس میں قبول نہیں کیا تو اب اس کو قبول کرنے کا اختیار باقی نہ رہا (۳)، اس صورت میں زید کی تحریر بیکار گئی، دونوں بدستور شوہر

---

(۱) ''وأما ركنه إذا كان بعوض الإيجاب والقبول؛ لأنه عقدٌ على الطلاق بعوض''. (ردالمحتار: ۳/ ۴۴۱، باب الخلع، سعيد)

(وكذافي المبسوط للسرخسي: ۳/ ۱۶۰، باب الخلع، مكتبة غفاريه كوئته)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/ ۴۵۳، الفصل السادس عشر في الخلع، إدارة القرآن كراچی)

(۲) ''ثم الكنايات على ثلثة أقسام: .... ومايصلح جواباً وشتماً: خلية، برية، بتة، بتلة، بائن، حرام .... وألحق أبويوسف رحمه الله بخلية وبرية وبتة وبائن أربعةً أخرىٰ .... وهي الأربعة المتقدمة، وزاد: خالعتُك، والحقي بأهلك''. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷۵، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذافي بدائع الصنائع: ۴/ ۲۳۲، فصل في الكنايات في الطلاق، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۳) ''قال الزوج: إن جئتني بألف أوأعطيتني أوأديّتني ألف درهم، فأنت كذا، فهوعلى المجلس''. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۹۷، الباب الثامن في الخلع، الفصل الثالث في الطلاق على المال، رشيديه)

''ويقتصر قبولها على مجلس علمها''. (الدرالمختار). ''حتى لو كانت غائبةً، فبلغها، فلهاالقبول، لكن في مجلسها؛ لأنه في جانبهامعاوضة''. (ردالمحتار: ۳/ ۴۴۲، باب الخلع، سعيد)

و بیوی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱/۲۴ھ۔

روپے کے عوض طلاق

سوال[۱۵۰۵]: ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ اگر تو مجھے طلاق دیدے تو میں تجھے تین سو روپے دوں، خاوند نے اقرار کیا تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شوہر نے کیا اقرار کیا، صرف وعدہ کیا یا طلاق دے بھی دی، اگر صرف وعدۂ طلاق کیا ہے تو اس سے طلاق نہیں ہوئی (۱)، ہاں! اگر طلاق دے دی ہے اور تین سو روپے کے عوض میں دی ہے تو طلاقِ بائن واقع ہوگئی (۲)، رجعت کا حق باقی نہیں رہا، اگر طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہے (۳)۔ اگر تین طلاق

---

(۱) "بخلاف قوله: طلقي نفسک، فقالت: أنا أطلق نفسي، لم يقع؛ لأنه وعد، جوهرة". (الدرالمختار، باب تفويض الطلاق: ۳/۳۱۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل السابع في الطلاق بألفاظ الفارسية: ۱/۳۸۴، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الطلاق، الفصل الأول، جنس آخر في ألفاظ الطلاق: ۲/۸۱، رشيديه)

(۲) "إن طلقهاعلى مال فقبلت، وقع الطلاق، ولزمها المال، وكان الطلاق بائناً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۹۵، الفصل الثالث في الطلاق على المال، رشيديه)

(وكذافي الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۴۴۴، باب الخلع، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۴۵۳، إيقاع الطلاق بالمال، إدارة القران كراچي)

(۳) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۲، ۴۷۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۲۲، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الدرالمختار على تنوير الأبصار، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، سعيد)

دی ہیں تو بلا حلالہ ہوئے نکاح بھی درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف ۳/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

مہر اور نفقہ کے عوض بیوی کی منظوری پر طلاق

سوال[۶۵۰۲]: اشفاق احمد نے اپنے بھائی عاشق محمد اور اپنی والدہ کے اثر و دباؤ اور منشاء کے مطابق اپنی بیوی مسماۃ عظیماً کو طلاق دینے کی خواہش کا اظہار کیا، جبکہ عظیماً طلاق لینا نہیں چاہتی تھی۔ ساتھ ہی عاشق محمد نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر عظیماً نے طلاق نہیں لی تو ہم گھر لا کر ظلم و زیادتی کریں گے اور ناک نقشہ بگاڑ دیں گے۔ عظیماً کے والد نور اللہ خان صاحب نے جب اشفاق محمد کو سمجھایا تو جواب ملا کہ جو عاشق چاہیں گے وہی ہوگا۔ چنانچہ اس دھمکی کے پیش نظر عظیما بی کے کچھ اعزہ نے ایک تحریر معافی نان ونفقہ کی لکھ کر عظیما بی سے ان کی لاعلمی میں اور مرضی کے خلاف اس پر انگوٹھا لگوا کر اشفاق محمد کو دیا۔ اور اس کے بعد ایک تحریری طلاق نامہ منجانب اشفاق محمد مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھا گیا:

نقل طلاق نامہ

''میں اشفاق محمد آج مورخہ ۳۰/ دسمبر ۱۹۵۳ء برضاء ورغبت بلا کسی جبر واکراہ اپنی بیوی مسماۃ عظیما بی کو بعوض مہر اور نان نفقہ وغیرہ کے طلاق دیتا ہوں''۔

اس تحریر پر اشفاق محمد نے معدو گواہان اور راقم کے دستخط کرائے، بعد ازاں عظیما بی کے بھائی حبیب اللہ خان سے اشفاق محمد نے طلاق کے الفاظ کہے: ''میں نے طلاق دی'' تین بار زبانی کہلوائے، جبکہ اصل

---

(۱) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا في الهداية، اهـ". (الفتاوى العالمكيرية، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/ ۴۷۳، رشيديه)

(وكذا في الهداية، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۲/ ۳۹۹، شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/ ۱۴۹، دارالكتب العلمية، بيروت)

طلاقنامہ میں تین طلاق کے الفاظ تحریر نہیں ہیں، بلکہ صرف بالعوض مہر ونان ونفقہ کے مندرجہ بالا الفاظ ہیں۔ عظیماً بی کو جب طلاق بالعوض مہر ونان نفقہ کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ میں نے مہر اور نان نفقہ نہ معاف کیا ہے اور نہ کروں گی، بلکہ حقِ مہر ونان ونفقہ واجب الاداء ہے اورلوں گی، مجھ سے دھوکہ سے زبردستی معافی نامہ پرانگوٹھا لگوایا ہے۔ انہوں نے زبان سے مہر وغیرہ معاف نہیں کیا۔

یہ بات واضح رہے کہ اس جملہ کارروائی کے وقت اشفاق محمد عاقل وبالغ اور خودمختار تھے اور یہ لوگ طلاق دینے کا مصمم ارادہ کرکے ہی آئے تھے، اور اس کا اظہار بھی عاشق محمد کی طرف سے عاشق محمد کے ذریعہ ہوا تھا۔ نیز عظیماً بی کا اب بھی یہ بیان ہے کہ نہ میں نے طلاق کی خواہش کی اور نہ مہر وخرچہ معاف کیا ہے۔ مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں برائے کرم بالتفصیل شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

۱...... یہ طلاق کی صورت ہے یا خلع کی؟ اگر طلاق ہے تو کس قسم کی؟

۲...... اگر طلاق واقع ہوگئی ہے تو اب دونوں کی بحیثیتِ زوجین دوبارہ رہنے کی کیا شکل وصورت ہے؟

۳...... نیز یہ کہ اگر بالعوض معافی مہر کے جواز کو لے کر طلاق واقع نہ ہوئی ہو اور عظیماً بی اب مہر ونان ونفقہ معاف کردیں تو کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲،۳...... تحریر میں طلاق مہر ونفقہ کے عوض ہے جو کہ بیوی کی منظوری پر موقوف ہے اور خلع کے درجہ میں ہے، اگر بیوی نے منظور کرلیا تو ایک طلاق بائن کا حکم ہوگا (۱) ورنہ کوئی طلاق نہیں ہوگی۔ سوال میں درج ہے کہ ''بیوی نے اس کو منظور نہیں کیا اور جو تحریر بیوی سے لی گئی ہے وہ دھوکہ دیکر لی گئی ہے'' اس لئے یہ تحریر بیکار گئی، اس سے نہ طلاق ہوئی، نہ مہر معاف ہوا۔

---

(۱) ''إذا كان بعوض الإيجاب والقبول؛ لأنه عقد على الطلاق بعوض، فلاتقع الفرقة، ولا يستحق العوض بدون القبول''. (ردالمحتار: ۴۴۱/۳، باب الخلع، سعيد)

''وحكمه أن الواقع به ولو بلامال وبالطلاق الصريح على مال طلاقٌ بائن''. (الدرالمختار: ۴۴۴/۳، باب الخلع، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴۵۳/۳، الفصل السادس عشر في الخلع، إدارة القرآن كراچی)

البتہ جب اس کے بعد زبانی شوہر سے کہلوایا کہ ''میں نے طلاق دی'' اورشوہر نے تین دفعہ یہ کہا اوراس میں مہر ونفقہ کے عوض یا معافی کا ذکرنہیں، تواس زبانی کہنے سے طلاقِ مغلظہ ہوگئی (۱) اورمہر معاف نہیں ہوا(۲)، نفقۂ عدت بھی ساقط نہیں ہوا(۳) اوراب بغیر حلالہ کے دونوں کے درمیان نکاح کی کوئی شکل نہیں (۴)۔ بیوی اب اگرمہر ونفقۂ عدت معاف کردے تواس کا حق ہے وہ معافی کرسکتی ہے(۵) مگرنکاح

---

(۱) ''کرر لفظ الطلاق، وقع الکل، وإن نوی التأکید دُیّن''. (الدر المختار: ۲۹۳/۳، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)

(وکذافی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲۸۸/۳، کتاب الطلاق، تکرار الطلاق وایقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

(وکذافی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۵۶/۱، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل فی الأول فی الطلاق فی الصریح، رشیدیه)

(۲) ''(وتجب) العشرة (إن سماها أو دونها، و) یجب (الأکثر منها إن سمی) الأکثر، ویتأکد (عند وطء أو خلوة صحت) من الزوج (أو موت أحدهما) أو تزوج ثانیاً فی العدة''. (الدر المختار: ۱۰۲/۳، باب المهر، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السابع فی المهر، الفصل الثانی فیما یتأکدبه المهر: ۳۰۳/۱، رشیدیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح من شروطه المهر، بیان مایتأکد به المهر: ۵۸۴/۲، دارالکتب العلمية بیروت)

(۳) ''المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسکنی، کان الطلاق رجعیاً أو بائناً أو ثلاثاً، حاملاً کانت المرأة أو لم تکن، کذا فی فتاویٰ قاضی خان''. (الفتاویٰ العالمکیریة: ۵۵۷/۱، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵۱۷/۲)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، باب النفقة، فصل فی نفقة العدة: ۴۴۱/۱، رشیدیه)

(۴) ''﴿فإن طلقها﴾ الزوج بعد الثنتین ﴿فلا تحل له من بعد﴾ بعد الطلقة الثالثة ﴿حتی تنکح﴾ تتزوج زوجاً غیره﴾''. (تفسیر الجلالین، ص: ۳۵، سورة البقرة)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۴۷۲/۱، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹۴/۴، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(۵) ''(وصح حطها) لکله أو بعضه (عنه) قبل أولا، ویرتد بالرد، کما فی البحر''. (الدر المختار). =

بغیر حلالہ کے نہیں ہو سکتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۷/ ۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۷/ ۱۳۹۰ھ۔

خلع میں بدل خلع دینے سے بیوی کا انکار

سوال [۷۰۵۶]: زید کی بیوی نے زید سے کہا کہ میں ایک بیگہ زمین آپ کو دیتی ہوں، اس کے عوض آپ مجھے خلع کر دیں، چنانچہ زید نے اس شرط مذکور پر خلع کر دیا، اب زید کی بیوی وہ زمین مذکور بعد خلع رجسٹری کرنے کو تیار نہیں ہے۔ تو کیا خلع باقی رہا یا نہیں؟ زید بیوی رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور زید کی بیوی اس کی زوجیت سے نکل گئی یا نہیں؟ اس سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت بیوی نے یہ کہا کہ میں ایک بیگہ زمین آپ کو دیتی ہوں، اس کے عوض آپ مجھے خلع کر دیں، اور زید نے اس کو منظور کر لیا تو جبھی خلع ہو کر طلاقِ بائن واقع ہو گئی (۱)، اب بیوی کو زمین دینے اور رجسٹری کرانے سے انکار کا حق نہیں رہا (۲)، زید کے نکاح سے وہ بیوی نکل چکی ہے، تاہم دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ

= "(قوله: وصح حطها) الحط: الإسقاط، كما في المغرب. وقيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح لو صغيرةً، ولو كبيرةً توقف على إجازتها، ولا بدمن رضاها". (ردالمحتار: ۳/ ۱۱۳، مطلب في حط المهر والإبراء منه، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/ ۳۴۹، باب المهر، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/ ۲۳۶، كتاب النكاح، باب المهر)

(۱) "إذا كان بعوض الإيجاب والقبول؛ لأنه عقد على الطلاق بعوض، فلاتقع الفرقة، ولايستحق العوض بدون القبول". (الدرالمختار). "وحكمه أن الواقع به ولو بلامال وبالطلاق الصريح على مال طلاقٌ بائن". (ردالمحتار: ۳/ ۴۴۱، ۴۴۴، باب الخلع، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/ ۴۵۳، الفصل السادس عشرفي الخلع، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لايقيماحدود الله، فلابأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعهابه، فإذافعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمهاالمال". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۸۸، الباب الثامن في =

نکاح کرکے ساتھ رہ سکتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

خلع اور لعان کی ایک صورت

سوال[۲۵۰۸]: زید نے عدالت نائب شریعت میں یہ دعویٰ کیا کہ ہندہ میری زوجہ کو میرے سپرد کیا جائے۔ ہندہ نے نائب قاضی کے روبرو یہ دعویٰ کیا کہ میں اپنے شوہر کی سختیوں کی وجہ سے پریشان ہوں، مجھ کو طلاق دلا دی جائے۔ دورانِ مقدمہ زید نے یہ درخواست کی کہ اگر ہندہ مہر معاف کرے تو اس کو طلاق دینے کو تیار ہوں۔ قاضی نے زید سے یہ تصدیق کی کہ یہ درخواست اس نے سوچ سمجھ کر لکھوائی؟ زید نے اقرار کیا کہ ہاں یہ درخواست اس نے لکھوائی ہے، نائب قاضی نے اسی درخواست پر اپنی تصدیق لکھدی۔ بعدہٗ ہندہ سے پوچھا: تُو مہر وغیرہ معاف کرتی ہے تو ہندہ نے مہر وغیرہ معاف کیا۔

دورانِ مقدمہ زید نے یہ بھی بیان دیا تھا کہ ہندہ پر اس کو زنا کار ہونے کا شک ہے، نائب قاضی نے مسئلہ قاضی کے پاس بھیجی اور یہ لکھا کہ میرے نزدیک مقدمہ خلع ولعان کا ہے، خلع کردیا جائے یا لعان کردیا جائے۔ قاضی نے یہ فیصلہ دیا کہ خلع جس کو دعویٰ طلاق بالمہر کہنا چاہیئے کسی عدالت میں سماعت کے لائق نہیں ہے، البتہ لعان کی نالش ہندہ کرسکتی ہے۔ ہندہ نے لعان کی نالش کی مقدمہ منظور ہوا۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ پر طلاق بائن واقع ہوئی یا نہیں؟ اور ہندہ لعان کی حقدار ہے یا نہیں؟ زید درخواست سے انکار کرتا

= الخلع ومافي حكمه، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۸۴/۳، باب الخلع، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الهداية: ۴۰۴/۲، كتاب الطلاق، باب الخلع، شركت علميه، ملتان)

(۱) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضاءها". (الفتاوى العالمكيرية: ۴۷۲/۱، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۲۲/۳، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۴۰۹/۳، باب الرجعة، سعيد)

ہے کہ اسے طلاق نہیں دی۔ اگر ہندہ مہر وغیرہ معاف کرے تو دوطلاق دینے کو تیار ہے، کیا شرعاً انکار قابلِ قبول ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس تمام تحریر میں زید کا کوئی ایسا لفظ نقل نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے زوجہ پر طلاق واقع ہوجائے، صرف ایک وعدہ ہے کہ اگر ہندہ مہر معاف کردے تو اس کو طلاق دینے کو تیار ہوں، اس وعدہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی (۱)۔ اگر زید درخواست مذکور کا انکار نہ کرے، اقرار ہی کرے تب بھی صرف اس درخواست سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ زید نے زنا کار ہونے کا محض شک کیا ہے، اس سے لعان نہیں آتا، اگر صراحۃً زوجہ کو زانیہ کہتا اور چار شاہد عینی نہ پیش کرسکتا تو البتہ حسبِ قانونِ شرع لعان کرتا (۲)۔

اگر زید طلاق دیدے تب تو مہر معاف ہوجائے گا۔ اگر طلاق نہ دے اور کم ازکم دو معتبر شاہد اس بات کے موجود ہوں کہ درخواست جس کا زید اب انکار کرتا ہے زید ہی کی ہے تو پھر مہر بھی معاف نہیں ہوگا، کیونکہ زوجہ نے زید کی اسی درخواست پر مہر معاف کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ طلاق کے عوض میں مہر معاف کیا ہے، اب جب وہ طلاق نہیں دیتا تو مہر بھی معاف نہیں ہوتا:

"إذا طلب إبراء ها له عن المهر والنفقة صريحاً ليطلقها، فأبرأته وطلقها فوراً، يصح الإبراء؛ لأنه إبراء بعوض.......... فإذا لم يطلقها، لم يبرأ .... فقد صرح في الخانية بأنها

---

(۱) "بخلاف قوله: طلقي نفسك فقالت: أنا أطلق، أو أنا أطلق نفسي، لم يقع؛ لأنه وعد، جوهرة".

(الدرالمختار، باب تفويض الطلاق: ۳/۳۱۹، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل السابع في الطلاق بألفاظ الفارسية: ۱/۳۸۴، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاویٰ، كتاب الطلاق، الفصل الأول، جنس آخر في ألفاظ الطلاق: ۲/۸۱، رشيديه)

(۲) " وإذا قذف الرجل امرأته بالزنا، وهما من أهل الشهادة والمرأة ممن يُحد قاذفها، أو نفى نسب ولدها وطالبته بموجب القذف، فعليه اللعان". (فتح القدير: ۴/۲۷۶، ۲۷۷، باب اللعان، مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۱۸۹، ۱۹۰، باب اللعان، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۲۴، باب اللعان، دارالكتب العلمية بيروت)

لوأبرأته عما لها عليه على أن يطلقها، فإن طلّقها، جازت البراءة، وإلا فلا". ردالمحتار: ۸۷۶/۲(۱)۔

خلع کے لئے اس کی ضرورت نہیں کہ عدالت ہی میں جاکر کیا جائے، بلکہ زوجہ مہر معاف کردے اور شوہر اپنے حقوقِ زوجیت ساقط کردے، بس خلع ہوگیا اور خلع طلاقِ بائن کے حکم میں ہوتا ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱۰/۵۹ھ۔

نابینا کے ساتھ نکاح کے بعد خلع

سوال[۱۵۰۹]: میری لڑکی جو کہ تقریباً ۴/ سال سے بالغ ہے، اس کا نکاح تقریباً ۶/ سال قبل یعنی اس کے سن بلوغیت سے ۲/ سال پہلے ایک لڑکے سے ہوا تھا، نکاح جیسا کہ موجودہ مسلم معاشرہ کا خصوصاً ہمارے دیہاتوں کا دستور ہے میں نے اپنی صوابدید پر اپنے گاؤں پڑوسیوں کے مشورہ پر لڑکے کو بغیر دیکھے کرآیا تھا۔ نکاح کے تقریباً ۸/ ماہ بعد جب میں خود لڑکے کے یہاں گیا تو معلوم ہوا کہ لڑکا بالکل نابینا ہے اور اس کو موتیابند ہے، اور نکاح کے قبل مجھ سے یہ پوشیدہ رکھا گیا کہ لڑکے کو موتیابند بیماری ہے۔ بہرحال لڑکی کے بالغ ہونے سے تقریباً دو سال قبل میں نے نکاح کرادیا تھا۔ ایسی صورت میں میری لڑکی وہاں جانے کو تیار نہیں ہے۔

لڑکا نکاح کے بعد کبھی میرے گھر نہیں آیا۔ لڑکے کی مالی حالت بھی اچھی نہیں کہ وہ بلا محنت مزدوری نان ونفقہ دے سکے، اور وہ مزدوری کیسے کرسکتا ہے جب کہ وہ نابینا ہے۔ اب چار سال سے یہ بالغ لڑکی میرے اوپر

---

(۱) (ردالمحتار: ۴۵۴/۳، باب الخلع، مطلب: حادثة الفتوى أبرأته عن مهرها، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۴۵۳/۳، إيقاع الطلاق بالمال، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) "وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به، فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمها المال". (الفتاوى العالمكيرية: ۴۸۸/۱، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۲۱۱/۴، باب الخلع، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۴۵۳/۳، الفصل السادس عشر في الخلع، إدارة القرآن، كراچي)

بارہے۔ایسی صورت میں حکمِ شرعی کیاہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آنکھوں میں موتیابند ہونے کے باوجود کیا ضروری ہے کہ قدرت نے اس کے لئے روزی کا دروازہ بند کردیا ہو، اس لئے بہتر یہ ہے کہ لڑکی کو رخصت کردیا جائے اور لڑکی کو چاہیے کہ والد کے کئے ہوئے نکاح کا احترام کرکے رخصت ہوجائے۔ لیکن اگر اس میں کامیابی نہ ہوتو مہر کے عوض طلاق حاصل کرلی جائے، پھر لڑکی کا عقد دوسری جگہ کردیا جائے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۱۳۸۹ھ۔

معافیٔ مہر کی شرط پر طلاق کی صورت

سوال[۶۵۱۰]: اگر کوئی شخص مسافتِ بعیدہ کی وجہ سے آنہیں سکتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اپنی منکوحہ کو اس شرط پر طلاق دے کہ وہ اس کا مہر معاف کردے تو اس کی کونسی صورت مناسب ہوگی؟

۱……آیا وہ وہیں سے طلاق کو مہر کی معافی اور مہر کی معافی کی تحریر منجانب عورت پر معلق کرکے تحریری طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے، اس طرح پر طلاق کو مہر کی معافی کی تحریر پر معلق کرنے سے بلامعافیٔ مہر کے طلاق کا وقوع تو نہیں ہوگا؟

۲……یا وہ بذریعۂ تحریر کے کسی شخص کو اپنی زوجہ سے مہر کی معافی کی تحریر لیکر طلاق دینے کا وکیل بنادے، تاکہ دونوں صورتوں میں جو صورت بحکمِ شرع مستحسن ہو اس کو اختیار کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

محمد شعیب عفی عنہ، مدرس مدرسہ چشمہ رحمت، شہر غازی پور، ۴/ اکتوبر۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لایقیما حدود الله، فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق بما یصلح للمهر بغیر عکس کلی لصحة الخلع بدون العشرة وبما في یدها وبطن غنمها". (الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۳/۴۴۱، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع ومافي حکمه: ۱/۴۸۸، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں صورتیں شرعاً درست ہیں، دونوں صورتوں میں بغیر معافی مہر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کسی وکیل پر اعتماد ہوتو وکالت کی صورت اختیار کرلے، خود زوجہ کی تحریر پر اعتماد زیادہ ہوتو بلا واسطہ زوجہ کی تحریر منگالے(۱) اور معافی مہر کی تحریر پر معتمد گواہوں کے دستخط بھی کرالے۔ اگر عورت خلع کی درخواست دے کر بذریعہ عدالت مسلمہ بعوض معافی مہر نکاح فسخ کرالے تب بھی درست ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذی الحجہ/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۷/ ذی الحجہ/ ۶۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "إن طلقها على مال فقبلت، وقع الطلاق، ولزمها المال، وكان الطلاق بائناً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۹۵، الفصل الثالث في الطلاق على المال، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۴۰۵، باب الخلع، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

" وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۴۰۴، كتاب الطلاق، باب الخلع، شركة علميه ملتان)

باب الرجعة

(رجعت کا بیان)

رجعت کا ثبوت

سوال[۶۵۱۱]: ایک الجھا ہوا سوال ہے، طلاق کا جھگڑا ہے (جس کا خلاصہ کچھ جواب سے ہی ظاہر ہو رہا ہے) جس پر دارالافتاء سے مندرجہ ذیل حکم لکھا گیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفسِ طلاق پر دونوں کا اتفاق ہے، اس کے بعد شوہر دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کرلی۔ اب اگر عورت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ ہاں شوہر نے رجعت کرلی تھی، یا اس کا اقرار کرتی ہے کہ شوہر نے میرے ساتھ ہمبستری کی، یا بوس وکنار کیا ہے تو پھر کسی مزید شہادت کی حاجت نہیں، رجعت کی صحت وثبوت کے لئے یہی کافی ہے(۱)۔

اگر بیوی رجعت کا انکار کرتی ہے اور صحبت وغیرہ کا بھی انکار کرتی ہے کہ اس قسم کی کوئی چیز پیش نہیں آئی تو پھر شوہر کے ذمہ دو گواہوں کا پیش کرنا ضروری ہے جو گواہی دیں کہ شوہر نے ہمارے سامنے (عدت ختم ہونے سے پہلے) یہ کہا ہے کہ میں نے رجعت کرلی، یا اپنی طلاق واپس لے لی۔ اگر یہ گواہی شوہر پیش کردے تو رجعت کا حکم کردیا جائے گا(۲)۔ اگر گواہی پیش نہ کرسکے تو عورت کا انکارِ رجعت سے قبول کیا جائے گا اور اس پر قسم بھی

---

(۱) "وإذا انقضت العدة فقال: كنت راجعتها في العدة، فصدقته، فهي رجعة، كذا في الهداية".

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۰، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۱، سعيد)

(۲) "(و) كذا (لو أقام بينةً بعد العدة أنه قال في عدتها: قد راجعتها، أو) أنه (قال: قد جامعتها) ..... =

نہیں آئے گی (۱)۔ طلاق کی عدت تین حیض ہے جس کی ادنیٰ مدت ساٹھ دن ہے، یعنی ساٹھ دن میں تین حیض آسکتے ہیں (۲) اگر حاملہ ہو تو بچہ پیدا ہونے پر عدت ختم ہوتی ہے (۳)۔

تنبیہ: اگر شوہر نے زبان سے طلاق نہیں دی اور بیوی کے سامنے تحریر لکھ کر دی ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی (۴)، پھر رجعت یا اس کے ثبوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورت کو طلاق اور رجعت کا علم ہونا ضروری نہیں

سوال [۶۵۱۲]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی، بیوی کو معلوم نہیں تو اس صورت میں خود بخود

= (كان رجعة)؛ لأن الثابت بالبينة كالثابت بالمعاينة". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/ ۴۰۱، ۴۰۲، سعيد)

(۱) "في الروضة لو اتفقا على انقضاء العدة واختلفا في الرجعة، فالصحيح أن القول قولها، وعليه الجمهور، كذا في غاية السروجي. ولا يمين عليها عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، كذا في الهداية".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة الخ: ۱/ ۴۸۰، رشيديه)

(۲) "(وهي في) حق (حرة) ولو كتابية تحت مسلم (تحيض لطلاق) .... (ثلاث حيض كوامل). ولو بالحيض، فأقلها لحرة ستون يوماً، ولأمة أربعون". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/ ۵۰۴ - ۵۲۳، سعيد)

(وكذا في إمداد الفتاوىٰ، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲/ ۴۹۴، مكتبه دارالعلوم كراچي)

(۳) "وإن كانت حاملاً فعدتها أن تضع حملها لقوله تعالىٰ: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾". (الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲/ ۴۲۳، شركة علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۳/ ۲۵۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۴) بعض اردو فتاویٰ میں بیوی کے سامنے ہونے کی صورت میں تحریری طلاق سے وقوعِ طلاق کا حکم لکھا گیا ہے، اور اس کے لئے عام فقہی عبارات لکھی گئی ہیں، لیکن حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے شامی کے صریح جزئیہ کو مدِ نظر رکھ کر عدمِ وقوع لکھا ہے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"وظاهره أن (الكتاب) المعنون من الناطق الحاضر غير معتبر، اهـ". (رد المحتار، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتىٰ: ۶/ ۷۳۴، سعيد)

اور چونکہ تحریر، عبارت کا قائم مقام ہے اور جب خود عبارت پر قدرت ہو تو تحریر کا اعتبار نہیں ہوتا۔

(فضلِ مولیٰ ابن القاضی فضلِ خالق)

بیوی کے عدت کی نیت کئے بغیر عدت گزر جائے گی یا نہیں؟ نیز شوہر اپنے طور پر رجوع کرے، دل میں نیت کرے یا زبان سے کہدے کہ میں رجوع کرتا ہوں، بیوی کو جیسے طلاق کا علم نہیں، ایسے ہی رجوع کا بھی علم نہیں۔ تو اس صورت میں شوہر کا رجوع کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور بیوی کو اس کا علم نہیں ہے، جب بھی وقتِ طلاق سے ہی عدت شروع ہوجائے گی، عدت کا گزرنا عورت کے علم پر موقوف نہیں:

"وكذا تنقضي العدة بدون العلم به، الخ. وعلى هذا يبنى وقت وجوب العدة أنها تجب من وقت وجود سبب الوجوب من الطلاق والوفات وغير ذلك، حتى لوبلغ المرأةَ طلاقُ زوجها، أو موته، فعليها العدة من يوم طلق أومات.......... ولما كان الركن هوالأجل عندنا، وهو مضي الزمان، لايقف وجوبه على العلم به، كمضي سائر الأزمنة". بدائع: ۳/۱۹۰(۱)۔

اس طرح اگر شوہر نے رجعت کرلی تو بہتر یہ ہے کہ عورت کو مطلع کردے، لیکن اگر مطلع نہ کرے جب بھی رجعت درست ہوجائیگی:

"وندب إعلامها بها، لكيلا تنكح غيره بعد انقضاء العدة". الدر المختار على هامش رد المحتار: ۲/۷۳۱(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین۔

---

(۱) (بدائع الصنائع: ۴/۴۱۵، كتاب الطلاق، فصل فيما يتعلق بتوابع الطلاق، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) (الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۰۱، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۳۳، باب الرجعة، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۰، الباب السادس في الرجعة الخ، رشيديه)

طلاق، عدت اور رجعت کی تفصیل

سوال[۶۵۱۳]: مسلمانوں میں شادی کے متعلق ہمیں یہ بتایئے کہ اگر ایک مسلمان اپنی بیوی کو چند سیکنڈ کے وقفہ سے طلاق دیتا ہے تو شادی ناجائز ہوجاتی ہے۔ اس سے دوبارہ کیسے شادی ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق اور اس کے بعد دوبارہ نکاح میں بڑی تفصیل ہے، اگر نکاح کا ایجاب وقبول ہونے کے بعد تنہائی ویکجائی ہونے سے پہلے ہی طلاق دیدی خواہ ایک یا دو طلاق دی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے، (حلالہ کی ضرورت نہیں)(۱)۔ اگر تین طلاق ایک لفظ سے دی ہو مثلاً اس طرح کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تو بغیر حلالہ کے نکاح کی گنجائش نہیں رہی (۲)۔

اگر نکاح کے بعد دونوں میں یکجائی وتنہائی ہوچکی تھی، پھر طلاق دی ہے تو اگر ایک یا دو طلاق صاف لفظوں میں دی ہے مثلاً اس طرح کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی یا اس کو دو طلاق دی تو اس کا حکم یہ ہے کہ عدت (تین ماہواری) گذارنے سے پہلے پہلے شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہے (۳) جس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ

---

(۱) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۴۷۲/۱، فصل فیما تحل به المطلقة ومایتصل به، رشیدیه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۲۶/۳، فصل فيما تحل به المطلقة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴۳۲/۱، باب الرجعة، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وإن كان الطلاق ثالثاً في الحرة......لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۴۷۳/۱، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۱۷۷/۴، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۹۴/۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلة، رشيديه)

(۳) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً، أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أولم ترض". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۴۷۰/۱، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۴۹/۳، باب الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴۳۲/۱، باب الرجعة، داراحياء التراث العربي بيروت)

زبان سے کہہ دے کہ میں نے رجعت کرلی، یا یہ کہ اپنی طلاق کو واپس لے لیا، یا وہ معاملہ کرے جو شوہر اور بیوی کے ساتھ مخصوص ہے، ایسا کرنے یا کہنے سے نکاح قائم رہے گا، دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں ہوگی (۱)۔

اگر رجعت نہیں کی اور عدت ختم ہوگئی تو دوبارہ نکاح کی اجازت ہوگی (حلالہ کی ضرورت نہیں ہوگی)(۲)۔

اگر تین طلاق دیدی یا تین لفظوں سے مثلاً اس طرح کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، تو اس کا حکم یہ ہے کہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت نہیں، حلالہ یہ ہے کہ عدت ختم ہونے تک شوہر سے بالکل پردہ میں رہے، سامنے نہ آئے، ایک جگہ تنہائی میں اس کے پاس نہ جائے، جب عدت ختم ہوجائے تو دوسرے شخص سے اس کا نکاح ہو، وہ ہمبستری کرے، پھر وہ مرجائے یا طلاق دیدے اور اس کی عدت ختم ہوجائے، تب اس میں تین طلاق دینے والے شوہر سے دوبارہ نکاح کیا جائے (۳)، طلاق کی عدت تین ماہواری کا گذرنا ہے، اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے، شوہر کا انتقال ہوجائے تو اس کی عدت چار ماہ دس

---

(۱) "(فالسني)أن يراجعها بالقول، ويشهد على رجعتها شاهدين، ويعلمها بذلک، فإذا راجعها بالقول نحو أن يقول لها: راجعتک، أو راجعت امرأتي، ولم يشهد على ذلک، أو أشهد ولم يعلمها بذلک، فهو بدعيٌّ، مخالفٌ للسنة، والرجعة صحيحةٌ. وإن راجعها بالفعل مثل أن يطأها، أو يقبلها بشهوة أو ينظر إلى فرجها بشهوة، فإنه يصير مراجعاً عندنا، إلا أنه يكره له ذلک، ويستحب أن يراجعها بعد ذلک بالإشهاد". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۶۸، باب الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۵، باب الرجعة، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۲، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۲۶، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۳۲، باب الرجعة، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة .... لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۱۷۷، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۲۹۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

روز ہے(۱)۔ اگر شوہر کے ساتھ یکجائی وتنہائی ہونے سے پہلے ہی طلاق ہوگئی تو عدت واجب نہیں، جوصورت پیش آئی ہو اس پر جواب کو منطبق کرلیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۱۳۹۱ھ۔

''اب ایسا نہیں کروں گا'' کہنے سے رجعت نہیں ہوتی

سوال[۶۵۱۴]: آپ کا فتویٰ ملا، اب شوہر نے لکھا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق کے لئے خط لکھا مگر اب ایسا نہیں کروں گا، میری بیوی کو بھیج دیجئے۔ تو اس سے رجعت ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان جملوں سے رجعت نہیں ہوتی، بلکہ آئندہ طلاق دینے سے انکار ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۸۹ھ۔

---

(۱) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً، أو رجعياً، أوثلاثاً، أووقعت الفرقة بينهما بغير طلاق، وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء. وعدة الحامل: أن تضع حملها، وعدة الحرة في الوفاة أربعة أشهر وعشرة أيام". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۲۶-۵۲۹، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۶۸، ۲۵۳، باب العدة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "أربع من النساء لاعدة عليهن: المطلقة قبل الدخول .... اهـ". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۲۶، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۴/۵۷، الفصل الثامن والعشرون في العدة، إدارة القرآن كراچي)

وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۳۲، باب الرجعة، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(۳) "وهي على ضربين: سنيٌّ وبدعيٌّ (فالسني)أن يراجعها بالقول، ويشهد على رجعتها شاهدين، ويعلمها بذلك. فإذا راجعها بالقول نحو: أن يقول لها: راجعتك، أو راجعت امرأتي، ولم يشهد على ذلك، أو أشهد ولم يعلمها بذلك، فهو بدعي مخالف للسنة، والرجعة صحيحة. وإن راجعها بالفعل مثل: أن يطأها أو يقبلها بشهوة أو ينظر إلى فرجها بشهوة، فإنه يصير مراجعاً" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۶۸، الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة، رشيديه) ....=

دوطلاق کے بعد دوبارہ نکاح

سوال[۶۵۱۵]: میں بدرستیٔ ہوش وحواس بلا کسی جبر واکراہ کے تحریر کرتا ہوں کہ مسماۃ ہاجرہ بیگم دختر نصیر محمد ساکن کڑوار ضلع سلطانپور کو جو میرے نکاح میں ہے بوجوہ ذیل طلاق دیدی اور اپنے نکاح سے علیحدہ کردیا۔

۱-جن امور میں مسماۃ موصوفہ پر بحیثیتِ زوجہ ہونے کے میری اطاعت واجب تھی ان میں بھی وہ میری اطاعت نہ کرتی تھی اور میری خلافِ مرضی عمل کرتی تھی اور نہایت دل آزار رویہ اختیار کرتی تھی۔

۲-مسماۃ موصوفہ کے عادات واطوار سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ میرے نکاح میں رہنا پسند نہیں کرتی تھی چنانچہ کئی مرتبہ اس نے مجھے باصرار کہا کہ مجھے طلاق دیدو۔

۳-میری بلا اطلاع اور بلا اجازت میرے مکان سے بے حجابانہ بھاگ کر چلی گئی جو میری سخت توہین اور دل آزاری کا باعث ہوا۔ بوجوہ مذکورہ ہم کو یقین ہوا کہ میرے اور مسماۃ موصوفہ کے تعلقاتِ زن وشوہر خوشگوار نہیں رہ سکتے، اس لئے میں نے یہ طلاق نامہ لکھدیا اور اس کی اطلاع اس کے والدین کو بذریعہ رجسٹری کردی تاکہ وقتِ ضرورت کام آئے۔ایک طلاق نامہ جس کی نقل استفتاء ہذا کے ساتھ منسلک ہے، اپنی زوجہ ہندہ کے نام بذریعہ رجسٹری روانہ کیا، ہندہ نے وصول کیا۔ زید سے جب اس طلاق نامہ کی تصدیق کی گئی تو اس نے اقرار کیا کہ یہ طلاق نامہ اس نے لکھا ہے۔لہذا سوال یہ ہے کہ:

۱......اس طلاق نامہ کے لکھنے اور زبانی اقرار کرنے سے ہندہ مطلقہ ہوئی یا نہیں؟

۲......اگر مطلقہ ہوئی تو یہ طلاق کس قسم کی ہوئی؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟ یعنی زید کو رجوع کا حق ہے یا نہیں؟ اگر اس کو رجوع کا حق ہے تو اس کا کیا طریقہ ہے اور رجوع کے لئے زوجہ کی رضامندی شرط ہے یا نہیں؟

۳......زید کی زوجہ ہندہ حاملہ ہے تو اس کی عدت طلاق کیا ہے؟

مندرجہ بالا سوالات کے جوابات ازروئے فقہ حنفی تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

= (وكذا في فتح القدير: ۳/۱۵۹، باب الرجعة، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

وكذا في البحر الرائق، ۴/۸۵، كتاب الطلاق، باب الرجعة، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

۱.....مطلقہ ہوگئی۔

۲.....اس میں دو لفظ ہیں: پہلا لفظ ہے''طلاق دیدی''اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی(۱) دوسرا لفظ ہے''اپنے نکاح سے علیحدہ کردیا''اس سے بائنہ ہوئی(۲) اب رجوع کا حق نہیں رہا، البتہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح صحیح ہے عدت میں ہو یا بعد عدت(۳)۔

۳.....حاملہ عورت کی عدت وضعِ حمل ہے، وضعِ حمل کے بعد ہندہ کو نکاحِ ثانی کا بھی اختیار ہوگا(۴)۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۶/۵۹ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف، ۱۷/ جمادی الثانیہ/ ۵۹ھ۔

---

(۱) "وهو كأنت طالق و مطلقة و طلقتك، وتقع واحدة رجعية". (الفتاوىٰ العالكميرية: ۱/۳۵۴، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۹، ۴۰، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۴۷، ۲۴۹، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(۲) "لا سبيل لي عليك، لا ملك لي عليك، خليت سبيلك، فارقتك .... لايقع الطلاق إلا بالنية". (الفتاوىٰ العالكميرية: ۱/۳۷۵، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع رد المحتار: ۳/۳۰۰، باب طلاق غير المدخول بها، مطلب: لا اعتبار بالإعراب هنا، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۳/۳۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة و بعد انقضاءها". (الفتاوىٰ العالكميرية: ۱/۴۷۲، ۴۷۳، فصل فيما تحل به المطلقة و ما يتصل به، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۲۲، فصل فيما تحل به المطلقة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعيد)

(۴) "و(العدة) في حق الحامل مطلقاً ...... وضع جميع حملها". (الدرالمختار على تنوير الأبصار: =

ایک طلاق کے بعد نکاح کرنے سے دو طلاق کا اختیار رہتا ہے

سوال[۶۵۱۶]: اگر کسی مرد نے بیوی کو طلاق دیدی اور عدت کے بعد پھر اس سے نکاح کرلیا تو کیا یہ نکاح کے بعد دو طلاق کا مالک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دوبارہ اسی مطلقہ سے نکاح کرنے کے بعد صرف دو طلاق کا اختیار باقی رہ گیا ہے، اگر وہ عورت بعد عدت کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلیتی اور پھر اس کی طلاق یا وفات کے بعد اس پہلے شوہر سے نکاح کی نوبت آئی تو پھر یہ تین طلاق کا مالک رہتا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۱۴۰۶ھ۔

طلاق کے بعد تجدید نکاح سے کتنی طلاق کا اختیار رہتا ہے؟

سوال[۶۵۱۷]: زید نے اپنی زوجہ کو ایک یا دو طلاق رجعی یا بائن دیدی پھر اس نے بغیر زوج ثانی کے عدت کے اندر یا بعد انقضائے عدت خود عقد کرلیا، اب مسئول عنہ یہ ہے کہ زید باقی طلاق کا مالک ہے یا پھر سے تین طلاق کا مالک ہوگیا؟ کتب معتبرہ کا حوالہ مع نقل عبارت ضرور ہونا چاہئے؟

المستفتی: محمد بدرالدجیٰ چاٹگامی۔

= ۵۱۱/۳، باب العدة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالكميرية: ۵۲۸/۱، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲۵۲/۳، باب العدة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "وإذا تزوجت المطلقة واحدةً أو ثنتين بزوج آخر، قال أبو حنيفة و أبو يوسف رحمهما الله تعالىٰ: يهدم تطليقتين، وتعود إلى الزوج الأول بثلاث تطليقات، خلافاً لمحمد والشافعي". (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۶۰۷/۳، الفصل الثالث والعشرون في مسائل المحلل، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الهداية: ۴۰۰/۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركت علمية ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالكميرية: ۴۷۵/۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

اس صورت میں زید باقی کا مالک ہے، تین طلاق کا مالک نہیں۔ اگر بعد زوج ثانی کے عقد کرتا تو شیخین کے قول کے موافق تین طلاق کا مالک ہوتا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت بھی باقی ہی کا مالک ہوتا، تین طلاق کا پھر بھی مالک نہ ہوتا۔ طلاق رجعی کی صورت میں اپنی مطلقہ سے عدت کے اندر دوبارہ عقد کرنا فعلِ عبث اور لغو ہے، بلکہ ایسی حالت میں فقط رجعت کافی ہوتی ہے، و هذا ظاهر منصوص في الشرع۔ لہٰذا جو حکم رجعت پر مرتب ہوتا بغیر تجدید عقد کے وہی اس عقد کے بعد مرتب ہوگا:

"وإن قال لامرأته: كلّما ولدت فأنت طالق، فولدت ثلاثة أولاد في بطون مختلفة بين كل ولدين ستة أشهر فصاعداً، فالثاني والثالث رجعية، فإنها لما ولدت الأول، وقع الطلاق، وهو الرجعي، وصارت معتدةً، فلما ولدت الثاني من بطن آخر، علم أنه صار مراجعاً بوطئ حادث في العدة، فبولادة الثاني وقع الطلاق الثاني؛ لأن اليمين معقودة بكلمة "كلّما" والشرط وجد في الملك؛ لأنه ثبت رجعته، ثم لما ولدت الثالث من بطن آخر، علم أنه كان من علوق حادث بغير وقوع الطلاق الثاني، فصار مراجعاً، وتتم الطلقات الثلاث بولادة الولد الثالث، فتحتاج إلى زوج آخر، اهـ". مجمع الأنهر: ١/٤٣٧(١)۔

دیکھئے اگر اس صورت میں بعد رجعت تین طلاق کا مالک ہوتا تو ولدِ ثالث کی ولادت کے بعد تین طلاق واقع ہوکر زوجِ آخر کی احتیاج یعنی طلاقِ مغلظہ واقع نہ ہوتی، طلاق بائن اگر مغلظ نہیں تب بھی بعد تجدیدِ عقد باقی کا مالک ہوگا:

"ولو تزوجها قبل إصابة الزوج الثاني، كانت عنده بما بقي من الطلاق". كشف الأسرار: ١/٢٦"(٢)۔

البتہ اگر بعد زوج ثانی کے پھر زید سے عقد کرلیتی تو شیخین کے مذہب پر تین طلاق کا مالک ہوتا:

"خلافاً لمحمد. ويهدم الزوج الثاني ما دون الثلاث كما يهدم الثلاث، و هذا عند أبي حنيفة

(١) (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ١/٤٣٧، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(٢) (كشف الأسرار شرح المنار، بيان الخاص: ١/٣٢، قديمي)

وأبي يوسف رحمه الله تعالى، وقال محمد رحمه الله تعالى: لا يهدم ما دون الثلاث، اهـ". هداية(۱)۔

اور یہ سب اختلاف بھی مدخول بہا میں ہے، غیر مدخول بہا میں بالاتفاق باقی ہی کا مالک ہوگا:

"والخلاف مقيد بما إذا دخل بها، وإن لم يدخل لا يهدم اتفاقاً، اهـ". سكب الأنهر: ۱/۴۴۱(۲)۔

تو بادم زوجِ ثانی ہے، رجعت یا تجدید عقد بادم نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/شوال/۶۱ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ سہارنپور، ۲۴/شوال/۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/شوال/۶۱ھ۔

طلاق کے بعد تجدیدِ نکاح

سوال[۱۵۱۸]: ایک شخص نے اپنی موطوءۂ زوجہ سے کہا کہ "میں نے تجھ کو طلاق بائن دی"۔ اس عورت پر بائن طلاق ہوئی یا رجعی؟ اور وہی شوہر اس سے نکاح بغیر کئے صحبت کرسکتا ہے یا نہیں؟ نیز بائن طلاق دینے سے فوراً نکاح ٹوٹ جائے گا یا بعد عدت گزرنے کے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی صورت میں فوراً نکاح ٹوٹ گیا، طلاق بائن واقع ہوگی، بغیر دوبارہ نکاح کئے صحبت درست نہیں(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۴/صفر/۵۸ھ۔

---

(۱) (الهداية: ۲/۴۰۰، ۴۰۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۵، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۱۸، باب الرجعة، سعيد)

(۲) (سكب الأنهر: ۱/۴۴۰، باب الرجعة، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۹۸، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۳) "قال لها: أنت بائن، و نوى ثنتين، كانت واحدةً، حتى لو نوى الثلاث، تقع". (الفتاوى العالمكيرية: =

طلاق کے بعد پھر نکاح اور ولادت

سوال[۶۵۱۹]: جس عورت سے میں نے نکاح کیا وہ اپنے کردار ووفاداری میں ناکام رہی، میں نے اس کو دوبارہ ۳ طلاق شرعی لکھ کر دیا اور نہ کہ تین عدتوں میں جس طرح شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ جب پہلی دفعہ طلاق ہوئی تو اس وقت پہلے ایک طلاق بائن لکھی گئی، پھر ایک طلاق کاٹا گیا اور طلاق لکھا گیا۔ اب جو نکاحِ ثانی ہوا وہ صرف ایک سال قائم رہا اور اس دوران ایک لڑکا تولد ہوا۔ اور جو دوسری طلاق ہوئی وہ سہ طلاق دے کر لکھی گئی اور لڑکا ماں کے پاس رہائش پذیر ہے۔

چونکہ اس وقت جوانی کے زور نے مجھے اندھا بنادیا اور عدالت میں جاکر نکاح خوانی کی یعنی بیان حلفی پر دستخط کئے گئے اور کوئی خطبۂ نکاح نہ ہوا۔ جو لڑکا تولد ہوا وہ ماں کے پاس ہے اور اس کا نام اور ولدیت بھی اس کی ماں نے تبدیل کی ہے۔ تو میرے مرنے کے بعد لڑکے کو کوئی حق میری وراثت میں ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آپ نے پہلی دفعہ ایک یا دو طلاق زبانی دی یا تحریر لکھ کر بھیجی، اس کے بعد پھر آپ نے اس سے دوبارہ نکاح کرلیا یعنی کم ازکم دو گواہوں کے سامنے نکاح کا ایجاب وقبول کیا تو یہ نکاح صحیح ہوگیا (۱)، اگرچہ اس میں خطبہ نہ ہوا ہو، پھر اس سے جو بچہ پیدا ہوا وہ ثابت النسب ہے (۲)، وہ آپ کا لڑکا ہے، آپ کے بعد آپ کی

= ۱/۳۷۵، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۷۴، فصل في الطلاق قبل الدخول، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۷۸، باب الكنايات، دارالكتب العلميه، بيروت)

(۱) "و شرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً". (الدرالمختار: ۳/۲۱، ۲۲، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۶۷، كتاب النكاح، الباب الأول في تفسيره شرعاً الخ، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۰۶، كتاب النكاح، مكتبه شركة علميه، ملتان)

(۲) "وإذا تزوج الرجل المرأة ...... وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعداً، يثبت نسبه عنه اعترف به الزوج أو سكت". (الهداية: ۲/۴۳۲، باب ثبوت النسب، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۳۶، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، رشيديه) .... =

وراثت کا حقدار ہے، ماں نے اگر اس کا نام بدل دیا تو اس سے کچھ نہیں ہوتا، البتہ ماں کو اس کی پرورش کا حق حاصل ہے جب تک وہ خود کھانے پینے استنجاء کرنے کے قابل نہ ہو جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

طلاقِ مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے رجوع کرنا

سوال [۶۵۲۰]: زید اپنی بیوی کو تین طلاق بائن دے چکا، زید حنفی ہے، زید نے ایک غیر مقلد سے فتویٰ لے کر پھر اس کو رکھ لیا ہے۔ زید نے تبدیلی مسلک واقعی کر لیا تھا، اب زید پھر حنفی ہو کر صحیح راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے۔ زید کے لئے اب کیا حکم ہے؟ زید کا نکاح ثانی درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ تجدید نکاح کر کے رکھنا حرام ہے، یہ مسئلہ صرف احناف کا نہیں بلکہ اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے (۲)، یہی حدیث شریف سے ثابت ہے جو کہ بخاری شریف ودیگر کتب حدیث

= (وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۸۲، ۲۸۳، باب ثبوت النسب، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) "أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم، إلا أن تكون مرتدةً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۴۱، الباب السادس عشر في الحضانة، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۹۱، باب الحضانة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۸۹، حكم الولد عند افتراق الزوجين، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "وقد اختلف العلماء فيمن قال لامرأته: أنت طالق ثلاثاً، فقال الشافعي ومالك وأبوحنيفة وأحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف: يقع الثلاث". (الكامل للنوى على صحيح مسلم: ۱/۴۷۸، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قديمي)

"فالكتاب والسنة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معاً وإن كان معصيةً". (أحكام القرآن: ۱/۳۸۸، ذكر الحجاج لإيقاع الثلاث معاً، دارإحياء التراث العربي بيروت)

"وذهب جماهير العلماء من التابعين و من بعدهم منهم: الأوزاعي والنخعي والثوري و أبوحنيفة وأصحابه والشافعي و أصحابه و أحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون على أن من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاري للعيني: ۲۰/۲۳۳، باب من =

میں موجود ہے(۱)، یہی قرآن پاک سے ثابت ہے(۲)، اس کے خلاف کرنا ہرگز جائز نہیں، اس کو جائز کہنا ضلالت اور گمراہی ہے۔ فتح القدیر اور دیگر کتب میں تفصیلی دلائل مذکور ہیں(۳)۔

اس کی خاطر مذہب تبدیل کرنا مذہب کو کھلونا بنانا ہے جس کا انجام خطرناک ہے، اس کو لازم ہے کہ فوراً اس عورت کو علیحدہ کردے اور اپنی حرکت پر روکر نادم ہو، توبہ واستغفار کرے(۴) اور جب تک حلالہ نہ ہوجائے

= أجاز طلاق الثلث، محمد أمين دمج بيروت)

(۱) "عن ابن شهاب الزهري قال: أخبرني عروة بن زبير أن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أخبرته: أن امرأة رفاعة القرظي جاء ت إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني فبت طلاقي وإني نكحت بعده عبد الرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لا، حتى يذوق عسيلتك و تذوقي عسيلته" (صحيح البخاري: ۲/ ۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمي)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان ...... فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. "منتظمٌ لِمَعانٍ: منها تحريمها على المطلق ثلاثاً، حتى تنكح زوجاً غيره". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/ ۵۳۲، قديمي)

(۳) "و من الأدلة في ذلك ما في مصنف ابن أبي شيبة والدار قطني في حديث ابن عمر المتقدم: "قلت: يا رسول الله! أرأيت لو طلقتها ثلاثاً؟ قال: "إذاً قد عصيت ربك و بانت منك امرأتك". و في سنن أبي داؤد: عن مجاهد قال: كنت عند ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما فجاءه رجل فقال: إنه طلق امرأته ثلاثاً، قال: فسكت حتى ظننت أنه رادها إليه، ثم قال: أيطلق أحدكم فيركب الحموقة ثم يقول: يا ابن عباس، يا ابن عباس!؟ فإن الله عز و جل قال: ﴿و من يتق الله يجعل له مخرجاً﴾ عصيت ربك و بانت منك امرأتك". (فتح القدير: ۳/ ۳۲۹، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/ ۳۵۴، قديمي)

ہرگز اس عورت سے تعلق نہ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۷/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۷/۲/۸۸ھ۔

سنت کے موافق تین طلاق دینے کے بعد رجعت

سوال[۱۲۵۱]: پانچ سال قبل میری شادی ہوئی، دو بچے ہیں، ایک سال پہلے رنجش کے باعث میں نے اپنی بیوی کو تنبیہاً یہ الفاظ کہے "جاؤ تمہیں سنت کے مطابق تین طلاقیں ہیں"۔ میرے ذہن میں سنت تین طلاق کا مفہوم یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک طلاق واقع ہوگی، اور پہلے دو طہر تک رجوع میں ممانعت نہیں، تاہم میں نے صرف آٹھ دن کے بعد رجوع کرلیا، اور جب سے اب تک تعلقات خوشگوار ہیں۔ میں نے اپنے قول وفعل کے بارے میں مقامی علماء سے رہنمائی حاصل کی تو انہوں نے میرے موقف کی تائید کی، لیکن گاؤں کے بعض فتنہ پسند عناصر نے محض جاہلانہ طور پر ہر ایک سال گزرنے کے بعد فتنہ اٹھایا ہے اور میرے پیچھے پڑے ہیں کہ میں نے رجوع کیا، اس کا شرعی جواز نہیں۔ آپ سنت کے مطابق تین طلاق کا مفہوم متعین کر کے رہنمائی فرمائیں تاکہ اشتباہ نہ رہے اور مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آپ نے یہ الفاظ کہے "جاؤ تمہیں سنت کے مطابق تین طلاقیں ہیں" تو تین طہروں میں تین طلاقیں واقع ہوں گی (۱)، البتہ پہلی طلاق کے بعد اور دوسری طلاق کے بعد حقِ رجعت حاصل رہے گا، تیسری طلاق کے بعد تیسرے طہر میں مغلظہ ہوجائے گی، نکاح بالکل ختم ہوجائے گا، نہ رجعت کا اختیار رہے گا نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی گنجائش رہے گی (۲)، لہذا تیسری طلاق کے بعد تیسرے طہر میں تعلقِ نکاح کو بالکل ختم

(۱) "قال لموطوءة –وهي حال كونها ممن تحيض–: أنت طالق ثلاثاً، أو ثنتين للسنة، وقع عند كل طهر طلقةٌ". (الدر المختار: ۲۳۴/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۰/۱، كتاب الطلاق، الباب الأول في تفسيره شرعاً وركنه الخ، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۲۳/۳، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، =

کردیا جائے، شوہر بیوی کی طرح رہنا جائز نہیں اور عورت تیسری طلاق کے بعد تین حیض پردے میں رہ کر عدت گزارے (۱) پھر کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۱۳۹۹ھ۔

تین طلاق کے بعد رجعت

سوال [۲۵۲۲]: ایک شخص نے ایک مرتبہ طلاق دی، اور رجعت کرلی، دوسری مرتبہ طلاق دی، پھر عدت بلکہ دوسال گزرنے کے بعد از سرنو نکاح اسی عورت سے مہر کے عوض کیا، اس شخص کا کہنا ہے کہ دوسری مرتبہ نکاح کرنے کے بعد میں نے یوں تو اب تک کئی مرتبہ تکرار ہوئی طلاق کی دھمکی دی، بلکہ نہ جانے کتنی مرتبہ غصہ میں الفاظ نکلے ہوں، مگر دو ہفتہ قبل صریح الفاظ میں طلاق دینے کے الفاظ استعمال کئے۔ کیا اب پھر عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے، جب کہ عورت حاملہ ہے، اس کا کیا طریقہ ہے؟ اور کیا حکم شرعی ہے؟ بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ دومرتبہ نکاح ہوسکتا ہے، اس سے میں کچھ سمجھ نہ سکا، اس کے بارے میں مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب ایک دفعہ طلاق دے کر رجعت کرلی جائے اور پھر دوسری مرتبہ طلاق دیکر رجعت کرلی جائے، تو پھر تیسری دفعہ طلاق کے بعد رجعت کا اختیار نہیں رہتا (۲)، ایک دم دوطلاق دے کر بھی رجعت کا

= ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۴۰۹، ۴۱۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۹۹، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركة علميه، ملتان)

(۱) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق و هي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۲۶، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۵۰۵، باب العدة، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۴۲۳، فصل في مقادير العدة و ما تنقضي به، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۳، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه) =

حق رہتا ہے(۱)،غرض تین طلاق کے بعد حق نہیں رہتا،خواہ تینوں طلاق ایک دفعہ دی جائیں خواہ الگ الگ، پھر خواہ رجعت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو، بہرصورت تین طلاق کے بعد مغلظہ ہو جاتی ہے، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا(۲)۔

شخص مذکور نے پہلی طلاق کے بعد عدت کے اندر اگر رجعت کرلی تھی تو وہ صحیح ہوئی تھی، پھر دوسری طلاق کے بعد جب دوسال گزرنے پر دوبارہ نکاح کیا تو اس کو صرف ایک طلاق کا اختیار باقی رہ گیا، جب وہ طلاق بھی دیدی تو مغلظہ ہوگئی، اب نہ رجعت کا اختیار باقی رہا، نہ دوبارہ نکاح کی گنجائش رہی ہے جب تک حلالہ نہ ہوجائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۹/۸۸ھ۔

تین طلاق کے بعد رجعت

سوال[۲۵۲۲]: ۱......تین مرتبہ طلاق دینا بیک وقت بیک مجلس ایک مرتبہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناجائز ہے، نیز تین طلاق دہندہ سخت گنہ گار ہے۔

= (وكذا في البحر الرائق: ۹۴/۳، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۲۰۳/۳، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل وغيرها ومايتصل به، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "إذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو رجعيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أولم ترض". (الفتاوى العالمكيرية: ۴۷۰/۱، الباب السادس في الرجعة الخ، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۳۹۴/۲، باب الرجعة، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق: ۸۳/۴، باب الرجعة، رشيديه)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴۷۳/۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۴۱۰/۳، ۴۱۱، سعيد)

۲......امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یا کسی دیگر امام صاحب کے نزدیک تین مرتبہ بیک وقت طلاق دینا ایک طلاق شمار ہے، طلاق دہندہ رجوع کرسکتا ہے۔

۳......کیا حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یا کسی دیگر عالم احناف کا بھی یہی مسلک ہے؟

۴......کیا طلاق دہندہ کے یہ الفاظ ادا کرنے سے ''طلاق دی، طلا دے چکا، طلاق دے چکا، جہاں تیرا دل چاہے جا، مجھ سے پردہ کرلے''۔ کس قسم کی طلاق واقع ہوتی ہے؟

۵......کیا مقلد اپنے امام کے علاوہ کسی دیگر ائمہ اربعہ کے کسی فتویٰ یا قول پر عمل کرے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......ایسا کرنا گناہ ہے، مگر پھر بھی تین طلاق ہو کر مغلظہ ہو جائے گی (۱)۔

۲......ائمۂ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی تین طلاق کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا (۲)، خود قرآن کریم میں ہے کہ تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی گنجائش نہیں۔ ﴿الطلاق مرتان .... فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (۳)۔ بخاری شریف میں امرأۂ رفاعہ کا قصہ

---

(۱) "فالكتاب والسنة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معاً وإن كان معصية". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۳۸۸، ذكر الحجاج لإيقاع الثلاث معاً، دارإحياء التراث العربي بيروت)

"وأما البدعي الذي يعود إلى العدد أن يطلقها ثلاثاً في طهر واحد بكلمة واحدة، و بكلمات متفرقة .... فإذا فعل ذلك، وقع الطلاق". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۴۹، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۸۲، كتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وذهب جماهير العلماء من التابعين و من بعدهم، منهم: الأوزاعي والنخعي والثوري، وأبو حنيفة وأصحابه، والشافعي وأصحابه، و أحمد وأصحابه، وإسحاق، وأبوثور، و أبو عبيدة، و آخرون كثيرون على من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، و لكنه يأثم". (عمدة القاري: ۲۰/۲۳۳، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث لقوله تعالىٰ..... مطبع أمين دمج بيروت)

(۳) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

ہے،اس سے بھی یہی ثابت ہے(۱)۔

۳.....حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر علمائے احناف کا مذہب بھی وہی ہے جو قرآن پاک میں مذکور ہے اور حدیث شریف سے ثابت ہے یعنی تین طلاق کے بعد رجعت کا حق نہیں (۲)۔

۴.....ایسا کہنے کے بعد بھی رجعت کرنے کا حق نہیں رہا(۳)۔

۵.....یہ طریقہ اختیار کرنا جس امام کا مسئلہ اپنی خواہش کی موافق ہو اس پر عمل کرلیا بالکل ناجائز ہے اور نہایت خطرناک ہے، اس کا نتیجہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آدمی دینِ اسلام کی قید سے آزاد ہوجائے، لہٰذا ہرگز ایسا نہ کیا جائے (۴)، لیکن سخت ضرورت اور مجبوری کی حالت میں کسی دوسرے امام کے قول وفتوی پر عمل کیا جائے تو اس

---

(۱) "عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاء ت إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني، فبت طلاقي، وإني نكحت بعده عبد الرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لا، حتى يذوق عسيلتك و تذوقي عسيلته". (صحيح البخاري: ۷۹۱/۱، باب من أجاز طلاق الثلث .... الخ، قديمي)

(۲) "وذهب جمهور الصحابة والتابعين و من بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث".

(ردالمحتار: ۲۳۳/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۳۶۹/۳، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۳) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة و ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۳/۱، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۹۴/۴، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۰۳/۳، الفصل الثالث والعشرون في مسائل المتعلقة بنكاح المحلل وغيرها ومايتصل به، إدارة القرآن كراچي)

(۴) "وإن الحكم الملفّق باطل بالإجماع، وإن الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقاً".

(الدرالمختار). "قال ابن حجر: ... ... أثر يؤدي إلى تلفيق العمل بشيء، لايقول به من المذهبين =

میں تنگی نہیں بلکہ گنجائش ہے، مگر اس کے لئے بڑی گہری نظر کی ضرورت ہے کہ کس مسئلہ میں کس مجبوری کی حالت میں دوسرے امام کے قول پر عمل کی ضرورت ہے، اجازت ہے، ہر عالم کا یہ منصب نہیں کہ وہ خود ایسا کرلیا کرے یا دوسروں کو اجازت دیدیا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۲۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= كتقليد الشافعي في مسح بعض الرأس، و مالك في طهارة الكلب في صلوة واحدة". (ردالمحتار: ۱/۷۵، المقدمة، مطلب في حكم التقليد والرجوع عنه، سعيد)

باب العدة

(عدت کا بیان)

طلاق قبل الدخول میں عدت ہے نہیں؟

سوال[۶۵۲۴]: مسماۃ مجیدن بیوہ ہوگئی تھی پھر اس کا نکاح شوہر کے رشتہ دار سے ہوگیا تھا، دوسری مرتبہ پھر بیوہ ہوگئی، تیسرا نکاح اس کا پھر شوہر کے رشتہ دار سے ہوگیا، لیکن یہ تیسرا شخص جس کا نکاح ہوا تھا، اس کا نام سیدا ہے۔ نکاح کے بعد مسماۃ مجیدن مسمی سیدا کے گھر نہیں گئی اور نہ کبھی مسماۃ مجیدن کا مسمی سیدا سے میل ہوا، یہاں تک کہ سیدا نے طلاق دے دی ہے اور مجیدن کو چھ ماہ سے حیض آنا شروع ہوا ہے۔ اب مسماۃ مجیدن کا چوتھا نکاح ہونے والا ہے۔ فی الحال نکاح ہوسکتا ہے یا عدت گذارنی پڑے گی اور عدت کے روز کس قدر رہوں گے؟

راقم الحروف: عظیم الدین، ساکن، تونگاوہ، تحصیل وضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تیسرا شوہر سیدا نے عورت سے نہ جماع کیا، نہ تنہائی کی ہے اور بغیر ان دونوں باتوں کے طلاق دی ہے تو اس عورت پر شرعاً عدت واجب نہیں، جب چاہے نکاح کرسکتی ہے:

"وسبب وجوبها عقد النكاح المتأكد بالتسليم وماجرى مجراه من موت أو خلوة: أى صحيحة". درمختار: ۱/۲۵۵(۱)۔

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳/۵۰۴، باب العدة، سعید)

"لوطلقھاقبل الخلوۃ"۔ فتاوی قاضی خان: ۲/۱۵۵(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۲/۴/۱۹ھ۔

جواب صحیح ہے: بندہ عبدالرحمن غفرلہ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ربیع الثانی/ ۵۲ھ۔

خلوتِ فاسدہ کے بعد عدت لازم ہے یا نہیں؟

سوال[۶۵۲۵]: ایک شخص نے کسی عورت بالغہ ثیبہ (یعنی اس عورت کا ایک دفعہ نکاح ہو چکا تھا) کو شادی کر کے مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے بعد طلاق دیدی ہے، اب مرد کہتا ہے کہ میں نے وطی کی ہے، عورت کہتی ہے کہ میرے ساتھ وطی نہیں ہوئی، میں ایک بستر پر وہ دوسرے بستر پر، میرے ساتھ اس کی پہلی بیوی کی لڑکی قریب ۱۰، ۱۱/ برس کی میرے بستر پر لیٹی ہوئی تھی اس وجہ سے وہ وطی نہیں کر سکا اور میرے ساتھ بات بھی نہیں ہوئی۔

اب اس عورت کا قول معتبر ہے یا نہیں؟ اور اس کے قول سے خلوتِ صحیحہ مانی جائے گی یا نہیں؟ اور اس عورت پر عدت آتی ہے یا نہیں؟ عبارتِ کتب فقہ سے جواب دے کر سرفراز فرمائیں۔ واضح ہو کہ عورت نے عدت پوری کرنے سے پہلے ہی دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا، بعض عالم عدت کا انکار کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ خلوتِ صحیحہ پائی گئی، لہذا عدت واجب ہوگئی۔ عالمگیریہ کی عبارت سے نائم کی عورت کو خلوتِ غیر صحیحہ مانتے ہیں اور عدت کے واسطے خلوتِ صحیحہ ضروری معلوم پڑتی ہے اور شامی میں معلوم ہوتا ہے کہ عدت کے لئے خلوت

---

(۱) العبارۃ بتمامھا: "رجل تزوج امرأۃً نکاحاً وطلقھا بعد الدخول أو بعد الخلوۃ الصحیحۃ، کان علیھا العدۃ .... وإن کانت الخلوۃ فاسدۃً، فإن کان الفساد لأمر شرعیّ مع التمکن من الوطء حقیقۃً (ھو) الفرض وصلاۃ الفرض، والإحرام، کان علیھا العدۃ. وإن کان الفساد لعجزہ علی الوطء حقیقۃً، لایجب علیھا العدۃ، وکذا لو طلقھا قبل الخلوۃ". (فتاوی قاضی خان علی ھامش الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۵۴۹، کتاب الطلاق، باب العدۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیۃ: ۴/۵۳، الفصل الثامن والعشرون فی العدۃ، إدارۃ القرآن کراچی)

(وکذافی البحر الرائق: ۴/۲۱۶، باب العدۃ، رشیدیہ)

غیر صحیحہ بھی کافی ہے اور نائم کی عورت پر عدت معلوم ہوتی ہے۔ ہم کو تسلی فرمادیں؟

فدوی کفیل الدین عفی عنہ مقام، اسلام آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب زوجین میں تمکینِ وطی کے متعلق اختلاف ہو تو شرعاً منکر کا قول معتبر ہوتا ہے، پس صورت مسئولہ میں عورت کا قول معتبر ہوگا: "لو اختلف الزوجان في التمكين من الوطي، فالقول لمنكره، ١هـ". أشباه: ٣٧(١)۔ عورت کے قول کے مطابق خلوتِ صحیحہ نہیں ہوئی، بلکہ خلوتِ فاسدہ ہوئی: "ولو كان معها نائم أو أعمى، لايصح الخلوة". الفتاویٰ العالمكيرية: ٢/ ٣١٥(٢)۔

مگر تاہم عدت واجب ہوگئی، کیونکہ مختار اور صحیح قول کی بناء پر خلوتِ فاسدہ کی صورت میں بھی عدت واجب ہوتی ہے: "تجب العدة في الكل: أي كل أنواع الخلوة ولوفاسدةً، اه". درمختار: ٢/ ٥٣١(٣)۔

"تجب العدة في الخلوة، سواء كانت الخلوة صحيحةً أو فاسدةً استحساناً، لتوهم الشغل، ١هـ". الفتاوىٰ العالمكيرية: ٢/ ٣١٦(٤)۔

خلوتِ فاسدہ کی صورت میں وجوبِ عدت کے متعلق ایک دوسرا قول بھی ہے جس کو صاحبِ تنویر نے نقل کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر مانعِ شرعی کی وجہ سے خلوت فاسدہ ہوئی ہے تب تو عدت واجب ہے اور اگر مانعِ حسی کی وجہ سے خلوت فاسدہ ہوئی ہے تو عدت واجب نہیں: "وقيل: إن كان المانع شرعياً، تجب، وإن كان حسياً، لا"(٥)۔

---

(١) (الأشباه والنظائر، كتاب النكاح: ٢/ ١٠٥، إدارة القرآن كراچی)

(٢) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/ ٣٠٤، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني فيمايتأكدبه المهر، رشيديه)

(٣) (الدرالمختار: ٣/ ١٢٢، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

(٤) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/ ٣٠٦، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر، رشيديه)

(٥) (تنوير الأبصار مع الدرالمختار: ٣/ ١٢٢، باب المهر، سعيد)

مگر درمختار، ص: ۵۳۲(۱)، بحر: ۱۵۵/۳(۲)، مجمع الأنہر: ۳۵۱/۱(۳) وغیرہ میں لکھا ہے کہ:

"والمذهب وجوب العدة مطلقاً"۔

درمختار باب العدۃ میں "خلوت" کے ساتھ "صحیحہ" کی قید ذکر کی ہے جس پر طحطاوی وغیرہ نے اعتراض کیا ہے:

"وسبب وجوبها عقد النكاح المتأكد بالتسليم وماجرى مجراه من موت أوخلوة: أى صحيحة"۔ قال الطحطاوى، ص: ۲۴۰: "وفيه نظر: فإن الذى تقدم فى باب المهر أن المذهب وجوب العدة لخلوةٍ، صحيحةً كانت أو فاسدةً ويأتى له أيضاً. وقال القدورى: إن كان الفساد لمانع شرعىّ كالصوم، وجبت، وإن كان لمانع حسىّ كالرتق، لاتجب. وكلام الشرح لم يوافق أحداً من القولين"(٤)۔

حلبی اورقدوری کے قول پراول توعام فقہاء نے فتویٰ نہیں دیا، بلکہ بعض نے اس قول کو "قیل" سے ذکرکرنے پراکتفاء کیا ہےاوربعض نے ضعف کی تصریح بھی کردی ہے:

"قال رحمه الله تعالى: وتجب العدة فيها: أى تجب العدة فى الخلوة، سواء كانت الخلوة صحيحةً أولم تكن صحيحةً استحساناً، لتوهم الشغل. ولأن العدة فى حق الشرع والولد، فلايصدّقان فى إبطال حق الغير، بخلاف المهر، حيث لايجب إلا إذا صحت الخلوة؛ لأنه مال يحتاط فى إيجابه. وذكر القدورى فى شرحه أن المانع إن كان شرعياً، تجب العدة لثبوت التمكن حقيقةً، وإن كان حقيقياً كالمرض والصغر، لاتجب لانعدام التمكن حقيقةً، اهـ".

(۱) (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۱۲۲/۳، ۱۲۳، سعيد)

(۲) (البحرالرائق: ۲۷۲/۳، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

(۳) (مجمع الأنهر: ۳۵۱/۱، كتاب النكاح، باب المهر، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(۴) (حاشية الطحطاوى على الدرالمختار: ۲۱۴/۲، ۲۱۵، باب العدة، دارالمعرفة، بيروت)

تبیین الحقائق للزیلعی: ۲/۱٤٤(۱)۔

"(قوله: وذكر القدوري، الخ) مخصّصٌ لقوله فيماسبق: (أولم تكن صحيحةً)، وحاصله أنه ليس كل خلوة فاسدة تجب العدة فيها، بل إنما تجب في البعض منها. قال في شرح المجمع للمصنف بعد ذكر الخلوة الصحيحة والفاسدة: والعدة واجبة عليهافي جميع ذلك. ثم قال: وقيل: إن كان المانع شرعياً، وساق ماذكره القدوري، وظاهره ضعف ماقاله القدوري، اھ". شلبی (۲)۔

دوسرے: وہاں اجنبی کا موجود ہونا مانعِ شرعی بھی ہے:

"قوله: فليس للطبعي مثال مستقل، فإنهم مثّلوا للطبعي بوجود ثالث وبالحيض أوالنفاس مع أن الأول منهيّ شرعيّ، وينفرالطبع عنه، فهومانع حسي طبعي شرعي، الخ". ردالمحتار: ۲/۵۲۳(۳)۔

اور مانعِ شرعی کی صورت میں قدوری کے قول کے مطابق بھی عدت واجب ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر سہار نپور، ۲۹/۱۱/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۹/شوال/۵۵ھ۔

سال بھر میں ایک بار حیض آنے والی عورت اور آئسہ کی عدت

سوال[۲۵۲٦]: ایک عورت کو نفاس سے پاک ہونے کے ایک مہینہ بعد اس کے زوج نے طلاق دیدی جس حال میں کہ اس کا حیض ہے، یہاں تک ایک برس تک اس کا حیض بند رہتا ہے، ایک برس کے

---

(۱) (تبيين الحقائق: ۳/۱۵۵، كتاب النكاح، باب المهر، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۳/۱۵۵، باب المهر، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۳) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۱۱۴، باب المهر، مطلب في أحكام الخلوة، سعيد)

بعد پھر آتا ہے۔عدت اس کی کیا ہے اور کتنے مہینے ہے؟ معہ حوالہ کتب وصفحہ بالتفصیل تصریح فرمادیں؟

محمد عبدالحکیم غفرلہ، ساکن باموں کھالی بنگال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں اس عورت کی عدت تین حیض ہے، مہینوں کا اعتبار نہیں، جس وقت بھی تین حیض پورے ہوجائیں عدت ختم ہوجائے گی:"وهي في حرة تحيض لطلاق أوفسخ بعد الدخول حقيقةً أوحكماً ثلثُ حيض كوامل". تنوير الأبصار: ۹۲۷/۲ (۱)۔

"الشابة الممتدة بالطهر بأن حاضت، ثم امتدّ طهرها، فتعتد بالحيض إلى أن تبلغ سن الإياس". درمختار. قال في ردالمحتار: "(قوله: ثم امتد طهرها): أي سَنَةً أو أكثر، بحر". ردالمحتار: ۹۳۰/۲(۲)۔ "امرأة اعتدت بالشهور وهي ترى أنها أيست، ثم حاضت، فعدتها بالحيض". فتاوی سراجیه، ص: ۸۸۵(۳)۔

ہاں! اگر تین حیض پورے ہونے سے پہلے اتنی بوڑھی ہوجائے کہ حیض آنے کی قطعاً امید نہ رہے تو پھر اس وقت سے تین مہینے اس کی عدت ہوگی:"تستانف العدة بالشهور من حاضت حيضةً أوثنتين، ثم أيست تحرزاً عن الجمع بين الأصل والبدل". درمختار. قال في ردالمحتار: "(قوله: ثم

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدرالمختار: ۵۰۴/۳، ۵۰۵، باب العدة، سعيد)

(وكذافي تبيين الحقائق: ۲۴۸/۳، باب العدة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذافي الفتاوى العالمكيرية: ۵۲۶/۱، الباب الثالث عشرفي العدة، رشيديه)

(۲) (الدرالمختارمع ردالمحتار: ۵۰۸/۳، باب العدة، سعيد)

(وكذافي البحرالرائق: ۲۲۰/۴، باب العدة، رشيديه)

(۳) (الفتاوى السراجية، ص: ۴۷، كتاب الطلاق، باب العدة، سعيد)

(وكذافي فتح القدير: ۳۱۲/۴، باب العدة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذافي الفتاوى العالمكيرية: ۵۲۹/۱، الباب الثالث عشرفي العدة، رشيديه)

(وكذافي تبيين الحقائق: ۲۵۵/۳، باب العدة، دارالكتب العلمية، بيروت)

أیست): أی بلغت سن الإیاس عندالحیضتین وانقطع دمها، فتح". ردالمحتار: ۲/ ۹۳۵(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۱۰/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح:سعیداحمدغفرلہ۔

صحیح:عبداللطیف،۱۱/ذیقعدہ/۵۴ھ۔

مطلقۂ عنین پرعدت

سوال[۲۵۲۷]: ۱......ہندہ کا شوہرنامردمشہور ہے،اب شوہرمذکورہ نے ہندہ کوطلاق دیدی ہے۔ اس کی عدت ہے یانہیں ہے؟اوراگرہے توکتنی ہے؟

جس کوحیض نہیں آتااس کی عدت

سوال[۲۵۲۸]: ۲......زاہدہ کوحیض نہیں آتابالکل،اورخوب جوان ہے،اس کے شوہرنے اس کوطلاق دی ہے۔اس کی کیاعدت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگرخلوتِ صحیحہ کے بعدطلاق دی ہے یعنی شوہروبیوی میں تنہائی ہوچکی ہے تواس پرعدت تین حیض واجب ہے(۲)ورنہ نہیں،یعنی اگرتنہائی سے پہلے طلاق دیدی ہے توعدت نہیں۔

---

(۱) (الدرالمختارمع رد المحتار: ۳/ ۵۱۵، باب العدة، سعيد)

(وكذافي فتح القدير: ۴/ ۳۱۹، باب العدة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب العدة: ۳/ ۲۵۶، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) "والخلوة -مبتدأ خبره قوله الآتي-: كالوطي .... لوكان الزوج مجبوباً أوعنيناً أوخصياً في ثبوت النسب وتأكد المهروالنفقة والسكنى والعدة". (الدرالمختار مع رد المحتار: ۳/ ۱۱۳، ۱۱۸، باب المهر، سعيد)

(وكذافي مجمع الأنهر: ۱/ ۳۵۱، كتاب النكاح، باب المهر، داراحياء التراث العربي بيروت)

(وكذافي البحرالرائق: ۳/ ۲۶۹، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

۲..... اگر شوہر اس سے ہمبستری کر چکا ہے تو اس کی عدت تین ماہ ہے (۱)، اگر ہمبستری نہیں کی ہے تو اس پر عدت واجب نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۲/۹/۱۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۱۰/ رمضان/ ۶۲ھ۔

خلع کی عدت

سوال [۶۵۲۹]: زوجین میں طلاق کرائی گئی، بہت مدت سے اس میں تنازع تھا، زوجہ اپنے خاوند کے گھر بہت مدت سے تھی، آخر خلع کرایا گیا۔ ایک عالم صاحب نے اکتیس دن گذار کر یعنی بعد ایک ماہ ایک دن گذار کر دوسرا نکاح کیا۔ اور مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ ایک حیض کے بعد نکاح جائز ہے، بلکہ ایک حدیث ہے حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی زوجہ کی تفریق کے متعلق ہے، جس میں ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ نے ان سے طلاق مانگی تھی جس پر اس نے ایک باغ جو کہ مہر میں مقرر کر کے دیا گیا تھا، واپس دے کر خلع کیا، اس وقت "وجعل عدتها حيضة" مقرر کیا گیا تھا، پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مدخولہ عورت جب خلع لے تو اس کی عدت صرف ایک ماہ ایک دن ہے۔

لہٰذا آپ سے استفسار کیا جاتا ہے کہ طلاق اور خلع کی عدت علیحدہ علیحدہ ہے؟ کیا مدخولہ بالغہ

---

(۱) "والعدة في حق من لم تحض لصغر أو كبر، أو بلغت بالسن ولم تحض ثلاثةُ أشهر إن وطئت في الكل". (الدر المختار). "(قوله: في الكل) يعني: أن التقييد بالوطى شرط في جميع مامر من مسائل العدة". (ردالمحتار: ۳/۵۰۷، ۵۰۹، باب العدة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۵۱، باب العدة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۶، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(۲) "وسبب وجوبها عقد النكاح المتأكد بالتسليم وماجرى مجراه من موت أو خلوة: أى صحيحة".

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة: ۳/۵۰۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، الباب الثامن والعشرون في العدة: ۴/۵۲، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۱۶، رشيديه)

اور حرہ عورت کی عدت ائمہ مذاہب نے ایک ماہ مقرر کی ہے، جبکہ قرآن کریم میں واضح طور پر "ثلاثة قروء" ہے، مہربانی فرما کر شوافع کا مسلک بھی جواب میں تحریر فرمادیں، نیز جو یہ نکاح اندر میعاد کیا گیا ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور جو اصحاب اس مجلس میں تھے اور جس نے نکاح پڑھایا اور لکھا، ان کا شرعی حکم کیا ہے جبکہ ان کو پوری معلومات ہے کہ خلع کو ابھی صرف ایک ماہ ایک دن گذرا ہے؟ درمختار کے خلاف عدت کے متعلق اَور کوئی شرعی حکم ہے۔ براہ کرم مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل مسئلہ وہ ہے کہ جو قرآن پاک میں ہو، کسی حدیث شریف سے اگر دو مطلب نکلتے ہوں، ایک قرآن کریم کے موافق اور دوسرا قرآن کریم کے خلاف ہو، اصولی چیز ہے کہ وہی مطلب مراد لینا چاہئے جو موافقِ قرآن شریف ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تعارض وتضاد نہ ہو۔ ایسا مطلب مراد لینا جس سے دونوں میں تعارض وتضاد ہو خلافِ اصول اور دانشمندی سے بعید ہے جبکہ خلع طلاق بائن ہے جیسا کہ دارقطنی میں ہے:

"عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالی عنهما أن النبی صلی الله علیه وسلم جعل الخلع تطلیقةً بائنةً"(۱)۔ اور طلاق کی عدت قرآن پاک میں ہے: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾الآیة(۲)۔ لہٰذا خلع کی عدت بھی تین حیض ہوگی (۳)۔

---

(۱) (سنن الدارقطنی، کتاب الطلاق: ۳۱/۴، (رقم الحدیث: ۳۹۸۰)، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) (سورة البقرة: ۲۲۸)

(۳) "عدة الحرة للطلاق أو الفسخ ثلاثة أقراءٍ: أی حیض: أی إذا طلقت الحرة، أو وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق، فعدتها ثلاثة قروء .... والمراد به إذا طلقها زوجها بعد الدخول.......... والفرقة بغیر طلاق مثل خیار البلوغ والعتق وملک أحد الزوجین صاحبه". (تبیین الحقائق: ۲۴۸/۳، باب العدة، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی الدر المختار، باب العدة: ۵۰۴/۳، ۵۰۵، سعید)

(وکذافی البحرالرائق: ۱۲۷/۴، ۱۲۸، باب العدة، رشیدیه)

جس روایت میں ”فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عدتها حیضةً“ وارد ہے، اس کا مطلب شراح نے یہ بیان کیا ہے کہ یہاں بیانِ جنس مقصود ہے یعنی: اس کی عدت حیض سے ہوگی، اس لئے کہ وہ مطلقہ ہے (اور مطلقہ کے لئے تین حیض کو قرآن کریم میں متعین فرمادیا گیا) اشہر سے نہیں ہوگی جیسا کہ عدتِ وفات ہوتی ہے۔ اگر اس کی عدت ایک حیض قرار دی جائے تو یہ حدیث مخالف ہوجائے گی قرآن کریم کے اس اصول کے تحت مسئولہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ تین حیض پورے ہونے تک عورت مرد کو الگ الگ رکھا جائے، اس کے بعد دوبارہ نکاح کیا جائے، محدثین وفقہائے احناف کا یہی مسلک ہے، تفصیل بذل المجهود شرح أبي داؤد (۱)، أوجز المسالك شرح موطا امام مالك میں ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۸ھ

عدت شوہر کے مکان میں گذارنا

سوال [۶۵۳۰]: ا..... شریعتِ مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ بعد طلاق عورت اس گھر میں عدت گذارے جس کے اندر اس کو طلاق دی گئی ہے، آج کل فتنہ وفساد کا زمانہ ہے، شوہر کے مکان میں اگر عورت کو رہنے دیا جائے تو اس کے اندر سخت خطرہ ہے کہ میاں بیوی معصیت میں مبتلا ہوجائیں۔ کیا اس قسم کی اندیشوں کی بناء پر عورت کو نکلوا کر اس کے میکے میں پہونچا دینا جائز ہے؟

---

(۱) قال العلامة السهارنفوري رحمه الله تحت حديث ”عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: أن امرأة ثابت بن قيس اختلعت منه، فجعل النبي صلى الله عليه وسلم عدتها حيضةً“.. أجاب عنه بعض العلماء أن المراد بالحيضة هو الجنس الذي يصدق على القليل والكثير، فالمراد أن العدة بالحيض لا بالأشهر، فلا يدل على وحدة الحيضة“. (بذل المجهود: ۴/۷۹، ۸۰، كتاب الطلاق، بيان حكم الخلع، امداديه ملتان)

(۲) ”أن المراد بالحيضة الجنس الذي يصدق على القليل والكثير، وتعقب بأنه وقع في النسائي التصريح بالوحدة، ويجاب عنه بأن زيادة الوحدة في رواية النسائي مبنيّ على فهم الراوي؛ إذ فهم من لفظ الحيضة حيضةً واحدةً“. (أوجز المسالك: ۴/۳۷۵، طلاق المختلة، مكتبه يحيويه، سهانپور)

ایضاً

سوال[۱۲۵۳۱]: ۲..... ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقِ مغلظہ دے دیا، اس کے اس عورت سے کئی بچے ہیں اور عورت ادھیڑ ہے، ایسے وقت اس کے لئے بہت موجبِ پریشانی ہے کہ بچوں کو چھوڑ کر دوسری جگہ شادی کرے اور نہ حلالہ کرے، شوہر اول کے نکاح میں آنا چاہتی ہے کیونکہ اس کو حلالہ کرنا گوارہ نہیں کیا۔ ایسی صورت میں شوہر کو جائز ہے کہ بغیر نکاح کئے ایک خادمہ کی حیثیت سے اس کو اپنے مکان میں رہنے دے اور تعلقاتِ زوجیت سے الگ رہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر طلاق بائن یا مغلظہ ہے اور اس مکان میں عصمت کے ساتھ عدت گذارنا دشوار ہے، نیز کوئی عورت ایسی بھی نہیں جس کا وجود مانع فتنہ ہو تو اَولیٰ یہ ہے کہ مرد کسی مکان میں منتقل ہوجائے، اگر یہ متعذر ہو تو عورت کسی دوسرے مکان میں چلی جائے:

"وإذا وجب الاعتداد في منزل الزوج، فلابأس بأن يسكنا في بيت واحد إذا كان عدلاً، سواء كان الطلاق رجعياً أوبائناً أوثلاثاً. والأفضل أن يحال بينهما في البيتوتة بستر، إلا أن يكون الزوج فاسقاً فيحال بامرأة ثقة تقدر على الحيلولة بينهما. وإن تعذر، فلتخرج هي وتعتد في منزل اخر، وكذا لوضاق البيت، وإن خرج هوكان أولى. ولهما أن يسكنابعد الثلاث في بيت إذا لم يلتقيا التقاء الأزواج، ولم يكن فيه خوف فتنة، اهـ". وهكذا صرح في الهداية بأن خروجه أولى من خروجهاعند العذر". بحر: ٤/١٥٤ (١)۔

۲..... ایسی حالت میں وہ عورت بالکل اجنبیہ ہے، اس سے پردہ فرض ہے اور خلوت حرام ہے (۲)، اگر اس فرض اور حرام کی رعایت کے ساتھ رکھ سکتا ہے تو اس میں گنجائش ہے، مگر احوط یہ ہے کہ خود کسی

---

(۱) (البحرالرائق: ۴/۲۶۱، باب العدة، فصل في الإحداد، رشيديه)

(وكذافي تبيين الحقائق: ۳/۲۷۱، ۲۷۲، باب العدة، فصل في الإحداد، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۲۹، الفصل الثامن والعشرون في العدة، إدارة القرآن كراچی)

(۲) قال الله تعالى ﴿يأيها النبي قل لأزوجك وبناتك ونساء المومنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾. =

دوسرے مکان میں رہے، اگرچہ خلوت سے مانع اور عورتیں بھی ہوں، کیونکہ ایک مکان میں رہنا مذکر تعلقِ سابق ہوگا جو کہ باعثِ فتنہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۲۴/۴/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، ۲۶/ ربیع الثانی/ ۶۰ھ۔

تین حیض ساٹھ دن میں

سوال[۲۵۳۲] : ایک مسلمہ بالغہ نے زوجِ اول سے بعد مطلقہ ہونے دومہینہ پانچ دن کے دوسرے مرد سے مناکحت کرلی، لیکن دودن کے بعد یعنی یومِ طلاق سے دومہینہ سات دن میں حائضہ ہوئی۔ اب

= "روی عن عبد الله: "الجلباب الرداء". قال أبوبكر: في هذه الآية دلالةٌ على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبين، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج، لئلايطمع أهل الريب فيهن".
(أحكام القران للجصاص: ۵۴۲/۳، سورة الأحزاب، ۵۹، قديمي)

"الخلوة بالأجنبية حرام، إلا لملازمة مديونة......... أو كانت عجوزاً". (الدرالمختار: ۳۶۸/۶، فصل في النظر والمس، كتاب الحظر و الإباحة، سعيد)

(۱) "قال في القنية: سكن رجل في بيت من دار، وامرأة في بيت آخر منها، ولكل واحد غلقٌ على حدة، لكن باب الدار واحد، لايكره مالم يجمعهما بيتٌ". (ردالمحتار: ۳۶۸/۶، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

"ولهما أن يسكنا بعد الثلاث في بيت إذالم يلتقيا التقاء الأزواج، ولم يكن فيه خوف فتنة".
(البحرالرائق: ۲۶۱/۴، فصل في الإحداد، رشيديه)

"ولابد من سترة بينهما في البائن لئلا يختلي بالأجنبية، ومفاده أن الحائل يمنع الخلوة المحرمة. وإن ضاق المنزل عليهما، أو كان الزوج فاسقاً، فخروجه أولى". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۵۳۷/۳، فصل في الحداد، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۳۵/۱، الباب الرابع عشر في الحداد، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲۷۲/۳، باب العدة، فصل في الحداد، دارالكتب العلمية بيروت)

سوال یہ ہے کہ اس کی مناکحت صحیح ہوگئی یانہیں؟ اور اس کا یہ حیض انقضائے عدت کی تکذیب ہوگا یانہیں؟ اور دو مہینہ سات دن میں چار دفعہ حیض کا آنا از روئے قاعدہ شرعی ممکن ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق کی عدت تین حیض ہے(۱)، اگر حاملہ ہو تو وضع حمل عدت ہے(۲)، عدت گذرنے سے پہلے نکاحِ ثانی جائز نہیں(۳)۔ تین حیض کم سے کم ساٹھ دن میں آسکتے ہیں، اگر عورت یہ کہے کہ میری عدت گذر چکی ہے یعنی تین حیض آگئے اور ساٹھ دن بھی پورے ہو چکے ہیں جن میں تین حیض آنے کا احتمال بھی ہے تو شرعاً اس کو قول معتبر مان لیا جائے گا اور نکاحِ ثانی درست ہے۔ اگر طلاق کے بعد ساٹھ دن گذر گئے مگر اس کو تین حیض نہیں آئے تو یہ محض ساٹھ دن کا گذر جانا اس کی عدت کیلئے کافی نہیں اور اس کا نکاح معتبر نہیں ہوگا، فوراً دوسرے شخص سے اس کو علیحدہ کر دیا جائے، تین حیض پورے ہونے کے بعد دوبارہ نکاح کیا جائے:

قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾(٤)۔ وقال الله تعالى:

---

(١) "وهي في حق حرة تحيض لطلاق، أوفسخ بعد الدخول حقيقةً أوحكماً ثلث حيض كوامل".
(الدرالمختار: ٣/٥٠٤، ٥٠٥، باب العدة، سعيد)
(وكذافي تبيين الحقائق: ٣/٢٦٨، باب العدة، دارالكتب العلمية، بيروت)
(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٥٢٦، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)
(٢) "وفي حق الحامل وضعُ حملها". (الدرالمختار: ٣/٥١١، باب العدة، سعيد)
(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث عشر في العدة: ١/٥٢٨، رشيديه)
(وكذافي الفتاوى السراجية، ص: ٤٧، باب العدة، سعيد)
(٣) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذافي السراج، سواء كانت العدة عن طلاق أووفاة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٢٨٠، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه)
(وكذافي رد المحتار: ٣/٥١٦، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل، سعيد)
(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ٣/١١، الفصل التاسع في النكاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن كراچی)
(٤) (سورة البقرة: ٢٢٨)

﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾(١)۔ وقال الله تعالى: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾ (٢)۔

"ومن قالت: انقضت عدتي بالحيض، فالقول لها مع اليمين إن مضى عليها ستون يوماً عند الإمام، كل حيض عشرة، وكل طهر خمسة عشر". درمختار. كذا في فتاوىٰ قاضي خان، مجمع الأنهر: ١/٤٧٧(٣)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

معتدہ کو منتقل ہونا

سوال[۶۵۲۳]: ایک صاحب بنارس کے رہنے والے پاکستان رہتے تھے، ان کا انتقال ہوگیا، اب ان کی زوجہ وہیں عدت گذارے جبکہ سوائے شوہر کے رشتہ داروں کے اَور کوئی نہیں؟ ان کے بھائی ان کو بنارس لانا چاہتے ہیں، زوجہ کی والدہ بھی حج کو جارہے ہیں، وہ بھی ملاقات کے متمنی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر بیوہ کو وہاں زمانہ عدت گذارنے میں کوئی مانع نہیں، مثلاً وہاں نفقہ خرچہ کا انتظام ہے، عزت جان ومال کی حفاظت ہے تو اس کو یہاں منتقل ہونے کی اجازت نہیں (۴)، والدہ کو حج کے لئے جانے سے پہلے ملاقات

(۱) (سورة البقرة: ۲۳۵)

(۲) (سورة الطلاق: ۴)

(۳) (مجمع الأنهر: ۱/۴۶۹، باب العدة، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۵۲، باب العدة، فصل في انقضاء العدة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۵۲۳، ۵۲۴، باب العدة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۷۵، الفصل الثامن والعشرون في العدة، إدارة القرآن كراچي)

(۴) "والمتوفى عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها إلى نفقتها، ولا تبيت إلا في بيت زوجها، فظاهره أنها لو لم تكن محتاجةً إلى النفقة، لا يباح لها الخروج نهاراً". (البحر الرائق: ۴/۲۵۹، باب العدة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۷۱، باب العدة، دار الكتب العلمية، بيروت) .... =

کرنا وجہِ جوازِ انتقال نہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۶/۲۷ھ۔

بیوہ کا اپنے باپ کے گھر عدت گذارنا

سوال[۶۵۳۴]: اگر شوہر کے انتقال کے بعد بیوی کے نان ونفقہ کا انتظام نہ ہو تو بیوی اپنے باپ کے گھر میں عدت گذار سکتی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر شوہر کے مکان پر عدت گذارنے کا انتظام نہ ہو تو اپنے باپ کے گھر گذارے (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱۱/۹ھ۔

ایضاً

سوال[۶۵۳۵]: میں نے اپنے لڑکے کی شادی ایک بالغہ لڑکی کے ساتھ کردی تھی، ۱۳/ ماہ بعد لڑکے کا انتقال ہوگیا، بیوہ کو حاملہ چھوڑ کر پانچ ماہ بعد لڑکی پیدا ہوئی، بیوہ نے عدت اپنے عزیزوں میں کی، لڑکے کے باپ نے عدت اپنے یہاں کرنے کو کہا، لیکن اس کے عزیزوں نے نہ مانا اور اپنے گھر لے گئے اور وہیں لڑکی

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۳۴، الباب الرابع عشر في الحداد، رشيديه)

(۱) "ويعرف من التعليق أيضاً أنها إذا كان لها قدر كفايتها، صارت كالمطلقة، فلايحل لها أن تخرج لزيارة ونحوها ليلاً ولانهاراً". (فتح القدير: ۴/۳۴۳، فصل: على المبتوتة والمتوفى عنها زوجها الحداد، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر)

(۲) "وتعتدّان: أي معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه، ولا تخرجان منه إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل، أوتخاف انهدامه، أوتلف مالها، أولاتجد كراء البيت ونحو ذلك من الضرورات".

(الدرالمختار: ۳/۵۳۶، باب العدة، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۳/۲۵۹، باب العدة، فصل في الإحداد، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۷۱، ۲۷۲، فصل في الإحداد، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۷۰، الفصل الثامن والعشرون في العدة، إدارة القرآن كراچی)

پیدا ہوئی، پیدائش کا کل خرچ لڑکے کے باپ نے کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عدت گذارنا اسی مکان میں لازم تھا جس میں شوہر کا انتقال ہوا اور وہ پہلے سے وہیں شوہر کیساتھ رہتی تھی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶۱/۱۰/۸۹ھ۔

معتدہ کو دوسری جگہ منتقل ہونا

سوال [۶۵۳۶]: حاجی محمد ابراہیم صاحب کا انتقال ہوا، میری بہن جب سے بمبئی میں ہے اب وہ بہت بیمار ہے اور ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ اب ان کو آب وہوا تبدیل کرادی جائے۔ عندالشرع وہ میرٹھ کے لئے سفر کرکے آسکتی ہیں یا نہیں؟ میری بہن وہاں اپنے بچوں کے ساتھ اکیلی ہیں۔

شرف الدین، شوراب گیٹ، میرٹھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہاں کی آب وہوا موافقِ مزاج نہیں اور علاج کے لئے وہاں سے منتقل ہونا ضروری ہے، تو عدت چار ماہ دس روز ختم ہونے سے پہلے بھی وہاں سے منتقل ہونا شرعاً درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "علی المعتدة أن تعتد فی المنزل الذی یضاف إلیها بالسکنی حال وقوع الفرقة والموت".

(الفتاوی العالمکیریة: ۱/۵۳۵، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیه)

(وكذا في الهداية: ۲/۴۲۸، ۴۲۹، باب العدة، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۷۱، باب العدة، فصل في الإحداد، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "وتعتدان: أی معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه، ولاتخرجان منه، إلا أن تخرج أوینهدم المنزل، أوتخاف انهدامه، أوتلف مالها، أولاتجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات".

(ردالمحتار: ۳/۵۳۶، باب العدة، سعید) .... =

زوجہ شوہر کے ساتھ والد کے یہاں آئی تھی شوہر کا انتقال ہوگیا، عدت کہاں گذارے؟

سوال [۷۵۳۶]: زید برائے علاج اپنی زوجہ کو ہمراہ لے کر اپنے وطن شہر جھنجھنوں سے اپنی زوجہ کے والدین کے مکان پر قصبہ بساؤ میں آیا، اور ایک دن زندہ رہ کر زوجہ کے والد کے مکان پر ہی انتقال کر گیا، جبکہ زید کی زوجہ بھی بوقتِ وفات زید کے ہمراہ تھی، نیز زید کو زوجہ کے وطن اصل قصبہ بساؤ میں ہی دفن کر دیا گیا۔ اس صورت میں فتاوی ہندیہ، کتاب الطلاق، ص:۵۷ کی مندرجہ ذیل عبارت پیشِ نظر معتدہ کو شوہر مرحوم زید کے وطن شہر جھنجھنوں برائے عدت بھیجنا کیا حکم رکھتا ہے، آیا ناجائز ہے یا کہ بہتر نہیں ہے یا حرام ہے؟

یا بکر یہ کہے کہ زیادہ بہتر یہی ہے کہ وقوعِ وفات شوہر ہی میں مدت عدت کا پورا کرنا زیادہ بہتر ہے؟ اور اگر وقوعِ وفات پر عدت نہ گزار کر شوہر کے وطنِ اصلی جو کہ زوجہ کا اصلی مکان کہلاتا ہے عدت پوری کی جائے تو بھی عدت ہو جائے گی۔ یہ کیسا ہے؟ میں آنجناب سے دست بستہ مؤدبانہ التماس کرتا ہوں کہ مسئلہ مذکورہ کو وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

فتاوی ہندیہ کی عبارت مندرجہ ہے، کتاب الطلاق، باب سوگ، چہاردہم، ترجمہ فتاوی عالمگیری جلد دوم۔

''معتدہ پر عدت واجب ہے کہ اس مکان میں عدت گذارے جو حالتِ وقوع فرقت یا وقوعِ وفات شوہر میں اس کے رہنے کا مکان کہلاتا تھا، یہ کافی میں ہے۔ اور اگر وہ اپنے کنبے والوں کو دیکھنے گئی، یا یہ کسی دوسرے کے گھر گئی کسی سبب سے گئی تھی کہ اس وقت پر طلاق واقع ہوتی تو اس وقت بلا تاخیر اپنے رہنے کے مکان کو چلی جائے اور یہی حکم عدتِ وفات میں ہے''۔ از فتاوی ہندیہ، کتاب الطلاق، باب سوگ چہاردہم، ترجمہ عالمگیری، جلد دوم (۱)۔

= (وكذا في البحر الرائق: ۲۵۹/۴، باب العدة، فصل في الإحداد، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲۷۱/۳، ۲۷۲، فصل في الإحداد، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۷۰/۴، الفصل الثامن والعشرون في العدة، إدارة القرآن، كراچی)

(۱) "على المعتدة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت، كذا في الكافي. لو كانت زائرةً أهلها، أو كانت في غير بيتها لأمرٍ حين وقوع الطلاق، انتقلت إلى بيت سكناها =

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کا جو اصلی مکان تھا جہاں اس کا قیام تھا اور بیوی بھی ساتھ رہتی تھی، مگر وہاں سے عارضی طور پر آ کر بیوی کے والدین کے مکان پر انتقال ہوگیا تو بیوی کو عدتِ وفات گذارنے کے لئے شوہر کے اسی مکان میں محرم کیساتھ چلا جانا چاہئے، وہیں جا کر عدت گذارے، کذا فی البحر الرائق: ٤/١٥٤ (١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عدت میں ووٹ ڈالنے کے لئے جانا

سوال [۲۵۳۸]: میرے یہاں ایک موت ہوگئی، جس میں کہ ایک مسماۃ بیوہ ہوگئی ہے، اور میرے یہاں اس وقت پنچایت کا الیکشن ہو رہا ہے اور بیوہ کی عدت باقی ہے اور گاؤں کے کنارے پر پولنگ اسٹیشن ہے۔ لہذا وہ بیوہ اپنا ووٹ ڈالنے اس جگہ جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

الیکشن میں ووٹ ڈالنا ایسی ضرورت نہیں جس کی وجہ سے عدت میں عورت کو نکلنے کی اجازت دی جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۲۶ھ۔

= بلا تأخير، وكذا في عدة الوفاة". (الفتاوى العالمكيرية: ١/٥٣٥، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد، رشيديه)

(١) "وتعتدان في بيت وجبت فيه .... ولهذا قدمنا أنها لو زارت أهلها، فطلقها زوجها، كان عليها أن تعود إلى منزلها، فتعتد فيه". (البحر الرائق: ٣/٢٥٩، باب العدة، فصل في الإحداد، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ٣/٥٣٦، فصل في الإحداد، سعيد)

(٢) "ومعتدة الموت تخرج يوماً وبعض الليل، والحاصل أن مدار الحل كون خروجها بسبب قيام شغل المعيشة، فيتقدر بقدره فمتى انقضت حاجتها، لايحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بيتها". =

عدت میں شرکتِ نکاح کے لئے نکلنا

سوال[۶۵۳۹] : عدت میں عورت شادی میں شرکت کے لئے باہر نکل سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حالتِ عدت میں شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے اس کو مکان سے نکلنے کی اجازت نہیں (۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۹/۱۳۹۴ھ۔

بغیر ہمبستری کے طلاق کی صورت میں عدت

سوال[۶۵۴۰] : ایک پچاس سالہ عورت کا نکاح ایک ساٹھ سالہ شخص سے ہوا، اور چھ دن کے بعد طلاق دیدی اور اس سے ہمبستری بھی نہیں کی۔ اب اس عورت کا نکاح ایک دوسرے آدمی سے کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کے لئے عدت ضروری ہے یا نہیں؟ یا اس کا نکاح بغیر عدت کے ہی ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمبستری تو نہیں ہوئی، مگر ایسی تنہائی بھی ہر دو میں ہوئی کہ اگر ہمبستری کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے، یا ایسی تنہائی بھی نہیں ہوئی، اگر ایسی تنہائی ہو چکی ہے تو عدت واجب ہے(۲)، عدت کے بعد دوسرے شخص سے نکاح

= (البحر الرائق: ۴/۲۵۹، باب العدة، فصل في الإحداد، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۴/۲۸، الفصل الثامن والعشرون في العدة، نوع مايلزم المعتدة، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۵۲۶، باب العدة، فصل في الحداد، سعيد)

(۱) قال الله تعالى: ﴿لاتخرجوهن من بيوتهن ولايخرجن﴾. (الطلاق: ۱)

"قال رحمه الله: ولاتخرج معتدة الطلاق من بيتها، بل تعتدفي المنزل الذى كان يضاف إليها بالسكنىٰ حال وقوع الطلاق". (تبيين الحقائق، باب العدة: ۳/۲۷۰، دارالكتب العلمية بيروت)

"ولاتخرج معتدة رجعي وبائن بأىّ فرقة كانت". (الدرالمختار: ۳/۵۳۵، سعيد)

(۲) "رجل تزوج امرأةً نكاحاً جائزاً، فطلقهابعد الدخول أوبعد الخلوة الصحيحة، كان عليهاالعدة". =

درست ہوگا، اس سے پہلے درست نہیں۔ اگر ایسی تنہائی نہیں ہوئی تو عدت واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۲/۲/۶۲ھ۱۳۔

حالت عدت میں نکاح، تین حیض گذرنے سے قبل حمل رہ گیا عدت کس طرح ہوگی؟

سوال [۶۵۴۱]: ایک عورت کو ساڑھے تین ہزار روپیہ دے کر طلاق دلائی گئی، اس نے عدت پوری نہ ہونے دی اور ہمبستری شروع کردی جس کی وجہ سے دوسرے حیض پر حمل رہ گیا، اس عورت کا حمل اب پانچ ماہ کا ہے تو اس عورت کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یہ حمل یقیناً اس شخص کا ہے جس نے طلاق دلوائی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح جائز نہیں، وقتِ طلاق وہ حاملہ نہیں تھی، طلاق کے بعد تین حیض گذرنے سے پہلے حاملہ ہوگئی، اب اس کی عدت وضع حمل ہے:

"من لم تكن حبلى، فإذا حبلت في العدة تنقض بوضعه، سواء كان من المطلق أو من زنا أو من نكاح فاسد". ردالمحتار: ۸۳۹/۲(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= (الفتاویٰ العالمكيرية: ۵۲۶/۱، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۵۰۴/۳، باب العدة، سعيد)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۵۴۹/۱، رشيديه)

(۱) "إن كان الفساد لعجزه عن الوطى حقيقةً، لايجب عليها العدة، وكذا لو طلقها قبل الخلوة .... إن كانت الفرقة قبل الدخول، لاتجب العدة". (فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۵۴۹/۱، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۱۶/۴، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(۲) (كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في وطى المعتدة بشبهة: ۵۱۹/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۵۲۸/۱، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۵۵۰/۱، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جواب درست ہے: جب تک عدت ختم نہ ہو نکاح درست اور جائز نہیں ہے۔ سید مہدی حسن غفرلہ، صدر مفتی دارالعلوم دیوبند۔

عدت میں شناخت کے لئے عدالت جانا

سوال [۶۵۴۲]: ہندہ کے شوہر کو چاقو مار کر ہلاک کر دیا گیا، اس جگہ ہندہ بھی موجود تھی، اب ہندہ کو پولیس ملزموں کی شناخت کے لئے عدت کی حالت میں طلب کر رہی ہے۔ تو ہندہ کو شناخت کرنے کے لئے حالت عدت میں تھانے میں یا کسی جگہ بھی جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قاتل کی شناخت کرنے کے لئے عدت والے مکان سے عدالت میں جانا درست ہے، مگر رات کو پھر اپنے مکان میں پہونچ جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۱۳۹۶ھ۔

عدت میں تنخواہ لینے کیلئے دفتر جانا

سوال [۶۵۴۳]: والد صاحب کا انتقال ہو گیا اور وہ سرکاری ملازم تھے تو اب والدہ محترمہ والد مرحوم کی باقی تنخواہ یا فنڈ کی رقم ایامِ عدت میں لینے کے لئے دفتر جا سکتی ہیں یا نہیں، جبکہ ان کے گئے ہوئے بغیر وقت ضرورت پیسہ نہیں ملتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جا سکتی ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۶/۱۳۹۶ھ۔

---

(۱) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: طلقت خالتی ثلاثاً، فخرجت تجدّ نخلاً لها، فلقیها رجل فنهاها، فأتت النبی صلی اللہ علیه وسلم، فذکرت ذلک له، فقال لها. "أخرجی، فجدی نخلک لعلک أن تصدقی منه أو تفعلی خیراً". (سنن أبی داؤد: ۱/۳۲۰، کتاب الطلاق، باب فی المبتوتة تخرج بالنهار، إمدادیه ملتان) =

معتدہ کو صحن میں جانا

سوال[۶۵۴۴]: کیا معتدۃ الوفات مشترک مکان کے صحن میں جاسکتی ہے؟ فتاویٰ قاضی خان: ۱/۱۰۲، پر یہ ہے کہ:

"وللمعتدة الخروج إلى صحن الدار، فإن كانت الدار مشتملةً على بيوت، وفي كل بيت أهل، لاتخرج إلى صحن الدار"(۱)۔

فتح القدير: ۳/۲۹۸: "ولاتخرج المعتدة إلى صحن الدار التي فيها منازل الأجانب؛ لأنه كالخروج إلى السكة، فإن لم يكن في الدار منازل بل بيوت، جاز لها الخروج إلى صحنها، ولاتصير به خارجةً عن الدار"(۲)۔

بیت میں اور دار میں کیا فرق ہے؟ اگر ایک مکان بڑا چند اعزہ کے درمیان مشترک ہے جس کی کوئی تقسیم شرعی، نہ قانونی ہوئی، لیکن ہر ہر حصہ دار نے کچھ اپنے رہنے کے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔ تو ایسی صورت میں معتدہ کیا دوسرے کے حصہ میں جاسکتی ہے یا نہیں؟ مفصلاً جواب مع حوالہ کتب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

معتدۃ الوفاۃ کے لئے مشترک مکان کے صحن میں جانا اور اپنے مکان سے باہر نکلنا، نیز رات کا کچھ حصہ دوسری جگہ گذارنا حسبِ ضرورت وحاجت درست ہے:

"والمتوفى عنها زوجها لا بأس بأن تتغيب عن بيتها أقل من نصف الليل. قال شمس

= "قال في الفتح: والحاصل في مدارحل خروجها بسبب قيام شغل المعيشة، فيتقدر بقدره، فمتى انقضت حاجتها، لايحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بيتها". (ردالمحتار، باب العدة: ۳/۵۳۰، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۷۱، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) (فتاویٰ قاضي خان: ۱/۵۵۴، باب العدة، فصل فيمايحرم على المعتدة، رشيديه)

(۲) (فتح القدير: ۴/۳۴۵، باب العدة، فصل على المبتوتة والمتوفى عنها زوجها إذاكانت بالغةً مسلمةً الحداد، مصطفى البابي الحلبي مصر)

الأئمة الحلواني: وهذه الرواية صحيحة، اھ". بحر: ۱٦٧/٤(١)۔

فتاوی قاضی خان کی عبارت میں معتدۃ الطلاق کا حکم عدمِ خروج بیان کیا گیا جیسا کہ اس کے بعد والا جزئیہ اس پر دال ہے:"وإن كانت في البيت بالكراء، كان الكراء على الزوج، اھ"(٢)۔

اور اسی فصل کے شروع میں ہے:"والمتوفى عنهازوجها تخرج بالنهارلحاجتها: أي النفقة، ولاتبيت إلافي بيت زوجها. وعن محمدؒ أن لها أن تبيت في غيربيت زوجها أقل من نصف الليل، اھ". فتاوی عالمگيريه مصری، ص: ٥٣٤(٣)۔

جلد:٢ میں ہے:"إن كانت معتدةً من نكاح صحيح، وهي حرة مطلقة بالغة، عاقلة، مسلمة، والحالة حالة الاختيار، فإنها لاتخرج ليلاً ولانهاراً، سواء كان الطلاق ثلاثاً أوبائناً أورجعياً، كذافي البدائع"(٤)۔ "المتوفى عنهازوجها تخرج نهاراً وبعض الليل، ولاتبيت في غيرمنزلها، كذافي الهداية"(٥)۔

اگر ایک بڑا مکان ہو اور اس میں مختلف کمرے ہوں تو معتدہ کو صحن اور کمروں میں جانا اور شب گذارنا درست ہے، اِلّا یہ کہ وہ کمرے دوسرے کے ہوں:

"للمعتدة أن تخرج من بيتهاإلى صحن الدار، وتبيت في أيّ منزل شاء ت، إلا أن يكون في الدارمنازل لغيره، بخلاف مإذاكانت المنازل له، اھ". الفتاوىٰ العالمكيرية (٦)۔وأصرح منه مافي الدرالمختار: "ولاتخرج معتدة رجعي وبائن من بيتها أصلاً لا ليلاً ولانهاراً، ولا إلى

---

(١) (البحرالرائق: ٢٥٩/٤، باب العدة، فصل في الإحداد، رشيديه)

(٢) (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الهندية: ٥٥٤/١، باب العدة، فصل فيمايحرم على المعتدة، رشيديه)

(٣) یہ عبارت عالمگیری میں ان الفاظ کے ساتھ نہیں ہے بلکہ فتاویٰ قاضی خان میں ان ہی الفاظ کے ساتھ ہے۔(فتاوىٰ قاضي خان: ٥٥٣/١، باب العدة، فصل يحرم على المعتدة، رشيديه)

(٤) (بدائع الصنائع: ٣٢٩/٤، فصل في أحكام العدة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(٥) (الهداية: ٤٢٨/٢، باب العدة، فصل في الإحداد، مكتبه شركة علميه ملتان)

(٦) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٥٣٥/١، الباب الرابع عشرفي الحداد، رشيديه)

صحن، ولافيهامنازل لغيره، اھ"۔ قال الشامي: "أي غير الزوج، بخلاف ما إذا كانت له، فإن لها أن تخرج في الجديدين وتبيت أكثر الليل في منزلها، اھ"(۱)۔

اسی بات پر قیاس کیجئے عبارتِ فتح القدیر کو۔ "دار" مستقل مکان کو کہتے ہیں جو مکانیت اور صحن پر مشتمل ہوتا ہے اور "بیت" عامۃً مایبات فیہ کو کہتے ہیں اور کبھی بمعنی دار بھی مستعمل ہوتا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۲/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۱۴/صفر/۶۷ھ۔

عدت میں کن چیزوں کے اہتمام کی ضرورت ہے؟

سوال[۶۵۴۵]: ایام عدت میں کن چیزوں کے اہتمام کی ضرورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سنگار نہ کریں، بلاضرورتِ شدیدہ مکان سے باہر نہ نکلیں، ضرورتِ شدیدہ میں جب نکلیں تو جلد واپس آجائیں، رات اسی مکان میں گذاریں، طاعات وعبادات میں مشغول رہیں(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۶/۱۳۹۶ھ۔

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدر المختار ورد المحتار: ۳/۵۳۵، ۵۳۶، باب العدة، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانيه: ۴/۲۹، الفصل الثامن والعشرون في العدة، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "فاسم الدار ينتظم العلو؛ لأنه اسم لما أدير عليه، والبيت اسم لمايبات فيه، والمنزل بين الدار والبيت .... وقيل: في عرفنا يدخل العلو في جميع ذلك". (الهداية، كتاب البيوع، باب الحقوق: ۳/۸۸، شركة علميه)

(وكذا في فتح القدير، باب الحقوق: ۷/۴۰، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۳) "على المبتوتة والمتوفى عنها زوجها .... الحداد: الاجتناب عن الطِّيب والدهن والكحل والحناء والخضاب ولبس المطيب والمعصفر". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۳۳، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد، رشيديه)

"المتوفى عنهازوجها تخرج نهاراً وبعض الليل، ولاتبيت في غيرمنزلها". (الفاوىٰ =

عدت کے دوران پردہ سے متعلق چند سوالات

سوال[۶۵۴۶]: ۱.....میرے والد صاحب کا انتقال ابھی حال ہی میں ہوا ہے، ان کی بیماری کے دوران میری والدہ بھی ہسپتال وغیرہ میں دَوڑ بھاگ میں رہا کرتی تھیں، اس دوران ان کا پردہ کئی ایسے لوگوں سے بھی ہونا ممکن نہ تھا جس سے وہ پہلے کیا کرتی تھیں۔ اب ان کے انتقال کے بعد پوزیشن یہ ہے کہ گھر یعنی دہرہ دون میں ایک میری چھوٹی بہن اور والدہ رہ گئی ہیں۔ گھر کے کام کاج میں ضرورت دوسروں کی مدد کا پڑ جانا لازمی ہے۔

ایک صاحب زید ہیں جو والد صاحب کی حیات میں بھی ہمارے گھر کے ایک فرد کی طرح سے ہمارے گھر آیا جایا کرتے تھے اور ان سے والدہ کا پردہ نہیں تھا زید نے مرحوم کی بہت خدمت کی تھی، اب وہ رات کو میری والدہ اور بہن کے اکیلے ہونے کی وجہ سے گھر پر ہی سونا چاہتے ہیں۔ زید کافی بزرگ ہیں اور ہم انہیں تائے کہتے ہیں۔

مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں شرعی نقطۂ نظر سے بتائیں کہ عدت کے دَوران کیا زید سے بھی والدہ کا پردہ ضروری ہے؟

۲.....ان لوگوں سے کہ جن سے والدہ کا پردہ نہیں تھا، کیا ان سب سے پردہ کرنا ضروری ہے؟

۳.....کیا ایسی مجبوری کی حالت میں جب کہ گھر میں کوئی مرد نہیں ہے عدت کی پوری مدت گذارنی ہوگی؟

۴.....محلّہ پڑوس کے کچھ بچے اب بالغ ہوگئے ہیں جو پہلے گود کھلائے ہوئے تھے اور ان سے والدہ کا پردہ نہیں تھا تو دَورانِ عدت کیا ان سے بھی پردی ہوگا؟

۵.....کیا عدت کے دَوران آواز کا بھی پردہ ضروری ہے؟

۶.....عدت کے دوران غلطی سے یا بھول سے اچانک کسی کے سامنے آجانے سے لیکن خیال آجانے

= العالمکیریة، المصدر السابق: ۱/۵۳۴، رشیدیه)

(وکذافی تبیین الحقائق: ۳/۲۶۶، ۲۷۱، کتاب الطلاق، باب العدة، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذافی ردالمحتار: ۳/۵۳۰، ۵۳۶، کتاب الطلاق، باب العدة، سعید)

پر دوبارہ سامنے نہ آنے پر کوئی مضائقہ تو نہیں؟

۷......عدت کیوں اسلام نے ضروری کی ہے، کیا وجوبات ہو سکتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص شرعاً نامحرم ہو اس سے پردہ لازم ہے خواہ زمانۂ عدت ہو یا نہ ہو۔ زید سے بھی پردہ لازم ہے(۱)، وہ علیحدہ باہر کسی جگہ رہ سکتے ہیں، تنہائی میں آپ کی والدہ صاحبہ سے نہ ملیں (۲)۔

۱......پردہ ضروری ہے۔

۲......ضروری ہے(۳)۔

۳......عدت کی مدت چار مہینے دس دن پوری لازم ہے، اس میں کمی نہیں (۴)۔

۴......جب وہ بالغ ہو گئے تو ان سے بھی پردہ ضروری ہے(۵)۔

۵......بلاضرورت نامحرم سے بات نہ کی جائے (۶)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم﴾ (النور: ۱۸)

"وعن ابن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "المرأة عورة، فإنها إذا خرجت من بيتها، استشرفها الشيطن". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح: ۲/۲۶۹، قديمي)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "لاتلجوا على المغيبات، فإن الشيطن يجري من أحدكم مجرى الدم". (مشكوة المصابيح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني: ۲/۲۶۹، قديمي)

(۳) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجاً، يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً﴾ (سورة البقرة: ۲۳۴)

(۵) قال الله تعالیٰ: ﴿أو الطفل الذين لم يظهروا على عورات النساء﴾ .... فأما إن كان مراهقاً، أو قريباً منه بحيث يعرف ذلك ويدريه ويفرق بين الشوهاء والحسناء، فلا يمكن من الدخول على النساء، وقد ثبت في الصحيحين عن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم أنه قال: " إياكم والدخول على النساء". (ابن كثير، سورة النور: ۳/۳۸۱، دارالسلام الرياض)

(۶) اس لئے کہ نامحرم کی آواز کا بھی پردہ ہے:"وفي الكافي: ولا تلبي جهراً؛ لأن صوتها عورة، ومشى عليه =

۶......بھول اور غلطی کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، فوراً اس کی اصلاح ضروری ہے۔

۷......عدت کا حکم احکم الحاکمین نے قرآن کریم میں فرمایا ہے(۱) اس کی وجہ دریافت کرنے کا کس کو حق ہے، سب اس کے بندے ہیں، سب پر بلا چون و چرا حکم کی اطاعت لازم ہے: ﴿لا یسأل عما یفعل وھم یسئلون﴾(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۱۳۹۶ھ۔

کیا طوائف کے لئے عدت ہے؟

سوال[۶۵۴۷]: زید ایک طوائف سے محبت کرتا ہے اور ایک سال سے اس کے چکر میں پھنسا ہے لوگوں کی از حد کوششوں کے باوجود اس سے رابطہ ختم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں اس سے شادی کروں گا لہذا اس غلط جگہ سے اس طوائف کو لانے کے کتنے دن بعد نکاح کر سکتا ہے؟ کیا اس کو بھی عدت گذارنی پڑیگی؟ اور عدت کتنے یوم کی ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

طوائف کے لئے غالباً شوہر نہیں ہوگا ایسی حالت میں اس سے نکاح کے لئے عدت کی ضرورت نہیں بلکہ اگر وہ حاملہ ہو اور کسی اور کا حمل ہو تو شخص مذکور کو نکاح کے بعد بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہمبستری وغیرہ کی اجازت نہیں اگر حمل اسی کا ہو تو اجازت ہے(۳)۔ فقط واللہ موفق۔

أملاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۱۳۹۹ھ۔

= في المحيط في باب الآذان، بحر .... فإنا نجيز الكلام مع النساء للأجانب ومجاورتهن عند الحاجة إلى ذلک، ولا نجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تلينها وتقطيعها، لما في ذلک من استمالة الرجال وتحويل الشهوات منهم". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۰۶، سعيد)

(۱) (راجع، ص: ۴۰۳ رقم الحاشية: ۴) ☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(۲) (سورة الأنبياء: ۲۳)

(۳) "لاعدة على الحامل من الزنا أصلاً، وإنما العدة لموت الزوج أوطلاقه .... وإن جاز نكاح الحبلى من زنا، لايحل وطؤها". (ردالمحتار: ۳/۵۱۱، سعيد) .... =

عدتِ وفات، وقتِ وفات سے ہے یا خبر ملنے کے وقت سے؟

سوال[۶۵۴۸]: محمد عثمان کا انتقال ہوگیا، ایک ماہ بعد بیوی کو معلوم ہوا، کیونکہ محمد عثمان گھر سے باہر رہا کرتے تھے۔ لہٰذا عدت کب سے شروع ہوگی، انتقال کے وقت سے یا خبر معلوم ہونے کے وقت سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عدتِ وفات چار ماہ دس روز ہے، اس کی ابتداء وقتِ وفات سے ہے خبر خواہ کب ہی ملے، حتی کہ اگر چار ماہ دس روز گذرنے پر بیوی کو وفاتِ شوہر کی خبر ہوئی تو کہا جائیگا کہ عدت ختم ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

عدت کے اندر تیسری طلاق

سوال[۶۵۴۹]: ایک شخص کی عورت مطلقہ رجعی ہے، بعد ازاں اس نے دوسری طلاق معلق بشرط دی، شرط پوری ہونے کے بعد ہی تیسری طلاق معلق بشرط طلاق کی قسم کھائی۔ دوسری طلاق کے دو چار دن کے بعد شرط پوری ہوگئی۔ آیا قبل ختم ہونے عدت طلاق ثانی طلاق ثالث پڑ جائے گی یا نہیں؟ پہلی اور دوسری طلاق میں رجوع صرف لفظاً کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مدت ختم ہونے سے پہلے ہی تیسری طلاق بھی واقع ہوگئی (۲)۔ رجوع قولاً کیا ہو یا فعلاً سب کا ایک ہی

= (وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۲۶۵، کتاب الطلاق، باب العدۃ)

(۱) "ابتداء العدة فی الطلاق عقیب الطلاق، وفی الوفاة عقیب الوفاة، فإن لم تعلم بالطلاق أو الوفاة حتی مضت مدة العدة، فقد انقضت عدتها". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۵۳۲، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر، رشیدیه)

(وکذافی تبیین الحقائق: ۳/۲۶۰، کتاب الطلاق، باب العدة، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذافی ردالمحتار: ۳/۵۲۰، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذافی الهدایة: ۲/۴۲۵، کتاب الطلاق، باب العدة، مکتبه شرکت علمیه ملتان)

(۲) "وأما مایرجع إلی المرأة فمنها الملک أو علقة من علائقه، فلا یصح الطلاق إلا فی الملک، أو فی =

حکم ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۳/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۴/صفر/ ۵۸ھ۔

وفاتِ شوہر پر ترکِ زینت

سوال[۶۵۵۰]: خاوند کے مرتے وقت عموماً عورتیں تمام زیور اتار دیتی ہیں اور چوڑیاں توڑ ڈالتی ہیں اور پھر عمر بھر نہیں پہنتیں، یا نکاحِ ثانی وغیرہ تک۔اس کی شرعاً کیا حقیقت ہے؟ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد آپ کی ازواج کا تازندگی کیا عمل رہا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کے مرنے پر ایامِ عدت میں زینت ناجائز ہے(۲)، بعد عدت درست ہے، لہٰذا تمام عمر یا نکاحِ

= علقة من علائق الملک، وهی عدة الطلاق". (بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى المرأة فی الطلاق: ۲۷۳/۴، دارالکتب العلمية بيروت)

(وكذا فی التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الثانی فی بيان شرط صحة الطلاق وبيان حكمه: ۲۵۴/۳، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "هی استدامة الملک القائم فی العدة بنحو: راجعتک، وبكل مايوجب حرمة المصاهرة. ويتزوجها فی العدة، وطئها فی الدبر علی المعتمد إن لم يطلق بائناً وإن أبت". (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳۹۷/۳-۴۰۰، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة: ۴۶۸/۱، ۴۶۹، رشيديه)

(۲) "علی المبتوتة والمتوفی عنها زوجها إذا كانت بالغةً مسلمةً الحدادُ فی عدتها، والحداد: الاجتناب عن الطيب والدهن والكحل والحنا والخضاب ولبس المطيب المعصفر والثوب الأحمر". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۵۳۳/۱، الباب الرابع عشر فی الحداد، رشيديه)

(وكذافی الدرالمختار: ۵۳۰/۳، ۵۳۱، باب العدة، فصل فی الحداد، سعيد)

(وكذا فی تبيين الحقائق: ۲۶۲/۳، باب العدة، فصل فی الإحداد، دارالكتب العلمية، بيروت)

ثانی تک ترکِ زینت شرعاً جائز نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات پابندِ شرع تھیں، ناجائز کاموں سے اجتناب کرتی تھیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۵/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/ جمادی الاولیٰ/ ۵۸ھ۔

بیوہ عورت کا زیور پہننا

سوال[۱۵۵۱۶]: بیوہ عورت کا کانچ کی چوڑی اور چاندی سونے کی چوڑی پہننا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں یہ رسم ہے کہ بیوہ عورت کانچ کی چوڑی نہیں پہن سکتی ہے، نیز عورتوں کو چاندی سونے کے زیور کے علاوہ دیگر چیزوں کے زیور پہننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوہ کو بعد عدت زیور کانچ کی چوڑی وغیرہ سب درست ہے(۱)، جس زیور میں کفار وفساق کی مشابہت نہ ہو، عورتوں کے لئے وہ سب درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجاً يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً، فإذا بلغن أجلهن، فلاجناح عليكم فيما فعلن في أنفسهن﴾ الآية (سورة البقرة: ۲۳۴)

"قوله: ﴿فيمافعلن﴾ من التزين والتطيب". (حاشيه تفسيرات الأحمدية، ص: ۱۴۹، حقانية)

"فإذا انقضت عدتها، فلاجناح عليها أن تتزين وتتصنع وتتعرّض للتزويج". (تفسير ابن كثير: ۱/۲۸۶، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهومنهم". (سنن أبي داؤد: ۲/۵۵۸، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، دارالحديث ملتان)

(ومشكوٰة المصابيح، ص: ۳۷۵، قديمی)

(وفيض القديرمع الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، نزارمصطفى الباز رياض)

مطلقہ رجعی پر سوگ

سوال[۶۵۵۲]: مطلقہ بطلاقِ رجعی واحد دورانِ عدت میں بناؤ سنگھار کرسکتی ہے یا نہیں، خاص کر اس صورت میں جب کہ شوہر کی نیت ایک طلاقِ رجعی دینے سے عورت کو اپنے ملکِ نکاح سے علیحدہ کرنا ہو، ایک مجلس میں تین طلاقیں بدعی ہونے کے خیال سے نہیں دینا چاہتا۔ آیا یہ عورت بعد ختمِ عدت سہ حیض کسی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں، خاص کر جب کہ دورانِ عدت میں رجوع قولی وفعلی کسی طرح نہ ہوا ہو؟ نیز اس شوہر کیساتھ اس عورت کو سفر بوجہ ضروری ہونے تبدیلِ مکان جائز ہے یا نہیں؟ عورت کے بناؤ سنگھار کے لئے اسی مکان میں شوہر کے رہنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مطلقہ رجعی کے ذمہ ترکِ زینت واجب نہیں خواہ شوہر کی نیت کچھ ہی ہو، اس کو بناؤ سنگھار شوہر کے سامنے جائز بلکہ مستحسن ہے(۱)، ایسی عورت کو بعد عدت دوسرے شخص سے نکاح درست ہے، جب کہ شوہر اول نے عدت میں رجعت نہ کی ہو(۲)، ایسی عورت کو شوہر کے ساتھ سفر بھی جائز ہے۔ شوہر کے مکان سے علیحدہ رہنا درست نہیں: "مطلقة الرجعي كالبائن غير أنها تمنع من مفارقة زوجها في مدة سفر لقيام

---

(۱) "المطلقة الرجعية تتشوف وتتزين، ويستحب لزوجها أن لايدخل عليها حتى يؤذنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۲، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

"المطلقة الرجعية تتزين لزوجها إذا كانت الرجعة مرجوةً، وإلافلا تفعل". (الدرالمختار: ۳/۴۰۸، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۲۰، باب الرجعة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) "أما الطلاق الرجعي، فالحكم الأصلي له هو نقصان العدد، فأما زوال الملك وحل الوطء، فليس بحكم أصلي له لازم، حتى لايثبت للحال، وإنما يثبت في الثاني بعد انقضاء العدة، فإن طلقها ولم يراجعها بل تركها حتى انقضت عدتها، بانت". (بدائع الصنائع: ۴/۳۸۷، فصل في حكم الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

الزوجية، بخلاف المبانة، ١ھ". در مختار: ٢/٩٦٢(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

عدت میں چوڑیوں کا استعمال

سوال[۱۵۵۳]: جب کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہوجاتا ہے تو ہمیشہ کے لئے کانچ کی چوڑیاں بیوی کو استعمال کرنا بُرا سمجھتے ہیں اور سونے چاندی کی چوڑیاں اگر استعمال کی جائیں تو برا نہیں سمجھتے ہیں۔ اس کی کیا اصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عدت گذارنے تک زینت کرنا منع ہے، چاندی سونے کی چوڑیاں پہننا بھی منع ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۵/۱۳۹۶ھ۔

عدت میں چوڑی توڑ دینا

سوال[۱۵۵۴]: شوہر کے مرنے پر عورت کی چوڑی توڑ دی جایا کرتی ہے، عندالشرع اس کی کیا حقیقت ہے؟ اگر غلط ہے تو ایامِ عدت میں اس کی چوڑی خود بخود ٹوٹ جائے تو پھر پہن سکتی ہے یا نہیں؟

---

(١) (تنوير الأبصار: ٣/٥٣٩، باب العدة، فصل في الحداد، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٥٣٦، الباب الرابع العشر في الحداد، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ٤/٢٦٢، باب العدة، فصل في الإحداد، رشيديه)

(٢) "عن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قال: "المتوفى عنها زوجها لاتلبس المعصفرة من الثياب ولا الممشقة ولا الحلي، ولا تختضب، ولا تكتحل". (مسند أحمد، (رقم الحديث: ٢٦٠٤١): ٧/ ٢٨٤، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وسنن أبي داؤد: ١/٣٢٢، كتاب الطلاق، باب فيما تجتنب المعتدة في عدتها)

(وكذا في تبيين الحقائق: ٣/٢٦٦، كتاب الطلاق، باب العدة، دار الكتب العلمية، بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کے مرنے پر عورت کو ایامِ عدت میں زینت وزیبائش، بناؤ سنگھار کرنا درست نہیں، اس لئے چوڑیاں اُتار دینا چاہیئے (۱)، توڑ دینا غلط ہے، عدت ختم ہونے پر یہ حکم نہیں رہتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۹ھ۔

نومسلمہ کے نکاح کے لئے عدت

سوال [۱۵۵۵]: ایک عورت اپنے خاوند کے انتقال کے ڈیڑھ ماہ بعد اسلام قبول کرتی ہے، آیا اس کو اس صورت میں عدت بمقدارِ شرعِ متین پوری کرنی ہوگی، یا وہ اسلام قبول کرتے ہی نکاح کر سکتی ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ عورت حاملہ ہے تو اس کو نکاح کے لئے وضعِ حمل کا انتظار کرنا چاہیے:

"وكذا لاتعتد مسبية افترقت بتباين الدارين؛ لأن العدة حيث وجبت إنما وجبت حقاً للعباد، والحربي ملحق بالجماد إلا الحامل، فلا يصح تزوجها، لا لأنها معتدة، بل لأن في بطنها ولداً ثابت النسب كحربية خرجت إلينا مسلمةً أو ذميةً أو مستأمنة، ثم أسلمت وصارت ذميةً، لما مرّ أنه ملحق بالجماد إلا الحامل، لما مر". درمختار: ۱۰۱۱/۲ (۲)۔

---

(۱) "على المبتوتة والمتوفى عنها زوجها إذاكانت بالغةً مسلمةً الحدادُ في عدتها .... والحداد: الاجتناب عن الطيب والدهن والكحل والحناء والخضاب ولبس المطيب والمعصفروالثوب الأحمر .... ولبس الحلي والتزين والامتشاط". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۳۳/۱، الباب الرابع العشرفي الحداد، رشيديه)

(وكذافي تبيين الحقائق: ۲۶۶/۳، ۲۶۷، باب العدة، فصل في الحداد، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ۷۲/۴، فصل في العدة، نوع آخرفي الحداد، إدارة القرآن كراچي)

(۲) (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: الدخول في النكاح الأول دخول في الثاني في مسائل: ۵۲۶/۳، سعيد)

اگر حاملہ نہیں تو پھر اس کے اوپر شرعاً عدت واجب نہیں: "ان المرأة إن كانت حربية، فلا عدة عليها". بحر: ۳/۲۱۳۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

صحیح: عبداللطیف عفی عنہ، صحیح: بندہ عبدالرحمٰن عفی عنہ، ۱۲/۱/۵۲ھ۔

نومسلمہ کا نکاح کے لئے عدت

سوال [۶۵۵۲]: ہندوستان میں ایک عورت مسلمان ہوگئی اور اس کا خاوند کفر پر ہے۔ اس میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندوستان اگر دارالحرب ہے تو فرقت کے لئے تین حیض ضروری ہے، کیونکہ اسلام عدمِ ولایت کی وجہ سے پیش نہیں کیا جاسکتا، مگر یہاں بعض دفعہ میں پیش کیا جاسکتا ہے، بعض دفعہ نہیں، جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور اگر دارالامن ہے تو مذکورہ صورت کا کیا حل ہے، آیا مہاجرۃ النساء کی صورت ہے؟ غرضیکہ جیسی تحقیق ہو تحریر ہو۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرقت تین حیض سے لکھی ہے (۱)، کیا وہ بھی صورت ہے جو ہندوستان میں باقی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندوستان کے متعلق پہلے سے اختلاف چلا آتا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ، حضرت شاہ اسماعیل صاحب نے اس کو دارالحرب فرمایا ہے (۲)۔ مولانا عبدالحئی صاحب اور نواب صدیق صاحب

---

(۱) "اگر زوجہ اور شوہر دونوں دارِ اسلام میں ہوں اور عرضِ اسلام کے بعد تفریق کی گئی ہے تب تو بالاتفاق عدت واجب ہے۔ اور اگر ان میں سے ایک یا دونوں دارالحرب میں ہیں اور اس لئے عرضِ اسلام نہ ہوسکا بلکہ تین حیض گزر جانے کی وجہ سے بائنہ ہوئی ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر شوہر مسلمان ہوا ہے تو بالاتفاق عدت واجب نہیں، اور اگر عورت مسلمان ہوئی ہے تو صاحبین کے نزدیک اس پر ان تین حیض کے علاوہ دوسرے تین حیض تک عدت گزارنا واجب ہے، اور امام صاحب کے نزدیک عدت واجب نہیں۔ اور احتیاط اسی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کیا جاوے، امام طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے"۔ (حیلۂ ناجزہ، تتمة حيلة ناجزه ملقب بالمختارات في مهمات التفريق والخيارات، عدت کا حکم، ص: ۱۰۵، دار الإشاعت)

(۲) سوال: دارالاسلام دارالحرب میشود یا نہ؟ الجواب: در کتب معتبرہ اکثر ہمیں روایت اختیار کردہ کہ دارالاسلام دارالحرب میتواند شد=

= بشروط ثلثہ، دردرمختار مینویسد۔

"لا تصير دارالإسلام دارالحرب إلا بأمور ثلثه بإجراء أحكام أهل الشرك، وباتصالها بدار الحرب، وبأن لايبقى فيما مسلم أو ذمي آمناً بالأمان الأول على نفسه. ودارالحرب تصير دارالإسلام بإجراء أحكام أهل الإسلام فيها، انتهى".

ودرکافی مینویسد:

"أن المراد بدار الإسلام بلاد يجري فيها حكم إمام المسلمين ويكون تحت قهره. وبدار الحرب بلاد يجري فيها أمر عظيمها وتكون تحت قهره، انتهى".

درین شہر حکم امام المسلمین اصلاً جاری نیست، وحکم رؤسائے نصاریٰ بے دغدغہ جاری است، ومراد از اجرائے احکامِ کفر این است کہ در مقدمۂ ملک داری وبندوبست رعایا واخذِ خراج وباج وعشور اموالِ تجارت وسیاستِ قطاع الطریق وسراق وفیصلِ خصومات وسزائے جنایاتِ کفار بطورِ خود حاکم باشند آرے۔ اگر بعضے احکامِ اسلام رامثلِ جمعہ وعیدین واذان وذبحِ بقر تعرض نکنند نکردہ باشد، لیکن اصل الاصول این چیز ہانزد ایشان ہباء وہدر است زیرا کہ مساجد را بے تکلف ہدم مینمایند، وہیچ مسلمان یاذمی بغیر استیمانِ ایشان درین بلاد داخل نمیتوانند شد۔ واز یں شہر تا کلکتہ عملِ نصاریٰ ممتد است آرے، در چپ وراست مثل حیدرآباد ولکھنو ورامپور احکامِ خود جاری نکردہ اند بسببِ مصالحہ واطاعتِ مالکانِ آں ملک۔ واز روے احادیث وتتبع سیرتِ صحابۂ کرام وخلفائے عظام ہمیں مفہوم میشود، زیرا کہ عہد حضرت صدیق اکبر ملک بن یربوع راحکم دارالحرب دادند حال آنکہ جمعہ وعیدین واذان درآنجا جاری بود، مگر انکارِ حکم زکوۃ کردہ بودند۔ ہمچنیں یمامہ وگرد ونواح آنرا حکم ودارالحرب دادند باوجودیکہ مسلمانان درآن بلاد موجود بودند۔ علی ہذا القیاس درعہدِ خلفائے کرام ہمیں طریقِ سلوک بود، بلکہ درعہدِ حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فدک وخیبر راحکم، دارالحرب فرمودند، حالانکہ تجارِ اہلِ اسلام بلکہ بعض سکنۂ آنجا نیز درآن مکانات در وادیٔ القریٰ مشرف باسلام بودند، وفدک وخیبر را کمالِ اتصال بود، یا مدینہ منورہ باقیماندہ حکم حریت ورقیت کفار حربی۔ پس دریں مسئلہ ہم اختلافِ روایات بسیار است، اکثر فقہا مینویسند کہ صورت مرقوق شدن ایشان ہمین است کہ استیلاء واقع شود باز باحراز بدارالاسلام بیایند، آں زمان مملوک میشوند"۔ (فتاویٰ عزیزی (فارسی): ۱/۳۰، ۳۱، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، یوپی)

"ہندوستان کے اس وقت یعنی ۱۲۳۳ھ کے حال کو کہ اکثر حصہ دارالحرب بن چکا ہے"۔ (صراط مستقیم، ص: ۱۸۸، اسلامی اکیڈمی)

اور مولانا عبدالباری صاحب نے اس کا انکار کیا ہے(۱)۔طرفین اہلِ تحقیق اس میں اور اپنے دعویٰ پر دلیل بھی

---

(۱) ''بلاد ہند جو نصاریٰ کے قبضے میں ہیں، دارالاسلام ہیں اور دارالاسلام کے دارالحرب ہوجانے کے شروط ان میں موجود نہیں ہیں کیونکہ گو ان میں کفار کا قانون ہے، مگر اصول و ارکانِ اسلام بھی جاری ہیں اور حکام بعض امور میں علماء کی رائے پر فیصلہ کرتے ہیں بزازیہ میں ہے:

''قال السيد الإمام: والبلاد التي في أيدي الكفرة اليوم لاشك أنها بلاد الإسلام بعد اتصالها ببلاد الحرب وإن لم يظهروا أحكام الكفرة، بل القضاة مسلمون. وأما البلاد التي عليها وال مسلم من جهتهم، فيجوز به إقامة الجمع والأعياد وأخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج الأيامى والأرامل. وأما البلاد التي عليها ولاة الكفار، فيجوز فيها إقامة الجمع والأعياد، والقاضي قاض بنا من المسلمين. وقد تقرر أن ببقاء شئ من العلة يبقى الحكم، وقد حكمنا بلا خلاف بأن هذه الديار قبل استيلاء التتار كان من ديار الإسلام، وبعد استيلائهم إعلان الأذان والجمع والجماعات والحكم بمقتضى الشرع والفتوى والتدريس شايع بلا نكير من طرفهم، فالحكم بأنها من دار الحرب جهة له إلى الدراسة والدراية و إعلان بيع الخمور وأخذ الضرائب والمكسوس، والحكم من النقض برسم التتار كإعلان بني قريظه بطلب الطاغوت، ومع ذلك كانت بلدة إسلام بلا ريب. وذكر الحلواني إنما تصير دار الحرب بإجراء أحكام الكفر، وأن لايحكم فيها بحكم من أحكام الإسلام، وأن يتصل بدار الحرب، وأن لايبقى فيها مسلم ولا ذمي آمناً بالأمان الأول، فإذا وجدت الشرائط كلها، صارت دار الحرب. وعند تعارض الأدلته والشرائط يبقى ما كان، ويترجح جانب الإسلام احتياطاً''.

(مجموعة الفتاوى، كتاب الصلوة، ہندوستان میں نماز جمعہ اور اس کے بعد چار رکعت احتیاطی کا حکم: ۱/۲۳۷، ۲۳۸، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب الرابع في المرتد: ۶/۳۱۲، رشيديه)

''وعندي أن هذه المسئله من المشتبهات التي لم يظهر حكمها على وجه يحصل منه ثلج الصدر، ويذه به عطش الفواد، ولذا تراني حررتها في ''هداية السائل إلى أدلة المسائل'' مقيداً بالمذهب =

پیش کرتے ہیں جیسا کہ مجموعہ فتاویٰ اور فتاویٰ عزیزی میں موجود ہے اور یہ اختلاف درحقیقت دارالحرب کے آثار اور علامات میں اکابر ائمہ کے اختلاف پر مبنی ہے۔ مبسوط، عالمگیری، شامی وغیرہ میں ان اکابر کے اقوال دارالحرب کی تعریف کے متعلق ذکر کرتے ہیں (۱)۔

= الحنفي الدال على أن بلاد الهند ديار الإسلام، وكتبتها في موضع آخر على طريقة أهل الحديث الدالة على أنها دارالكفر، وجمعت هنا بين الضب والنون، ولم أقطع بشئ من ذلك، ويمكن أن يقال: إن في المسئلة قولين، وهما قولان متساويان وإن كان كونها دارالكفر أظهر نظراً إلى ظاهر الأدلة، وواضح التقوىٰ". (العبرة مماجاء في الغزو والشهادة والهجرة لصديق حسن خان القنوجي، ص: ۲۳۸، دارالحرب، تتمه، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "(قوله: لا تصير دارالإسلام دارحرب الخ): أى بأن يغلب أهل الحروب على دار من دورنا، أو ارتد أهل مصر وغلبوا وأجروا أحكام الكفر، أو نقض أهل الذمة العهد وتغلبوا على دارهم، ففي كل من هذه الصور لاتصير دارحرب، إلا بهذه الشروط الثلاثة، وقالا: بشرط واحد لاغير، وهو إظهار حكم الكفر. وهو القياس هندية. ويتفرع على كونها صارت دارحرب أن الحدود والقود لايجرى فيها وأن الأسير المسلم يجوز له التعرض لما دون الفرج، وتنعكس الأحكام إذا صارت دارالحرب دارالإسلام، فتأمل.

وفي شرح دررالبحار: قال بعض المتأخرين: إذا تحققت تلك الأمور الثلاثة في مصر المسلمين، ثم حصل لأهله الأمان ونصب فيه قاض مسلم ينفذ أحكام المسلمين، عاد إلى دارالإسلام، فمن ظفر من الملاك الأقدمين بشئ من ماله بعينه، فهو له بلا شئ، ومن ظفر به بعد ماباعه مسلم أو كافر من مسلم أو ذمي، أخذه بالثمن إن شاء، ومن ظفر به بعد مارهبه مسلم أو كافر لمسلم أو ذمي، وسلمه إليه، أخذه بالقيمة إن شاء، اهـ.

قلت: حاصله أنه لما صار دارحرب صار في حكم ما استولوا عليه في دارهم. (قوله: بإجراء أحكام أهل الشرك): أى على الاشتهار وأن لا يحكم فيها بحكم أهل الإسلام، هندية. وظاهره أنه لو أجريت أحكام المسلمين وأحكام أهل الشرك، لاتكون دارحرب. (قوله: وباتصالها بدار الحروب) بأن لايتخلل بينهما بلدة من بلاد الإسلام، هندية. وظاهره أن البحر ليس فاصلاً، بل قدمنا في باب استيلاء الكفار أن بحر المسلم ملحق بدار الحرب، خلافاً مما في فتاوىٰ قارى الهداية.

قلت: وبهذا ظهر أن ما في الشام من جبل تيم الله المسمى بجبل الدروز وبعض البلاد التابعة =

اسی اختلاف کی بناء پر حضرت مولانا تھانوی کا تحریر فرمانا احوط ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ تین حیض کے گذرنے کے بعد ایسی عورت کا نکاح منقطع ہوگا اور پھر تین حیض اور عورت کو انتظار کرنا چاہیے۔ غرض چھ حیض کے بعد اس کو نکاحِ ثانی کی اجازت ہوگی۔ یہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے، امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر عدت واجب نہیں، لہٰذا صرف تین حیض گذر جانے پر نکاحِ ثانی درست ہوگا۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول اوسع ہے۔

ہندوستان میں بلکہ ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے محض قبولِ اسلام کی بناء پر مہاجرۃ النساء کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے:

"ولو أسلم أحدهما ثمة: أي في دارالحرب، لم تبن حتى تحيض ثلاثاً أو تمضي ثلاثة أشهر قبل إسلام الآخر إقامةً لشرط الفرقة مقام السبب، وليست بعدة لدخول غير المدخول بها"۔ قال الشامي: "(قوله: وليست بعدة): أي ليست هذه المدة عدةً؛ لأن غير المدخول بها داخلة تحت هذا الحكم، ولو كانت عدةً، لاختص ذلك بالمدخول بها. وهل تجب العدة بعد مضي هذه المدة؟ فإن كانت المرأة حربيةً فلا؛ لأنه لا عدة على الحربية، وإن كانت هي المسلمة فخرجت إلينا فتمت الحيض هنا، فكذلك عند أبي حنيفة، خلافاً لهما؛

= كلها دار إسلام؛ لأنها وإن كانت لها حكام دروز أو نصارى، ولهم قضاة على دينهم وبعضهم يعلنون بشتم الإسلام والمسلمين، لكنهم تحت حكم ولاة أمورنا وبلاد الإسلام محيطة ببلادهم من كل جانب، وإذا أراد ولي الأمر تنفيذ أحكامنا فيهم نفذها. (قوله: بالأمان الأول): أي الذي كان ثابتاً قبل استيلاء الكفار للمسلم بإسلامه وللذمي بعقد الذمة، هندية". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب المستأمن، مطلب فيما تصير به دارالإسلام دارحرب وبالعكس: ۱۷۴/۴، ۱۷۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب الخامس في استيلاء الكفار، مطلب فيما تصير به دارالحرب دارإسلام وعكسه: ۲۳۲/۲، رشيديه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي، كتاب السير، باب المرتدين: ۹۳/۱۰، مكتبه حبيبيه كوئته)

لأن المهاجرة لاعدة عليها عنده، خلافاً لهما، كما سيأتي، الخ". ردالمحتار: ۲/ ۳۹۱،
مطبوعه نعمانيه(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ ۷/ ۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۸/ رجب/ ۶۲ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳/ ۱۹۱، سعيد)
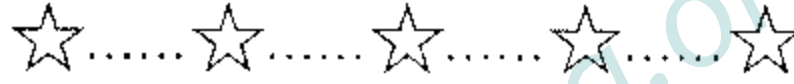
باب النفقات

(نفقہ کا بیان)

نان نفقہ کا انتظام شوہر پر لازم ہے

سوال[۷۵۵۶]: ۱......زید اس دو سال کے عرصہ میں باروزگار ہوتے ہوئے بھی نفقہ وسکنی میں خسر کے سر رہا جبکہ نکاح سے قبل کہا تھا کہ خود کفیل ہوں، تادمِ تحریر مکان کا بندوبست نہیں کیا اور نہ نان نفقہ کا انتظام ہے، اب زوجہ اپنے میکہ میں رہتی ہے اور مطالبہ کرتی ہے کہ نان ونفقہ اور رہائش کا بندوبست کرے، یا ہمیں مکمل علیحدہ کردے تاکہ دوسرا بندوبست کرسکوں۔ اس کا یہ مطالبہ شرعاً کہاں تک جائز ہے؟

۲......اس مطالبہ سے علیحدگی پر وہ اپنے مہر واخراجات تک عدت وغیرہ کی مستحق ہوگی یا نہیں؟

۳......کب تک میکہ میں رہ کر نفقہ وسکنی کا انتظام کرتی رہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......بیوی کا یہ مطالبہ شرعاً صحیح ہے(۱)۔

۲......مستحق ہوگی (۲)۔

---

(۱) "تجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية، دخل بها أولم يدخل". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۴۴، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۱۸۳، الفصل الأول في بيان من يستحق النفقة، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۲۴، كتاب النكاح، باب النفقة، رشيديه)

(۲) "المهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۰۳، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمتعة، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۹۶، كتاب النكاح، فصل في الخلوة وتأكد المهر، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۱۰۲، باب المهر، سعيد) .... =

۳...... جب تک برداشت کر سکے، تاہم اس کو حق ہے کہ وہ مسلم عدالت یا شرعی پنچایت کی طرف رجوع کرے اور شرعی فیصلہ وہاں سے حاصل کرائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۴/ ۷/ ۹۵ھ۔

عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے یا سوتیلے لڑکے کے ذمہ؟

سوال [۶۵۵۸]: ایک شخص جس کی عمر جب چار سال کی تھی تو اس کے والد کا انتقال ہو گیا، کچھ عرصہ کے بعد اس کی والدہ نے دوسرا نکاح کر لیا، لیکن وہ اپنی والدہ سوتیلے باپ کے پاس رہتا رہا، یہاں تک کہ انہوں نے دس بارہ سال اور اس کی تعلیم وتربیت کی اور وہ اپنا کھانا کھانے لگا، اس دوران اس کی والدہ کو نئے شوہر سے تین چار بچے ہوئے اور ان کو سب بچوں کو لے کر شوہر سے دور اپنے لڑکے کیساتھ آٹھ نو سال کا عرصہ رہتے ہو گیا، اس نے ہر طرح سے ان کا خرچہ برداشت کیا، کھانے پینے سے، سوتیلے بھائی بہنوں کی تعلیم وتربیت سے ہر نقطۂ نظر خرچہ کیا۔ اس دوران اس کی والدہ کے غلط رویہ سے اس کی شادی ہوگئی، اور طلاق بھی ہوگئی۔

اس وقت اس کی یہ تیسری بیوی ہے جس کا والد مر چکا ہے اور اس کی بیوہ ماں نہیں ہے تو ہو سکتا کہ اس کی بیوی کا والد بھی اپنی بیٹی کی طلاق کرالیتا۔ والدہ نے اپنے بچوں کو اپنی بہو کے اوپر ہمیشہ فوقیت دی اور بہو سے اکثر لڑتی جھگڑتی رہی اور اپنا سب سے زیادہ لڑکے پر حق ظاہر کرتی رہی اور بہو کو غیر سمجھتی رہی اور بطور لونڈی معاملہ کرتی رہی، لیکن وہ شخص اس دوران اپنی والدہ کی ان بیجا حرکات سے بہت پریشان رہا اور ابھی تک بہو سے لڑتی رہی، لیکن اب اس شخص کا جو حقیقی چھوٹا باپ ہے جو کھاتا کماتا ہے اس نے لڑانا شروع کر دیا ہے اور اس کا چھوٹا بھائی اپنے سوتیلے بھائی بہنوں وماں کے خرچ کیلئے کچھ بھی نہیں دیتا ہے تو وہ شخص اب ان چیزوں

= "المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة، الأصل أن الفرقة متى كانت من جهة الزوج، فلها النفقة، وإن كانت من جهة المرأة إن كانت بحق، لها النفقة". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۵۵۷، الفصل الثالث في نفقة المعتدة، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۴۴۱، كتاب النكاح، فصل في نفقة العدة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/ ۲۳۹، باب النفقة، رشيديه)

(۱) (وكذا في الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة، ص: ۱۱۰، ۱۱۱، حكم زوجة متعنت في النفقة، سعيد)

کو برداشت نہیں کر پا تا اور اس نے اپنی والدہ مع بچوں کے ہاتھ جوڑ کر چھوٹے بھائی کے پاس رہنے کو سوتیلے والد کے پاس رہنے کو کہہ دیا ہے اور کہا ہے کہ جو کچھ اس سے اپنے بیوی بچوں کے خرچ سے بچے گا وہ بھیجتا رہے گا، کیونکہ اب اس کی والدہ اس پر آ گئی ہیں کہ اس عورت کو بھی چھوڑ دے تو کس طرح تیسری عورت کو طلاق دے سکتا ہے، کیونکہ والدہ کا رویہ بہنوں سے ٹھیک نہیں رہا اور پھر اس کے دو تین بچے بھی ہیں۔

مطلع فرمائیں کیا والدہ کا دوسرا نکاح کرنے کے بعد بھی اس شخص کے اوپر والدہ اور اس کے سوتیلے بھائی بہنوں کا خرچ برداشت کا وجوب آتا ہے؟ اور کیا چھوٹے بھائی کے اوپر بھی وجوب آتا ہے یا نہیں؟ چھوٹے بھائی کی پرورش بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جبکہ والدہ کا شوہر موجود ہے تو والدہ کا خرچ شوہر پر واجب ہے اولاد پر واجب نہیں (۱)، ہاں! اگر والدہ شوہر کے پاس رہنے کے باوجود تنگدست ہو، یا شوہر خرچ نہ دیتا ہو تو پھر سب کمانے والی اولاد پر برابر خرچ واجب ہوگا (۲)۔ جن بچوں کا باپ موجود ہے، ان کا خرچ باپ کے ذمہ ہے (۳)۔ والدہ کے مزاج میں

---

(۱) "ولايشارك الزوج في نفقة زوجته أحد حتى لوكان لها زوج معسروابن موسرمن غيرهذاالزوج أو أب موسرأو أخ موسر، فنفقتها على الزوج لاعلى الأب والابن والأخ". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۵۶۶/۱، الفصل الخامس في نفقة ذوي الأرحام، رشيديه)

(وكذافي فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۴۴۸/۱، فصل في نفقة الوالدين وذوي الأرحام، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۲۴۸/۴، الفصل الثالث في نفقة ذوي الأرحام، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "والأم إذاكانت فقيرةً، فإنه يلزم الابن نفقتُها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۵۶۵/۱، رشيديه)

"ولو كان له ابن وابنة، كانت نفقته عليهما على السواء". (فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۴۴۸/۱، فصل في نفقة الوالدين وذوي الأرحام، رشيديه)

(وكذافي الدرالمختار: ۶۲۲/۳، ۶۲۳، باب النفقة، سعيد)

(۳) "(وتجب النفقة لطفله) يعم الأنثى والجمع (الفقير) الحر". (الدرالمختار: ۶۱۲/۳، باب الفقة، سعيد)

(وكذافي الفتاویٰ العالمكيرية: ۵۶۰/۱، الفصل الرابع في نفقة الأولاد، رشيديه)

(وكذافي الفتاویٰ التاتارخانية: ۲۳۴/۴، الفصل الثالث في نفقة ذوي الأرحام، إدارة القرآن كراچی)

اگر واقعۃً فتنہ ہے تو ان کو شوہر کے پاس رکھا جائے، البتہ ان کا احترام بھی لازم ہوگا، گاہے گاہے ان کی خدمت میں حاضر ہونا اور اپنی حیثیت کے مطابق ان کو ہدیہ تحفہ دینا بھی اور اُن کو خوش رکھنا اولاد کے ذمہ اور ذریعۂ سعادت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۸/۵/۹۱ھ۔

ماں اور بیوی کا نفقہ

سوال[۲۵۵۹]: اگر شخصے روزانه ایں قدر کسب کردن تواند که نفقۂ مادر وزنِ خود کافی نه شود، درین صورت نفقۂ زن برو واجب شود یانفقۂ مادر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفقۂ مادرمشروط بشرطِ فقرِ مادر ویَسارِ پسر، پس اگرمادرغنیّه است یاپسرموسرنیست، معسراست، براونفقۂ مادرواجب نیست، ونفقۂ زوجه بهرصورت واجب است، بوجۂ عسرِزوج یایسرِ زوجه ساقط نشود. واگرزوج مادرموجود است درین صورت نیز نفقه اش برپسرواجب نیست. پس درصورتِ مسئوله انسب آنست که اگرمادرتحملِ نفقۂ خود نتوان کرد ونیز زوج ندارد هرچه کسب کند، زن وما درهردو رابخوراند:

"وعلى الموسر يساراً يحرم الصدقة نفقة أصوله الفقراء" ملتقى، ص: ۵۰۷(۱)۔

"تجب النفقة للزوجة على زوجها، سواء كان فقيراً أوغنياً ولوكان صغيراً، مسلمةً كانت الزوجة أوكافرةً، موطوءةً أوغيرها، حرةً أوأمةً أوغنيةً، اهـ". مجمع الأنهر، ص: ۴۹۳(۲)۔

"ومراد المصنف من إيجاب نفقة الأم على الولد إذا لم تكن متزوجةً؛ لأنها على الزوج، اهـ". بحر: ۲/۲۰۷(۳)۔

---

(۱) (ملتقى الأبحر: ۱/۴۹۹، باب النفقة، فصل: نفقة الطفل الفقير، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (مجمع الأنهر: ۱/۵۸۵، كتاب الطلاق، باب النفقة، دارإحياء التراث العربي)

(۳) (البحر الرائق: ۴/۳۵۱، باب النفقة، رشيديه)

"إن كان الأب فقيراً أولم يكن كسوباً والابن فقيراً كسوباً، فقال الأب للقاضي: إن ابني يكتسب مايقدر أن ينفق عليّ، فالقاضي: ينظر في كسب الابن: فإن كان فيه فضلٌ عن قوته، يجبر الابن على نفقة الأب منه، وإن لم يكن فيه فضلٌ عن قوته، فلاشيئ عليه بالحكم، ولكن يؤمر من حيث الديانة. هذا إذا كان الابن وحده. وإن كان له زوجة وأولاد صغار، يجبر الابن على أن يدخل الأب في قوته، ويجعله كأحد من عياله، ولايجبره على أن يعطي شئياً على حدة، اهـ". هندية: ۲ / ۵۷۹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۲/ ربیع الثانی/ ۵۶ھ۔

بلارخصتی کے وجوبِ نفقہ

سوال [۲۵۶۰]: زید کا نکاح ہوا، رخصتی عرفی نہیں ہوئی، مگر خلوت ہوچکی۔ نیز جب کبھی زید عورت کے میکے میں گیا تو اس کو خلوت کا موقع دیا گیا، مگر جب زید نے چاہا کہ زوجہ کو اپنے ساتھ رکھے تو زوجہ نے انکار کر دیا کہ اتنی مدت مثلاً دو سال تک ہم تمہارے ساتھ نہیں رہتے اور باوجود اصرار زید کے انکار رہا۔ اس صورت میں زوجہ کا نفقہ شوہر پر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زوجہ کا نفقہ جزائے احتباس ہے جو کہ صورت مسئولہ میں مفقود ہے، پس واجب نہیں ہوگا، مگر کہ یہ رخصتی

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۵۶۵، باب النفقات، الفصل الخامس في نفقة ذوي الأرحام، رشيديه)

ترجمہ: اگر کوئی شخص روزانہ اس قدر کما سکتا ہے جو اس کی ماں اور بیوی دونوں کو کافی نہیں ہوسکتا تو اس صورت میں اس پر بیوی کا نفقہ واجب ہوگا یا ماں کا؟

خلاصۂ جواب: ماں کا نفقہ ماں کے نادار اور بیٹے کے مالدار ہونے کے ساتھ مشروط ہے، پس اگر ماں مالدار ہے یا لڑکا مالدار نہیں بلکہ تنگ دست ہے تو اس پر ماں کا نفقہ واجب نہیں، اور بیوی کا نفقہ ہر صورت واجب ہے، جو شوہر کی تنگ دستی یا بیوی کی مالداری کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ اور اگر ماں کا شوہر موجود ہے تو اس صورت میں بھی اس کا نفقہ لڑکے پر واجب نہیں، پس صورت مسئولہ میں انسب یہ ہے کہ اگر ماں اپنے نفقہ کا تحمل نہیں کر سکتی اور شوہر بھی نہیں ہے تو لڑکا جو کچھ کمائے، بیوی ماں دونوں کو کھلائے، دونوں کا نفقہ برداشت کرے۔

سے امتناع مطالبہ مہر کی بناء پر ہوتو واجب ہے:

"وإن امتنعت عن تسليم نفسهاقبل الدخول أوبعده، عناية. اهـ.حتى يعطيها مهرها، فلها النفقة؛ لأنه منع بحق، فكان فوت الاحتباس لمعنى من قبله، فيجعل كلا فائت، اهـ". فتح القدير: ٢/٢٢٤(١)۔"إذاطالبهابالانتقال وامتنعت بغيرحق، فلانفقة لها". مجمع الأنهر: ١/٤٩٢ (٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۰/۱۲/۱۸ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ذی الحجہ/۶۰ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذی الحجہ/۶۰ھ۔

رخصتی سے قبل نفقہ

سوال [۲۵۲۱]: لڑکی کئی سال سے بالغ ہے وہ میکے میں رہتی ہے، اخراجات شوہر سے لے سکتی ہے یا نہیں؟ زید کو اخراجات دینے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اس کو رخصت کرا کر اپنے مکان پر لے آئے تب اس کا نفقہ خرچہ زید کے ذمہ لازم ہوگا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(١) (فتح القدير: ٣٨٢/٤، باب النفقة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ١٨٣/٤، الفصل الأول في بيان من يستحق النفقة، إدارة القرآن كراچى)

(٢) (مجمع الأنهر: ٤٨٥/١، كتاب الطلاق، باب النفقة، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ٥٣٥/١، كتاب النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه)

(۳) شوہر پر نان ونفقہ تب واجب ہوگا جبکہ رخصتی میں دیر اور تعدی اس کی طرف سے ہو، لیکن اگر رخصتی میں تعدی عورت کی طرف سے ہو تو نفقہ واجب نہیں: "الكبيرة إذاطلبت النفقة وهي لم تزف إلى بيت الزوج، فلها ذلك إذا لم يطالبها الزوج بالنقلة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٥٣٥/١، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه) =

بغیر شوہر کے گھر جائے نفقہ کے مطالبہ کا حق نہیں

سوال[۱۵۶۲]: میری شادی ۲/۲/۳ ۷۲ء کو تنویر احمد کے ساتھ ہوئی تھی، آج دو سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا، آج تک انہوں نے میری کوئی خبر نہ لی، بلکہ کئی بار یہ چاہا کہ مجھے بذریعۂ عدالت زبردستی اپنے گھر لے جائیں، مگر خدا نے میری لاج رکھی، اور میں نہ جا سکی۔ شادی کے بعد سے آج تک میرا کوئی خرچہ انہوں نے برداشت نہیں کیا، اور وہ کسی حد تک ناکارہ بھی ہیں۔ میں شریعت سے اپنا فیصلہ چاہتی ہوں کیونکہ میں ایک شریف عورت ہوں، پردہ نشین ہوں، کیا کروں کہاں جاؤں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ اپنے شوہر کے مکان پر موجود نہ رہیں، وہ بلانا چاہے پھر بھی نہ جائیں تو آپ کو اس سے خرچ طلب کرنے کا حق نہیں (۱)، موجودہ حالت میں آپ کی طرف سے بڑا ظلم ہے، آپ کو لازم ہے کہ آپ اپنی غلطی کی معافی مانگیں، اور شوہر کے گھر پر جا کر آباد ہوں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۵/۲۱ھ۔

= (وكذافي الدرالمختار: ۳/۵۷۵، باب النفقة، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۱۸۳، ۱۸۴، الفصل الأول في بيان من يستحق النفقة، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "لانفقة لأحد عشر: مرتدة، ومقبلة ابنه .... وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة، حتى تعود". (الدرالمختار: ۳/۵۷۶، باب النفقة، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۴۵، الفصل في نفقة الزوجة، رشيديه)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۱۹۱، الفصل الأول في بيان من يستحق النفقة، إدارة القرآن كراچي)

(وكذافي تبيين الحقائق: ۳/۳۰۳، باب النفقة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: جاءت امرأةٌ إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يارسول الله! ماحق الزوج على المرأة؟ قال: "أن لم تمنع نفسها ولو كانت على ظهر قتب، ولاتصوم يوماً إلا بإذنه، فإن خرجت نفسها، لعنتها ملئكة الرحمٰن وملئكة العذاب حتى ترجع". (تنبيه الغافلين: ۲۷۸، ۲۷۹، باب حق الزوج على الزوجة، مكتبه حقانيه)

زوجہ کا نفقہ وسکنی کیا شوہر کے ذمہ ہے؟

سوال[۱۵۶۳]: ایک عورت بالغہ ہے، اپنے شوہر سے یوں کہتی ہے کہ جب تو خود کمانے کے لائق نہیں اور جب تک تو اپنی کمائی سے نہ کھلائیگا اور علیحدہ مکان رہنے کو نہ دے گا تب تک اپنے باپ کے گھر سے نہ آؤنگی اور یہ حقوق شرعاً جو تیرے ذمہ ہے میں نہیں چاہتی کہ کسی دوسرے سے اپنا حق خواہ خسر ہو حاصل کروں، لہذا جب تو علیحدہ مکان رہنے کو دے گا اور اپنی کمائی سے کھلاوے گا اس وقت آنے سے انکار نہ ہوگا۔ لہذا دریافت یہ کرنا ہے کہ عورت کا مذکورہ بالا مطالبہ درست ہے یا نہیں؟ نیز شوہر اس مطالبہ کو پورا کئے بغیر اس کے باپ کے گھر سے جبراً لے جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زوجہ کے لئے علیحدہ مکان دینا واجب ہے اور مکان سے مراد یہ ہے کہ ایک کمرہ یا کوٹھا ایسا ہو جس میں کسی دوسرے کی رہائش نہ ہو، اگرچہ صحن اور دیگر ضروریات میں دوسرے بھی شریک ہوں۔ اگر ایسا کوٹھا نہ دے تو زوجہ کو حق ہے کہ شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ رہنے سے انکار کردے (۱) اور شوہر کو حق نہیں کہ زوجہ کو دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ رہنے پر مجبور کرے۔

عورت کو یہ مطالبہ کرنا شرعاً درست نہیں کہ شوہر خود اپنی کمائی سے کھلاوے، اگر اس کا باپ خرچ کا کفیل ہوجاوے اور اپنے بیٹے کو خرچ دے تب بھی کافی ہے۔ ایسی حالت میں شوہر کو حق ہے کہ زوجہ کو اپنے گھر لے آوے، اگر وہ نہ آوے تو نفقہ واجب نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۲/۱۲/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

---

(۱) "تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها، إلا أن تختار ذلك .... امرأةٌ أبت أن تسكن مع ضرتها أو مع أحمائها كأمه وغيرها، فإن كان في الدار بيوتٌ وفرغ لها بيتاً وجعل لبيتها غلقاً على حدة، ليس لها أن تطلب من الزوج بيتاً آخر". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۵۶، الفصل الثاني في السكنى، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۵۹۹، ۶۰۰، باب النفقة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۳۲۸، باب النفقة، رشيديه)

(۲) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: ''نافرمان بیوی کی تادیب اور نفقہ'')

دواعلاج کیا شوہر کے ذمہ لازم ہے؟

سوال [۶۵۶۴]: ہندہ کی بیماری میں جو اخراجات کئے گئے وہ اخراجات ہندہ کے زوج کے ذمہ پر لازم ہوں گے، یا ہندہ کے اپنے مال میں سے خرچ کیا جاوے؟ اور جتنے دن ہندہ اپنے زوج کی رضامندی سے اپنی ماں کے پاس مقیم رہی اتنے ایام کا نفقہ کس کے ذمہ ہوگا، زوج کے ذمہ ہوگا یا کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر کی اجازت سے اپنی ماں کے پاس رہی ہے تو ان ایام کا نفقہ زوج کے ذمہ لازم ہے، لیکن بیماری کی وجہ سے جو کچھ دوا وغیرہ میں خرچ ہوا ہے وہ زوج کے ذمہ واجب نہیں، ہاں! اگر زوج خرچ دیدے تو اس کا احسان ہے:

"ولا تجب الدواء للمرض ولا أجرة الطبيب ولا الفصد ولا الحجامة، كذا في السراج الوهاج". فتاوی عالمگیری: ۵٦٦/۲، الباب السابع عشر: النفقات، الفصل الأول فی نفقة الزوجة(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا باپ کے گھر رہ کر بھی نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے؟

سوال [۶۵۶۵]: ۱...... کیا زہرہ کے دورانِ قیام والدین بکر کی جانب سے حسبِ اقرار نان ونفقہ اخراجات بکر کی جانب سے واجب الادا ہے؟

۲...... کیا حسبِ اقرار بکر کی نصف آمدنی زہرہ کو پچھلے دو سال جو عرصہ وہ بکر کے ساتھ نہ رہی مل جانا جائز

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۵۴۹/۱، رشیدیه)

(وكذا في ردالمحتار: ۵۷۵/۳، باب النفقة، مطلب: لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير، سعيد)

"(تجب النفقة) ولو هي في بيت أبيها إذا لم يطالبها الزوج بالنقلة، به يفتى". (الدر المختار: ۵۷۵/۳، كتاب الطلاق، باب النفقة، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۱۸۳/۴، ۱۸۴، كتاب النفقات، الفصل الأول، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۵۴۵/۱، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه)

ہےاور بکر پر واجب ہے؟

۳.....اگر مذکورہ واجبات ضروری اورواجب الاداء ہیں اوران کی ادائیگی سے بکر کترائے تو ازروئے شرع شریف اس پر کیا گناہ لازم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....حسبِ معاہدہ وہ نان نفقہ کی مستحق ہے(۱)۔

۲.....حسبِ قرارداد نصف آمدنی کی وہ مستحق ہے جبکہ عرفاً اتنی مقداراس کے نان ونفقہ کیلئے کافی متصور ہوتی ہو(۲)۔

---

(۱) "وإذا صالحت المرأة زوجها من نفقتها على ثلاثة دراهم كل شهر، فهو جائز. ثم الأصل في جنس مسائل الصلح عن النفقة أن الصلح عن النفقة من الزوجين متى وصل بشيء يجوز للقاضي أن يفرض على الزوج في نفقتها بحال يعتبر الصلح بينهما تقديراً للنفقة، ولا يعتبر معاوضة". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الأول في نفقة الزوجة، مطلب: مسائل الصلح عن النفقة: ۱/۵۵۳، رشیدیه)

قال الله تعالى: ﴿وأوفوابالعهد، إن العهد كان مسئولا﴾(اسراء: ۳۴)

"يعني والله أعلم إيجاب الوفاء بماعاهدالله على نفسه من النذوروالدخول في القرب، فألزمه الله تعالى إتمامها". (أحكام القران للجصاص: ۳/۲۹۹، مطلب: الزنا قبيح في العقل، قديمي)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إن الغادرينصب له لواء يوم القيامة، فيقال: هذه غدرة فلان بن فلان". (سنن أبي داؤد: ۲/۲۳، كتاب الجهاد، باب في الوفاء بالعهد، امداديه ملتان)

"عن عبدالله بن عامر رضي الله تعالىٰ عنه قال: دعتني أمي يوماً ورسول الله صلى الله عليه وسلم قاعد في بيتنا، فقالت: هاتعال! أعطيك، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ماأردت أن تعطيه"؟ قالت: أردت أن أعطيه تمراً، فقال لها رسول الله صلى الله وسلم: "أما إنك لولم تعطيه شيئاً، كتبت عليك كذبة". (مشكوة المصابيح: ۲/۴۱۶، باب الوعد، قديمي)

(۲) "وفائدة اعتبار التقدير أن يجوز الزيادة على ذلك والنقصان عنه، فعلى هذا الأصل يخرج جنس هذا المسائل قال: وإذا صالحت المرأة زوجها على ثلاثة دراهم لكل شهر فقالت المرأة: لايكفيني هذا=

۳.....حقِ واجب کوادانہ کرنا گناہ ہے(۱)، مگر ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ زوجہ کا ناراض ہو کر میکہ چلا جانا اور اپنے والد ہی کے مکان پر رہ کر نفقہ طلب کرنا، شوہر کے بلانے پر بھی اس کے پاس نہ جانا سخت گناہ اور موجبِ لعنت ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ ’’ایسی عورت پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں جب تک وہ شوہر کے پاس آکر اس کو راضی نہ کرے‘‘(۲)۔ عرفاً بھی ایسی عورت نافرمان ہے، شریعت اور خاندان کی نظر میں ذلیل اور مستحقِ ملامت ہے، کوئی شریف مزاج اس کو حرمت وعزت کی چیز تصور نہیں کرتا، پس اس کو اپنی اصلاح بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۹۲ھ۔

= القدر، كان لها أن تخاصمه حتى يزيدها مقدار مايكفيها إذا كان الزوج موسراً. وإذا صالحت المرأة زوجها على ثلاثة دراهم نفقة كل شهر، ثم قال الزوج: لا أطيق ذلك، فإنه لايصدق في ذلك ويلزمه جميع ذلك". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الأول في نفقة الزوجة، مطلب: مسائل الصلح عن النفقة: ۱/۵۵۳، ۵۵۴، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدّوا الأمانات إلى أهلها﴾. اختلف أهل التفسير في المأمورين بأداء الأمانة .... وقال ابن عباس وأبي بن كعب رضي الله تعالى عنهم والحسن وقتادة رحمهما الله تعالى: هو في كل مؤتمن على شيئ. قال أبوبكر: مائتمن عليه الإنسان، فهوأمانة، فعلى المؤتمن عليهاردها إلى صاحبها". (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۲۹۳، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول صلى الله عليه وسلم: "إذادعا الرجل امرأته إلى فراشه، فأبت، فبات غضبان، لعنتها الملائكة حتى تصبح". متفق عليه. وفي رواية لهما: قال: "والذي نفسي بيده! مامن رجل يدعو امرأته إلى فراشه، فتأبى عليه، إلا كان الذي في السماء ساخطاً عليها، حتى يرضى عنها". (مشكوة المصابيح: ۲/۲۸۰، ۲۸۱، كتاب الآداب، باب عشرة النساء، قديمي)

(والصحيح لمسلم: ۱/۴۶۴، باب تحريم امتناعهامن فراش زوجها، قديمي)

(وصحيح البخاري: ۲/۷۸۲، باب: إذاباتت المرأة مهاجرةً فراش زوجها، قديمي)

حقوقِ زوجیت نفقہ وغیرہ نہ دے کر بیوی کو معلقہ رکھنا

سوال[۲۵۶۲]: زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو عرصہ تین چار سال سے معلقہ چھوڑ رکھا ہے، نہ نان نفقہ کی خبر لیتا ہے، نہ کبھی اس کے پاس آتا ہے اور نہ کبھی زوجہ کو بلاتا ہے اور اس ہندہ کو کوئی رکھنے والا بھی نہیں ہے۔ اس مسماۃ کا باپ ضعیف ہے، اس کے پاس بھی مکان وغیرہ نہیں ہے اور نہ کوئی آمدنی ہے جو لڑکی کو رکھ سکے اور نہ زید کا کوئی مکان ہے جو یہ مسماۃ اس کے گھر ہی جا کر رہ سکے اور نہ زید کے کوئی اور جائیداد ہے کہ نان نفقہ کا دعویٰ کر کے کچھ وصول کرلیا جائے اور گذارہ کیا جائے۔

ایک مرتبہ بہت کوشش کر کے کلکتہ سے دھوکا دے کر بلایا تھا اور اس سے کہا تھا کہ طلاق دیدے تو بصورتِ معافیٔ دین مہر طلاق کے واسطے تیار ہو گیا تھا، مگر دوسروں کے بہکانے سے طلاق نہیں دی اور پھر آیا بھی نہیں۔ ایسے حالات میں کیا کوئی صورت علیحدگی کی عندالشرع ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکے تو براہ کرم مع شرائط تحریر فرمایا جائے، ضرورت اس کی ہے کہ عنداللہ کوئی مؤاخذہ نہ ہو۔

پیرجی انعام الحق عرف مقبول سہارنپوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ کسی طرح سمجھا بجھا کر یا لالچ دے کر یا خوف دلا کر رضامندی سے یا بلا رضامندی اس سے طلاق لے لی جائے یا خلع کرلیا جائے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو عورت کو چاہیئے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور باقاعدہ ثبوت دے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور میرے حقوق کو ادا نہیں کرتا۔ اس پر حاکم اس کو بلا کر سمجھائے کہ تُو اپنی زوجہ کے حقوق کو ادا کر، اگر ادا نہیں کرتا تو طلاق دیدے ورنہ پھر ہم طلاق دیدیں گے۔

اگر وہ حقوق کی ادائیگی کے لئے تیار ہو جائے تو خیر، یا طلاق دیدیے تو پھر بعد عدت عورت کو نکاحِ ثانی درست ہے۔ اگر نہ وہ حقوق ادا کرے نہ طلاق دے تو حاکم مسلم اختیار تفریق کردے، اس کے بعد عدت گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہوگا۔

اگر کسی جگہ حاکم مسلم بااختیار نہ ہو، یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند دیندار معزز مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ سب کام کر سکتی ہے اور اس جماعت میں کم از ایک معاملہ شناس معتبر عالم بھی

ہونا ضروری ہے(۱)۔اور رسالہ "حیلۂ ناجزہ" کو بھی ضرور دیکھ لینا چاہئے اس میں اس کو خوب تفصیل سے لکھا ہے(۲)، وہ دارالعلوم دیوبند اور کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے ملتا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۰/۲/۵۶ھ۔

صحیح:عبداللطیف،۱۲/صفر/۱۳۵۶ھ۔

کیا میکہ میں رہتے ہوئے بھی نفقہ لازم ہے؟

سوال[۶۵۲۷]: زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو دو ماہ کے وعدہ سے میکہ بھیج دیا، میعاد گذرنے پر ہندہ کو نہیں بلایا، ہندہ کے عزیز واقارب نے اور اس کے رشتہ داروں نے ایک دومرتبہ ہندہ کو بلانے کا ذکر کیا،لیکن زید بلانے پر رضامند نہیں ہوا۔زید کچھ دن بعد باہر چلا گیا، ہندہ کو میکے میں رہتے ہوئے ایک سال کامل گذر گیا۔ زید جس وقت باہر سے آیا، اس وقت اس سے کہا گیا کہ اپنی زوجہ ہندہ کو بلاؤ، زید نے صاف لفظوں میں کہا کہ "میں ہندہ کو ہرگز نہیں بلاؤں گا، میری مرحوم بہن کی وصیت ہے" ہندہ کے اقارب نے زید سے کہا کہ اگر تم ہندہ کو نہیں بلاتے ہو تو ہندہ کو نان ونفقہ دو، زید نے جواب دیا کہ "ہندہ قریب چار سال سے میرے نکاح میں آئی ہے،لیکن ہندہ سے میرے اس عرصہ میں رہتے ہوئے آرام نہیں ملا، اس لئے میں ہندہ کو کس بات کا نان نفقہ دوں؟ میرے اوپر کوئی حق نہیں، اگر ہندہ مجھ کو آرام دیتی تو نان ونفقہ اور مہر کی حقدار بنتی"۔تو ہندہ کا نان نفقہ زید کے اوپر ثابت ہوتا ہے کہ نہیں؟ بینوا۔

---

(۱)"قال في غرر الأذكار: ثم اعلم أن مشايخنا استحسنوا أن ينصب القاضي الحنفي نائباً ممن مذهبه التفريق بينهما إذا كان الزوج حاضراً وأبىٰ عن الطلاق ...... فالتفريق ضروريّ إذا طلبته .... والحالة الأولى جعلها مشايخنا حكماً مجتهداً فيه، فينفذ فيه القضاء، الخ". (رد المحتار، باب النفقة، مطلب في فسخ النكاح بالعجز عن النفقة وبالغيبة: ۳/۵۹۰، سعيد)

"والحاصل أن التفريق حال حضرته وحال غيبته جائزٌ عند الشافعي إذا ثبت عجزه، والأول اعتبره مشايخنا مجتهداً فيه دون الثاني، ويصح القضاء بالأول، وتنفيذه دون الثاني". (البحر الرائق، كتاب النفقة: ۴/۳۱۴، رشيديه)

(۲)(راجع للتفصيل، الحيلة الناجزة، باب: حکم زوجۂ غائب غیر مفقود، ص: ۷۷، دارالاشاعت کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ زید نے اپنی زوجہ کو خود میکے بھیجا ہے تو جب زید کی اجازت سے میکے رہے وہ نان ونفقہ کی مستحق ہے، البتہ اگر بغیر اجازت کے گئی، یا اجازت سے جانے کے بعد باوجود زید کے بلانے کے نہیں آئی، بلکہ بلا اجازت میکے رہی تو وہ شرعی نان ونفقہ کی مستحق نہیں جب شوہر کے مکان پر آجائے گی تب مستحق ہوگی:

"ولا نفقة لناشزة خرجت من بيته: أي الزوج بغير حق وإذن من الشرع، ولو عادت إلى منزله بعد ما سافر، أجابوا: خرجت عن أن تكون ناشزةً". سكب الأنهر على مجمع الأنهر: ١/٤٩٦ (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (یو، پی)۔

نفقۂ مطلقہ

سوال [۶۵۲۸]: میں ایک پردہ نشین نہایت بدقسمت عورت ہوں، میری شادی حسب رواجِ برادری مسمی اقبال سے عرصہ ہوا عمل میں آئی۔ شادی کے بعد پتہ چلا کہ شوہر نہایت بدچلن اور غنڈہ ہے، اس نے تمام زیورات اور سامانِ جہیز کو رفتہ رفتہ اپنی بدچلنی میں خرد برد کر دیا۔ نہ پیٹ بھر روٹی دیا، نہ تن کو کپڑا، سائلہ کی لڑکی بھی ماں باپ کے گھر پیدا ہوئی، سارا خرچہ والدین نے اٹھایا۔ جب میں اپنی زندگی سے تنگ آگئی تو بالآخر اس نے عرصہ نو ماہ کا ہوا چند اشخاص کے سامنے حسبِ شرع تین مرتبہ طلاق دے کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کر کے تین کپڑوں کے ساتھ جو بدن پر تھے والدین کے گھر چھوڑ گیا، نہ لڑکی کا خیال کیا نہ سائلہ کا، نہ سائلہ کا مہر ادا کیا، نہ خرچہ ایامِ عدت دیا، اب اس کو لالچ دامن گیر ہے، طرح طرح کی ناجائز دھمکیاں دے رہا ہے، میرے غریب ماں باپ کب تک میرا خرچہ برداشت کریں گے؟ علمائے دین سے مسئلہ درکار ہے۔

---

(١) (سكب الأنهر على مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٢/١٧٩، غفاريه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/٥٤٥، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه)

(وكذا في تنوير الأبصار مع الدر المختار: ٣/٥٧٥، ٥٧٦، باب النفقة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ٤/١٩٢، الفصل الأول في بيان من يستحق النفقة، إدارة القرآن كراچي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب گواہوں کے سامنے اس نے تین مرتبہ طلاق دے دی تو نکاح بالکل ختم ہوگیا(۱)، آپ کا مہر(۲) اورخرچۂ عدت بھی اس کے ذمہ واجب ہے(۳)۔ عدت تین ماہواری گذرنے پر نکاحِ ثانی کا آپ کو اختیار ہے(۴)۔ لڑکی کا نفقہ بھی اس کے ذمہ لازم ہے(۵)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۲/۱۳۹۴ھ۔

---

(۱) "رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عینتُ بالأولی الطلاق، وبالثانیة والثالثة إفهامها، صدق دیانةً، وفي القضاء طلقت ثلاثاً". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الثاني في إیقاع الطلاق: ۱/۳۵۵، رشیدیه)

(وکذافي الدرالمختار مع ردالمحتار، باب طلاق غیر المدخول بها: ۳/۲۹۲، سعید)

(وکذافي الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الطلاق، تکرار الطلاق وإیقاع العدد: ۳/۲۸۶، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "والمهر یتأکد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحیحة، وموت أحد الزوجین، سواء کان مسمی أومهر المثل، حتی لایسقط شئ بعد ذلک إلا بالإبراء من صاحب الحق". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني فیما یتأکد به المهر: ۱/۳۰۳، رشیدیه)

(وکذافي ردالمحتار، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعید)

(وکذافي بدائع الصنائع، کتاب النکاح، من شروطه المهر، بیان ما یتأکد به المهر: ۲/۵۸۴، رشیدیه)

(۳) "المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسکنی، کان الطلاق رجعیاً أوبائناً أوثلاثاً، حاملاً کانت المرأة أولم تکن". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السابع عشر في النفقة، الفصل الثالث فی نفقة العدة: ۱/۵۵۷، رشیدیه)

(وکذافي الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۶۰۹، سعید)

(وکذا في البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۳۷، رشیدیه)

(۴) "إذاطلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أورجعیاً أوثلاثاً، أووقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهي حرة ممن تحیض، فعدتها ثلاثة قروء، سواء کانت المرأة مسلمةً أوکتابیةً". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثالث عشر في العدة: ۱/۵۲۶، رشیدیه)

(وکذافي فتاویٰ قاضي خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، باب العدة: ۱/۵۴۹، رشیدیه)

(وکذافي البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۱۷، رشیدیه)

(۵) "نفقة الأولاد الصغار علی الأب لایشارکه فیها أحدٌ". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السابع عشر في =

دو بیویوں کے درمیان برابری اور بیماری کی وجہ سے بیوی کو طلاق دینا

سوال[۲۵۶۹]: زید کا عقد جمیلہ کے ساتھ ہوا، اور خلوتِ صحیحہ سے قبل جمیلہ پر فالج گر گئی جس کی وجہ سے وہ چل پھر نہیں سکتی، بعدہ خلوتِ صحیحہ ہوئی، زید نے دوسرا عقد حبیبہ کے ساتھ کیا۔ زید دونوں کے اخراجات بہترین اشیاء کے ساتھ نہیں کرسکتا، زید حبیبہ کے سارے اخراجات قیمتی اشیاء کے ساتھ کرتا ہے اور جمیلہ کو اوسط درجے کا کپڑا دیتا ہے، کیونکہ وہ گھر نہیں آسکتی۔ تو کیا زید اس صورت میں گنہ گار ہوگا؟ اور کیا زید کا جمیلہ کو طلاق دینا بہتر ہے یا ایسے ہی اخراجات کے ساتھ زندگی بسر کرنا؟ کس صورت میں زید گنہ گار ہوگا؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں بیویوں کیلئے کپڑے وغیرہ کا خرچ یکساں دینا چاہیے(۱)، ایک کو بڑھیا اور ایک کو گھٹیا دینا حق تلفی ہے، بیماری کی وجہ سے طلاق دیدینا بے مروتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۱۳۹۴ھ۔

عدتِ طلاق کا نفقہ

سوال[۲۵۷۰]: خلع طلاق پر عورت عدت کے نفقہ کی مستحق ہوگی یا نہیں؟ ایسا ہی عورت کے مزنیہ ہونے کی بناء پر عورت کو طلاق دیدے تو اس صورت میں عورت مہر ونفقہ کی مستحق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خلع میں اگر نفقۂ عدت کے سقوط کی شرط نہیں کی گئی تو وہ ساقط نہیں ہوگا، اگر شرط کرلی گئی ہے تو ساقط

= النفقات، الفصل الرابع في نفقة الأولاد: ۱/۵۶۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۳۲، رشيديه)

(وكذا في الهداية، باب النفقة: ۲/۴۴۴، شركة علميه)

(۱) "يجب أن يعدل فيه: أي في القسم بالتسوية في البيتوتة وفي الملبوس والمأكول والصحبة، الخ".

(الدرالمختار، باب القسم: ۳/۲۰۱، ۲۰۲، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، باب القسم: ۲/۲۹۴، رشيديه)

ہوجائے گا، مہر بلاشرط بھی ساقط ہوجاتا ہے، طلاق سے نہ نفقۂ عدت ساقط ہوتا ہے نہ مہر، خواہ مزنیہ ہونے پر طلاق دے خواہ کسی اَور وجہ سے:

"ویسقط کل منهما: أی من الخلع والمباراة کلَّ حق لکل واحد من الزوجین علی الأخر مما یتعلق، فلاتطالب هي بمهر ولانفقة ماضیة مفروضة. وأمانفقة الولد والعدة، فلاتسقط إلا بالذکر، اهـ". مجمع الأنهر، ص: ۲۵۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/محرم/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/محرم/ ۶۸ھ۔

عدت کے بعد مطلقہ کا نفقہ وسکنیٰ

سوال[۶۵۷۱]: ناصر نے نور جہاں سے نکاح کیا، بعد ایک عرصہ کے اپنی بیوی نور جہاں کی موجودگی میں اس کی علاتی بہن شاہ جہاں سے نکاح کرلیا، اس کے بعد نور جہاں کو طلاق مغلظہ دیدی۔ طلاق مغلظہ دینے کے بعد گاؤں والوں کے سمجھانے بجھانے پر اب ناصر نور جہاں کو اور اس کے بچوں کے اخراجات کیلئے پچاس روپیہ ماہوار دیتا ہے اور نور جہاں عرصہ سے اسی حالت میں ناصر سے ملے ہوئے مکان کے ایک کمرہ میں ناصر کی اجازت سے رہتی ہے۔ اس صورت میں نور جہاں اور بال بچوں کو اس روپیہ کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس روپے سے نور جہاں کے باپ اور بھائی کھاسکتے ہیں یا نہیں؟ اور نور جہاں کا ناصر کے مملوکہ مکان میں

---

(۱) (مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۱۰۹/۲، غفاریه)

"ویسقط الخلع والمباراة کلَّ حق لکل منهما علی الأخر مما یتعلق بذلک النکاح إلانفقة العدة وسکناها، إلا ماإذا نص علیها، فتسقط النفقة لاالسکنی". (الدرالمختار: ۴۵۲/۳، ۴۵۳، باب الخلع، سعید)

(وکذافی فتح القدیر: ۲۳۳/۴، باب الخلع مصطفی البابی الحلبی)

"المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسکنی، کان الطلاق رجعیاً أوبائناً أوثلاثاً، حاملاً کانت المرأة أولم تکن". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۵۵۷/۱، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة، رشیدیه)

(وکذافی مجمع الأنهر: ۴۹۵/۱، باب النفقة، داراحیاء التراث بیروت)

(وکذافی التاتارخانیة: ۲۲۳/۳، الفصل الثانی فی نفقات المطلقات، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعي: ۱۹۲/۳، باب الخلع، دارالکتب العلمیة، بیروت)

عدت کے بعد بھی رہنا درست ہے یا نہیں؟ شاہ جہاں کا نکاح درست ہے یا نہیں؟

حافظ محمد حسن رسولی بارہ بنکی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بچوں کا خرچ تو ناصر کے ذمہ لازم ہے(۱)، نور جہاں کا خرچ عدت ختم ہونے کے بعد سے لازم نہیں رہا(۲)، لیکن اگر ناصر اس خیال سے اس کو بھی خرچ دیتا ہے کہ وہ اس کے بچوں کی پرورش کرتی ہے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں، نیز مکان سے متصل کمرہ میں رہنے سے بچوں کی نگرانی میں سہولت رہتی ہے، یہ بھی درست ہے لیکن اس کا لحاظ ضروری ہے کہ گذشتہ تعلقات کی یاد تازہ ہو کر فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ جو روپیہ نور جہاں کو ملا ہے اگر وہ اس میں سے اپنے باپ بھائی کو بطور ہدیہ کچھ دے تو یہ بھی درست ہے۔

نور جہاں کی علاتی بہن سے جو ناصر نے نکاح کیا ہے وہ حرام ہے اس کو چاہیئے کہ دوبارہ نکاح کرے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نفقۂ مختلعہ

سوال[۶۵۷۲]: خلع شدہ عورت کے ایامِ عدت کا کھانا کپڑا شوہر کے ذمہ ہے یا عورت خود کفیل ہے؟

صغیر احمد کراری۔

---

(۱) "نفقة الأولاد الصغار على الأب، لايشاركه فيها أحدٌ". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۶۰، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الرابع في نفقة الأولاد، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۴/۲۳۴، الفصل الثالث في نفقة ذوي الأرحام، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۶۱۲، باب النفقة، سعيد)

(۲) "ولو أقام الزوج البينة على إقرارها بانقضاء العدة، سقطت نفقتها". (فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۴۱، كتاب النكاح، باب النفقة، فصل في نفقة العدة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع في النفقات، الفصل السادس في نفقة العدة، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۳۳۷، كتاب الطلاق، باب النفقة، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کے ذمہ یہ واجب ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ناشزہ کا نفقہ اور حقِ حضانت

سوال[۶۵۷۳]: اگر کوئی زوجہ اپنے خاوند کے ساتھ افعالِ ذیل کی مرتکب ہو کر اس کو رنج وغم وصدمہ پہونچایا ہے:

۱...... خاوند اس کو شب میں طلب کرے کہ میں صبح کو سفر پر جاتا ہوں آ کر کچھ سن کر جاؤ اور اس کی ماں نے جواب دیا کہ سوگئی، پھر صبح کو بھیجا، نہیں آئی، خاوند غصہ سے چلا گیا مگر کوئی پرواہ نہیں کی اور ایک عرصہ گذر گیا، مگر اس کی خیریت تک نہیں لی کہ زید زندہ ہے یا مر گیا۔

۲...... ایک عرصہ کے بعد خاوند کے باپ نے پھر اس کو سمجھا کر خاوند کے پاس پہونچادیا، اس کے بعد خاوند نے ہمراز سمجھ کر ایک خفیہ بات کہی اور تاکید کی کہ اس کو ظاہر نہ کرنا، مگر اس نے اس کی خوب شہرت کر کے خاوند کو بدنام کیا اور خوش ہوئی۔

۳...... خاوند کے بلا علم واطلاع واجازت اس کے غیبوبت کے وقت بھائی کو بلا کر ماں کے گھر چلی گئی۔

۴...... ماں کے گھر آ کر خاوند کی جھوٹی شکایت اس کے افسروں سے کر کے اس کی طرف سے اس کو بدظن کر کے ملازمت پر اثر ڈالنے کی کوشش کی اور بدنام کیا۔

۵...... خاوند کو اس کے باپ نے پھر اس کو لانے پر مجبور کیا اور وہ گیا تو اس سے پردہ کرلیا اور بچوں کو حوالے کر دیا۔

۶...... اس کے بعد خاوند کا باپ پھر خود گیا اور لا کر دونوں کو اپنے پاس رکھا تو خاوند کو پروردہ چھوکری سے

---

(۱) "إلا نفقة العدة وسكناها، فلا يسقطان إلا إذا نص عليها". (الدرالمختار: ۴۵۳/۳، باب الخلع، سعيد)

(وكذافي حاشية الشلبي على تبيين الحقائق للزيلعي: ۱۹۲/۳، باب الخلع، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذافي فتح القدير: ۲۳۳/۴، باب الخلع، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في البحرالرائق: ۱۵۰/۴، باب الخلع، رشيديه)

بدنام کیا۔

۷...... خاوند کے باپ کو چٹھی لکھی کہ خاوند پروردہ چھوکری سے ملوث ہے، اس لئے اس کو چاہتا ہے۔

۸...... اس چھوکری سے دشمنی کر کے ساس کے ساتھ ہاتھاپائی کی جس پر خاوند نے جھڑکا اور سسر نے منع کیا تو کہا کہ ہتکِ عزت کا دعویٰ کروں گی، جاہل سے پالا پڑا ہے۔

۹...... ماں کو جھوٹ لکھا کہ مجھے خاوند اور سسر نے مارا ہے، میری مدد کرو، اس نے بیٹے اور داماد کو روانہ کیا وہ آئی اور اصل حال سن کر بہت شرمندہ ہوئی۔

۱۰...... بیمار بن کر بلا اجازتِ خاوند مردانہ دواخانہ میں قیام کیا، معالج ڈاکٹر سے خلا ملا کیا، اس نے تخلیہ کیا، ربط ضبط بڑھایا اس نے خط وکتابت کی، اس کو دستیابی تحفہ دی جس میں اپنا اور اس کا نام کشیدہ ہے نکالا، اس کی شہرت ہوئی دماغی آپریشن کے بہانے ڈاکٹر کے روبرو لیٹی۔

۱۱...... دواخانہ سے بادل ناخواستہ خاوند کے ہمراہ گئی، مگر سلسلۂ علالت قائم رہا، بار بار دواخانہ جا کر اسی ڈاکٹر سے علاج کی خواہش کی۔ خاوند جب تک گھر میں ہو تو بیمار اور جب باہر چلا گیا تو تندرست، خاوند آئے تو صحت ندارد۔

۱۲...... جب اس ترکیب سے مطلب نہ نکلا تو ایسا سنگین فعل کیا جس سے خاوند کی جان وعزت خطرہ میں پڑ گئی یعنی محض شبہ پر ملازمہ کو پیٹا جس کا خاوند ایک قتل کردہ رہائی یافتہ شخص تھا، اگر اس کا خاوند اس کے خاوند سے انتقام لیتا تو جان گئی تھی اور اگر وہ ملازمہ اس کو پیٹ دیتی تو عزت گئی تھی، مگر خدا کا فضل شاملِ حال تھا کہ بات رفع دفع ہوگئی، اس کے بعد خاوند سے قطعی منافرت کر لی۔

۱۳...... خاوند کے باپ کو محض اس بات پر کہ انہوں نے پوتروں (پوتے) کو لکھا کہ تم باپ کو کیوں نہیں پوچھتے؟ ایسا خط لکھا کہ جس میں ان کی بے عزتی کی کسر نہیں رکھی اور ان کو ''ظالم بے ایمان، دوزخی، فسادی، راشی، جن، بھوت، پلیت جاہل'' وغیرہ کے خطابات سے موسوم کیا اور جھوٹے الزام لگائے جس کو دیکھ کر خاوند کو سخت رنج ہوا۔

۱۴...... خاوند کو بچوں کے متعلق صاف جواب لکھا کہ ان کو تم اس وقت تک نہیں لے جاسکتے جب تک کہ مہر نہ دو۔ اب ایسی صورت میں خاوند اگر مجبور ہو کر اور تنگ ہو کر ایسی زوجہ کو طلاق دیدے تو اس کا یہ فعل واجبی جائز

ہوگا یا ناجائز ہوگا؟ اور ظالم کہا جائے گا کہ نہیں؟ مفصل تحریر ہو۔

سوال نمبر۲: کہ اگر کوئی زوجہ اپنے خاوند کے پاس رہنے سے بالکل انکار کردے بلکہ طلاق لینے پر آمادہ ہوجائے اور خاوند سے نفرت کرے تو ایسی صورت میں بھی کیا وہ نان نفقہ کی مستحق ہے؟ اور خاوند کو اس کے نان نفقہ دینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے اور احکام شرعی اس کو مجبور کرے گی کہ نہیں؟

سوال نمبر۳: اگر کوئی زوجہ اولاد کو اپنے قبضہ میں رکھے اور خاوند کو دینے سے انکار کرے تو کیا ایسی صورت میں بھی باپ پر خرچ اولاد کا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کے یہ افعال نہایت مذموم اور شرعاً قابل ملامت ہیں:

۱..... جب شوہر بلائے اور اپنی حاجت پوری کرنا چاہے تو بیوی کو اس کی اطاعت لازم ہے، اگر کوئی عذر حیض وغیرہ کا ہو تو ظاہر کردے

"عن طلق بن علي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا الرجل دعا زوجته لحاجته، فلتأته وإن كانت على التنور". رواه الترمذي(۱)۔

مگر وہ اگر بلا عذر انکار کردے اور اطاعت نہ کرے اور شوہر ناراض ہوجائے تو ایسی عورت کی نماز وغیرہ کوئی عبادت قبول نہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں جب تک کہ شوہر اس سے راضی نہ ہوجائے:

"عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ثلاثة لا يقبل لهم صلوة، ولا تصعد لهم حسنةٌ: العبد الآبق حتى يرجع إلى مواليه، فيضع يده في أيديهم. والمرأة الساخطة عليها زوجها. والسكران حتى يصحو". رواه البيهقي في شعب الإيمان"(۲)۔

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه، فأبت، فبات غضبان، لعنته الملائكة حتى تصبح". متفق عليه.

---

(۱) (جامع الترمذي: ۲۱۹/۱، أبواب الرضاع، باب ماجاء في حق الزوج على المرأة، سعيد)

(۲) (مشكوة المصابيح: ۲۸۲/۲، كتاب الآداب، باب عشرة النساء ومالكل واحد من الحقوق، قديمي)

وفي رواية لهما: قال: "والذي نفسي بيده! مامن رجل يدعو امرأته إلى فراشه، فتأبى عليه، إلا كان الذي في السماء ساخطاً عليها حتى يرضى عنها". مشکوٰۃ شریف(۱)۔

۲......خاوند کے راز کو ظاہر کرنا اور بدنام کرنا یہ بھی گناہ ہے، وهكذا يفهم من سورة التحريم(۲)۔

۳......بغیر اجازت کسی دوسری جگہ شوہر کے گھر سے جانا بھی گناہ ہے:

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: جاءت امرأة إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يارسول الله! ماحق الزوج على المرأة؟ قال: "أن لم تمنع نفسها ولو كانت على ظهر قتب، ولاتصوم يوماً إلا بإذنه، فإن خرجت نفسها، لعنتها ملائكة الرحمٰن وملائكة العذاب حتى ترجع". تنبیه الغافلین(۳)۔

۴......جھوٹ بولنا حرام ہے اور جھوٹی شکایت کرنا بہتان ہے، دونوں کی حرمت قرآن شریف سے ثابت ہے(۴)۔

---

(۱) (مشكوٰة المصابيح: ۲/۲۸۰، باب عشرة النساء وما لكل واحد من الحقوق، قديمي)

(والصحيح لمسلم: ۱/۴۶۴، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها، قديمي)

(وصحيح البخاري: ۲/۲۸۲، كتاب النكاح، باب إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وإذ أسرّ النبي إلى بعض أزواجه حديثاً، فلما نبأت به وأظهره الله عليه، عرف بعضه وأعرض عن بعض، فلما نبأها به، قالت من أنباك هذا، قال نبأني العليم الخبير﴾ (سورة التحريم: ۳)

"عن عقبة بن عامر رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من رأى عورةً فسترها، كان كمن أحيىٰ موءودةً". (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في الستر على المسلم: ۲/۳۱۴، امداديه)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من ستر على مسلم في الدنيا، ستر الله عليه في الدنيا والآخرة". (جامع الترمذي: ۱/۱۴، باب ماجاء في الستر على المسلمين، سعيد)

(۳) (تنبيه الغافلين: ۲۷۸، ۲۷۹، باب حق الزوج على الزوجة، حقانيه)

(۴) قال الله تعالى: ﴿واجتنبوا قول الزور﴾ (سورة الحج: ۳۰)

وقال الله تعالى: ﴿لعنة الله على الكٰذبين﴾ (سورة ال عمران: ۶۱) .... =

۵......خاوند سے شرعاً پردہ نہیں۔

۶......کسی پر اس قسم کا بہتان لگانا قطعاً حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے، اگر اسلامی حکومت ہو اور دوسری شرطیں بھی موجود ہوں تو ایسے بہتان کی سزا حدِ قذف ہے(۱)۔

۷......ایسی چیز کو تحریر کرنا زبانی بہتان سے بھی سخت ہے۔

۸...... بلاوجہ شرعی محض بدگمانی سے ایسی حرکت کرنا اور شوہر یا سسر کو ایسے الفاظ کہنا حماقت و جہالت ہے(۲)۔

۹......جھوٹ، بہتان گناہ ہے(۳)۔

۱۰......یہ کمینہ پن اور حیا سوز حرکتیں ہیں۔

۱۱......یہ تو ممکن ہے کہ شوہر کی دوا سے نفع نہ ہو، اور ڈاکٹر کے علاج سے نفع ہو جائے، لیکن اگر جھوٹ

= وقال الله تعالى: ﴿يأيها النبي إذاجاءك المؤمنات يبايعنك على أن لايشركن بالله شيئاً ولايسرقن ولايزنين ولايقتلن أولادهن ولايأتين ببهتان يفترينه بين أيد. وأرجلهن﴾ الآية (سورة الممتحنة: ۱۲)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "اجتنبوا السبع الموبقات" قالوا: يارسول الله! وماهن؟ قال: "الشرك بالله .... وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات". (مشكوٰة المصابيح: ۱/۱۷، كتاب الأيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، قديمي)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين آمنوا لايسخر قوم من قوم عسى أن يكونوا خيراً منهم، ولانساء من نساء عسى أن يكن خيراً منهن، ولاتلمزوا أنفسكم ولاتنابزوا بالألقاب، بئس الاسم الفسوق بعد الإيمان﴾ (سورة الحجرات: ۱۱)

(۳) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... "وإياكم والكذب، فإن الكذب يهدي إلى الفجور، و إن الفجور يهدي إلى النار، ومايزال الرجل يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عندالله كذاباً" متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، ص: ۴۱۲، قديمي)

اور بہتان ہے تو گناہ ہے۔

۱۲..... یہ بھی بہت بڑا ظلم اور گناہ ہے۔

۱۳..... خاوند کے باپ کی عزت کرنا بھی عورت کے ذمہ لازم ہے، اور ایسے لفظ کہنا حرام ہے۔

۱۴..... یہ نشوز و نافرمانی ہے۔

۱۵..... مہر کی اگر کوئی مدت مقرر کی ہے تو اس مدت پر مطالبہ درست ہے اور بچوں کی پرورش کا حق بھی ماں کو ہے جب تک لڑکی بالغ ہو اور لڑکا سات سال کا ہو، کذافی الدر المختار (۱)۔ اگر بچوں پر برے اخلاق کا اثر پڑتا ہو تو باپ کو حق ہے کہ ماں سے علیحدہ کرلے۔ ایسے حال میں جبکہ نباہ دشوار ہوگیا تو شرعاً طلاق دینے میں مضائقہ نہیں اور طلاق شوہر کی طرف سے ظلم نہیں:

"وإيقاعه مباح، وقيل: الأصح حظره إلا لحاجة، بل يستحب لومؤذية أوتاركة صلوٰة، اھ". درمختار (۲)۔

جواب نمبر۲: جو عورت شوہر کے مکان سے بغیر اجازت کسی دوسری جگہ چلی جائے تو وہ نفقہ کی حقدار نہیں نہ شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے جب تک شوہر کے مکان پر واپس آئے:

"لا نفقة لخارجة من بيته بغير حق وهي ناشزة، حتى تعود ولوبعد سفر". درمختار (۳)۔

جواب نمبر۳: بچوں کی پرورش کا حق ماں کو ہے جب تک طلاق نہ ہوئی ہو اور بعد طلاق کے بچوں کے غیر ذی رحم محرم سے ماں نے نکاح نہ کیا ہو اور لڑکا سات سال سے کم ہو اور لڑکی بالغ نہ ہوئی ہو، نیز ماں کے حالات ایسے خراب نہ ہوں کہ اس کی گندی عادتوں کا اثر بچوں پر پڑ کر وہ خراب ہوجائیں، مگر بچوں کا خرچہ بہر صورت باپ کے ذمہ ہے:

"تثبت الحضانة للأم ولوبعد الفرقة، إلا أن تكون مرتدةً أو فاجرةً أوغير مأمونة أومتزوجةً بغير محرم. الصغير والحاضنة يسقط حقها بنكاح غير محرم: أي الصغير، وتعود

---

(۱) (راجع. ص: ۴۴۴، رقم الحاشية: ۱)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۲۷، ۲۲۹، كتاب الطلاق، سعيد)

(۳) (الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۵۷۶، باب النفقة، سعيد)

بالفرقة. والحاضنة أحق به: أي بالغلام حتى يستغني عن النساء، وقدر بسبع، وبه يفتي. الأم والجدة أحق بها: أي بالصغيرة حتى تحيض: أي تبلغ في ظاهر الرواية". درمختار(۱)۔

"وتجب النفقة بأنواعها على الحرلطفله -يعم الأنثى والجمع- الفقير، لايشارکه أحدٌ في ذلك كنفقة أبويه وعرسه، به يفتى، اه". درمختار(۲)۔

اگر بچوں کی ملک کوئی مال ہوخواہ نقد ہوخواہ کپڑا ہوخواہ زمین وغیرہ ہوتو باپ ان مال میں سے ان بچوں کونفقہ دے:

"فإن نفقة المملوك على مالكه والغني في ماله الحاضر يشمل العقار والأردية والثياب، فإذااحتيج إلى النفقة، كان للأب بيع ذلك كله، وينفق عليه؛ لأنه غني بهذه الأشياء، بحروفتح". درمختار(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، ۱۵/ ذی الحجہ/۶۰ھ۔

نافرمان بیوی کی تادیب اورنفقہ

سوال[۶۵۷۴]: میری گھروالی میرابالکل کہنانہیں مانتی، غیرمردوں سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی ہے اوربغیراجازت جہاں مرضی ہوچلی جاتی ہے، میں اپنی سب آمدنی لاکراس کودے دیتاہوں اوروہ مجھ کوکوستی ہے، کہتی ہے کہ بڈھامرتابھی تونہیں، میری عمرپچاس برس اوراس کی عمرچالیس سال کی ہے، جوان اولاد ہے، غلط باتوں کاان پربھی اثرپڑرہاہے۔ اس صورت میں اس پرشرع کاحکم کیاہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی عورت ناشزہ ہے، نفقہ وغیرہ کی مستحق نہیں جب تک کہ شوہرکی فرماں برداری نہ

---

(۱) (الدر المختارعلی تنویرالأبصار: ۵۵۵/۳، ۵۶۶، باب الحضانة، سعید)

(۲) (الدر المختارعلی تنویرالأبصار: ۶۱۲/۳، باب النفقة، سعید)

(۳) (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب النفقة، مطلب: الصغیر والمکتسب نفقة في کسبه لاعلی أبیه ۶۱۲/۳، سعید)

کرے۔ فقط واللہ اعلم۔

مشرف احمد عفی عنہ، جامع مسجد فتح پوری دہلی۔

از دارالعلوم دیوبند

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کی یہ روش شوہر کے ساتھ مذموم اور قبیح ہے، غیر مردوں کے ساتھ اگر چہرہ کھول کر ہنس ہنس کر باتیں کرتی ہے تو اس کے شوہر کو حق ہے کہ مناسب تنبیہ کرے اور سزا دے، بدزبانی پر بھی سزا دینے کا حق ہے(۱)۔ جو عورت بلا اجازت اپنے شوہر کے گھر سے اپنے والد کے گھر یا کسی اَور جگہ چلی جائے تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں جب تک وہ شوہر کے مکان پر واپس نہ آجائے (۲)۔ اگر شوہر کے مکان پر ہے اور بدزبانی کرتی ہے، کہنا نہیں مانتی تو گنہگار ہے، لیکن نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے، اگر شوہر کو صحبت پر قدرت نہیں دیتی ہے تو ایک قول پر نفقہ واجب نہیں، کذا فی رد المحتار (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والّتی تخافون نشوزھن، فعظوھن واھجروھن فی المضاجع﴾ (نساء: ۳۴).

قال الجصاص: ﴿فعظوھن﴾ یعنی خوّفوھن باللہ وبعقابہ. ﴿واھجروھن فی المضاجع﴾ قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما: ھجر الکلام. وقال سعید: ھو الجماع. وقولہ: ﴿واضربوھن﴾ وروی ابن جریج عن عطاء قال: الضرب غیر المبرح بالسواک ونحوہ". (أحکام القرآن: ۲/۲۶۰، قدیمی)

(۲) "وإن نشزت، فلا نفقة لھا حتی تعود إلی منزلہ". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۵۴۵، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الأول فی نفقة الزوجة، سعید)

(وکذا فی الھدایة: ۲/۴۳۸، کتاب الطلاق، باب النفقة، شرکة علمیہ ملتان)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۳۰۳، باب النفقة، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی مجمع الأنھر: ۱/۴۸۸، باب النفقة، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) "(لا نفقة لأحد عشرة ... وخارجة من بیتہ بغیر حق، وھی الناشزة، حتی تعود .... قیّد بالخروج: لأنھا لو مانعتہ من الوطء، لم تکن ناشزةً". (الدر المختار). "قیدہ فی السراج بمنزل الزوج =

بیوی کا علیحدہ مکان کا مطالبہ اور نشوز کی صورت میں نفقہ

سوال[۶۵۷۵]: حامد نے نعیمہ کے ساتھ نکاح کیا اور بعد رخصتی کے نعیمہ کو اپنے مکان میں لے جا کر اسی مکان میں رکھا جس میں حامد کے ماں باپ بھائی وغیرہ رہتے تھے۔ دستور کے موافق نعیمہ کبھی کبھی اپنے والدین کے یہاں آتی جاتی ہے، دس گیارہ ماہ نعیمہ سسرال میں رہی، مگر ساس سسر اور شوہر کی بد خلقی اور بد گوئی کی وجہ سے بہت رنج اور صدمہ رہتا تھا۔ آخر وہ مریض ہو کر سسرال والوں کے مشورہ سے والدین کے گھر آئی اور علاج کے بعد آرام ہو گیا، ان ایام میں اس نے اپنے والدین سے سسرال والوں کی بدسلوکی کو ظاہر نہیں کیا۔ تندرستی وصحت کے بعد ساس سسرال جمع ہو کر نعیمہ کو لینے آئے، نعیمہ کے والد نے کہا کہ لڑکی دوا پیتی ہے اب فی الحال نہیں آٹھ روز کے بعد جائے گی، وہ خالی چلے گئے۔

مگر اب نعیمہ کو فکر لاحق ہوا کہ پھر جا کر اسی مکان میں رہنا ہوگا اور مجھ کو ناپسند ہے بسبب ان کی بدسلوکی کے، اس نے اپنے والدین سے ظاہر کر دیا کہ ساس سسر کے ساتھ اسی مکان میں رہنا نہیں چاہتی، مجھ کو جدا مکان میں رکھیں، ان کے ساتھ رہنے میں مجھ کو سخت تکلیف ہوتی ہے، میں ان کے کلمات وعادات کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتی۔ پھر جب حامد اپنی زوجہ کو لینے آیا اور اپنے سسر سے کہا کہ اجازت دیں تو کل سواری لا کر نعیمہ کو لے جاؤں، اس کے سسر نے کہا ہاں لیکن لیجا کر کہاں اور کیسے رکھو گے؟ تو حامد نے کہا کہ جہاں پہلے رہتی تھی اس طرح اسی مکان میں رکھوں گا۔

حامد کے سسر نے کہا کہ نعیمہ کہتی ہے کہ اب میں ساس سسر کے ساتھ ایک مکان میں ہرگز نہیں رہوں گی، مجھ کو جدا مکان میں رکھیں تو چلتی ہوں ورنہ نہیں جاؤں گی، لہٰذا تم اس کو الگ مکان میں رکھو اور اس کی کنجی قفل اس کو دو تا کہ وہ با اختیار اس میں رہے، حامد نے اپنی بے اختیاری کا عذر کیا، اس کے سسر نے کہا کہ تم بے اختیار ہو تو ہو مگر اس کو جدا مکان میں رکھنا لازم ہے، حامد نے اس سے مطلقاً انکار کیا اور چلا گیا اور پھر کبھی لے جانے کا نام نہیں لیا، بلکہ دوسری شادی کر لی اور نعیمہ چھ برس تک اپنے والدین کے پاس بیٹھی رہی۔

= وبقدرته علی وطئها کرهاً". (ردالمحتار: ۳/۵۷۶، باب النفقة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۵۴۵، الفصل الأول فی نفقة الزوجة، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۲۷، باب النفقة، رشیدیه)

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نعیمہ جوجدامکان میں رہنا چاہتی ہے اورمکان نفقہ میں داخل ہے تونعیمہ اس مطالبے کی وجہ سے جوحامد کے گھرنہیں گئی کیاوہ ناشزہ ہے؟ اورکیا یہ حق طلبی اس کونہیں پہونچتی، کیا یہ نشوز ہے؟ زیدفتویٰ دیتاہے کہ نعیمہ کوان ایام گذشتہ کانفقہ نہیں پہونچتا اورعمرکہتاہے کہ نعیمہ کوچھ سال کانفقہ پہونچتاہے، نعیمہ نے اپناحق طلب کیاہے وہ ناشزہ نہیں ہے، حق طلبی کی وجہ سے حامد کے گھرنہیں گئی ہے تواس کونفقہ دیناحامدپرلازم ہےاورمکان جدادینابھی مثل مہرمعجّل کے لازم ہے، جیساکہ درمختاروغیرہ کتب فقہ حنفی میں بخوبی مصرح ہے، چنانچہ درمختارمیں ہے:

"لو منعت نفسها للمهر دخل بها أولا، ولو كله مؤجلاً عند الثاني، كمافي البحر والنهر، وارتضاه محشي الأشباه؛ لأنه منع بحق فتستحق النفقة". درمختار، باب النفقه(۱)۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مردکے ذمہ واجب ہے کہ عورت کوایک مکان علیحدہ رہنے کے لئے دے کہ اس مکان میں شوہرکے ماں باپ بھائی بہن وغیرہ نہ رہتے ہوں، بلکہ وہ پورابیوی کے قبضہ وتصرف میں ہو، اورمکان سے مرادایک کمرہ یا کوٹھاہےجس کوعربی میں ''بیت'' کہتے ہیں، لہٰذااگرصحن وغیرہ مشترک ہوجس کوشوہرکے دوسرے عزیزبھی استعمال کرتے ہوں اوربیوی بھی تواس کومطالبے کاحق نہیں کہ میراصحن بھی مستقل ہوناچاہیے، اس میں بھی کسی کی شرکت نہ ہو۔ یہ اس وقت ہے جبکہ شوہراوربیوی دونوں زیادہ مالدارنہ ہوں بلکہ متوسط درجے کے ہوں، اگرمالدارہوں اورشوہرمیں اس قدراستطاعت ہوکہ کوئی مستقل گھرعلیحدہ بیوی کودے سکتاہو، خواہ خریدکر، خواہ کرایہ پر، خواہ عاریت پرجس کاصحن وغیرہ بھی علیحدہ ہوجس کوعربی میں ''دار'' کہتے ہیں توعورت کواس مطالبے کاحق حاصل ہے، هكذا في رد المحتار: ۲/۵۲۶، باب النفقة(۲)۔ نشوزوعدم نشوزکواس پرمتفرع کرلیاجائے۔

---

(۱) (الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۵۷۴، باب النفقة، سعيد)

(۲) "تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها بقدر حالهما كطعام وكسوة وبيت منفرد من دارٍ له غلقٌ. فإن كانت فيها بيوت وأعطي لها بيتاً يغلق ويفتح، لم يكن لها أن تطلب بيتاً آخر إذا لم يكن ثمة أحدٌ من أحماء الزوج يؤذيها......... وذكر الخصاف: أن لها أن تقول: لا أسكن مع والديك وأقربائك في الدار فأفرد لي داراً. قال صاحب الملتقط: هذه الرواية محمولة على المؤسرة الشريفة، وماذكرنا قبله أن إفراد بيت في الدار كاف إنما هو في المرأة الوسط اعتباراً بالسكنى المعروف". =

رہا گذشتہ شش سالہ نفقہ سونشوز کی صورت میں اس کا وجوب ہی نہیں ہوا(۱)، اور عدمِ نشوز کی صورت میں مضیٔ مدت سے ساقط ہوگیا، اس پر مطالبہ کا حق نہیں رہا، اگر قضائے قاضی یا مصالحت طرفین سے نفقہ کی کوئی مقدار متعین ہوجاتی تو ضرور اس کے مطالبے کا حق باقی رہتا ہے اور وہ مضیٔ مدت سے ساقط نہ ہوتا:

”والنفقة لاتصير ديناً إلا بالقضاء أوالرضاء: أي اصطلاحهما على قدر معين أصنافاً أودراهم، فقبل ذلك لايلزمه شئ، اه“. درمختار۔ ”(قوله: والنفقة لاتصير ديناً، الخ): أي إذالم ينفق عليها بأن غاب عنها أوكان حاضراً فامتنع، فلايطالب بها، بل تسقط بمضي المدة. قال في الفتح: وذكر في الغاية معزياً إلى الذخيرة: أن نفقة مادون الشهر لاتسقط، فكأنه جعل القليل ممالايمكن الاحتراز عنه، إذلوسقطت بمضي يسير من الزمان، لماتمكنت من الأخذ أصلاً، اه“. ردالمحتار: ۲/۱۱۸(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۱۹/۱۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

ناشزہ کا نفقہ

سوال[۷۵۴۲]: کرامت علی کی زوجہ ۱۹۶۱ء سے اپنے باپ کے گھر ہے اور مقدمہ بازی کرکے عدالت سے مبلغ تیس روپے نان نفقہ کے مقرر کرائے، زوجہ آنے کو گھر تیار نہیں ہے، صرف اپنے باپ کے گھر بیٹھے ۳۰/ روپے ماہوار کا مطالبہ کرتی ہے کہ عدالت کا حکم ہے جبکہ حقِ زوجیت بالکل بند ہے۔ ایسی صورت

= (ردالمحتار على الدرالمختار: ۳/۵۹۹، ۶۰۱، باب النفقة، سعيد)

(وكذافي البحرالرائق: ۴/۳۲۸، باب النفقة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۵۲، الفصل الثاني في السكنى، رشيديه)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”نافرمان بیوی کی تادیب اور نفقہ“)

(۲) (ردالمحتار على الدرالمختار شرح تنوير الأبصار: ۳/۵۹۴، باب النفقة، مطلب: لاتصير النفقة ديناً إلابالقضاء أوالرضاء، سعيد)

(وكذافي الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۵۱، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه)

(وكذافي البحرالرائق: ۴/۳۱۶، باب النفقة، رشيديه)

میں ادائے نان نفقہ کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس عورت کو یہ حق نہیں ہے اپنے والد کے مکان پر رہ کر نان ونفقہ شوہر سے وصول کرتی رہے، اس کو لازم ہے کہ شوہر کے مکان پر جا کر حقِ زوجیت ادا کرے، اگر شوہر کے بلانے پر بھی نہیں جائے گی تو وہ نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۱۲/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیوی سفر میں ساتھ رہنے سے انکار کردے اس کا نفقہ

سوال[۶۵۷۷]: زید کی بڑی بیوی ۵۵/ سال امیرہ کبیرہ واجب زکوٰۃ اور تمام اقسام ٹیکس کی ادا کرنے والی اور ۲۲/ سالہ شادی شدہ لڑکا متمول، مالکِ جائیداد، تاجر اور ٹیکس گذار، زید کی دوسری چھوٹی بیوی ۲۴/ سالہ غریب، قابلِ رحم و بے سہارا ایک چھوٹی بچی گود میں، لڑکی کی ماں سات سو میل فاصلہ پر چپکے سے شادی کے وقت سے مقیم، بہ سببِ غربت زید اس کے جملہ افراد کا صلہ رحمی پر کفیل تقاضائے وقت کہ زید کی تجارت متزلزل ہوئی اور زید صرف مجبور محتاج ہوگیا۔

زید کا خیال ہوا کہ کسی چھوٹی بستی میں معمولی کرایہ پر دوکان لے کر کاروبار شروع کرے، مگر بڑی بیوی ہمراہ جانے کے لئے تیار نہیں، چھوٹی بیوی ہر طریقہ سے تیار ہے، یہ بستی کہ جہاں زید کاروبار کا خیال رکھتا ہے، بیوی کے مکان سے ۴۸/ میل فاصلہ پر ہے۔ تو ان حالات میں چند امور قابل دریافت ہیں:

(الف): زید کے ساتھ دوسرے شہر میں رہنے پر عدم رضامندی بڑی بیوی کی شرعاً درست ہے کہ نہیں؟

(ب): اس عدولِ حکمی کے باوجود زید کے ذمہ نان ونفقہ اور مساوات بدستور قائم ہے یا نہیں؟

(ج): تلاش روزگار میں زید کی بڑی بیوی کو لڑکے کے پاس چھوڑ کر جانا لمبے عرصہ کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "نافرمان کی تادیب اور نفقہ")

(د): ”عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا کہ میرے پاس مال موجود ہے اور میرا باپ میرے مال کا محتاج ہے، آپ نے فرمایا کہ ”تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کے لئے ہیں اس لئے کہ تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے، تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ“۔ ابوداود، نسائی، ابن ماجہ(۱)۔

۱.....اس حدیث کے بموجب کیا محتاج زید تونگر بیٹے سے اپنی ضروریات پوری کرسکتا ہے؟

۲.....کیا زید اپنی بڑی بیوی کو اس کے بیٹے کے پاس بغیر ادائیگی نان ونفقہ چھوڑ سکتا ہے؟

۳.....بدونِ نصیحت یا وصیت بیٹے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی والدہ کو اپنے پاس رکھے؟

۴.....کیا زید اپنے بیٹے کو وصیت کرسکتا ہے کہ سوتیلی والدہ بہن بھائی کی امداد کرے، زندگی میں بھی بعد وفات بھی؟

۵.....وصیت کو پورا کرنا کیا بیٹے کا فریضہ ہے شرعاً، اخلاقاً، عرفاً؟

۶.....کیا بیوی کا فریضہ نہیں کہ ہر بات میں شوہر کے ساتھ رہ کر وقتی مشکلات حل کرائے؟

۷.....مجبوری کی صورت میں کیا حسنِ سلوک وصلہ رحمی وامدادِ اقرباء کی موقوف کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

(الف) ان حالات میں زید کو یہ حق نہیں پہونچتا ہے کہ بڑی بیوی کو دوسرے شہر میں لے جانے پر مجبور کرے خاص کر جبکہ دوسرا شہر بیوی کے مکان سے اڑتالیس میل فاصلہ پر ہو، کذا فی ردالمحتار: ۳۶۰/۲(۲)۔

---

(۱) ”عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده: أن رجلاً أتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فقال: یارسول اللہ إنّ لی مالاً ووالداً، وإن والدی یحتاج مالی، قال: "أنت ومالک لوالدک، إن أولادکم من أطیب کسبکم، فکلوا من کسب أولادکم“. (سنن أبی داؤد، کتاب الإجارة، باب فی الرجل یأکل من مال ولده: ۱۴۲/۲، رحمانیه)

(وسنن ابن ماجه، أبواب التجارات، باب مال الرجل من مال ولده، ص: ۱۶۶، قدیمی)

(۲) ”وسئلت عن امرأة أسکنها زوجها فی بلاد الدروز الملحدین، ثم امتنعت، طلبت منه السکنی فی بلاد الإسلام خوفاً علی دینها، ویظهر لی أن لها ذلک؛ لأن بلاد الدروز فی زماننا شبیهة بدار الحرب“. =

(ب) اس عدول حکمی سے نفقہ ساقط نہیں ہوگا، شامی: ٢/٦٤٧(١)، شب باشی میں مساوات اس وقت ضروری ہے جب دونوں ساتھ ہوں، اگر ایک اپنے مکان پر ہو دوسری سفر میں ساتھ ہو تو یہ مساوات ضروری نہیں (۲)۔

(ج) رہ سکتا ہے مگر بالکل نہ چھوڑ دے، بلکہ حسبِ مصالح ومواقع بڑی بی بی کے پاس بھی آتا رہے اور نفقہ بھی دیتا رہے (۳)۔

(د)...... اصل یہ ہے کہ ہر شخص اپنا خرچہ خود برداشت کرے، بعض اسباب کے ماتحت شریعت نے خاص صورتوں میں دوسروں پر نفقہ لازم کیا ہے، بیٹا اگر مالدار صاحبِ وسعت ہو اور باپ حاجتمند غریب ہو تو باپ کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے (۴)۔

= (ردالمحتار، باب النفقة، مطلب: لاتجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۵۷۷/۳، سعيد)

(۱) "أو أبت الذهاب إليه أو السفر معه، أو مع أجنبي بعثه لينقلها، فلها النفقة .... أي بناءً على المفتى به من أنه ليس له السفر بها لفساد الزمان، فامتناعها بحق". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۵۷۷/۳، باب النفقة، مطلب: اللفظ جامد ومشتق، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۴۵/۱، الباب السابع في النفقات الفصل الأول في نفقه الزوجة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۱۹۲/۴، الفصل الأول في بيان من يستحق النفقة، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "وله أن يسافر ببعض نسائه دون البعض .... وإذا قدم من السفر، ليس للأخرىٰ أن تطلب من الزوج أن يسكن عندها مثل ماكان عند التي سافر بها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۴۱/۱، الباب الحادي عشر في القسم، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۲۰۵/۳، باب القسم، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۲۶/۳، كتاب النكاح، باب القسم، ادارة القرآن كراچي)

(۳) "تجب على الرجل نفقه امرأته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية، دخل بها أولم يدخل، كبيرةً كانت المرأة أوصغيرةً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۴۴/۱، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۱۹۲/۴، الفصل الأول في بيان من يستحق النفقة، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۲۴/۱، كتاب النكاح، باب النفقه، رشيديه)

(۴) "ويجبر الولد الموسر على نفقة الأبوين المعسرين، مسلمين كانا أو ذميين، قدرا على الكسب أو=

۲......اگر باپ اپنی بڑی بی بی کا خرچہ برداشت نہیں کرسکتا، غربت کی وجہ سے عاجز ہے تو اس کے بیٹے کے ذمہ لازم ہے کہ اپنی والدہ کا خرچہ برداشت کرے جبکہ مالدار ہے (۱)۔

۳......ان حالات میں مالدار بیٹے کے ذمہ خود بھی ضروری ہے کہ باپ کی نصیحت وصیت کا انتظار نہ کرے۔

۴......جبکہ باپ مفلس ہے اور بیٹا مالدار ہے تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ سوتیلی ماں اور سوتیلی بہنوں کا بھی خرچہ دے، شامی: ۲/۶۷۳ (۲)۔

۵......حسبِ وسعت بیٹے کے ذمہ لازم ہے کہ باپ کی غربت کا لحاظ رکھے اور نفقہ دے (۳)۔

۶......بالکل بی بی کا فریضہ ہے کہ اپنے مونس وہمدم شوہر کی پاسداری کرکے اس کو راحت پہونچائے، لیکن اگر اس کو اپنا مکان چھوڑ کر شوہر کے ساتھ دوسرے شہر جانے سے شوہر کی طرف سے ایذاء وضرر کا اندیشہ ہے تو اس بات میں شوہر اس کو مجبور نہیں کرسکتا (۴)۔

۷......مالی صلہ رحمی مالی وسعت کے موافق ہوتی ہے، مجبوری کی حالت میں معذور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= لم يقدرا". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵٦۴، الفصل الخامس في نفقة ذوي الأرحام، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۴۸، فصل في نفقة الوالدين وذوي الأرحام، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/۲۴۷، الفصل الثالث في نفقة ذوي الأرحام، إدارة القرآن كراچي)

(۱) (راجع الحاشية السابقة آنفاً)

(۲) "وعليه نفقه زوجة أبيه وأم ولده". (الدر المختار). "وظاهر الذخيرة أن المذهب عدم وجوب نفقة امرأة الأب، حيث لم يكن بالأب علة، وأن الوجوب مطلقاً عن رواية أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ".

(ردالمحتار: ۳/٦۱٦، باب النفقة مطلب نفقة زوجة الأب، سعيد)

(۳) (راجع، ص: ۴۴۸، رقم الحاشية: ۴)

(۴) "وسئلت عن امرأة أسكنها زوجها في بلاد الدروز الملحدين، ثم امتنعت، طلبت منه السكنى في بلاد الإسلام خوفاً على دينها، ويظهر لي أن لها ذلك؛ لأن بلاد الدروز في زماننا شبيهة بدار الحرب". =

ممتدۃ الطہر کا نفقہ

سوال[۶۵۷۸]: بکر نے ہندہ سے نکاح کیا، کچھ عرصہ بکر نے ہندہ کو مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا اور طلاق رجعی دیدی، ہندہ بکر سے نفقہ عدت مانگتی ہے، اور کہتی ہے کہ مجھے ایام ماہواری تین سال میں ایک بار سات یوم کیلئے ہوتے ہیں، اس لئے نو سال کا نفقۂ عدت مجھے دلایا جائے۔ بکر کا کہنا یہ ہے کہ طلاق کی عدت تین ماہ دس یوم ہوتی ہے، اس لئے تین ماہ دس یوم کا نفقہ دے سکتا ہوں۔ کیا ہندہ کا کہنا درست ہے؟ اگر درست ہے تو کیا بکر کو یہ اختیار ہے کہ ہندہ کو بذریعہ میڈیکل معائنہ کرائے، یا ہندہ کا قول ہی اس امر میں بروئے مسئلہ شرعی صحیح تصور کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وتجب لمطلقة الرجعي والبائن النفقة والسكنى والكسوة، ولوادعت امتداد الطهر، فلها النفقة مالم يحكم بانقضائها، مالم تدع الحبل". درمختار۔ "(قوله: فلها النفقة): أي يكون القول قولها في عدم انقضائها مع يمينها، ولها النفقة، كما في البحر. (قوله: مالم يحكم بانقضاء) فإن حكم به بأن أقام الزوج بينةً على إقرارها به، برئي منها، كما في البحر، ١ه". (ردالمحتار: ٢/٦٦٩(١)۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ طلاق کے بعد تین حیض گذرنے میں مطلقہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور جب تک تین حیض نہ گذر جائیں وہ نفقہ وسکنیٰ کی مستحق ہوگی، اور دوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز نہیں ہوگی اور شوہر کو صحبت اور ہمبستری کا اختیار بھی باقی رہے گا اور یہ حق بھی رہے گا کہ مجبور کر کے اپنے ہی مکان پر رکھے (۲)۔ میڈیکل وغیرہ کے ذریعہ کسی جانچ پر عورت کے قول کو تسلیم کرنا موقوف نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (ردالمحتار، باب النفقة، مطلب: لاتجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ٣/٥٧٧، سعيد)

(١) (الدرالمختار مع ردالمحتار، مطلب في نفقة المطلقة: ٣/٦١٠، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٤/٣٣٧، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع في النفقات، الفصل الثالث في نفقة المعتدة: ١/٥٥٨، رشيديه)

(٢) "وركنها حرمات ثابتة بها، كحرمة تزوج وخروج". (الدرالمختار). "(قوله: وخروج): أي حرمة =

کیا بلا اجازتِ شوہر کے میکہ جانے سے نفقہ ساقط ہوجاتا ہے؟

سوال[۶۵۷۹]: بغیر اجازتِ شوہر میکہ چلی جائے اس کا نفقہ اور مہر شوہر پر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر اجازتِ شوہر میکہ چلے جانے سے مہر ساقط نہیں ہوتا، نفقہ ساقط ہوجاتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۱/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۱/۳۰ھ۔

فاسقہ بیوی پر نکیر اور اس کا نفقہ

سوال[۶۵۸۰]: زید کو ایک عرصہ سے ایک مسجد میں امامت وخطابت کی خدمات سپرد ہیں، اس میں بہت سی ایسی خامیاں ہیں کہ ایک امام کے لئے اسطرح کی خامیاں زیبا نہیں دیتیں، مقتدیوں میں اختلاف ہے متولی سے کہا گیا تو کہا پرانا امام ہے، پڑا رہنے دو، یہ جواب بعض کو پسند ہے بعض کو ناپسند ہے۔ اس امام نے کہا کہ بیوی اگر زانیہ اور شرابی بھی ہو تو یہ اس کا فعل ہے، بیوی ہونے کی جہت سے مرد کا ایسی بیوی کے ساتھ رہنا، اس کو نان ونفقہ دینا نہ صرف یہ کہ ضروری بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے۔

جب ان کو اس پر ٹوکا گیا تو فرمایا کہ کیا تم مجھ سے زیادہ فقہ جانتے ہو؟ مزید یہ بھی کہتا ہے کہ یہ آزادی کا دور ہے، اگر بیوی کو مارا پیٹا تو وہ تھانہ میں رپٹ کر کے ہم کو سزا دلا سکتی ہے، لہٰذا ہمارے ذمہ اس کا نان ونفقہ ضروری ہے۔ امام کا یہ قول شریعت سے متصادم ہے یا نہیں؟ ان کے ایسے خیالات کے باوجود ان کے پیچھے نماز

= خروجها من منزل طلقت فيه". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة: ۵۰۴/۳، سعيد)

(۱) "لاتجب النفقة للناشزة .... قال الإمام الخصاف: الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه. والمراد بالخروج كونها في غير منزله بغير إذنه". (البحر الرائق، باب النفقة: ۳۰۳/۴، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، مطلب: لاتجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۵۷۴/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية. الفصل الأول في نفقة الزوجة: ۵۴۵/۱، رشيديه)

پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی اگر گناہ کبیرہ کی مرتکب اور فاجرہ ہو تو تب بھی شوہر کے ذمہ اس کو طلاق دینا واجب نہیں، محض مستحب ہے۔ جبکہ طلاق دینا واجب نہیں، رکھنا درست ہے تو اس کا نفقہ واجبہ ادا کرنا بھی لازم ہوگا (۱)، اور واجب کی ادائیگی پر اجر وثواب کا ملنا بالکل ظاہر ہے، لہٰذا امام صاحب کی یہ بات ایسی نہیں کہ جس کی وجہ سے ان کو علیحدہ کیا جائے، البتہ کہنے کا فرق ہے، اگر اس طرح کہا جائے کہ زانیہ اور شرابی بیوی کو نان نفقہ دینا باعثِ اجر وثواب ہے، تو اس کا مطلب یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ ثواب اس کے زانیہ یا شرابی ہونے کی وجہ سے ہے، اسی مطلب کی وجہ سے غالباً مقتدیوں کو تشویش ہے، بلکہ اس کا مطلب وہ ہے جو احقر نے بیان کیا ہے، اور اس پر کوئی اشکال نہیں، لہٰذا اگر امام صاحب بھی مسئلہ کا عنوان بدل دیں تو پھر شاید تشویش نہ ہو: "ولا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة". در مختار (۲)۔

امام صاحب کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ آج کل آزادی عام طبائع میں ہے، اولاد اپنے والدین کی اطاعت نہیں کرتی، بیویاں اپنے شوہروں کی اطاعت نہیں کرتیں، سختی کرنے اور مار پیٹ کرنے کے نتائج عامۃً اچھے ظاہر نہیں ہوتے، مقدمۂ عدالت اور سزا تک بھی نوبت پہونچ جاتی ہے، لیکن اس کی وجہ سے ہر قسم کی روک ٹوک کر کے اپنی طرف سے ہر معصیت کی آزادی واجازت دینا بھی کسی حال میں درست نہیں، حسبِ استعداد وصلاحیت نہی عن المنکر لازم ہے، اگر معصیت ومنکر کی تغییر ہاتھ سے قدرت نہ ہو تو زبان سے نکیر لازم ہے

---

(۱) "لانفقة لأحد عشر .... وخارجة من بیته بغیر حق، وهی الناشزة، حتی تعود .... قیّد بالخروج؛ لأنها لو مانعته من الوطء، لم تکن ناشزةً". (الدرالمختار). "قیده فی السراج بمنزل الزوج وبقدرته علی وطئها کرهاً". (ردالمحتار: ۳/۵۷۶، باب النفقة، سعید)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۲۷، باب النفقة، رشیدیه)

(۲) (الدر المختار: ۳/۵۰، کتاب النکاح، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۴۲۷، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۵/۳۷۲، کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون فی المتفرقات، رشیدیه)

(موجودہ صورت میں یقیناً حاصل ہے)۔

اگر بالفرض زبان سے قدرت نہ ہو تو دل میں نفرت تو بہرحال ضروری ہے، اگر یہ نفرت دل میں بھی نہ رہے تو پھر ایمان سلامت رہنا دشوار ہوتا ہے۔ شوہر سے اس کی زوجہ کے متعلق بھی قیامت میں سوال ہوگا، شوہر بالکل آزاد نہیں چھوڑ دیا جائے گا، احادیثِ صحیحہ میں اس کو صاف صاف بیان فرمایا گیا ہے: "من رای منکراً". الحدیث(۱)۔ "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته". الحدیث(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۳ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ۔

گذشتہ دنوں کا نفقہ

سوال[۶۵۸۱]: اگر کسی نے شادی کی اور اپنی بیوی کو کچھ دنوں تک گھر میں رکھا، بعدہ بیوی اپنے میکہ چلی گئی اور شوہر مثلاً: چار، پانچ سال تک نہیں لایا، اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، اب بیوی شوہر سے ان ایام کا نفقہ طلب کرتی ہے، جن ایام میں وہ میکے رہی ہے۔ تو کیا شوہر پر ان ایام گذشتہ کا نفقہ واجب ہوگا؟ مفصلاً تحریر فرمائیں۔

---

(۱) الحدیث بتمامه: "فقال أبوسعید......... سمعت رسول صلی الله علیه وسلم یقول: "من رای منکراً فلیغیره بیده، ومن لم یستطع فبلسانه، ومن لم یستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإیمان". (جامع الترمذی: ۲/۴۰، باب ماجاء فی تغییر المنکر الخ، سیعد)

(وسنن النسائی: ۲/۲۲۹، تفاضل أهل الإیمان، قدیمی)

(والصحیح لمسلم: ۱/۵۱، قدیمی)

(۲) (صحیح البخاری: ۲/۱۰۵۷، کتاب الأحکام، قدیمی)

(والجامع للترمذی: ۱/۲۹۹، باب ماجاء فی الإمام، سعید)

(ومشکوة المصابیح: ۲/۳۲۰، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے وعدہ کیا تھا کہ جب تک میکہ رہوگی تم کو اتنا نفقہ ہر ماہ دیتا رہوں گا، تو بیوی کو مطالبہ کا حق ہے(۱)، اور اگر کوئی معاہدہ نہیں کیا تھا تو ان ایامِ گذشتہ کا نفقہ طلب کرنے کا حق نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۱۳۹۹ھ۔

زوجہ کا تعنت اور زیادتی

سوال[۶۵۸۲]: ہندہ زید کی زوجہ کچھ روز سے اپنے شوہر کے ساتھ ہر وقت بے کار اور لایعنی باتیں نکال کر جھگڑا کرتی رہتی تھی، آخر ایک دن اپنے شوہر سے جھگڑے کے درمیان یہ کہا کہ مجھ سے اور تم سے زن

---

(۱) "أستدانت على الزوج قبل الفرض والتراضي فأنفقت، لاترجع بذلك على زوجها، بل تكون متطوعةً بالإنفاق، سواء كان الزوج غائباً أو حاضراً. ولو أنفقت من مالها بعد الفرض أو التراضي لها أن ترجع على الزوج". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الأول في نفقة الزوجة: ۱/۵۵۱، رشيديه)

قال الله تعالى: ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ يعني والله أعلم إيجاب الوفاء بماعاهد الله على نفسه من النذر و الدخول في القرب، فألزمه الله تعالى إتمامها". (أحكام القران للجصاص: ۲۹۹/۳، مطلب الزنا قبيح في العقل، دارالكتاب العربي)

"الكبيرة إذاطلبت النفقة، وهي لم تزف إلى بيت الزوج، فلها ذلك إذالم يطالبها الزوج بالنقلة". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۴۵، الفصل الأول في نفقه الزوجة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۵۷۵/۳، باب النفقة، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۱۸۳/۴، ۱۸۴، الفصل الأول في بيان من يستحق النفقة، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "إذا خاصمت المرأة زوجها في نفقة مامضى من الزمان قبل أن يفرض القاضي لها النفقة وقبل أن يتراضيا على شئ، فإن القاضي لايقضي لها بنفقه مامضى عندنا". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع في النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة: ۱/۵۵۱، رشيديه)

وشوہر والے تعلقات آج سے نہیں اور میں یہ تعلقات ختم کرتی ہوں، اس کے بعد کسی بہانہ سے وہ اپنے میکہ چلی گئی اور وہیں رہ کر نہایت آزادی سے خلافِ شرع گزارہ کرتی رہی اور اس درمیان میں زید اپنی مسلسل مہذب کوشش اس کو لانے کی کرتا رہا، یہاں تک کہ زید نے اس کے مکان پر جا کر اس کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا، لیکن وہ اس کے ساتھ آنے کو تیار نہ ہوئی اور آنے سے انکار کردیا۔

دشواری یہ ہے کہ زید اس سے جدائی نہیں چاہتا اور ہندہ کی طرف سے اب تک کوئی ایسی کوشش نہ ہوئی جس سے اس کے آنے کا منشاء سمجھا جاتا اور وہ بظاہر نہ چھٹکارہ کی کوشش کرتی ہے اور وہ اب تک سابقہ زندگی پر قائم بھی ہے۔ تو کیا ہندہ پر تعلقات بنانے کی کوئی ذمہ داری ہے یا نہیں؟ صورت مسئولہ میں زید کو کیا کرنا چاہیئے؟ نیز ہندہ نفقہ کی مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندہ اس واقعہ میں یقیناً مجرم اور گنہگار ہے، وہ نفقہ کی مستحق نہیں جب تک شوہر کے مکان پر واپس نہ چلی جائے (۱)۔ شوہر کو چاہیئے کہ ہندہ سے دریافت کرے کہ تم کو کیا تکلیف ہے، اگر وہ کوئی معقول بات کہے تو اس کا انتظام کرے، ورنہ اہلِ خاندان کے ذریعہ اس کو اپنے مکان پر لانے کی کوشش کرے (۲)، یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اگر ہندہ نہ آئی تو میں دوسری شادی کرلوں گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱/۱۳۹۶ھ۔

---

(۱) "وإن نشزت، فلانفقة لها حتى تعود إلى منزله". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۴۵، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۰۳، باب النفقة)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۴۳۸، شركت علميه ملتان)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والّتي تخافون نشوزهن، فعظوهن واهجروهن في المضاجع﴾ (نساء: ۳۴)

قال العلامة الجصاص: "﴿فعظوهن﴾ يعني خوفوهن بالله وبعقابه، ﴿واهجروهن في المضاجع﴾ قال: قال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: هجر الكلام. وقال سعيد: هجر الجماع. قوله: ﴿واضربوهن﴾ وروى ابن جريج عن عطاء قال: الضرب غير المبرح بالسواك ونحوه". (أحكام القرآن: ۲/۲۶۹، قديمي)

بیوہ اور حاجتمند لڑکی کو مکان دینا

سوال[۲۵۸۳]: زید کے چار اولاد ہیں پہلی بیوی سے ایک لڑکی، بعد کی دوسری بیوی سے دولڑکیاں اور ایک لڑکا، سب شادی شدہ ہیں۔ پہلی بیوی کی لڑکی بیوہ ہے، دوسری بعد کی بیوی کا انتقال ۱۹۴۰ء میں ہوا، جب ہی سے پہلی بیوی کی لڑکی خدمت کررہی ہے، اس کو رہنے کے لئے مکان نہیں ہے، اس وجہ سے زید اپنے مکان میں سے اس لڑکی کو اس کے رہنے کے لئے مکان دینا چاہتا ہے، یہ فعل دوسری بیوی کی اولاد کو ناگوار ہے اس وجہ سے باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ نہیں ہے۔ زید کا اپنی بیوہ لڑکی کو اپنی زندگی میں مکان دینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلی مرحومہ بیوی سے پیدا شدہ بیوہ لڑکی کو اس کی ضرورت وحاجت نیز اس کی خدمت کی وجہ سے اپنی زندگی میں اپنے مکان میں سے رہنے کے لئے مکان دینا شرعاً درست ہے(۱)۔ دوسری بیوی سے پیدا شدہ اولاد کو محروم کرنا یا نقصان پہونچانا مقصود نہیں ہونا چاہیے، ورنہ ظلم اور گناہ ہوگا(۲)۔ جب بیوہ لڑکی اپنے والد کی خدمت کرتی ہے اور حاجت مند ہے، تو دوسری بیوی کی اولاد کو ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۱۳۹۶ھ۔

---

(۱) "(تجب) النفقة بأنواعها على الحر (لطفله) يعم الأنثى". (الدرالمختار). "(قوله: بأنواعها) من الطعام والكسوة والسكنى". (ردالمحتار: ۳/۶۱۲، مطلب: الصغير والمكتسب نفقته في كسبه لا على أبيه، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۲/۴۴۴، باب النفقة، شركت علميه ملتان)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲/۴۴۶، فصل في نفقة الأولاد، رشيديه)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة". (مشكوة المصابيح: ۱/۲۶۶، باب الوصايا، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، ص: ۹۴، باب الحيف في الوصية، مير محمد)

"رجل وهب في صحته كل المال للولد، جاز في القضاء، ويكون آثماً فيما صنع". (فتاوى قاضي خان: ۳/۲۷۹، فصل في هبة الوالد لولده، رشيديه)

بیوی کا علیحدہ مکان کیلئے مطالبہ

سوال[۶۵۸۴]: زید کی اہلیہ اپنے میکے چلی گئی، زید اس کو دو تین مرتبہ لینے کے لئے گیا، مگر نہ اس کے والدین نے بھیجا اور نہ وہ خود بھی زید کے گھر آنے کے لئے تیار ہے، اور کہتی ہے کہ زید کے ساتھ دوسری اہلیہ کی موجودگی میں نہ رہوں گی، اس کو طلاق دیدو یا مجھے علیحدہ مکان میں رکھو تب رہوں گی۔ اس کا نان ونفقہ زید کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک شوہر کے گھر واپس نہیں آئے گی، نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی (۱)۔

تنبیہ: اپنی زوجہ کے لئے ایک کمرہ ایسا جداگانہ ہونا ضروری ہے جس میں کسی دوسرے کا تصرف نہ ہو، باقی صحن، غسل خانہ، بیت الخلاء، باورچی خانہ سب مشترک ہوں جو کہ دوسری بیوی یا شوہر کی والدہ، بہن وغیرہ کے استعمال میں ہو تو کوئی مضائقہ نہیں (۲)، اس سے زائد مستقلاً علیحدہ مکان کا مطالبہ غلط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند

---

(۱) "لانفقة لأحد عشر: مرتدة، ومقبّلة ابنه .... وخارجة من بيته بغير حق، وهي الناشزة حتى تعود". (الدر المختار: ۵۷۶/۳، باب النفقة، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۴۵/۱، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ۱۹۱/۴، الفصل الأول في بيان من يستحق النفقة، إدارة القرآن كراچى)

(وكذافي تبيين الحقائق: ۳۰۳/۳، باب النفقة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها إلا أن تختار ذلك...... امرأة أبت أن تسكن مع ضرتها أو مع أحمائها كأمه وغيرها، فإن كان في الدار بيوت، وفرغ لها بيتاً، وجعل لبيتها غلقاً على حدة، ليس لها أن تطلب من الزوج بيتاً آخر". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۵۶/۱، الباب السابع في النفقات، الفصل الثاني في السكنى، رشيديه)

(وكذافي الدرالمختار: ۵۹۹/۳، ۶۰۰، باب النفقة، سعيد) .... =

بیوی سے بدگمانی کی بناء پر نفقہ بند کردینا

سوال[۶۵۸۵]: بیگم جانی یوسف خان کے نکاح میں چودہ سال سے ہے، پانچ اولاد ہے۔میرے شوہر نے مجھ پر بدکاری کا الزام لگا کر ثبوت میں دیسی تیل گرم میں سے انگوٹھی نکالنے کے لئے حکم دیا، خدا کا شکر ہے کہ میں اس امتحان میں کامیاب رہی، اس کے بعد بھی بلاقصور مار پیٹ اور بدکلامی سے پیش آتا ہے۔دوسری شادی کرلی ہے، اب پانچ سال سے مجھے اور بچوں کو گھر سے نکالدیا ہے، میں بیوہ والدہ کے پاس مقیم ہوں، نہ میرا خیال ہے نہ بچوں کا، فاقے گذرتے رہتے ہیں، ادارہ دینیات میں کئی درخواست دے چکی ہوں، اراکین کمیٹی بھی شوہر کی بدکلامی سے ڈرتے ہیں جس کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا۔شوہر لوگوں میں کہتے ہیں کہ میں طلاق دےدوں گا، اگر کمیٹی والے رکھنے کا فیصلہ کریں گے تب بھی طلاق دوں گا، میں چاہتی ہوں کہ طلاق نہ ہو، اور میرا شوہر مع بال بچوں کے نان ونفقہ کی خبر لے۔اس صورت میں کیا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قصور سے بری ہونے کا جو فیصلہ اختیار کیا گیا ہے (گرم کڑاہی سے انگوٹھی نکالنا) شرعاً یہ طریقہ غلط ہے، اگر قصور پر گواہی موجود نہ ہو تو جس کو قصوروار قرار دیا جاتا ہے اس کا قسم کھالینا قصور سے براءت کے لئے شرعاً کافی ہے(۱)۔محض بدگمانی کی وجہ سے ایسا رویہ اختیار کرنا کہ بچوں اور بیوی کو الگ کر کے خرچ بند کردیا جائے، یہ شرعاً

= قال العلامة ابن نجيم: "وإنما ذكر البيت دون الدار؛ لأنه لو أسكنها في بيت من الدار مفرداً وله غلق، كفاها؛ لأن المقصود حصل، كذا في الهداية. و قد اقتصر على الغلق، فأفاد أنه لو كان الخلاء مشتركاً بعد أن يكون له غلق يخصه، ليس لها أن تطالبه بمسكن آخر". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۲۸، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۸۵، ۱۸۶، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "البينة على المدعي، واليمين على المدعى عليه". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۲۷، باب الأقضية والشهادات، الفصل الثاني، قديمي)

(وجامع الترمذي: ۱/۲۴۹، كتاب الأحكام، باب البينة على المدعي، سعيد)

درست نہیں بلکہ گناہ اور ظلم ہے اور بدگمانی کی وجہ سے بلاثبوت بھی مجرم ٹھہرا کر طلاق دیدینا بھی ظلم اور گناہ ہے۔ تاہم اگر شوہر طلاق دیدے تو طلاق واقع ہو جائے گی، پھر ایامِ عدت کا خرچہ اور مہر دینا لازم ہوگا (۱)، بچوں کا خرچہ بہر حال باپ کے ذمہ ہوتا ہے، طلاق دی جائے تب، نہ دی جائے تب (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

ناشزہ کا نفقہ نہیں

سوال [۶۵۸۲]: مسماۃ ہندہ اپنے خاوند کے گھر سے خود بخود نکل کر دوسری جگہ چلی گئی اور خاوند کے پاس رہنے سے انکار کرتی ہے۔ آیا بصورت نہ آنے خاوند کے گھر میں خرچہ کی مستحق ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عورت کی طرف سے زیادتی ہے تو شوہر کے ذمہ شرعاً واجب نہیں: "وإن نشزت، فلا نفقة لها

---

(۱) "المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى، كان الطلاق رجعياً أو بائناً أو ثلاثاً، حاملاً كانت المرأة أو لم تكن". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۵۷، الفصل الثالث في نفقة المعتدة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۲۳، الفصل الثاني في نفقات المطلقات، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۹۵، باب النفقة، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين".

(الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۰۳، الفصل في الثاني فيما يتأكد به المهر والمتعة، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۱۰۲، باب المهر، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۹۲، فصل في الخلوة وتأكد المهر، رشيديه)

(۲) "نفقة الأولاد الصغار على الأب لايشاركه فيها أحدٌ" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۶۰، الباب السابع في النفقات، الفصل الرابع في نفقة الأولاد، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۳۴، الفصل الثالث في نفقة ذوي الأرحام، إدارة القران كراچی)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۶۱۲، باب النفقة، سعيد)

حتی تعود إلی من منزله، الخ"(۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الرحمٰن عفی عنہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۹/محرم الحرام/۵۶ھ۔

باپ کا نفقہ بیٹے پر

سوال[۶۵۸۷]: کہ زید اپنے والد صاحب کو ہمیشہ پانچ روپیہ ماہوار دیتا رہا، جب سے کہ زید نے والد سے محض مجبوری کی وجہ سے علیحدگی اختیار کی، اتفاقاً ایک مرتبہ جب کہ زید روپیہ مذکورہ والد کو دینے گیا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا اور یہ جواب دیا کہ میں تو اب سے دس روپیہ لوں گا، پانچ نہیں لوں گا، حالانکہ والد مذکور کوئی غریب مفلس آدمی نہیں، صاحبِ حیثیت ہے، ایک اور لڑکا بھی ہے جو تقریباً تیس چالیس روپیہ ماہوار کماتا ہے اور شامل ہے اور زید کی والدہ محترمہ تجارت بھی کر رہی ہیں اور ادھر سے یہ حال ہے کہ زید صاحبِ عیال ہے جس کی وجہ سے دس روپیہ دینے کی گنجائش نہیں ہے اور پانچ روپیہ پر والد صاحب راضی نہیں ہوتے، تقریباً دس مہینہ کا عرصہ گذر گیا جب سے یہ جھگڑا ہو رہا ہے۔

اب ایسی حالت میں جو شرع شریف کا حکم ہو بتلا دیا جائے اور اگر کسی طرح مصیبت برداشت کرتے ہوئے اور اپنے بال بچوں پر تنگی کرتے ہوئے، دس روپیہ دیں تو اس پر وہ راضی ہوتے ہیں، مگر اس شرط پر کہ دس روپیہ کے حساب سے پہلے سے باقی کیا جاوے جس کے ادا کرنے کی مجھ میں کسی طرح گنجائش نہیں، اس کا حکم بھی براہ کرم شرع شریف کے مطابق بیان فرما دیں۔ بینوا توجروا۔ اور والد صاحب کا ناراض ہونا گوارہ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دونوں لڑکوں میں مالدار اور غریب ہونے کے اعتبار سے زیادہ فرق ہے، تو والد کے نفقہ میں بھی

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۵۴۵، الباب السابع عشر، الفصل الأول فی نفقة الزوجة، رشیدیه)

(وكذا في الهداية: ۲/۴۳۸، كتاب الطلاق، باب النفقة، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۰۳، باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۸۸، باب النفقة، دار إحياء التراث العربي بيروت)

فرق ہوگا یعنی حسبِ حیثیت واجب ہوگا(۱)۔ جب زید خود بھی صاحبِ عیال ہے اور اس میں اتنی گنجائش نہیں کہ والد صاحب کو دس روپے ماہانہ دے اور والد کا گزر اس کے روپیہ پر موقوف بھی نہیں، جبکہ وہ خود صاحبِ حیثیت ہے اور اپنا خرچ خود برداشت کرسکتا ہے تو پھر زید کے ذمہ دس روپیہ دینا واجب نہیں، بلکہ اپنی استطاعت کے موافق والد کی خدمت کرتا رہے، اس میں کوتاہی نہ کرے، اگر والد استطاعت سے زیادہ طلب کرے تو اس کے نہ دینے سے زید پر مواخذہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۲/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبد اللطیف، ۲۴/ ذیقعدہ/ ۵۷ھ۔

فاسقہ والدہ کا نفقہ

سوال[۶۵۸۸]: زید اپنی والدہ کی بدچلنی اپنی نظر سے ۲۴/ برس سے متواتر اپنی چشم سے دیکھتا رہا ہے، اور نان ونفقہ دیتا رہا ہے، دس سال ہوا کہ زید کی والدہ نے ایک ٹکٹ بابو ہندو سے تعلق ناجائز پھر کرلیا، پھر بھی زید خرچ اخراجات دیتا رہا، جبکہ چند مرتبہ زید نے ٹکٹ بابو سے اپنی نظر سے کثرت سے والدہ کا تعلق پایا تو دو مولوی والدہ کے ربرو کھڑے کئے اور کہا کہ تم حرام کاری سے باز آجاؤ، ورنہ آئندہ خرچ دینا بند کردوں گا

---

(۱) "فإن كان للفقير ابنان: أحدهما فائق في الغنى، والآخر يملك نصاباً، كانت النفقة عليهما على السواء .... هذا إذاتفاوتا في اليسار تفاوتاً يسيراً، أما إذاتفاوتا فيه تفاوتاً فاحشاً، يجب أن يتفاوتا في قدر النفقة". (البحر الرائق، ۴/۳۵۰، باب النفقة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۱۶، الفصل الخامس في نفقة ذوى الأرحام، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۶۲۳، باب النفقة، مطلب: صاحب الفتح ...... من أهل الاجتهاد، سعيد)

(۲) "تجب على موسر يسار الفطرة النفقةُ لأصوله الفقراء". (الدرالمختار). "فالمعتبر في إيجاب نفقة الوالدين مجرد الفقر". (ردالمحتار: ۳/۶۲۱، ۶۲۳، باب النفقة، مطلب صاحب الفتح ...... من أهل الاجتهاد، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۳۲۷، باب النفقة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۴۱۶، باب النفقة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۲۵۸، باب النفقة، رشيديه)

اورتم ہروقت میرے ہمراہ رہو،لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔

اب زید مالدار ہوگیا ہے، والدہ کرایہ کی حویلی میں رہتی تھی، زید اس حویلی کا بیع نامہ اپنے روپیہ سے اپنے نام کرالیا تھا۔ چونکہ زید کی والدہ کا شہرہ حرام کاری کا زید کے دوستوں میں پھیل گیا ہے، زید نے آٹھ برس سے والدہ کوخرچ دینا بند کردیا،ثلث بابوسب خرچہ کا کفیل ہے، زید وطن بھی اس دفعہ سے نہیں گیا۔ کیا زید اپنے وطن جا کر اپنی زرخرید جگہ سے والدہ کوعلیحدہ کرسکتا ہے؟ جواب دیں ویسے توقطع تعلق آٹھ برس سے زید کر چکا ہے۔فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس ناجائز تعلق کی وجہ سے والدہ کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا، بلکہ اگر والدہ ضرورت منداور غریب ہوتو لڑکے کے ذمہ نفقہ واجب ہے(۱) اور یہ بھی جائز نہیں کہ والدہ سے اس طرح قطعِ تعلق کرکے اس کو ہندو کے ساتھ چھوڑ دیا جائے، بلکہ حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے کہ اس ہندو یا کسی اور سے ناجائز تعلق نہ رہے، اس لئے والدہ کواپنے ساتھ مکان میں رکھنا چاہیے تا کہ ناجائز تعلق کی نوبت نہ آئے ، اگر ضرورت ہوتو والدہ کا کسی جگہ باقاعدہ نکاح کردیا جائے، پھر امید ہے کہ کسی سے ناجائز تعلق بھی نہ رہے گا، اورنفقہ میں بھی سہولت ہوگی، اوراحترام بہرحال ضروری ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، صحیح :عبداللطیف،۲۵/ ذیقعدہ/۵۶ھ۔

---

(۱) "تجب علی موسر یسار الفطرة النفقةُ لأصوله الفقراء". (الدرالمختار). "فالمعتبر في إيجاب نفقة الوالدين مجرد الفقر". (ردالمحتار: ۳/۶۲۳، سعید)

"والأم إذا كانت فقيرةً، فإنه يلزم الابن نفقتها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۶۵، الباب السابع في النفقات، الفصل الخامس في نفقه ذوی الأرحام، رشیدیه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۴/۲۴۷، كتاب النفقات، الفصل الثالث في نفقة ذوی الأرحام، نوع آخر من نفقات الوالدين، إدارة القران والعلوم الإسلاميه كراچی)

طلاق اور بچوں کا نفقہ

سوال[۲۵۸۹] : ایک شخص اپنی منکوحہ کو تقریباً چار سال کے عرصہ سے علیحدہ کر چکا ہے اور یہ الفاظ ادا کر چکا ہے: اگر تم کو آباد کروں تو اپنی ماں بہن کو کروں، اور ان کو نکال دیا ہے اور وہ اپنے ماں باپ کے یہاں چلی آئی ہے۔ اور اسی عرصہ میں جب کہ دو بچے بھی انتقال کر چکے ہیں اور وہ شہر میں رہتے ہوئے اور حادثہ سے باخبر ہوتے ہوئے بھی شمولیت نہیں کی، نہ کسی طرح کا نان ونفقہ دیا، اور نہ کبھی کسی کے ذریعہ یا خود بلایا ہے۔ ایسی صورت میں کیا وہ عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ مکرر یہ کہ اس شخص نے منکوحہ کو نکالتے وقت یہ بھی کہہ دیا تھا کہ تم کو میری طرف سے طلاق ہے۔

سید امام قادری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے کر قطعِ تعلق کر چکا ہے تو بعد عدت اس عورت کو دوسری جگہ نکاح جائز ہے(۱)، اس کی عدت تین حیض ہے(۲)، یعنی طلاق کے بعد تین حیض گذرنے پر نکاحِ ثانی شرعاً درست ہے۔ اور بچوں کا نان ونفقہ اس شخص کے ذمہ واجب ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۶۰/۲/۲۶ھ۔

صحیح عبد اللطیف، صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) "أما الطلاق الرجعي ...... فإن طلقها ولم يراجعها، بل تركها حتى انقضت عدتها، بانت". (بدائع الصنائع: ۳۸۷/۴، فصل في حكم الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

"وتنقطع الرجعة إن حكم بخروجها من الحيضة الثالثة، إن كانت حرةً". (الفتاوى العالمكيرية: ۴۷۱/۱، الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق، وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء". (الفتاوى العالمكيرية: ۵۲۶/۱، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۵۳/۴، الفصل الثامن والعشرون في العدة، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴۶۴/۱، كتاب الطلاق، باب العدة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "وتجب النفقة بأنواعها على الحر لطفله، يعم الأنثى والجمع الفقير، الخ". (الدر المختار: ۶۱۲/۳، =

نابالغ اولاد کا نان ونفقہ

سوال[۲۵۹۰]: ہمارے والدین اپنے باپ دادا کے جدی مکانات میں رہتے تھے، کیا بیٹوں کو بھی نابالغی کے دوران اپنے باپ کے مکانات میں رہنے کا شرعاً حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ اولاد کا کھانا، کپڑا، رہن سہن والد کے ذمہ ہوتا ہے، جبکہ خود اس نابالغ کے پاس مال نہ ہو، جیسا کہ کتبِ فقہ میں مذکور ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۱۳۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۱۳۹۴ھ۔

بدچلن بیوی کو طلاق مل گئی مہر اور خرچہ کی وہ مستحق ہے یا نہیں؟

سوال[۲۵۹۱]: بیوی اگر بدچلن ہوجائے اور شوہر کے گھر سے بھاگ جائے تو اس صورت میں شوہر اگر طلاق دیدے تو کیا مہر اور عدت کا خرچہ شوہر کو دینا ضروری ہوگا یا صرف مہر ہی دینا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر بھی پورا دینا ہوگا (۲) اور عدت کا خرچہ بھی دینا ہوگا، بیوی کی اس نالائق حرکت کہ وجہ سے عدت

= باب النفقة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۶۰، الفصل الرابع في نفقة الأولاد، رشيديه)

(وكذا في التاتار خانية: ۴/۲۳۴، الفصل الثالث في نفقة ذوي الأرحام، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "(قوله: ولطفله الفقير): أى تجب النفقة والسكنى، والكسوة لولده الصغير الفقير". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۴۰، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۵۱۸، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب النفقة: ۳/۶۱۲، سعيد)

(۲) "والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحدالزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لايسقط منه شئ بعد ذلك إلا بابراء من صاحب الحق". (الفتاوىٰ العالمكيرية، =

کا خرچہ ساقط نہ ہوگا(۱)، البتہ اگر شوہر کے مکان پر عدت نہ گذارے تو عدت کا خرچہ ساقط ہوجائے گا(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۸۵ھ۔

اولاد کو کیا نقد نفقہ دینا لازم ہے؟

سوال[۲۵۹۲]: نفقہ جو باپ کے ذمہ ہے وہ اگر نقد کی صورت میں ادا نہ کرے بلکہ بچوں کے کپڑے وخوراک وعلاج کا بندوبست خود کردیا کرے تو نفقہ کا حق ادا ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ادا ہوجائے گا، نقد دینا لازم نہیں، ضروریات کا پورا کرنا مقصود ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ ذی قعدہ/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶/ ذی قعدہ/ ۶۷ھ۔

= الباب السابع في المهر، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر: ۱/۳۰۳، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، من شروطه المهر، بيان مايتأكد به المهر: ۲/۵۸۴، رشيديه)

(۱) "لو نشزت المبانة في العدة أو قبّلت ابن الزوج، لاتسقط نفقتها". (النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۵۱۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع، الفصل الثالث في نفقة المعتدة: ۱/۵۵۸، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، فصل في نفقة العدة: ۱/۴۲۱، رشيديه)

(۲) "والمعتدة إذا كانت لاتلزم بيت العدة، بل تسكن زماناً، وتبرز زماناً، لاتستحق النفقة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الثالث في نفقة العدة: ۱/۵۵۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۳۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية. التاسع عشر في النفقات: ۴/۱۴۶، رشيديه)

(۳) "(النفقة) هي لغةً: ماينفقه الإنسان على عياله، وشرعاً: هي الطعام والكسوة والسكنى، كذا =

والدین اور اولاد میں کس کا نفقہ مقدم ہے؟

سوال[۶۵۹۳]: اگر کسی شخص کی آمدنی بال بچوں اور والدین ہر دو کے لیے کفالت نہ کرے تو شرعاً کیا حکم ہے، کون مقدم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تنگی ترشی سے سب کے نفقاتِ واجبہ ادا کرے، اللہ پاک برکت دے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/ ۱۳۸۷ھ۔

پاگل کی بیوی کا نکاح منسوخ کرادیا تو نفقہ

سوال[۶۵۹۴]: زید نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح ۱۹۵۹ء میں بکر کے ساتھ کیا تھا اور زید کی ہمشیرہ سے یکے بعد دیگرے دولڑکیاں پیدا ہوئیں، بکر اپنا دماغی توازن کھوبیٹھا اور سرینگر کے دماغی امراض کے ہسپتال میں محبوس ہے، چند سال کے بعد سری نگر کی ایک عدالت نے بکر اور اس کی بیوی کا نکاح منسوخ قرار دیا، اور بکر کی

= فسرها محمد بالثلاثة". (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۷۲/۳، باب النفقة، مطلب: اللفظ جامدو مشتق، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۹۳/۴، باب النفقة، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۳۷۸/۴، باب النفقة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) "إن كان الأب فقيراً ولم يكن كسوباً، والابن فقيراً كسوباً، فقال الأب للقاضي: إن ابني يكتسب مايقدر أن ينفق عليّ، فالقاضي ينظر في كسب الابن: فإن كان فيه فضلٌ عن قوته يُجبر الابن على نفقة الأب منه، وإن لم يكن فيه فضلٌ عن قوته، فلاشئ عليه بالحكم، ولكن يؤمر من حيث الديانة. هذا إذاكان الابن وحده، وإن كان له زوجة وأولاد صغار، يُجبر الابن على أن يدخل الأب في قوته، ويجعله كأحدمن عياله، ولايجبره على أن يعطى شيئاً على حدة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۶۵/۱، الباب السابع في النفقات، باب النفقة، الفصل الخامس في نفقة ذوي الأرحام، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۶۲۱/۳، ۶۲۳، باب النفقة، مطلب في نفقة الأصول، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۴۷/۱، باب النفقة، فصل في نفقة الوالدين، رشيديه)

دونوں لڑکیاں جن میں بڑی لڑکی جو تقریباً گیارہ سال کی ہے مخبوط الحواس ہے، اپنے ماموں کے پاس رہ رہی ہے اس کے تمام اخراجات زید (ماموں) ہی برداشت کرتا ہے اور بکر کے پاس بہت جائیداد ہے، اس کا بہنوئی اس کی جائیداد فروخت کرنا چاہتا ہے، اس کا شرعی حل بیان کریں۔

۱..... مورث اعلیٰ فوت ہو چکا ہے اور اس کا ایک لڑکا بکر مذکور پاگل ہے اور لڑکی جو دونوں حیات ہیں، مگر بکر پاگل ہے، اس کی نابالغ لڑکیوں میں سے ایک پاگل ہے، بکر کی بیوی اپنا نکاح منسوخ کرا چکی ہے۔ سوال یہ ہے کہ بکر کی جائیداد میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور نابالغ لڑکیوں کا ذمہ دار کون ہے؟
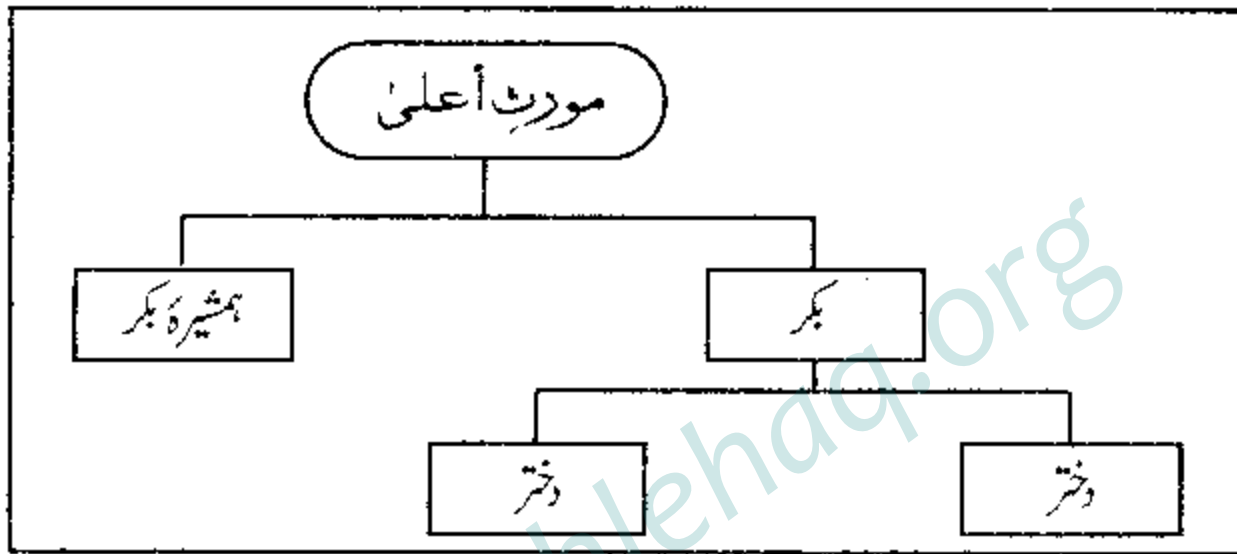
۲..... جو خطۂ زمین بکر کے بہنوئی نے فروخت کیا ہے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو نکاح منسوخ کردیا گیا ہے اس کے متعلق تو پوری تفصیل معلوم ہونے سے پہلے کچھ نہیں لکھا جاسکتا ہے، نابالغ لڑکیوں کا نفقہ خرچہ باپ کے ذمہ ہے(۱)، اگر وہ پاگل ہے تو خاندان کے سربرآوردہ لوگ باپ کے مال سے مناسب طور پر نفقہ کا انتظام کریں۔ قطعۂ زمین کے فروخت کرنے کا بہنوئی کو اختیار حاصل نہیں تھا، یہ بیع غلط ہوئی ہے اور اس کی واپسی ضروری ہے(۲)، اس سلسلہ میں اگر ضرورت ہو تو حکومت سے بھی مدد لی

(۱) "نفقة الأولاد الصغار على الأب لايشاركه فيها أحدٌ". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۶۰، الباب السابع في النفقات، الفصل الرابع في نفقة الأولاد، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية: ۱/۴۴۵، كتاب النكاح، فصل في نفقة الأولاد، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۶۱۲، باب النفقة، سعيد)

(۲) "لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه، أو وكالة منه، أو ولاية عليه، وإن فعل كان=

جاسکتی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۳۰/۳/۹۱ھ۔

منکوحۂ غیر کو طلاق دلوا کر اس کی کفالت کرنا

سوال[۶۵۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک منکوحہ عورت کو اس کے گاؤں سے جا کر لے آیا اور اس نے کسی کے گھر جدا کر بٹھادیا اور اس کو کپڑے بنوادئے، اور کھانے پینے کو روپے بھی دیئے۔ چونکہ اس عورت کی اور اس کے خاندان کی ایک عرصہ سے ناچاقی تھی اور وہ اپنے خاوند کے یہاں رہنے کو تیار نہ تھی اس لئے زید نے اس کے خاوند کو مبلغ ایک سو روپے دیکر طلاق لے لی، طلاق لینے کے بعد اس عورت کو ایک ملا کے گھر بٹھادیا، ملا نے کہا: میں نہیں بٹھاتا، تُو اپنے گھر بٹھادے۔

اس معاملہ کا لوگوں میں چرچہ ہوا تو جمعہ کے دن ایک مولوی صاحب سے مسئلہ دریافت کیا گیا، مولوی صاحب نے کہا کہ اس غیر عورت کو غیر محرم آدمی کے ساتھ آنا غیر محرم کے یہاں عدت گذارنا اور پھر ایک غیر آدمی کا روپیہ دیکر طلاق دلوانا یہ سب ناجائز ہے، اس زید کو سمجھانا چاہئے، اگر وہ سمجھانے سے باز نہ آوے تو پھر شرعی سلوک کرنا چاہئے۔

اس کے بعد زید پھر مولوی صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ اب تک جو کچھ مجھ سے غلطی ہوئی ہے اس کے متعلق مجھے معافی مل جائے، اب جس طرح شریعت کا حکم ہے میں عمل کروں گا، مولوی صاحب نے کہا کہ یہ عورت کسی اپنے رشتہ دار کے یہاں رہ کر عدت گذاردے، تم اس کو کوئی خرچ وغیرہ مت دو اور اس سے ملو بھی مت، اس نے کہا کہ میرا لڑکا اس کو اس کے یہاں چھوڑ آتا ہے، مولوی صاحب نے کہا کہ کوئی اَور آدمی جا کر چھوڑ آوے۔ اس کے بعد زید نے اپنے لڑکے کو اس کے ہمراہ کردیا کہ تو اس کو اس کے بھائی کے یہاں چھوڑ آ، اور خرچ کرایہ اپنے پاس سے دے دیا۔

اب بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ زید کے اس طرح کرنے سے زید کا حقہ پانی بند کرنا چاہئے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس طرح کرنے سے زید کا حقہ پانی بند کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر زید اس کو گھر بیٹھ

= ضامناً". (شرح المجلة: ۱/۶۱، (رقم المادة: ۹۲)، حنفيه، كوئٹه)

(وكذا في ردالمحتار: ۵۰۳/۴، مطلب في بيع المكروه والموقوف، سعيد)

کر خرچ وغیرہ روانہ کرتا رہے تو زید شریعت کا چور ہے یا نہیں۔ فقط والسلام۔

سلیمان از ابوہر۔

الجواب حامداًومصلیاً:

غیر محرم عورت کو بلا پردہ دیکھنا اور اس کے ساتھ خلوت کرنا منع ہے، اگر عورت اور اس کے شوہر کے درمیان مصالحت کی توقع نہ تھی اور تعلقات زیادہ خراب ہو چکے تھے تب زید نے طلاق دلوائی ہے تو اس میں مضائقہ نہیں، تاہم اس کے گھر سے لانا اور کسی غیر کے گھر بٹھانا اس کو جائز نہ تھا(۱)، لہٰذا زید کو تنبیہ کی جائے اگر وہ اس عورت سے کسی قسم کا غیر شرعی تعلق نہ رکھے اور گذشتہ سے صدق دل سے توبہ کرے تو اس کا حقہ پانی بند کرنے کی ضرورت نہیں، اور نہ اس کا حقہ پانی بند کر دیا جائے (۲)۔

اگر وہ عورت غریب ہے اور محتاج ہے، اس لئے زید اس کے ساتھ سلوک کرتا ہے اور کوئی بری نیت نہیں

---

(۱) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ألا! لایبیتنّ رجل عند امرأة ثیب إلا أن یکون ناکحاً، أو ذا محرم". رواہ مسلم". (مشکوۃ المصابیح، باب النظر إلی المخطوبة وبیان العورات، الفصل الأول، ص: ۲۶۸، قدیمی)

"الخلوة بالأجنبیة حرام". (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر واللمس: ۳۶۸/۶، سعید)

(وکذا فی الأشباہ والنظائر، کتاب الحظر والإباحة: ۲۳۹/۳، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "عن أبی أیوب الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لا یحل للرجل أن یهجر أخاہ فوق ثلاث لیال". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ماینهی عنہ من التهاجر الخ، الفصل الأول: ۴۲۷/۲، الحسن اردو بازار لاهور)

"قال الخطابی: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیہ ثلاث لیال لقلته، ولا یجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق اللہ تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک". (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، کتاب الآدب، باب ماینهی عنہ من التهاجر والتقاطع الخ، الفصل الأول: ۷۵۸/۸، رشیدیه)

(وکذا فی فیض القدیر، (رقم الحدیث: ۹۹۲۸): ۲۵۰۰/۱۲، مکتبة نزار مصطفی الباز الریاض)

ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، اگر زید کا مقصود اس سے نکاح کرنا ہے تو وہ عدت کے بعد نکاح کرسکتا ہے پہلے نہیں کرسکتا (۱)۔ اگر اس سے ناجائز تعلق ہے تو پھر اس کو خرچ دینا اور اس سے ملنا سب گناہ اور ناجائز ہے (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۳۰/ربیع الثانی/۵۴ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة، کذا فی السراج الوهاج". (الفتاوی العالمکیریة، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(وکذا فی البدائع: فصل فی شرط الزوجة: ۳/۴۵۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) ناجائز تعلقات کی وجہ سے مذکورہ عورت کو خرچہ دینا اور اس کے ساتھ بیٹھنا دواعی زنا میں سے ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے:

﴿ولا تقربوا الزنی﴾ بمباشرة مبادیه القریبة أو البعیدة فضلاً عن مباشرته، والنهی عن قربانه علی خلاف ما سبق .... ولأن قربانه، داع إلی مباشرته، الخ". (روح المعانی: ۱۵/۶۷، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

باب الحلالة

(حلالہ کا بیان)

تین طلاق کے بعد حلالہ

سوال[۱۵۹۲]: زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو (جو زید سے حاملہ ہے) ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں، ماں بہن بھی کہا۔ زید حنفی المذہب بریلوی تھا، ہندہ کو ہاتھ سے جاتا دیکھ کر ہاتھ پاؤں مارنے لگا، اب غیر مقلدین سے فتوی لایا ہے کہ "ایک مجلس میں تین طلاقیں نہیں پڑتیں"۔ اس نے ہندہ کو گھر میں ڈال لیا ہے اور کہتا ہے کہ حدیث دکھلاؤ، آپ فقہی اور حدیثی دلائل بیان فرمائیں کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ زید بریلوی مسلک رکھتا ہے تو یہاں کے فتوی کیوں مانے گا، نیز جبکہ وہ حنفی المذہب ہے تو کسی غیر مقلدین سے فتویٰ لاکر اس پر عمل کیوں کیا؟ خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس فتوی کا حنفیہ کے خلاف ہونا بھی معلوم ہے، پس بصورت موجودہ یہاں کا فتوی اس کیلئے حاصل کرنا فعلِ عبث ہے، تاہم سائل کے اضافہ معلومات کی غرض سے جواب تحریر ہے۔

مدخول بہا کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے کی دوصورتیں ہیں: اول یہ کہ ایک ہی لفظ سے تین طلاقیں دے، مثلاً: یوں کہے: "طلقتك ثلاثاً" (میں نے تجھ کو تین طلاقیں دیں)۔ اس صورت میں بالاتفاق تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی (۱) اور اس صورت میں غیر مدخول بہا کا بھی یہی حکم ہے (۲)۔

---

(۱) "ولوقال: أنت طالق ثلاثاً من هذا العمل، طلقت ثلاثاً". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۵۵، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۳۶۳، فصل فیما یرجع إلی صریح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها، وقعن علیها". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۳، رشیدیه) =

دوسری صورت یہ ہے کہ تین لفظ سے تین طلاق دے، مثلاً: یوں کہے:"أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق" (تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے)۔اس صورت میں بھی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں،لیکن اگر شوہر کہے کہ میں نے پہلا لفظ بنیتِ طلاق کہا ہے، دوسرا تیسرا لفظ بنیتِ طلاق نہیں کہا بلکہ بنیتِ تاکید کہا ہے تو دیانۃً شوہر کا قول معتبر ہوگا اور قضاءً پھر بھی تین طلاق واقع ہوجائے گی (اور غیر مدخول بہا پر اس صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی)۔

"وإذاقال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلّقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلاثاً، وإن كانت غيرمدخولة طلقت واحدةً. رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيتُ بالأولىٰ الطلاق وبالثانية والثالثه التأكيد، صُدّق ديانةً، وفي القضاء طلقت ثلاثاً، وكذافي فتاوي قاضي خان، ١ه". الهندية: ١/٢٥٥ مختصراً(١)۔ "كررلفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد دُيّن: أي ووقع الكل قضاءً. وكذا إذا طلق (أشباه) بأن لم ينو استينافاً ولا تأكيداً؛ لأن الأصل عدم التأكيد، ١ه". درمختاروشامی: ٢/٧١٠(٢)۔

مقلد کے لئے اس قدر کافی ہے۔

حدیث کی ایک روایت نقل کرتا ہوں،مزید تحقیق کا شوق ہوتو طحاوی،زیلعی کا مطالعہ کیجئے:

"عن مالك ابن حارث قال: جاء رجل إلى ابن عباس رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما فقال: إن عمي طلق امرأته ثلاثاً، فقال: إن عمك عصى اللّٰه وأثم اللّٰه، وأطاع االشيطان، فلم يجعل له مخرجاً، فقلت: كيف ترى لي رجل يحلها؟ فقال: من يخادع اللّٰه يخادعه".

= (وكذافي بدائع الصنائع: ٢٩٨/٤، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذافي تبيين الحقائق: ٧١/٣، فصل في الطلاق قبل الدخول، دارالكتب العلمية بيروت)

(١) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ٣٥٥/١، ٣٥٦، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(٢) (الدرالمختارمع رد المحتار: ٢٩٣/٣، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ٣٥٥/١، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

شرح معانی الآثار: ۲/۳۳(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۷/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

عورت کو حلالہ کا حکم کیوں ہے؟

سوال[۷۵۹۷]: میرے شوہر نے مجھ کو تین طلاقیں دیں، اب میں اور شوہر دونوں نکاح کرنے پر راضی ہیں، لیکن شرع یہ حکم دیتی ہے کہ بغیر حلالہ کے نکاح پہلے شوہر سے درست نہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ غلطی تو ہمارے شوہر نے کی جو ہم کو طلاق دی، پھر عورت کے واسطے شرع نے یہ حکم کیوں دیا، ہم دوسرے شخص کا مونہہ دیکھیں یا کسی دوسرے سے نکاح کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر نے غلطی کی کہ تین طلاق دی، اب وہی دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے، اسی لئے یہ حکم ہے کہ جب تک وہ مطلقہ بیوی دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرکے ہمبستر نہ ہوجائے، پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا(۲)، شوہر کے تین طلاق دینے کے بعد بیوی کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے لئے درست ہے کہ وہ کبھی بھی پہلے شوہر سے نکاح کے لئے آمادہ نہ ہو، لیکن اگر اس کا دل خود چاہتا ہے کہ اسی شوہر کے ساتھ رہے جس نے تین طلاق دی ہے تو وہ خود ہی دوسرے شخص کا منہ دیکھنے کے لئے آمادہ ہوگئی، شریعت نے اس کو مجبور نہیں کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (شرح معانی الآثار: ۲/۳۷، کتاب الطلاق، باب الطلاق الثلث، سعید)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أويموت عنها، كذا في الهداية". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۱/۴۷۳، رشيديه)

(وكذا في الهداية، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۲/۳۹۹، شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۴۹، دارالكتب العلميه بيروت)

بغیر شرط کے حلالہ

سوال[۶۵۹۸]: کسی شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی، بعدہ فی زمانہ مروجہ طریقہ پر حلالہ کر کے طلاق دیدی گئی، بعد عدت زوجِ اول نے نکاح کرلیا۔ ایسا نکاح درست ہے یا کہ نہیں؟ نیز حلالہ کرنے والا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تین طلاق کے بعد حرمتِ مغلظہ ہوکر جب جدائی ہوگئی اور عدت گذر گئی، پھر کسی نے اپنے دل میں یہ سمجھ کر کہ اس غریب کا گھر ویران ہوگیا، کیا اچھا ہو کہ اس کا گھر آباد ہوجائے اور پریشانی دور ہوجائے اس عورت سے نکاح کرلیا، پھر ہمبستری کرنے کے بعد اس کو طلاق دیدی اور عدت ختم ہونے پر شوہر اول نے دوبارہ نکاح کرلیا تو یہ صورت شرعاً درست ہوگئی، اس میں کسی پر اعتراض نہیں ہے، اس کے بعد جو اولاد ہوگی، وہ بھی ثابت النسب ہوگی، اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے، اعتراض کی بات تو یہ ہے کہ نکاحِ ثانی میں حلالہ کی شرط لگائی جائے کہ یہ گناہ ہے اس کے باوجود بھی حلالہ درست ہوکر اولاد صحیح ہوگی:

"وينكح مبانته بمادون الثلاث في العدة وبعد ها، لاينكح مطلقةً بها: أي بالثلاث .... حتى يطأها غيره بنكاح وتمضي عدته، وكره التزوج للثاني تحريماً بشرط التحليل وإن حلت للأول، أما إذا أضمر ذلك، لايكره، وكان الرجل ماجوراً لقصد الإصلاح، اهـ".

درمختار، بحذف کثیر: ۱/۵۳۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۰ھ۔

حلالہ میں طلاق کی شرط

سوال[۶۵۹۹]: ہمارے علاقہ میں ایک رواج سا ہوگیا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو طلاقِ مغلظہ دیتا ہے، پھر عدت گذارنے کے بعد اس عورت کا نکاح کسی ایسے شخص سے کردیتے ہیں جس سے یہ طے کرلیتے ہیں کہ آج تم نکاح کرو، کل صبح سویرے طلاق دے دینا۔ اور کچھ رقم دے کر اسے اس پر بھی راضی کرلیتے ہیں کہ نکاح تو کرلو، مگر صحبت نہ کر۔ رقم کے لالچ جس میں وہ نکاح تو کرلیتا ہے اور صحبت سے کلی طور پر پرہیز کرتا ہے اور صبح اس

---

(۱) (الدرالمختار: ۳/۴۰۹، ۴۱۵، باب العدة، سعيد)

(وكذافي فتح القدير: ۴/۱۷۷، ۱۸۳، فصل فيماتحل به المطلقة، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذافي البحرالرائق: ۴/۹۴، ۹۷، فصل فيماتحل به المطلقة، رشيديه)

کو طلاق دے دیتا ہے، پھر اس عورت کے میکے والے اس کا نکاح پہلے شوہر سے کر دیتے ہیں۔ کیا حلالہ کی یہ صورت درست ہے، کیا یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگئی، نیز ایسا کرنے کرانے والوں کا کیا حکم ہے؟ اس علاقہ میں اس قسم کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔

محمد رشید، کدورا باونی اسٹیٹ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین طلاق کے بعد دوسرے شخص سے اس شرط پر نکاح کرنا کہ وہ ایک رات کے بعد طلاق دے دے اور اس کے لئے کچھ روپے دینے کا وعدہ کر لینا مکروہ تحریمی ہے (حرام کے قریب ہے) اور حدیث پاک میں اس فعل پر لعنت بھی ہے (۱) اور جب کہ دوسرا شخص طلاق دے دے تو وہ عورت تین طلاق دینے والے پہلے شوہر کے لئے حلال بھی نہیں ہوتی، بلکہ بدستور حرام رہتی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

خلوتِ صحیحہ کی تعریف اور حلالہ کی شرط

سوال [۶۲۰۰]: خلوتِ صحیحہ کی تعریف کیا ہے؟ جس عورت کو دوسرے خاوند نے تنہائی گھر میں ایک دو روز رہنے سہنے کے بعد طلاقِ مغلظ دیدی تو بعد عدت کے خاوند اول کے ساتھ پھر نکاح کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ تنہائی گھر اختیار کرنے سے خلوتِ صحیحہ ثابت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خلوتِ صحیحہ کا حاصل یہ ہے کہ مرد وعورت ایسی تنہائی کی جگہ جمع ہو جائیں جہاں ہمبستری کرنے میں کوئی مانع نہ ہو، نیز شرعی وطبعی بھی کوئی مانع نہ ہو (۳)۔ اگر پہلا خاوند طلاق مغلظہ (تین طلاق دے دے)

---

(۱) "وعن الحارث عن علي قالا: إن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لعن المحلل والمحلل له".
(جامع الترمذي، أبواب النكاح، باب ماجاء في المحلل والمحلل له: ۱/۲۱۳، سعيد)

(۲) "عن عائشة قالت: سئل رسول الله ﷺ عن رجل طلق امرأته فتزوّجت زوجاً غيره فدخل بها، ثم يطلقها قبل أن يواقعها أتحل لزوجها الأول؟ قالت: قال النبي ﷺ: "لاتحل للأول حتى تذوق عُسيلة الآخر ويزوق عُسيلتها". (سنن أبي داؤد، باب المبتوتة لايرجع إليها زوجها حتى تنكح غيره: ۱/۳۲۳، إمداديه)

(۳) "والخلوة بلامانع حسي كمرض أحدهما يمنع الوطء، وطبعي كوجود ثالث عاقل، وشرعي كإحرام لفرض أونفل". (الدرالمختار: ۳/۱۱۴، باب المهر، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۰۴، الفصل الثاني فيما يتأكدبه المهر والمتعة، رشيديه) ....=

پھر بعدعدت کے دوسرے شخص سے اس عورت کا نکاح ہوا اور وہ ہمبستری کر کے طلاق دے دے تو اس کی عدت ختم ہونے پر پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح درست ہوگا (۱) لیکن اگر دوسرے خاوند نے بھی ہمبستری نہیں کی، یعنی جماع نہیں کیا بلکہ محض خلوتِ صحیحہ کر کے طلاق دیدی ہے تو اس سے وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہوگی، اس سے بدستور نکاح حرام ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۲۱/ ۸۹ھ۔

حلالہ میں صحبت شرط ہے

سوال [۶۶۰۱]: حلالہ کا نکاح ہوا، پھر جبراً طلاق لے لی گئی کہ اب تک شوہرِ ثانی سے جماع کی نوبت نہ آئی تھی تو ایسی صورت میں حلالہ درست ہوا یا نہیں؟ عورت اپنے پہلے شوہر کے نکاح میں جا سکتی یا نہیں؟

رحیم بخش آزاد، موسیٰ نگری۔

= (وكذافي فتاوى قاضي خان: ۱/۳۹۶، الفصل في الخلوة وتأكد المهر، رشيديه)

(۱) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أوثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أويموت عنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، رشيديه)

(وكذافي تبيين الحقائق: ۳/۱۲۲، فصل في ما تحل به المطلقة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۶۰۳، الفصل الثالث والعشرون في مسائل المحلل، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "وشرط أن يطأها الزوج الثاني؛ لأنه ثبت إشارة الكتاب وبالسنة المشهور والإجماع، أما الكتاب فإن النكاح المذكورفيه يحمل على الوطأ حملاً للكلام على الإفادة دون الإعادة .... وأماالسنة فماروى عن عائشة رضي الله عنها أن رفاعة بن سموال القرظي رضي الله تعالىٰ عنه طلق امرأته تميمة بنت وهب، فبتّ طلاقها، فتزوجت بعده بعبد الرحمٰن بن الزبيررضي الله تعالىٰ عنه، فجاء ت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: إنها كانت تحت رفاعة، فطلقها ثلاث تطليقات، فتزوجت بعده بعبد الرحمٰن بن الزبيروإنه –والله– ليس معه إلا مثل هذه الهدبة .... "لاحتى يذوق عسيلتك وتذوقي عسيلته". أما الإجماع: فإن الأمة أجمعت على أن الدخول بهاشرط الحل للأول". (تبيين الحقائق: ۳/۱۲۶، ۱۲۴، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق: ۴/۹۴، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے پہلے شوہر کے لئے وہ حلال نہیں ہوئی بلکہ حرام ہی رہی، پہلے شوہر سے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نکاح بشرطِ تحلیل واجرت وتوقیت ومتعہ

سوال[۶۶۰۲]: ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ:

۱...... زید مطلقہ ثلاثہ سے نکاح کرنے کے لئے حیلہ کرکے زوجہ مطلقہ کا نکاح عمرو سے روپیہ دے کر کراتا ہے، مگر اس میں دو شرط ہیں: دو روز ختم ہونے پر طلاق دینا اور وطی نہ کرنا، چنانچہ عمر نے شرطینِ مذکورین کو پوری کی۔ اب دریافت یہ ہے کہ زید کا نکاح دوبارہ اسی عورت سے شرعاً جائز یا نہیں؟

۲...... زید مطلقہ ثلاثہ سے پھر نکاح کی غرض سے اس کا نکاح عمرو سے کراتا ہے مطلقاً، یعنی بلا تعیینِ مدت وبغیر شرطِ وطی کے، لیکن اجرت برابر مقرر ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً اس مطلقہ ثلاثہ سے زید کا دوبارہ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

۳...... نکاحِ متعہ جائز ہے یا نہیں؟

۴...... زید اجرت دے کر عمرو سے ہندہ کا نکاح متاعاً کرتا ہے، اب ہندہ مذکورہ سے شرعاً زید کا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اور محلل ومحلل لہ کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ معاملہ مذکورہ اگر شرعاً ناجائز ہے تو جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں اور حکم جواز لگاتے ہیں، ان کا شرعاً کیا حکم ہے اور خورد ونوش ان کے ساتھ درست ہے نہیں؟

مسائل مذکورہ متصدرہ کا جواب مدلل مع حوالہ کتب وصفحہ تحریر فرماکر ممنون ومشکور فرمائیں۔

المستفتی: عزیز الرحمٰن اکیابی۔

---

(۱) "لاینکح مطلقة بها: أي بالثلاث لوحرةً، وثنتين لوأمةً، حتى يطأها غيره وتمضي عدته".

(الدر المختار: ۳/۴۰۹، ۴۱۲، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۶۲، ۱۶۴، فصل في ما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۴/۹۴، باب الرجعة، فصل في ماتحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، الباب السادس، فصل في ماتحل به المطلقة، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... مطلقہ ثلاث کا زوجِ اول کے لئے حلال ہونا مشروط ہے دوشرطوں کیساتھ: اول یہ ہے کہ زوجِ ثانی سے وہ عورت نکاحِ ثانی کرے۔ دوسرے یہ کہ وہ زوج اس عورت سے جماع کرے، پھر اگر ان دونوں کے درمیان شرعی جدائی طلاق، خلع، موت زوج وغیرہ کی وجہ سے ہوکر عورت کی عدت گذر جائے، تب وہ زوجِ اول کے لئے حلال ہوگی، اس سے پہلے ہرگز حلال نہیں، لہٰذا صورت مسئولہ میں زید کا نکاح عورت مطلقہ مذکورہ سے ناجائز ہے کیوں کہ زوجِ ثانی سے جماع نہیں ہوا۔

"ولاتحل الحرة بعد الطلقات الثلاث لمطلقها، لقوله تعالى: ﴿فإن طلقها، فلاتحل له من بعد﴾ الآية. إلابعدوطئ زوج اخر .... بنكاح صحيح، فيخرج الفاسد، ونكاح غير الكفو إذا كان لهاولي على ماعليه الفتوى، والنكاح الموقوف، ومضى عدته: أي عدة النكاح الصحيح بعد زواله بالطلاق في الزوج الثاني......... وشرط وطئ الزوج بالكتاب وهوقوله تعالى: ﴿حتى تنكح زوجاً غيره﴾، والمراد منه الوطئ حملاً للكلام على الإفادة دون الإعادة، فإن العقد قداستفيد بإطلاق اسم الزوج في النظم، لكن فيه مناقشة ووجه اخرفي شروح الهداية فيطلب.

أوبالأحاديث المشهورة؛ لأنها تجوز بها الزيادة على النص إن كان المراد العقد، وإن كان الوطئ فلاإشكال، ولم يخالف في ذلك إلا سعيد بن المسيب. وفي المبسوط: هذا قول غيرمعتبر، ولوقضى به قاض، لاينفذ قضائه. وفي المنية: أن سعيداً رجع عنه إلى قول الجمهور، فمن عمل به اسوّد وجهه ويبعد ومن أفتى به يعزّر. وفي الخلاصة: فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين". مجمع الأنهر: ۴۸۳/۱(۱)۔

---

(۱) (مجمع الأنهرفي شرح ملتقى الأبحر: ۸۸/۱، ۸۹، باب الرجعة، المكتبة الغفارية)

"وفي شرح الطحاوي: مطلقة الثلاث لايحل لزوجها الأول لابنكاح، ولابملك يمين حتى يتزوج بآخر، ويدخل بهاالثاني......... وانقضت عدتها......... ولوتزوجهاالثاني نكاحاً فاسداً، أو دخل بها، أولم يدخل، فإنهالاتحل لزوجها الأول .... لوقضى القاضي بالحل على الزوج الأول، أخذ بقول سعيد بن المسيب، لاينفذقضاءه......... ومن أفتى بهذاالقول ولم يشترط الدخول، فعليه لعنة الله والملئكة والناس أجمعين". (خلاصة الفتاوى: ۱۲۱/۲، الجنس الثاني في المحلل، رشيديه)

اور بشرطِ تحلیل نکاح امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک منعقد ہی نہیں ہوتا، اور زوج اول کے لئے اس نکاح سے وہ مطلقہ حلال بھی نہیں ہوتی، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بشرطِ تحلیل نکاح ہوجاتا ہے، لیکن زوجِ اول کے لئے حلال نہیں ہوتی۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بشرطِ تحلیل نکاح مکروہ تحریمی ہوتا ہے اور شرط کی پابندی زوجِ ثانی پر لازم نہیں ہوتی، تاہم بشرطِ تحلیل نکاح اور جماع کرکے اگر طلاق دے دیگا تو عدت گزارنے کے بعد زوجِ اول کے لئے حلال ہوجائے گی (۱)۔

وبسط دلائل الثلاثة زيلعي تحت قول الكنز: "وكره بشرط التحليل للأول". ٢/٢٥٦ (٢)۔ وقال في البحر نقلاً عن فتح القدير: "ولاشك أن النكاح ممالايبطل بالشروط

---

(١) "رجل تزوج امرأةً للتحليل ولم يشترط ذلك، يحل للأول، ولوشرطا، يكره ويحل عند أبي حنيفة وزفر. وقال أبويوسف: فسد النكاح، ولاتحل. وقال محمد: صح النكاح، ولايحل". (خلاصة الفتاوى: ٢/١٢١، الجنس الثاني في المحلل: نوع منه، رشيديه)

"إذاتزوجت المطلقة ثلاثاً بزوج، وكان من قصدهماالتحليل، إلا أنهمالم يشترطا ذلك بقول، حلت للزوج الأول، ولوشرط الإحلال بالقول وأنه تزوجهالذلك، فالنكاح صحيح في قول أبي حنيفة وزفر رحمهما الله تعالىٰ، وتحل للأول، ولكن يكره ذلك للأول والثاني. وقال أبويوسف رحمه الله تعالىٰ: النكاح فاسد، ولاتحل للأول. وقال محمد رحمه الله تعالىٰ: نكاح الثاني صحيح، ولاتحل للأول". (الفتاوى التاتارخانية: ٣/٢٠٢، مسائل المحلل وغيرها، إدارة القرآن كراچي)

(وكذافي الفتاوى العالمكيرية: ١/٤٧٤، ٤٧٥، فصل فيماتحل به المطلقة ومايتصل به، رشيديه)

(٢) "كره بشرط التحليل للأول .... وقال أبويوسف رحمه الله تعالىٰ: لاينعقد النكاح بشرط التحليل للأول، ولاتحل له؛ لأن هذافي معنى شرط التوقيت، فيكون في معنى المتعة فيبطل، ولهذا قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: "لا أوتي بمحلل ولا محللة إلارجمتُهما". وقال ابن عمر رضي الله عنهما: "لايزالان زانيين ولومكثاعشرين سنةً". وقال عثمان بن عفان رضي الله عنه: "ذلك السفاح". ولهذا لعنه رسول الله صلى الله عليه وسلم. وقال محمد رحمه الله: يصح النكاح، ولاتحل للأول؛ لأنه ليس بتوقيت للنكاح، ولكنه استعجل بالمحظور ماهو مؤخر شرعاً، فيعاقب بالحرمان كقتل المورث. ولأبي حنيفة قوله عليه الصلوٰة والسلام: "لعن الله المحلل والمحلل له". وهذاالحديث يقتضي صحة النكاح والحل للأول والكراهية، ولأن النكاح لايبطل بالشروط =

الفاسدة، بل يبطل الشرط ويصح هو، فيجب بطلان هذا وأن لايجبر على الطلاق، اهـ". بحر: ٤/ ٥٨(١)۔

اور تعیینِ مدت کی وجہ سے یہ نکاح موقت ہے جو کہ باطل ہے۔

۲......اجرت مقرر کرنا ناجائز ہے اور اجرت کی شرط کرنے والے پر حدیث شریف میں لعنت وارد ہوئی ہے اور اجرت واجب بھی نہیں ہوتی:

"إنما لعن (أي المحلل والمحلل له) ....؛ لأن التماس ذلك واشتراطه في العقد هتكٌ للمروّة وإعارة النفس في الوطء لغرض الغير، فإنه إنما يطؤها ليعرضها لوطء الغير، وهو قلة حمية، لهذا قال عليه الصلوة: "هوالتيس المستعار". وإنما كان مستعاراً إذاسبق التماس من المطلّق، وهومحمل الحديث. وقيل: أرادبه طالب الحل من نكاح المتعة والموقت، وسماه محللاً وإن لم يحلل؛ لأنه يعقده ويطلب الحل منه، وأماطالب الحل من طريقه لايستوجب اللعن، اهـ". تبيين الحقائق: ٢/ ٢٥٩(٢)۔

"فإن تزوجها بشرط التحليل كره: أي بكره التزوج بشرط التحليل بالقول بأن قال: تزوّجتُك على أن أُحلّلك له، أوقالت المرأة ذلك، لقوله عليه الصلوة والسلام: "لعن الله المحلل والمحلل له". أمالونويا ذلك بقلبهما، ولم يشترطا بقولهما، فلاعبرة به، وقيل: الرجل مأجورٌ بذلك، وتأويل اللعن إذا يشترط الأجر، اهـ". مجمع الأنهر: ٢/ ٤٣٩(٣)۔

= الفاسدة. فيصح وتحل للأول ضرورة حصنه، ولا معنى لماذكره محمد" (تبيين الحقائق: ۱۲۵/۳، ۱۲۶، باب الرجعة. دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) (البحرالرائق: ۹۸/۴، كتاب الطلاق، فصل فيماتحل به المطلقة، رشيديه)

(۲) (تبيين الحقائق: ۱۲۶/۳، ۱۲۷، كتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) (مجمع الأنهر: ۹۰/۲، ۹۱، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبة غفاريه)

(وكذافي البحرالرائق: ۹۷/۴، كتاب الطلاق، فصل فيماتحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذافي لدرالمختارمع رد المحتار ۴۱۴/۳، باب الرجعة، سعيد)

پس اگر نکاح بغیر شرطِ مدت ہوا ہے اور عمرو نے اس عورت سے جماع کر کے اس کو طلاق دیدی ہے تو بعد عدت زید کا نکاح اس عورت سے صحیح ہے، اور اگر مدت کی تعیین کر کے نکاح کیا، یا بغیر جماع کے طلاق دے دی تو زید سے اس کا نکاح صحیح نہیں۔

۳...... ناجائز ہے:"ونکاح المتعة باطل: اھ". هدایه: ۲ /۲۹۲(۱)۔

۴...... نکاحِ متعہ باطل ہے جیسا کہ جواب نمبر:۳ میں عبارتِ ہدایہ صراحۃً اس پر دال ہے اور ایسی صورت میں وہ عورت زید کے لئے حلال نہیں ہوئی جیسا کہ جواب نمبر:۲ میں عبارتِ تبیین سے معلوم ہوتا ہے اور محلل ومحلل لہ دونوں مستحقِ لعنت ہیں اور سخت گنہگار ہیں جیسا کہ جواب نمبر:۲ میں عبارت مجمع الأنھر سے ظاہر ہے۔ جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں، ان کو مسئلہ سمجھا دیا جائے اور ان سے توبہ کرائی جائے۔ اگر وہ باوجود مسئلہ معلوم ہونے کے اپنے عقیدۂ فاسدہ اور قولِ باطل سے باز نہ آئیں تو ان سے قطع تعلق کر دیا جائے اگر کچھ نافع ہو۔ اور زید نے ایسی عورت سے نکاح کر لیا ہے تو اس کی تفریق کرادی جائے، پھر جائز طریقہ سے نکاح کیا جائے اگر وہ نہ مانے تو اس سے بھی قطع تعلق کر دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ۶/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ جمادی الثانیہ/ ۵۶ھ۔

تین طلاق کے بعد عدت کے اندر نکاحِ ثانی سے حلالہ کا حکم

سوال[۶۶۰۳]: ۱...... زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور چند روز کے بعد زید نے ہندہ بالغہ کو تین طلاق مغلظہ دے دی، ہندہ کی طلاق کی عدت ختم ہونے سے پہلے ہی عمر نے ہندہ سے عدت ہی کے اندر نکاح کر لیا، اس کے بعد عمر نے ہندہ کو تین طلاقِ مغلظہ دیدی، ہندہ کا نکاحِ ثانیہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی پھر زید نے یعنی شوہر اول نے نکاح کر لیا ہندہ سے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح حنفی مذہب کی بناء پر درست ہوا یا نہیں؟ اور مسئلہ کا حکم کیا ہے؟ اگر حنفی مذہب کے اس قسم کا نکاح کسی نے پڑھا دیا اور کہتے ہیں کہ ضرورۃً اس قسم

---

(۱) (الهداية: ۲/ ۳۱۲، كتاب النكاح، شركة علمية ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۸۲، القسم التاسع: المحرمات بالطلقات، رشيديه)

وكذا في الدر المختار: ۳/ ۵۱، كتاب النكاح، باب المحرمات، سعيد)

کا نکاح پڑھنا حنفی مذہب میں رہ کر شافعیہ کے مذہب پر جائز ہے، اس خیالات کے علماء سے شرعاً کیا معاملہ کرنا چاہیئے؟ بینوا توجروا مع حوالہ کتب۔

۲..... نکاح کے بارے میں حنفی مذہب پر رہ کر یعنی عدت کے اندر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر ضرورۃً حنفی علماء نکاح پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ان علمائے حنفی سے دریافت کیا جائے کہ ایسا تو جائز نہیں ہے تو جواب میں فرماتے ہیں کہ اس قسم کا نکاح حنفی مذہب پر رہ کر ضرورۃً شافعیہ کے مذہب مسلک کی بناء پر عدت میں نکاح پڑھانا جائز ہے قیاساً، جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح حنفی مذہب کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مسئلہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا مع حوالہ کتب۔

المستفتی: طفیل الدین، ۶/۱/۵۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... ہندہ کا نکاح نہ عمر سے صحیح ہوا، نہ دوبارہ زید سے صحیح ہوا، اگر عمر کو مسئلہ معلوم تھا اور یہ اس نے ایسا نکاح کیا اور ہندہ سے صحبت کی تو یہ زنا ہوا، پھر عمر کی طلاق (جو کہ بوجہ عدمِ انعقادِ نکاح کالعدم ہے) کے بعد دوبارہ زید نے نکاح کیا ہے وہ مطلقہ ثلاثہ سے بغیر حلالہ کے نکاح کیا ہے، وہ بھی زنا کے حکم میں ہے۔ عمر کے نکاح اور طلاق کی وجہ سے ہندہ زید کے لئے حلال نہیں ہوگی:

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أويموت عنها، كذافي الهداية، اهـ". هندية: ۱/۴۷۳ (۱)۔ "أمانكاح منكوحة الغيرومعتدته، فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، فعلى هذ ايفرّق بين فاسده وباطله في العدة، لهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونه زنا، كمافي القنية وغيرها، اهـ". درمختار: ۲/۱۳۸ (۲)۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۷۳، الباب السادس، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(وكذافي الهداية: ۲/۳۹۹، باب الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة، شركت علميه ملتان)

(وكذافي تبيين الحقائق: ۳/۱۴۹، فصل فيماتحل به المطلقة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (رد المحتار: ۳/۵۱۶، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل، سعيد)

حنفی مذہب کی رو سے مسئلہ کا حکم معلوم ہوگیا، ایسا نکاح پڑھنا اعانت علی الزنا ہے جو کہ حرام ہے۔

۲.....حنفیہ کے نزدیک عدت میں نکاح ناجائز ہے اور حلالہ کے لئے نکاح صحیح ہونا شرط ہے:

"لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ، وکذلك المعتدة، کذافی السراج الوهاج، اهـ". فتاوی عالمگیری: ۱/۲۸۰(۱)۔

کسی دوسرے امام کے قول پر فتوی دینے کے لئے بہت بڑی اہلیت اور شرائط کی ضرورت ہے، ہر کس وناکس کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ جس مسئلہ میں جس امام کے قول پر چاہے فتوی دیدے، بلکہ حنفی کے لئے اس کی اجازت بھی نہیں کہ بغیر ترجیح کے حنفیہ میں سے جس کے قول کو چاہے اختیار کرلے۔ جس قول کو اصحابِ ترجیح نے اختیار کرلیا ہے اس کے خلاف پر فتوی دینا بالکل ناجائز ہے، تفصیل کے لئے شرح عقود رسم المفتی مطالعہ کیجئے:

اعلم بأن الواجب اتباع ما ترجیحه عن أهله قد علما
أو کان ظاهر الروایة ولم یرجحوا خلاف ذالك فاعلم
فلیس یجسر علی الأحکام سوی شقی خاسر المرام

شرح عقود رسم المفتی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

الجواب صحیح: بندہ سعید احمد، صحیح: عبد اللطیف۔

حلالہ کیلئے عدت میں نکاح

سوال[۶۶۰۴]: ۱.....زید نے اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں تین طلاق دیدی، مگر معلوم ہوا کہ زوجۂ زید اس وقت ماہواری سے تھی، بعدہ زید نے مصلحۃً دورانِ عدت میں اپنے دوست سے برائے حلالہ نکاح کرادیا، تاکہ ہندہ مجھ سے متنفرنہ ہوجائے تو یہ نکاحِ ثانی درست ہوا یا نہیں؟

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۸۰، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بهاحق الغیر، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۱۱، الفصل التاسع فی النکاح الفاسد وأحکامه، إدارة القرآن کراچی)

(وکذافی بدائع الصنائع: ۳/۴۵۱، فصل فی شرط الزوجة، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۲۵، میرمحمد کتب خانه، کراچی)

۲.....زید نے اپنے دوست خالد سے برائے حلالہ ہندہ کا نکاح کرادیا، خالد نے نکاح کے بعد مباشرت بھی کی، تو یہ نکاح وغیرہ درست ہوایانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....حالتِ حیض میں دی ہوئی طلاق بھی واقع ہوجاتی ہے اگرچہ ایسا کرنے سے شوہر گنہگار ہوتا ہے(۱)، اس طرح تین طلاق ایک دم دینا بھی گناہ ہے، مگر وہ بھی واقع ہوجاتی ہے(۲)، اس لئے صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ ہوگئی(۳)، بغیر حلالہ کے اس کو رکھنے کی کوئی صورت نہیں ہے(۴)۔ حلالہ کے لئے دوسرے

(۱) "وإذاطلق الرجل امرأته في حالة الحيض، وقع الطلاق؛ لأن النهي عنه لمعنى في غيره، وهوماذكرنا فلاينعدم مشروعية". (الهداية: ۳۵۷/۲، كتاب الطلاق، شركة علميه ملتان)

"والبدعي من حيث الوقت أن يطلق المدخول بهاوهي من ذوات الأقراء في حالة الحيض، أوفي طهرجامعها فيه، وكان الطلاق واقعاً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۴۹/۱، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذافي بدائع الصنائع: ۲۰۵/۴، ۲۰۶، فصل في طلاق البدعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "وأماالبدعي الذي يعود إلى العدد أن يطلقها ثلاثاً في طهرواحد بكلمة واحدة أوبكلماتٍ متفرقة......... فإذا فعل ذلك، وقع الطلاق، وكان عاصياً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۴۹/۱، كتاب الطلاق، الباب الأول في تفسيره وركنه وشرطه، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۲۹۳/۳، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۰۶/۴، كتاب الطلاق، فصل في ألفاظ طلاق البدعة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۳) "لوكررلفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد دُيّن". (الدرالمختار: ۲۹۳/۳، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۵/۱، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذافي الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۸۸/۳، إيقاع الطلاق وتكرارالعدد، إدارة القرآن كراچي)

(۴) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به: ۴۷۳/۱، رشيديه)

شخص سے نکاح کرنے کے واسطے پہلی عدت کا گذر جانا ضروری ہے، عدت میں نکاح حرام ہے، وہ نکاح نہیں بلکہ وہ زنا ہوتا ہے: "لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وكذلك المعتدة، كذافي السراج الوهاج، اھ". فتاوی عالمگیری(۱)۔

۲..... اگر خالد کو معلوم تھا کہ ہندہ کی عدت ختم نہیں ہوئی تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا بلکہ زنا ہوا ہے، زید، خالد، ہندہ سب ہی سخت معصیت کے مرتکب ہوئے ہیں، سب کو توبہ لازم ہے اور اس نام نہاد نکاح ومباشرت سے ہندہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوئی: "أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لایوجب العدة إن علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحدٌ بجوازه، فلم ینعقد أصلاً، فعلی هذا یفرق بین فاسده وباطله، ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة، لکونه زنا، اھ". شامی(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

حلالہ کے لئے صرف نکاح، وہ بھی عدت میں

سوال[۶۶۰۵]: میرے بھائی نے اپنی بیوی کو کسی وجہ سے تین طلاق دیدی، دو ماہ کا حمل ہے، تین بچے ہیں، اب بھائی صاحب سخت پریشان ہیں، ہمیں ڈر ہے کہ کہیں یہ خودکشی نہ کرلیں۔ ایک مولوی صاحب نے بتلایا کہ بغیر عدت کے کسی اور سے نکاح کردو اور پھر وہ طلاق دیدے، اس کی عدت کی بھی ضرورت نہیں، پھر اپنے بھائی سے نکاح کرادے۔ کیا اس طرح نکاح درست ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ کو جو مسئلہ بتایا گیا ہے کہ بغیر عدت کے نکاح کردیا جائے، یہ شرعی مسئلہ نہیں بلکہ گڑیوں کا کھیل

---

(۱) (الفتاوی العالمكيرية: ۱/۲۸۰، القسم السادس: المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر، رشیدیه)

(۲) (رد المحتار: ۳/۵۱۶، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسدة والباطل، سعید)

(وكذا في الفتاوی التاتارخانية: ۳/۱۱، الفصل التاسع في النكاح الفاسدة وأحكامه، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الهداية، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۲/۳۹۹، شركت علمیه ملتان)

(وكذا في تبیین الحقائق، فصل فیما تحل به المطلقة: ۳/۱۴۹، دار الكتب العلمیة، بیروت)

ہے، ایسا ہرگز نہ کیا جائے، اس سے نہ نکاح درست ہوگا، نہ وہ عورت آپ کے بھائی صاحب کے لئے حلال ہوگی (۱)، جب بچہ پیدا ہوگا تو اس وقت عدت ختم ہوگی (۲)، اس کے بعد کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح کیا جائے۔ نکاح میں یہ شرط نہ ہو کہ وہ شخص پھر طلاق دیدے ورنہ یہ کام موجب لعنت وغضب ہوگا (۳)، وہ شخص نکاح کے بعد ہمبستری کرے، پھر اگر وہ مرجائے یا طلاق دیدے تو اس کی عدت گذار کر آپ کے بھائی سے نکاح کی اجازت ہو سکے گی (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۳۰ھ۔

---

(۱) "لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة، کذافی السراج. سواء کانت العدة عن طلاق، أو وفاة أو دخول فی نکاح فاسد". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۸۰، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بهاحق الغیر، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار: ۳/۵۱۶، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل، سعید)

(وکذافی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۱۱، الفصل التاسع فی النکاح الفاسد وأحکامه، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "وفی حق الحامل وضعُ حملها". (الدر المختار: ۳/۵۱۱، باب العدة، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۲۵۲، باب العدة، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۳) "وکره بشرط التحلیل للأول: أی یکره التزوج بشرط أن یحلهاله یرید به بشرط التحلیل بالقول، لقول النبی صلی اللہ علیه وسلم: "لعن الله المحلل والمحلل له". (تبیین الحقائق: ۳/۱۶۵، باب الرجعة، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذافی الدرالمختارمع رد المحتار: ۳/۴۱۴، باب الرجعة، سعید)

(وکذافی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۷۴، ۴۷۵، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقه، رشیدیه)

(۴) "وإن کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة، وثنتین فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، ویدخل بها، ثم یطلقها أویموت عنها". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۷۳، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة ومایتصل به، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۴۹، فصل فیما تحل به المطلقة الخ، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۶۰۳، الفصل الثالث والعشرون بنکاح المحلل، إدارة القرآن کراچی)

حلالہ کے لئے شوہر نکاح پڑھا سکتا ہے

سوال[۶۶۰۶]: ۱..... میری دادی اور بیوی کے درمیان ہمیشہ لڑائی جھگڑا رہتا تھا، ایک دو مرتبہ مار پٹائی کی نوبت آئی، میرے لاکھ سمجھانے کے باوجود بیوی باز نہیں آئی تو میں نے یہ شرط لگادی کہ ''اگر آج کے بعد تو نے دادی صاحبہ کے ساتھ جھگڑا کیا تو تجھے تین نہیں چھ طلاق'' اور جس روز میں نے یہ شرط لگائی، اس دن جھگڑا میں مار پٹائی کی نوبت نہیں آئی، حسنِ اتفاق سے ایک سال تک جھگڑا موقوف رہا، اور ایک منحوس دن دادی صاحبہ اور بیوی کے درمیان جھگڑا ہو ہی گیا، لیکن مار پٹائی کی نوبت نہیں آئی۔ کیا اس جھگڑے کے بعد میرے بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں؟

۲..... کیا سابق شوہر اپنی مطلقہ بیوی کا نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور نکاحِ ثانی میں گواہ بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کیا ناکح کے علاوہ دو گواہوں کا ہونا لازم ہے، یا ایک گواہ سے بھی کام چل سکتا ہے؟

نیرودھ کے ذریعہ حلالہ

سوال[۶۶۰۷]: ۳..... کیا نیرودھ لگا کر دخول کرنے میں خلوتِ صحیحہ ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۲،۱..... شروط پائے جانے پر طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی (۱)، عدتِ طلاق تین ماہواری گذرنے پر اگر مطلقہ دوسرے شخص سے نکاح کرنے پر رضامند ہو اور سابق شوہر (طلاق دینے والا) نکاح پڑھائے تب بھی درست ہے۔ اگر دونوں مطلقہ اور شوہرِ ثانی مجلس میں موجود ہوں اور سابق شوہر ایک گواہ کی موجودگی میں نکاح پڑھا دے تب بھی نکاح ہو جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ اصل ایجاب وقبول تو اس مطلقہ اور شوہرِ جدید نے کیا ہے

---

(۱) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل: أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاوی العالمكيرية: ۱/۴۲۰، الباب الرابع، الفصل الثالث في التعليق، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۳۸۵/۲، باب الأيمان في الطلاق، شركة علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق: ۵/۴، كتاب الطلاق، باب العتليق، رشيديه)

اورنکاح پڑھانے والا اورایک اَورشخص یہ دونوں اس نکاح کے گواہ ہوگئے (۱)، اچھا یہ ہے کہ دوگواہ مستقل موجود ہوں اوراس کے سامنے عورت اور مرد دونوں خود ایجاب وقبول کرلیں۔

۳......اگرجسم کی حرارت محسوس ہوتی ہے اور جماع کی لذت حاصل ہوتی ہے تو یہ بھی حلالہ کے لئے کافی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

حلالہ کے لئے زوجین کا دخول میں اختلاف

سوال [۶۲۰۸]: عبدالودود نے اپنی منکوحہ مدخولہ بیوی کو طلاقِ مغلظہ دیدی (عورت کے ساتھ ایک شیرخوار بچہ بھی عبدالودود سے ہے)۔ بعد ازاں مطلقہ کا نکاح ریاض الدین سے ہوگیا، عدت ختم ہوجانے کے بعد ریاض الدین نے ایک شب اپنے نکاح میں رکھ کر طلاق دیدی، اور عدت ختم ہونے پر شوہر اول عبدالودود سے نکاح کرایا گیا۔ ریاض الدین نے ایک شب اپنے نکاح میں رکھ کر دوسرے دن صبح کو تینوں طلاق دیدی، اور طلاق دینے کے بعد یکے بعد دیگرے تین آدمیوں نے ریاض الدین سے دریافت کیا کہ ہم بستری کرکے تم نے طلاق دی ہے یا بس ایسے ہی؟ تو اس نے ہم بستری کا اقرار کیا، مگر اب ریاض الدین کا کہنا ہے کہ میں نے پہلے جو گواہوں کے سامنے اقرار کیا تھا وہ جھوٹ کیا تھا، میں نے ہم بستری نہیں کی تھی، بلکہ عورت نے ہمبستری کرنے ہی نہ دی۔

---

(۱) "وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً، فاهمين مسلمين لنكاح مسلمة". (الدرالمختار: ۲۱/۳، ۲۲، كتاب النكاح، سعيد)

"لو زوج بنته البالغة العاقلة بمحضر شاهد واحد، جاز إن كانت ابنته حاضرةً؛ لأنها تجعل عاقدةً". (الدرالمختار: ۲۵/۳، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۶۸/۱، كتاب النكاح، الباب الأول في تفسيره شرعاً، رشيديه)

(۲) "في الفتاوى الصغرى: إذا لفّ ذكره بخرقة وأدخله فرجها، فإن وجد الحرارة، دخل، وإلا فلا". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۳/۱، الباب السادس، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق: ۹۴/۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۶۵/۳، باب الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)

ریاض الدین کے والد اور والدہ اور خود ہی ریاض الدین نے بھی کہا کہ جس دن مغرب سے پہلے میرے ساتھ نکاح کرایا گیا، اس شب کو مجھے گھر دیا گیا، مگر لڑکی کو میرے قریب تک نہ آنے دیا گیا، صرف دنیا والوں کو دکھلانے کی غرض سے حلالہ کرایا گیا، لڑکی بقسم کہتی ہیں کہ ہم بستری بھی ریاض الدین نے کی تھی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ حلالہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین طلاق کے بعد عدت گذار کر دوسرے شخص سے ہم بستری ہو کر جب اس کی طرف سے طلاق ہو اور عدت ختم ہو جائے تب شوہر اول کے لئے دوبارہ نکاح کی اجازت ہوتی ہے، اگر شوہرِ ثانی نے جماع نہ کیا ہو تو وہ شوہرِ اول کے لئے ہرگز ہرگز حلال نہیں ہوتی ہے(۱)، جھوٹ بول کر ہم بستری کا اقرار کرنے سے جھوٹ کا گمان مستقل ہوتا ہے اور شوہر اول کے لئے حرام ہی رہتی ہے، اس کا وبال مستقل ہے۔ اس کو ذہن نشین کرانے کے بعد آخرت کا خوف دلا کر اس عورت سے بقسم دریافت کیا جائے، اگر وہ کہے کہ ہاں شوہر ثانی ریاض الدین نے نکاح کے بعد مجھ سے ہم بستری کی ہے، پھر مجھ کو طلاق دی ہے، تو اس کی عدت ختم ہونے پر ان کا نکاح دوبارہ شوہر اول عبدالودود سے درست ہے، ریاض الدین کا بیان جو مختلف نقل کیا جاتا ہے وہ قابلِ التفات نہیں:

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: طلق رجل امرأته، فتزوجت زوجاً غيره، فطلقها وكانت معه مثل الهدبة، فلم تَصِلُ منه إلى شئ تريده، فلم يلبث أن طلقها، فأتت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يارسول الله! إن زوجي طلقني وإني تزوجت زوجاً غيره، فدخل بي ولم يكن معه إلامثل الهدبة، فلم يقربني إلاهنّةً واحدةً ولم يَصِلُ مني إلى شئ، أفأحل لزوجي الأول؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لاتحلين لزوجك الأول حتى يذوق الأخر عسيلتك وتذوقي عسيلته". (صحيح البخاري: ۲/۷۹۲، كتاب الطلاق، باب من قال لامرأته: أنت عليّ حرام، قديمي)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أويموت عنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة ومايتصل به، رشيديه)

(وكذافي الدرالمختار: ۳/۴۰۹، ۴۱۰، باب الرجعة، سعيد)

"قال الزوج الثاني: كان النكاح فاسداً، أولم أدخل بها، وكذّبته، فالقول لها. ولو قال الزوج الأول ذلك، فالقول له: أي في حق نفسه". درمختار۔ "ادعت أن الثاني جامعها وأنكر الجماع، حلّت للأول". شامی: ۵۴۲/۲(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۵/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۹۲/۵/۱۶ھ۔

حلالہ میں مباشرت کا اقرار پھر انکار

سوال[۶۲۰۹]: ہمارے لڑکے معارف حسین نے اپنی بیوی کو طلاقِ مغلظہ دیدی، لیکن پھر رجوع کرنا چاہتا ہے تو مولوی صاحب سے پوچھ کر عدت پوری کر کے ایک عاقل بالغ لڑکے ابراہیم سے نکاح کرادیا، عقد کے بعد اس کے ساتھ ایک کمرہ میں رات گذاری، سویرے غسل کیا، پھر اس کو طلاق دیدی، اور چند عالموں کے سامنے اقرار کیا کہ میں نے اس کے ساتھ مباشرت کی ہے جس کے گواہ موجود ہیں۔ پھر عدت پوری ہونے کے بعد معارف حسین نے نکاح کیلئے آدمیوں کو جمع کیا، اس وقت ابراہیم (محلل) نے مسجد میں چند عالموں کے سامنے بیان کیا کہ میں نے اس کے ساتھ مباشرت نہیں کی، پھر ایک مولوی صاحب نے -جو انکار کے وقت موجود نہ تھے- نکاح پڑھایا۔

لیکن اب ابراہیم اقرار کرتا ہے اور قسم کھاتا ہے کہ میں نے اس کے ساتھ مباشرت کی ہے، محلّہ کے چندلوگوں نے ابراہیم سے پوچھا کہ عالموں کے سامنے کیوں انکار کیا؟ اور اب اقرار کرتے ہو، تو جواب دیا کہ مجھ کو لوگوں کے سامنے اقرار کرنے میں شرم معلوم ہوئی۔ میرا لڑکا معارف حسین ابھی تک اپنی بیوی کے پاس نہیں گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ معارف حسین کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور اپنی بیوی کے پاس جاسکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) (الدرالمختار مع رد المحتار: ۴۱۷/۳، باب الرجعة، مطلب فی حیلة إسقاط التحلیل بحکم شافعی بفساد النکاح الأول، سعید)

(وکذافی الفتاوی العالمکیریة: ۴۷۴/۱، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیماتحل به المطلقة، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق: ۴۲۲/۲، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابراہیم نے رات گذارنے کے بعد جو ہمبستری کا اقرار کرلیا تھا تو وہی اقرار معتبر ہے، اس کے بعد جب اس نے انکار کیا تو وہ انکار معتبر نہیں (۱)، آپ کے لڑکے کا نکاح دوبارہ صحیح ہوگیا، اس کو مباشرت کا حق حاصل ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۶/۹ھ۔

زوجِ ثانی ہادمِ مادون الثلاث ہے

سوال[۶۶۱۰]: زید نے اپنی بیوی زینب کو ایک طلاقِ بائن دیا تھا، چند روز کے بعد پھر نکاح کر کے اس کو اپنی زوجیت میں لے لیا، پھر ایک سال کے بعد زید نے اپنی بیوی مذکورہ کو دو طلاق دے کر مطلقہ کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تین طلاق دیدی خواہ ایک مجلس میں یا الگ الگ اور خواہ ایک ہی عقد میں خواہ دوبارہ عقد کر کے (زوج ثانی کے نکاح سے پہلے) تو اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت نہیں رہی (۲)، ہاں! اگر ایک

---

(۱) "قال الزوج الثاني: كان النكاح فاسداً، أو لم أدخل بها وكذبته، فالقول لها. ولوقال الزوج الأول ذلك، فالقول له في حق نفسه". (الدرالمختار). "ادعت أن الثاني جامعها وأنكر الجماع، حلت للأول". (ردالمحتار: ۴۱۷/۳، باب الرجعة، مطلب في حيلة إسقاط التحليل بحكم شافعي بفساد النكاح الأول، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۷۴/۱، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة ومايتصل به، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴۲۲/۲، رشيديه)

(۲) ﴿فإن طلقها﴾ الزوج بعد الثنتين ﴿فلاتحل له من بعد﴾ بعد الطلقة الثالثة ﴿حتى تنكح﴾ تتزوج ﴿زوجاً غيره﴾ (تفسير الجلالين، ص: ۳۵، سورة البقرة، قديمي)

(وكذافي الفتاوى العالمكيرية: ۴۷۲/۱، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذافي البحر الرائق: ۹۴/۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

بائن طلاق کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرکے اس سے بعد الدخول طلاق لے کر عدت گزرنے پر زوجِ اول کے نکاح میں آئے گی تو پہلی طلاق ختم ہوکر ابتداءً تین طلاق کا اختیار ہوگا، اور محض دوطلاق دینے سے مغلظہ نہیں ہوگی۔

الحاصل: زوج ثانی ہادم مادون الثلاث ہے(۱) اور خود عقد کرنا ہادم مادون الثلاث نہیں، اس میں بھی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ زوجِ ثانی ہادم مادون الثلاث نہیں، لہٰذا اس صورت میں بھی عقدِ ثانی کے بعد زوجِ اول صرف دوطلاق کا مالک رہے گا، عقد اول میں ایک طلاق دے چکا تھا، عقدِ ثانی میں دوطلاق دے گا، تو مغلظہ ہوجائے گی، بغیر تحلیل پھر اس سے عقد نہیں کرسکے گا:

"لو طلقها واحدةً، وانقضت عدتها أو تزوجت بأخر، وطلقها، وانقضت عدتها منه، ثم تزوجها الأول، يملك عليها ثلاثاً، وعنده يملك عليها اثنين". البحر الرائق: ٤/٥٨(٢)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۹۳ھ۔

غیر مدخولہ کو تین طلاق کے بعد حلالہ کی ضرورت

سوال[۱۱۱۱]: ۱..... زید نے اپنی لڑکی کو مہر مقررہ اور چند شرائط کے ساتھ اس شرط پر کہ خلافِ شرط پر زید کو ایک طلاق واقع کرنے کا حق حاصل ہوگا عمر کے نکاح میں دیدیا، عمر نے شرائط کے ساتھ قبول کیا۔ آیا زید کو شرعی طور پر حق حاصل ہوگا یا نہیں؟

۲..... کسی نے اپنی زوجہ کو رخصتی اور خلوتِ صحیحہ سے قبل کنایہ یا صریح یا تین طلاق متفرق کرکے دیدیا، یعنی "میں نے طلاق دیدیا، طلاق دیدیا، طلاق دیدیا"۔ یا ایک لفظ میں تین طلاق دیدیا یعنی "میں نے تین طلاق دیدیا"۔ آیا وہ مرد اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو اس میں عدت یا دوسرے سے نکاح وصحبت وعدت کی

(۱) (راجع للتخریج، ص: ۳۶۹، رقم الحاشیة: ۱، وص: ۳۷۱، رقم الحاشیة: ۲،۱)

(۲) (البحر الرائق: ۴/۹۸، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴۷۵، الباب السادس، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۱/۴۴۰، باب الرجعة، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ضرورت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جب عمر نے شرائط کو منظور کرلیا تو اب شرائط کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں زید کو اپنی لڑکی پر ایک طلاقِ بائن واقع کرنے کا اختیار ہوگا، بشرطیکہ ایجابِ نکاح عورت یا اس کے ولی کی طرف سے ہوا ہو اور مرد نے اس کو قبول کیا ہو، لیکن اگر ایجابِ نکاح مرد کی طرف سے ہوا ہو اور پھر لڑکی یا اس کے ولی نے شرائط پیش کیے ہوں تو مرد اس کا اس وقت تک پابند نہیں جب تک از سرِنو ان شرائط کو منظور نہ کرے:

"نکحها على أن أمرها بيدها صح". "(قوله: صح) مقيدٌ بما إذا ابتدأت المرأة فقالت: زوّجتُ نفسي منك على أن أمري بيدي، أما لو بدأ الزوج، لا تطلق، ولا يعيد الأمر بيدها". شامی: ۲/۶٦٧(۱)۔

مسئلہ کی تفصیل مطلوب ہو تو "الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة" مصنفہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطالعہ فرمائیں (۲)۔

۲..... مسئلہ کی چند صورتیں ہیں: غیر مدخولہ کو اگر ایک طلاق صریح یا بائن یا کنائی بنیتِ طلاق دی ہے تو تجدیدِ نکاح کافی ہے، نہ حلالہ کی ضرورت ہے اور نہ عدت کی۔ اور اگر تین طلاق متفرق طور سے دی ہیں تب بھی یہی حکم ہے، اس صورت میں ایک طلاق سے عورت بائن ہوگئی، اور دوسری تیسری طلاق لغو ہوجائے گی، بلا حلالہ وعدت تجدیدِ نکاح کافی ہے:

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۲۹، باب الأمر باليد، قبيل المشيئة، سعيد)

"إذا تزوج امرأةً على أنها طالق، جاز النكاح وبطل الطلاق. وقال أبو الليث: هذا إذا بدأ الزوج وقال: تزوجتُك على أنك طالق، وإن ابتدأت المرأة فقالت: زوّجتُ نفسي منك على أني طالق، أو على أن يكون الأمر بيدي، أطلّق نفسي كلما شئت، فقال الزوج: قبلت، جاز النكاح، ويقع الطلاق، ويكون الأمر بيدها". (رد المحتار: ۳/۲۴۲، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والبنج، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۹۶، كتاب الحيل، الفصل السابع في الطلاق، حيلة أخرى، رشيديه)

(۲) (الحيلة الناجزة، ص: ۲۱، تفويض طلاق بوقت النكاح، دار الإشاعت كراچی)

”وإن فرق بوصف نحو: أنت طالق واحدة وواحدة وواحدة، أوخبر نحو: أنت طالق طالق طالق، بانت بالأولى لاإلى عدة، ولم تقع الثانية“. شامي، مختصراً: ۲/٦۲٦(۱).

البتہ اگر تین طلاق بیک لفظ دیدیں مثلا یوں کہا:”أنت طالق“ یا”طلقتك ثلاثاً“، تو طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی، اور بلا حلالۂ شرعیہ دوبارہ نکاح درست نہ ہوگا، محقق قول یہی ہے اگرچہ بعض حضرات نے غیر مدخولہ کیلئے طلاقِ مغلظہ کی صورت میں حلالہ کی شرط نہیں رکھی ہے، لیکن محقق ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح القدیر میں اس پر شدید رد فرمایا ہے، شامی میں ہے:

”وقد بالغ المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالىٰ في رده حيث قال في اخرباب الرجعة: لافرق في ذلك: أي اشتراط المحلل بين كون المطلقة مدخولاً بها أولا، لصريح إطلاق النص. وقد وقع في بعض الكتب أن غير المدخول بها تحل بلازوج، وهوزلةٌ عظيمةٌ مصادمةٌ للنص والإجماع، لايحل لمسلم رآه أن ينقله فضلاً عن أن يعتبره؛ لأن في نقله إشاعةً، وعند ذلك ينفتح باب الشيطان“. شامي: ۲/٦۲۳(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۸۸ھ۔

مراہق سے حلالہ

سوال[۲۱۱۲]: طلاقِ مغلظہ میں مطلقہ عورت کا مراہق حلالہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور مراہق کس عمر تک کے لڑکے کو کہتے ہیں، اور اگر مراہق حلالہ کرسکتا ہے تو طلاق بھی دے سکتا ہے یا نہیں؟

محمد صدیق، لیکچرار عربی وفارسی، الہ آباد یونیورسٹی.

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۸٦/۳، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(والفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۷۳، الباب السادس في الرجعة، الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول، رشيديه

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۹۸/۴، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (ردالمحتار: ۲۸۵/۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذافي فتح القدير: ۱۷۷/۴، ۱۷۸، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، الباب السادس، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مراہق حلالہ کرسکتا ہے، لیکن طلاق بعد بلوغ دے گا، اس سے پہلے جائز نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ بالغ سے حلالہ کرائے۔ مراہق وہ ہے جس کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کرسکتا ہے، اس کی عمر کم از کم دس سال ہو:

"لاینکح مطلقةً بها: أی بالثلاث حتی یطأها غیره ولومراهقاً یجامع، وقدره شیخ الإسلام بعشر سنین، ولابد أن یطلقها بعد البلوغ؛ لأن طلاقه غیر واقع". شامی: ۲/۸۳۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۶/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ جمادی الثانیہ/۵۹ھ۔

حلالہ بذریعہ مراہق

سوال[۶۶۱۳]: ا......ایک عورت جس کو تین صریح طلاق دے دی گئی تھی اور عدت گذرنے کے بعد اس نے ایک مراہق سے -جس کی عمر تقریباً ۱۴/ سال یا ۱۵/ سال کی تھی- شادی کرلی، اور اس مراہق نے صحبت کے بعد پھر تین طلاق دے دی۔ تو مراہق کی طلاق ہوجائے گی یا نہیں، کیونکہ یہ ابھی سنِ بلوغ کو تو پہنچا نہیں؟

۲......اور اگر یہ طلاق نہیں واقع ہوگی تو یہ مراہق اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرسکتا ہے یا نہیں؟ یا اس طلاق کی وجہ سے جو کہ اس نے مراہق ہونے کی حالت میں دی یہ بیوی اس پر حرام ہوجائے گی؟

۳......اگر یہ طلاق جو کہ مراہق ہونے کی حالت میں دی اور طلاق واقع نہیں ہوئی تو آیا یہ سنِ بلوغ کے بعد یہی طلاق، طلاق ہوجائے گی، یا پھر سے طلاق دینا ہوگا، اور یہ طلاق معتبر نہ ہوگی؟

۴......اگر اس مراہق نے مطلقہ عورت سے نکاح کرکے جماع نہ کیا اور تین طلاق دیدیا تو یہ طلاق

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۴۰۹، ۴۱۰، باب الرجعة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۷۳، الباب السادس، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتار خانیة: ۳/۲۰۳، الفصل الثالث والعشرون نکاح المحلل، إدارة القرآن کراچی)

معتبر ہے یا نہیں؟ اگر معتبر نہیں تو کیا یہ مراہق اپنی بیوی سے جس کو اپنے مراہق ہونے کی حالت میں طلاق دیدیا، پھر جماع کر کے حلال کرسکتا ہے یا نہیں؟ یا یہ طلاق خارج ہوگی، اور زوجِ ثالث سے نکاح کر کے تب حلالہ کرانا پڑے گا۔

۵.....اگر مراہق نے مطلقہ عورت سے شادی کر کے جماع کر کے تین طلاق دیدیا تو عدت اس طلاق کے بعد سے شمار کی جائے گی یا جب وہ بالغ ہوگا پھر سے طلاق دے گا اور عدت اس وقت سے شمار کرنا ہوگا، یا یہی طلاق کافی ہوگی، بلوغت کے بعد پھر سے طلاق دینے کی ضرورت نہ رہے گی؟ عدت کے شمار کرنے کے لئے وقت تعیین مفصل تحریر فرمایئے۔

۶.....امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنے برس کے لڑکے پر بلوغ کا فتویٰ ہے اور بالغ ہونے کی کیا علامت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....نابالغ کی طلاق نہیں ہوتی اگرچہ وہ مراہق ہو، پس صورتِ مسئولہ میں اس مراہق کی طلاق واقع نہیں ہوئی:

"لاینکح مطلقةً بالثلاث حتی یطأها غیره ولو مراهقاً، هو الداني من البلوغ، نهر. ولابد أن یطلقها بعد البلوغ؛ لأن طلاقه غیر واقع، درمنتقی عن التاتارخانیة، الخ". درمختار وشامی: ۸۳/۲(۱)۔

۲.....حرام نہیں ہوئی بلکہ جماع کرسکتا ہے۔

۳.....زمانۂ مراہقت کی طلاق بالکل غیر معتبر ہے، پہلے شوہر کے واسطے حلال ہونے کے لئے بعد بلوغ طلاق ضروری ہے(۲)۔

---

(۱) (الدرالمختار مع رد المحتار: ۴۰۹/۳، ۴۱۰، باب الرجعة، سعید)

(وکذافی الفتاویٰ العالمکیریة: ۴۷۳/۱، الباب السادس، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(وکذافی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲۰۳/۳، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل المتعلقة بنکاح المحلل، ومایتصل به بنکاح المحلل، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (راجع الحاشیة المتقدمة آنفاً)

۴ ..... یہ طلاق بھی معتبر نہیں، جماع کرکے بعد بلوغ طلاق دیدے گا تو شوہرِ اول کے لئے حلال ہوجائے گی، کسی اَور شخص کی ضرورت نہیں۔

۵ ..... جب بالغ ہوکر طلاق دے گا تو اس وقت عدت کا اعتبار ہوگا (۱)، مراہق کی نہ طلاق معتبر ہے، نہ اس کی طلاق سے عدت واجب ہوتی ہے، نہ اس سے وہ عورت مراہق پر حرام ہوتی ہے، نہ شوہرِ اول کیلئے حلال ہوتی ہے (۲)۔

۶ ..... احتلام ہونے لگے، یا انزال ہونے لگے، یا اس کے جماع سے استقرارِ حمل ہوجائے، مرد کے لئے یہ علامتیں بلوغ کی ہیں، اگر کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو حنفیہ کے نزدیک ۱۵/ سال پورے ہونے پر بلوغ کا فتویٰ دیدیا جاتا ہے:

"بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، ويُفتى بالبلوغ فيه بخمسة عشر سنةً، الخ". تکملة: ۱/۸٤ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، ۱۸/۹/۵۹ھ۔

---

(۱) "ابتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق، وفي الوفاة عقيب الوفاة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۳۱، الباب الثالث عشر في العدة، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۵۲۰، كتاب الطلاق، باب والعدة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۶۰، باب العدة، دار الكتب العلميه بيروت)

(۲) (راجع، ص: ۴۹۹، رقم الحاشية: ۱)

(۳) لم أجده في تكملة ردالمحتار، وقد قال العلامة الحصكفيؒ: "بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، والجارية بالاحتلام والحيض الحبل، فإن لم يوجد فيهما شيءٌ فحتى يتمّ لكل منهما خمس عشرة سنةً، به يفتى". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۶/۱۵۳، كتاب الحجر، فصلٌ بلوغ الغلام بالاحتلام، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الحجر، معرفة البلوغ بالاحتلام: ۶/۱۷۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۶۱، كتاب الحجر، الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/۱۵۳، كتاب الحجر، فصل في حد البلوغ، رشيديه)

نابالغ کے ذریعہ حلالہ

سوال[۶۲۱۴]: قطعی یعنی مغلظہ طلاق کے بعد عورت کا حلالہ ایک نابالغ لڑکے سے کر کے پھر اس سے طلاق دلوا کر بعد عدت پھر پہلے شوہر سے نکاح کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ایسا فتویٰ بھی ان حضرات کے پاس موجود ہے، ان کے قول کے مطابق آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکا نابالغ، بالغ ہونے کے قریب ہو تب بھی اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی: "لا یقع طلاق الصبي، الخ". (۱)۔ لہٰذا یہ حلالہ صحیح نہیں ہوا، اور پہلے شوہر کے لئے وہ عورت حلال نہیں ہوئی بلکہ حرام ہی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۸ھ۔

ارتداد سے حلالہ ساقط نہیں ہوتا

الاستفتاء [۶۲۱۵]: زید نے ہندہ کو طلاق دے دی، اس کے بعد پھر ہندہ زید سے نکاح کی خواہش کرنے لگی، مگر زید انکار کرتا ہے، ہندہ نے مجبوراً اپنا مذہب بدل دیا۔ جب زید کو معلوم ہوا تو ہندہ پر اب حلالہ واجب رہا یا نہیں؟ طلاق کے وقت ہندہ کی گود میں دو ماہ کا بچہ تھا، ہندہ ساڑھے تین ماہ کے بعد مرتد ہوئی

---

(۱) (الدر المختار: ۲۴۲/۳، ۲۴۳، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۵۳/۱، فصل فیمن یقع طلاقه ومن لا یقع طلاقه، رشیدیه)

(وکذا في تبیین الحقائق: ۳۴/۳، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "لاینکح مطلقة بالثلاث حتی یطأها غیره ولو مراهقاً، هو الداني من البلوغ، نهر. ولابد أن یطلقها بعد البلوغ؛ لأن طلاقه غیر واقع". (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۰۹/۳، ۴۱۰، باب الرجعة، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة: ۴۷۳/۱، الباب السادس، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(وکذا في الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲۰۳/۳، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنکاح المحلل ومایتصل به، إدارة القرآن کراچي)

تھی، صلاح یہ ہے کہ زید کا نکاح اب ہندہ سے (بلا حلالہ) ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس حرکت سے بھی حلالہ ساقط نہیں ہوگا، مطلقہ کی عدت تین حیض ہے، وہ عدت بھی ساقط نہیں ہوگی، جب تین حیض پورے ہوجائیں تب کسی اور سے نکاح کرے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۵ھ۔

مطلقہ ثلاثہ سے بغیر حلالہ کے نکاح

سوال [۶۲۶۱]: زید اپنی بیوی کو بدیں الفاظ متعدد مجالس میں طلاق دیتا ہے کہ اپنے مکان رہائش سے پردہ دار منکوحہ کو گھسیٹ کر دروازہ سے باہر کرکے یہ الفاظ ادا کرتا ہے کہ "یہ میری بیوی ہے، اس کو شرع محمدی کی رو سے ایک طلاق، اس کو شرع محمدی کی رو سے دو طلاق، اس کو شرع محمدی کی رو سے تین طلاق"۔ اور یہ الفاظ مجمع عام میں کہتا ہے، مگر اس وقت اس کی حالت عینِ غضب ناک ہے، قبل اس کے کہ یہ الفاظ ادا کرتا اسٹامپ قیمتی ۵/ روپیہ لے کر اس پر طلاق نامہ لکھا کر حاشیہ کے دو گواہ معتبر کے دستخط کرا کر یہ بات بعد ازاں اپنی عورت کے اظہار کرتا ہے کہ وہ طلاق سے بے خبر نہ رہے، مگر وہ عورت اپنی اولاد کو نہ چھوڑتے ہوئے پھر اس گھر میں داخل ہوگئی اور اپنی زبان نامعتبر سے یہی کہتی ہے کہ مجھے طلاق نہ ہوئی اور نہ میں گھر چھوڑ کر جاؤں گی۔

اور بعد چندے جس وقت زید کا غصہ فرو ہوا، اور لوگوں کے طعن و تشنیع سے پشیمان ہوا تو کہنے لگا کہ میں

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (سورة البقرة: ۲۳۰)

"وينكح مبانته في العدة وبعدها لا المبانة بالثلاث لو حرةً، وبالثنتين لو أمةً، حتى يطأها غيره ولو مراهقاً بنكاح صحيح و تمضي عدته، لا بملك يمين. .... دخل في قوله: (لا بملك يمين) ثلاث صور: .... الثالثة: لو كانت تحته حرة، فطلقها ثلاثاً، ثم ارتدت ولحقت بدار الحرب، ثم استرقها، لم تحل حتى تتزوج بزوج آخر". (البحر الرائق: ۴/۹۴، ۹۵، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۶۵، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، الباب السادس، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

شرعی طور پر فیصلہ چاہتا ہوں، اگر شریعت بغیر حلالہ اجازتِ نکاح دے تو میں نکاح کرتا ہوں۔

۱- نیز یہ معاملہ ڈیڑھ سال اسی طرح رہا کہ زید نے رنجش کے سبب عورت سے رغبت اور رجوع نہیں کیا۔ چنانچہ مورخہ ۱۹/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۵۷ھ، کو زید نے ایک جلسہ کی صورت بنا کر علماء سے استصواب اور مشورہ لیا، بلکہ علماء کو آپس میں موقعہ بحث ونظر دیا، چنانچہ ایک عالم شخص نے فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ صاحب کی اس صورت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فتویٰ دیا کہ نکاح بغیر تحلیل عند الشافعی جائز ہے اور بلا حلالہ کرادیا ہے۔ صورت فتویٰ مولانا عبدالحیٔ صاحب کی یہ ہے:

> ''سوال: ایک شخص اپنی عورت کو ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے کر مغلظہ کر دیتا ہے تو کوئی ایسی صورت ہے کہ جس سے وہ شخص بغیر تحلیل دوبارہ اس عورت کو اپنی بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے''؟
>
> تو اس کا جواب فتاویٰ عبدالحیٔ صاحب میں لکھا ہے کہ: ''اگر احتمالِ مفاسدِ زائدہ ہو، اگر حلالہ کرایا جائے تو اس کی صورت بغیر تحلیل یہ ہے کہ وہ عورت اس کے پاس آسکتی ہے بغیر تحلیل، اگر احتمال مفاسد ہو کہ چوں کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ طلاق مغلظہ ہی ثابت نہیں ہوئی، اس واسطے بوقتِ ضرورتِ شدید تقلید مذہب دوسرے کی کرنی جائز ہے، چنانچہ زوج مفقود الخبر کے معاملہ میں مذہبِ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہی تقلید احناف کرتے ہیں، اسی طرح عورت ممتدۃ الطہر کی بابت بھی''۔

علیٰ ہٰذا القیاس اسی طرح چار پانچ تمثیل بیان کی گئی ہے کہ تقلید عند الضرورۃ الشدیدۃ مذہب غیر کی جائز ہے، ثابت کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ کسی شافعی المذہب عالم سے استفسار کر کے نکاح کر دیا جائے۔

۳- اور جس عالم شخص نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ نکاح بغیر تحلیل کر دو، بلکہ نکاح بلا تحلیل کرادیا ہے، اس صورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کر دیا جائے اور احتمالِ مفاسد زائدہ کا بھی فی الواقع موجود تھا کہ اگر نکاح نہ کیا جاتا تو وہ عورت خودکشی کرتی اور چھوٹی چھوٹی اولاد تباہ وبرباد ہوتی۔ اور اسی عورت سے ایک لڑکی بالغ جو کہ صاف تصریح الفاظ میں باپ سے کہتی ہے کہ اگر تو میری ماں سے دوبارہ نکاح نہ کرے گا تو میں نکاح ہرگز نہ کروں گی، یا کہیں چلی جاؤں گی۔ غرض یہ کہ بظاہر خانہ بربادی کا واقعہ معرضِ صدور میں آنے کا احتمال تھا، اس واسطے اس عالم شخص

نے فتویٰ دے دیا ہے۔

۴- چوں کہ بغیر حلالہ نکاح کردینے میں عام لوگ یعنی باشندگانِ دیہہ نے زید سے ترکِ اکل وشرب کردیا ہے اور عالم سے بدظن ہوگئے ہیں کہ ہم کو اس نے حرام کرادیا ہے۔

۵- کیا یہ معاملہ نکاح صحیح ہوگیا یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو فبہا اور اگر صحیح نہیں تو زید کے ساتھ تعامل اکل وشرب کیسا ہے؟ اور جس عالم صاحب نے فتویٰ دیا ہے اس کا کیا حال ہے؟ بینوا توجروا عند الله أجراً عظيماً بحوالة الكتب الفقهية العربية المعتبرة۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بوقتِ ضرورتِ شدیدہ شرائطِ مخصوصہ کے ساتھ حالتِ مخصوصہ میں (کہ ان سب کی تفصیل اپنے محل میں موجود ہے) عمل کرنا تو بعد کی چیز ہے، اول تو یہ دیکھنا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں شافعیہ کا یہ مذہب ہے بھی یا نہیں؟ شافعیہ کی معتبر کتاب "شرح منہاج الطالبین" میں ہے:

"وإن قال: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، وتخلل فصلٌ بين هذا الصيغ كأن سكت بينها فوق سكتة التنفس ونحوها، فثلاثٌ، فإن قال: أردت التأكيد، لم يقبل ويُديّن. وإلا: أي وإن لم يتخلل فصل، فإن قصد تاكيداً بعد الأُولىٰ لها، فواحدة؛ لأن التأكيد في الكلام معهود، والتكرار من وجوه التأكيد، أو استينافاً، فثلاث، اهـ". والبسط في الحاشية وغيرها. ۲/۳۳۷"(۱)۔

---

(۱) "وفي المهذب: وقال في الأم -بعد قوله: وإن قال للمدخول بها: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق: "يقع الثلاث؛ لأن اللفظ الثاني والثالث كاللفظ الأول، فإذا وقع بالأول طلاق، وجب أن يقع بالثاني والثالث مثله". (المهذب مع شرحه المجموع، باب عدد الطلاق والاستثناء فيه فصل: إذا قال للمدخول بها أنت طالق أنت طالق أنت طالق: ۱۸/۲۵۰، دار الفكر)

"وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۶۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت)=

جب لفظ طلاق معمولی فصل سے بھی بلا رسم عدد تین مرتبہ کہنے سے ارادہ تاکید قضاءً مقبول ومعتبر نہیں تو مجالسِ متعددہ میں اور وہ بھی ایک دو تین کی تصریح کے ساتھ کہنے سے تو کسی حال میں ارادۂ تاکید معتبر نہیں ہوسکتا، بلکہ اس میں تاکید کا کوئی بعید احتمال بھی نہیں۔ پس صورت مسئولہ میں طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، بلا حلالہ کسی طرح شافعیہ کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ شیخ ابن حجرؒ شافعی فتح الباری شرح بخاری: ۹/۳۱۸، میں تحریر فرماتے ہیں:

"إن المطلقة ثلاثاً لاتحل للمطلق حتى تنكح زوجاً غيره، ولا فرق بين مجموعها ومفرقها لغةً وشرعاً، اه"(۱)۔

مجموعۂ فتاویٰ میں جو صورت مذکورہ ہے وہ اور ہے اس میں مجالسِ متعددہ کا واقعہ نہیں، بلکہ ظاہرِ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی مجلس کا ذکر ہے، نیز اس میں ایک دو تین کا ذکر نہیں، لہٰذا ان کے مذہب کے موافق اس میں احتمال ہے کہ دوسرے اور تیسرے مرتبہ کو اول کی تاکید کیا جاوے، اس لئے وہ نیت پر مدار رکھتے ہیں، جیسا کہ شرح منہاج کی عبارت میں اس کی تصریح ہے اور صورت مسئولہ میں تعددِ مجالس، نیز ایک دو تین کی تصریح کے ساتھ تاکید کا کوئی احتمال نہیں رہا، پس مجموعۂ فتاویٰ پر صورت مسئولہ کو قیاس کرنا فہم وقیاس سے بہت بعید ہے۔

پھر دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے اور فتویٰ دینے کی شرائط کا مسئلہ علیحدہ رہا کہ اس صورت میں یہ جائز ہے یا نہیں، پس بلا تحلیل کے ان عالم کا دوبارہ نکاح کردینا شافعیہ کے نزدیک بھی کسی طرح جائز نہیں۔ نیز نصِ قطعی ﴿فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾(۲) کے بھی خلاف ہے، جیسا کہ شیخ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ شارحِ بخاری شافعی کے کلام سے اس کی تصریح ہے کما مر، لہٰذا دونوں میں تفریق واجب ہے۔

نکاح کرنے والے، شریک ہونے والے، عورت ومرد سب کے ذمہ واجب ہے کہ دونوں میں تفریق

= (وكذا في الدرالمختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۰۹، ۴۱۱، باب الرجعة، سعيد)

(۱) (فتح الباري: ۹/۳۶۵، باب من جوّز طلاق الثلث، دارالفكر، بيروت)

"وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبوثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون على من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاري للعيني: ۲۰/۲۳۳، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلث، مطبع أمين بيروت)

(۲) (سورة البقرة: ۲۳۰)

کرائیں اور بعد عدت با قاعدہ دوسرے شخص سے وہ عورت نکاح کرے، پھر اگر وہ دوسرا شخص طلاق دیدے یا مرجائے (بشرطیکہ جماع کی نوبت آچکی ہو) تو عدت گزار کر اس عورت کا زید سے نکاح درست ہوگا(۱)۔ اور جب تک تفریق میں سعی نہ کریں گے تو یہ سب گناہ میں مبتلا رہیں گے اور زید اور عورت زنا کرتے رہیں گے۔ ان عالم کو مجمع عام میں جس میں نکاح کرایا ہے اعلان کرنا واجب ہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا، میں نے مسئلہ غلط بتایا، اب توبہ کرتا ہوں۔ اگر باوجود کوشش کے زید اس عورت سے علیحدہ نہ ہو تو برادری کے لوگوں کو ان سے ترکِ تعلق کردینا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۶/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۲/۵۷ھ۔

تین طلاق کے بعد توبہ سے حلالہ نہیں ہوتا

سوال [۶۶۱۷]: میرے دوست نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دے دی، اس کے بعد وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہنے لگے، جب ہم نے کہا تو جواب دیتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ شرک کے گناہوں کو معاف کردیتے ہیں (توبہ کے بعد) تو ہم نے بھی طلاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلیا ہے، اللہ تعالیٰ اس گناہ کو بھی معاف کردیں گے۔ اس مسئلہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

توبہ کا حاصل یہ ہے کہ اس گناہ کو بالکل چھوڑ دے (۲)، یہ مطلب نہیں کہ توبہ کا لفظ ہی زبان سے کہتا

(۱) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/۴۰۹، ۴۱۱، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۲۰۳، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل ومايتصل به، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "التوبة النصوح الندم بالقلب، والاستغفار باللسان، والإضمار أن لا يعود إليه أبداً". (تنبيه الغافلين، ص: ۵۵، الحقانيه پشاور) =

رہے اور گناہ میں مبتلا بھی رہے، یہ توبہ نہیں، یہ تو خدا تعالیٰ کے ساتھ مذاق ہے۔ مشرک اگر اپنے شرک سے باز آجائے اور کبھی اس کے پاس نہ جاوے تو اس کی توبہ قبول ہے، لیکن توبہ کا لفظ بھی بولتا رہے اور شرک بھی کرتا رہے، تو وہ مشرک ہی ہے اس کی توبہ توبہ ہی نہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا (۱)۔ تین طلاق کے بعد اگر بغیر حلالہ کے آدمی عورت کو رکھتا ہے اور توبہ کا لفظ بولتا رہتا ہے تو اس سے نہ وہ عورت حلال ہوئی ہے (۲)، نہ گناہ معاف ہوتا ہے، بلکہ ایسا آدمی سخت سزا کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور اپنی پناہ میں رکھے اور نفس وشیطان کے فریب سے بچائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/ ۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/ ۱۳۸۷ھ۔

تین طلاق کے بعد نکاح کے لئے حلالہ ضروری ہے

سوال [۲۲۱۸]: ۱...... ایک شخص اپنی عورت کو تین چار بار یہ لفظ کہتا ہے کہ ''تجھ کو طلاق دیتا ہوں،

= ''أن لها (أي للتوبة) ثلاثة أركان: الإقلاع، والندم على فعل تلك المعصية، والعزم على أن لا يعود إليها أبداً''. (شرح النووي على صحيح مسلم: ۲/ ۳۵۴، كتاب التوبة، قديمي)

''التوبة ما استجمعت ثلاثة أمور: أن يقلع عن المعصية، و أن يندم على فلعها، و أن يعزم عزماً جازماً على أن لا يعود إلى مثلها أبداً''. (روح المعاني للعلامة الآلوسي: ۱۵۸/۲۸، (سورة التحريم: ۸)، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إنه من يشرك بالله، فقد حرّم الله عليه الجنة، ومأوٰه النار﴾ (المائدة: ۷۲)

''عن عبدالله رضي الله تعالیٰ عنه ...... سمعت رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يقول: ''من مات يشرك بالله شيئاً، دخل النار''. الحديث. (الصحيح لمسلم: ۶۶/۱، باب الدليل على أن من مات لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة، قديمي)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (البقرة: ۲۳۰)

''وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها''. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۴۷۳/۱، الباب السادس، فصل في ماتحل به المطلقة وما يتصل به، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱۶۲/۳، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، دارالكتب العلمية، بيروت)

میں تجھ کو نہیں رکھتا، اگر رکھوں تو ماں بہن کر کے رکھوں"۔ ان الفاظ کے کہنے کے بعد اس کی عورت کو کون سی طلاق ہوئی؟ اور مرد پھر اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کیا صورت ہے؟ مدلل تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ا......تین مرتبہ صریح الفاظ میں طلاق دینے سے مغلظہ ہو جاتی ہے(۱)، پھر اگر نکاح کرنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ وہ عورت عدت گزار کر کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ شریعت کے مطابق نکاح کرے اور وہ شخص اس سے صحبت کرے، پھر اس کو طلاق دے، یا مر جاوے، پھر عورت عدت گزارے، تب اس عورت کا نکاح اس تین طلاق دینے والے سے درست ہوگا، اس سے قبل درست نہیں ہے:

قال العلامة الحصكفيؒ: "وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة و بعدها بالإجماع، لامطلقةً بها: أي بالثلاث لو حرةً وثنتين لو أمةً حتى يطأها غيره بنكاح نافذ، وتقضي عدته: أي الثاني"۔ درمختار: ۱۷٤(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۷/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

اجرت دے کر حلالہ کرانا

سوال[۶۶۱۹]: یہاں پر اکثر لوگ عورتوں کو تین طلاقیں دے دیتے ہیں اور پھر کسی مرد کو پیسہ دے

---

(۱) "لو كرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد، دُيّن". (الدر المختار: ۲۹۳/۳، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۵۵/۱، الباب الثاني، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۸۸/۳، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچي)

(۲) (الدر المختار على تنوير الأبصار: ۴۰۹/۳، ۴۱۲، باب الرجعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالكميرية: ۴۷۲/۱، ۴۷۳، الباب السادس، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۲۰۳/۳، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل ومايتصل به، إدارة القرآن)

کر اس عورت سے نکاح کرادیتے ہیں، وہ مرد طے شدہ معاہدہ کے تحت دوایک روز کے بعد طلاق دیتا ہے، پھر عورت کی عدت گذرنے کے بعد خود اس سے نکاح کرلیتے ہیں۔ یہ نکاح ہوتا ہے یا نہیں اور ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ امید ہے مفصل جواب عنایت فرمائیں گے تاکہ یہاں کے مسلمانوں کو ہدایت حاصل ہو۔

صدرالدین ترنگانو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس شرط پر نکاح کرنا کہ دوایک روز کے بعد طلاق دیدینا مکروہ تحریمی اور گناہ ہے، اگرچہ ایسے نکاح کے ذریعہ دخول کے بعد طلاق دے دینے سے عورت شوہر اول کے لئے حلال ہوجائے گی، جب کہ عدت گذار کر دوبارہ نکاح کیا ہو، کذا فی البحر الرائق (۱) ورد المحتار (۲) والهندية (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نکاح بشرطِ تحلیل

سوال [۶۲۲۰]: ما قولكم رحمكم الله تعالى؟

۱.....زید مطلقۂ ثلاثہ سے نکاح کرنے کے لئے حیلہ کرکے زوجۂ مطلقہ کا نکاح عمرو سے روپیہ دے کر

---

(۱) "كره بشرط التحليل للأول: أى كره التزوج لثاني بشرط أن يحلها للأول بأن قال: تزوجتك على أن أحللك له، أو قالت المرأة ذلك......... والمراد بالكراهة كراهة التحريم، .... لما روى النسائي والترمذى وصححه مرفوعاً: "لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المحلل والمحلل له"......... وهل هذا الشرط لازم؟ .... قال الإمام: النكاح والشرط جائزان حتى إذا أبى الثاني طلاقها، أجبره القاضي على ذلك، وحلت للأول". (البحر الرائق: ۹۶/۴، ۹۷، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(۲) "وكره التزوج للثاني تحريماً، لحديث: "لعن الله المحلل والمحلل له". بشرط التحليل وإن حلت للأول". (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۴۱۴/۳، باب الرجعة، سعيد)

(۳) "رجل تزوج امرأةً ومن نيته التحليل، ولم يشترط ذلك، تحل للأول بهذا، ولا يكره، وليست النية بشيء، لو شرطا يكره، وتحل عند أبي حنيفة وزفر رحمه الله تعالى". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۴۷۴/۱، ۴۷۵، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

کراتا ہے مگر اس میں دو شرط ہیں: دو روز ختم ہونے پر طلاق دینا اور وطی نہ کرنا، چنانچہ عمرو نے شرطین مذکورین کو پوری کی۔ اب دریافت یہ ہے کہ زید کا نکاح دوبارہ اسی عورت سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۲...... زید مطلقۂ ثلاثہ سے پھر نکاح کی غرض سے اس کا نکاح عمرو سے کراتا ہے مطلقاً یعنی بلا تعیینِ مدت وبغیر شرطِ وطی کے، لیکن اجرت برابر مقرر ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً اس مطلقہ ثلاثہ سے زید کا دوبارہ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

۳......نکاحِ متعہ جائز ہے یا نہیں؟

۴...... زید اجرت دے کر عمرو سے ہندہ کا نکاح متاعاً کرتا ہے، اب ہندہ مذکورہ سے شرعاً زید کا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اور محلل ومحلل لہ کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ معاملہ مذکورہ اگر شرعاً ناجائز ہے تو جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں اور حکمِ جواز لگاتے ہیں ان کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور خورد ونوش ان کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟

مسائلِ مذکورہ متصدرہ کا جواب مدلل مع حوالۂ کتب وصفحہ تحریر فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

المستفتی: عزیز الرحمٰن اکیابی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... مطلقۂ ثلاث کا زوجِ اول کے لئے حلال ہونا مشروط ہے دو شرطوں کے ساتھ: اول یہ کہ زوجِ ثانی سے وہ عورت نکاحِ ثانی کرے۔ دوسرے یہ کہ وہ زوج اس عورت سے جماع کرے، پھر اگر ان دونوں کے درمیان شرعی جدائی طلاق، خلع، موت زوج وغیرہ کی وجہ سے ہو کر عورت کی عدت گزر جائے تب وہ زوجِ اول کے لئے حلال ہوگی، اس سے پہلے ہرگز حلال نہیں۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں زید کا نکاح عورت مطلقہ مذکورہ سے ناجائز ہے، کیوں کہ زوجِ ثانی سے جماع نہیں ہوا:

"ولا تحل الحرة بعد الطلقات الثلاث ...... لقوله تعالى: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد﴾۔ الآية، إلا بعد وطى زوج اخر بنكاح صحيح، فيخرج الفاسد، و نكاح غير الكفو إذا كان لها ولى، على ما عليه الفتوى، والنكاح الموقوف، و مضى عدته: أى عدة النكاح الصحيح بعد زواله بالطلاق فى الزوج الثانى. وشرط وطى الزوج بالكتاب، وهو قوله تعالى: ﴿حتى تنكح زوجاً غيره﴾، والمراد منه الوطى حملاً للكلام على الإفادة دون الإعادة، فإن العقد قد استفيد

بإطلاق اسم الزوج في النظم لكن فيه مناقشة. و وجه آخر في شروح الهداية فليطلب، أو بالأحاديث المشهورة؛ لأنها تجوز بها الزيادة على النص إن كان المراد العقد، وإن كان الوطى فلا إشكال، و لم يخالف في ذلك إلا سعيد بن المسيب۔

وفي المبسوط: هذا قول غير معتبر، ولو قضى به قاض، لا ينفذ قضائه. وفي المنية: إن سعيدا رجع عنه إلى قول الجمهور، فمن عمل به اسودّ وجهه، و من أفتى به يعزر. وفي الخلاصة: فعليه لعنة الله و الملائكة والناس أجمعين". مجمع الأنهر: ۱/۴۳۸(۱)۔

اور بشرطِ تحلیل نکاح امام ابو یوسف کے نزدیک منعقد ہی نہیں ہوتا اور زوجِ اول کے لئے اس نکاح پر وہ مطلقہ حلال بھی نہیں ہوتی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بشرطِ تحلیل نکاح ہو جاتا ہے لیکن زوجِ اول کے لئے حلال نہیں ہوتی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بشرطِ تحلیل نکاح مکروہ تحریمی ہوتا ہے اور شرط کی پابندی زوجِ ثانی پر نہیں ہوتی، تاہم بشرطِ تحلیل نکاح اور جماع کر کے اگر طلاق دے دے گا تو عدت گزارنے کے بعد زوج اول کے لئے حلال ہو جائے گی۔

و بسط دلائل الثلاثة الزيلعي تحت قول الكنز: "و كره بشرط التحليل للأول": ۲/۲۵٦(۲). وقال في البحر نقلاً عن فتح القدير: "و لا شك أن النكاح مما لا يبطل بالشروط الفاسدة بل يبطل الشرط، و يصح هو فيجب بطلان هذا، وأن لا يجبر على الطلاق. اهـ". بحر: ۴/۵۸(۳)۔ اور تعیینِ مدت کی وجہ سے یہ نکاح موقت ہے جو کہ باطل ہے۔

۲......اجرت مقرر کرنا ناجائز ہے اور اجرت کی شرط کرنے والے پر حدیث شریف میں لعنت وارد ہوئی

---

(۱) (مجمع الأنهر، باب الرجعة: ۱/ ۴۳۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن عائشة رضي الله عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كماذاق الأول". (صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلث: ۲/ ۷۹۱، قديمي)

(۲) (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۲۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/۹۸، رشيديه)

ہے اور اجرت واجب بھی نہیں ہوتی:

"إنما لعن مع حصول الحل؛ لأن التماس ذلك واشتراطه في العقد هتكٌ للمرأة وإعارة النفس في الوطء لغرض الغير، فإنه إنما يطؤها ليعرضها لوطء الغير، و هو قلة حمية، و لهذا قال عليه الصلوٰة والسلام: " هوالتيس المستعار". وإنما كان مستعاراً إذا سبق التماس من المطلِّق، و هو محمل الحديث. و قيل: أراد به طالب الحل من نكاح المتعة والمؤقت، و سماه محللاً وإن لم يحلل؛ لأنه يعقده و يطلب الحل منه، وأما طالب الحل من طريقه لا يستوجب اللعن، اهـ". تبيين الحقائق: ۲/۲۵۹(۱)۔

"فإن تزوجها بشرط التحليل كره: أي يكره التزوج بشرط التحليل بالقول، بأن قال: تزوجتك على أن أحلّلك له، أو قالت المرأة ذلك، لقوله عليه السلام: "لعن الله المحلل والمحلل له". أما لو نويا ذلك بقلبهما، ولم يشترط بقولهما، فلا عبرة به. و قيل: الرجل مأجورٌ بذلك، وتأويل اللعن: إذا يشترط الأجر، اهـ". مجمع الأنهر: ۲/۴۳۹(۲)۔

پس اگر نکاح بغیر شرطِ مدت ہوا ہے اور عمرو نے اس عورت سے جماع کر کے اس کو طلاق دیدی ہے تو بعد عدت زید کا نکاح اس عورت سے صحیح ہے اور اگر مدت کی تعیین کر کے نکاح کیا یا بغیر جماع کے طلاق دیدی تھی تو زید سے اس کا نکاح صحیح نہیں۔

۳......ناجائز ہے:"و نكاح المتعة باطل، اهـ". هدايه (۳)۔

---

(۱) (تبيين الحقائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۱۶۵/۳، ۱۶۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (مجمع الأنهر، باب الرجعة: ۱/ ۴۳۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۹۷/۴، رشيديه)

(و كذا في تبيين الحقائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۱۶۵/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (الهداية، كتاب النكاح: ۳۱۲/۲، مكتبه شركة علميه)

"و بطل نكاح متعة و مؤقت وإن جهلت المدة أو طالت في الأصح". (رد المحتار، باب المحرمات: ۵۱/۳، سعيد)

(و كذا في مجمع الأنهر، باب الرجعة: ۱/ ۳۳۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم التاسع: المحرمات بالطلقات: ۲۸۲/۱، رشيديه)

۴......نکاح متعہ باطل ہے، جیسا کہ جواب نمبر:۳ میں عبارتِ ہدایہ صراحۃً اس پر دال ہے اور ایسی صورت میں وہ عورت زید کے لئے حلال نہیں ہوئی جیسا کہ جواب نمبر:۲ میں عبارتِ تبیین سے معلوم ہوا ہے اور محلل و محلل لہ دونوں مستحقِ لعنت ہیں اور سخت گنہگار ہیں جیسا کہ جواب نمبر:۲ میں عبارتِ مجمع الأنہر سے ظاہر ہے۔

جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں، ان کو مسئلہ سمجھا دیا جائے اور ان سے توبہ کرائی جائے، اگر وہ باوجود مسئلہ معلوم ہونے کے اپنے عقیدۂ فاسدہ اور قولِ باطل سے باز نہ آئیں تو ان سے قطع تعلق کر دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ جمادی الثانیہ/ ۵۶ھ۔

نکاح بنیتِ تحلیل

سوال[۶۶۲۱]: زید نے اپنی مطلقہ ہندہ سے بعد انقضاء عدت یوں کہا کہ اگر تو کسی سے نکاح کرے اور وہ تجھے طلاق دے دے تو میں پھر تجھ سے عقد کروں گا اور اگر تو اس کے پاس بخوشی رہنا چاہے تو بھی مجھے منظور ہے اور میں ہر دو حال میں تیرے نکاح میں امداد دوں گا کیونکہ تیری بے بسی پر رحم آتا ہے۔

چنانچہ حسبِ وعدہ اس نے ہندہ کے نکاح میں مدد کی لیکن ہندہ نے شوہر ثانی سے اس شرط سے نکاح کیا کہ تیری زوجیت سے خارج ہونے کا مجھے اختیار رہوگا یعنی جب چاہوں گی اپنے اوپر طلاق عائد کر لوں گی، چنانچہ نکاح کے وقت شوہر ثانی نے یہ شرط منظور بھی کی۔ اب ہندہ نے حسبِ شرط شوہر ثانی کے نکاح سے خارج ہو کر بعد انقضائے عدت شوہر اول سے عقد کیا۔

۱......کیا یہ نکاح مذہب حنفی میں جائز ہوگا یا نہیں؟

۲......کیا شوہر اول محلل لہ، اور شوہر ثانی محلل کے گناہ کا مرتکب سمجھا جائے گا یا نہیں؟

۳......شوہر اول نے اگر واقعی نیک نیتی سے اس کی بے بسی پر رحم کر کے ایسا کیا ہے تو وہ مستحقِ اجر ہوگا؟

بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر ثانی سے ہمبستری کے بعد ہندہ نے حسبِ شرط اپنے اوپر طلاق دی ہے تو شوہرِ اول سے اس کا نکاح درست ہے، بغیر ہم بستری یہ سب کچھ کیا ہے تو صحیح نہیں بشرطیکہ شوہر اول نے تین طلاقیں دی ہوں، اگر تین طلاق سے کم دی تھیں تو بہرصورت صحیح ہوگا اور یہ شرط کہ تیری زوجیت سے خارج ہونے کا اختیار ہوگا صراحۃً شرط تحلیل نہیں، اگر صراحۃً تحلیل کرلی جاوے تو یہ مکروہ تحریمی ہے جس سے گناہ ہوتا ہے۔

اور محلل ومحلل لہ ہر دو وعید کے مستحق ہوتے ہیں کہ اگر صراحۃً شرط نہ کی جائے بلکہ دل میں نیتِ تحلیل ہو تو اس سے گناہ نہیں ہوتا، بلکہ اجر ملتا ہے:

"وكره (النكاح) بشرط التحليل للأول: أى يكره التزوج بشرط أن يحلل له، يريد بشرط التحليل بالقول بأن تزوجتك على أن أحللك له، أو قالت المرأة ذلك. وأما لو نويا ذلك في قلبهما، ولم يشترط بالقول، فلا عبرة به، ويكون الرجل مأجوراً بذلك، لقصده الإصلاح، اهـ". زيلعي: ۲/۲۵۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱۱/۵۹ھ۔

جواب صحیح ہے، مگر نکاح سے قبل اس قسم کی شرط لگانے پر تفصیل ہے، جب تک معاملہ کی صورت اور ایجاب وقبول کی صورت نہ لکھی جائے، اصل تفویض کی صحت پر حکم لگانا بہت مشکل ہے، اگر کسی عالم سے دریافت کرکے یہ تفویض کی ترتیب حسبِ تصریح مفتی صاحب طلاق واقع کرنا صحیح ہوگا ورنہ اس کی تفصیل لکھ کر پھر حکم معلوم کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم۔

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ ہذا۔

---

(۱) (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۱۶۵/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب الرجعة: ۹۷/۴، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴۲۳/۲، امداديه، ملتان)

طلاق کی نیت سے نکاح

سوال[۶۶۲۲]: ایک شخص نکاح اس نیت سے کرتا ہے کہ نفسانی خواہش ایک آدھ دن میں پورا کر کے طلاق دیدوں گا اور ایسے نکاح کرتے رہے تو کیا ایسی نیت کرنے والے کا یہ نکاح درست ہوگا؟ یا نکاح متعہ جیسا ہوگا؟ اگر جائز ہے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضابطہ میں تو نکاح منعقد ہو جائے گا(۱)، مگر نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے مستحقِ وعید ہوگا(۲) بلا وجہ طلاق دینا خود مبغوض ہے(۳)۔ البتہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دیدی، اب وہ پریشان ہے، اس کا گھر ویران ہے، اس کی پریشانی اور ویرانی کو دور کرنے کیلئے کوئی شخص اس عورت سے نکاح کرلے اور ایک دو رات رکھ کر طلاق دیدے تو انشاء اللہ ماجور ہوگا بشرطیکہ طلاق کی شرط نہ لگائی جائے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۴/۵ھ۔

---

(۱) "وقيد بالمؤقت؛ لأنه لو تزوجها على أن يطلقها بعد شهر، فإنه جائز؛ لأن اشتراط القاطع يدل على انعقاده مؤبداً، وبطل الشرط كما في القنية. ولو تزوجها وفي نيته أن يقعد معها مدةً نواها، فالنكاح صحيح؛ لأن التوقيت إنما يكون باللفظ". (البحرالرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۹۰، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/۲۴۹، إمدادية ملتان)

(۲) "وإنما لامرئ ما نوى": ...... أي جزاء الذي نواه من خير أوشر، أو جزاء عمل نواه، أونيته دون مالم ينوه، أو نواه غيره له، ففيه بيانٌ لما تثمره النية من القبول والرد والثواب والعقاب، الخ". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، الحديث الأول، حديث النية: ۱/۹۹، ۱۰۰، رشيديه)

(۳) "أبغض الحلال إلى الله الطلاق". (ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۳/۲۲۸، سعيد)

(۴) "أما إذا أضمرا ذلك لا يكره، وكان الرجل مأجوراً لقصد الإصلاح". (الدرالمختار). "(قوله: لقصد الإصلاح): أي إذا كان قصده ذلك لا مجرد قضاء الشهوة ونحوها". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب: حيلة إسقاط عدة المحلل: ۳/۴۱۵، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۲/۴۲۳، امداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/۹۷، رشيديه)

حلالہ کے بعد میاں بیوی کا نکاح جبکہ حلالہ کے گواہ منکر ہوں

سوال[۶۶۲۳]: زید مع اپنی بیوی کے گذر اوقات کیلئے پردیس گیا ہوا تھا، وہیں اپنی بیوی کے ساتھ لڑکر اپنی بیوی کو طلاق دیدی، بعد عدت کے وہیں پردیس میں ہی حلالہ کیلئے پوشیدہ طریقے سے دو گواہ ایک نکاح پڑھانے والا بلاکر عمر سے نکاح پڑھوایا، عمر نے استعمال کر کے طلاق دیدی۔ اب زید مع اپنے بچوں اور اس عورت کے اپنے وطن آگئے، اب زید اور یہ عورت بکر سے کہتے ہیں کہ تم ہمارا نکاح پوشیدہ طور پر پڑھوادو۔ زید پابندِ صلوٰۃ وصوم نہیں ہے اور قسم کھاتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کا حلالہ کرایا ہے اور تُو میرا نکاح پڑھا دے۔ عورت بھی شریعت کی پوری پابند نہیں، لیکن قسم کھاتی ہے کہ عمر سے میرا نکاح ہوا اور اس نے استعمال کر کے طلاق دیدی۔

بکر نے حلالہ والے نکاح کے گواہوں کے پاس اور نکاح پڑھانے والے اور اس عمر کے پاس خط لکھے، گواہوں اور نکاح پڑھانے والے کی طرف سے لاعلمی کا جواب آیا اور عمر وہاں سے لاپتہ ہے۔ اب معلوم طلب بات یہ ہے کہ شرع کے اعتبار سے زید اور اس کی بیوی کی بات قابلِ تسلیم ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سوچنا چاہیئے کہ زید اور اس کی مطلقہ بیوی کو اگر حرام کاری ہی مطلوب ہوتی ہے تو دوبارہ نکاح پڑھوانے کی کیا ضرورت تھی، جبکہ طلاق پردیس میں دی تھی، بغیر نکاح کے بھی ساتھ رہ سکتے تھے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے زید اور بیوی دونوں خود ہی نکاح کا ایجاب وقبول کرلیں مثلاً بیوی کہے کہ میں نے اپنا نکاح اتنے مہر پر آپ سے کیا، شوہر کہے کہ میں نے آپ کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ بس اس سے نکاح ہوجائے گا(۱)۔

---

(۱) "النكاح .... ينعقد بالإيجاب والقبول .... فإذا قال لها: أتزوّجك بكذا، فقالت: قد قبلت، يتم النكاح، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثاني فيما ينعقدبه النكاح ومالا ينعقد: ۱/ ۲۷۰، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الأول، الفصل الأول: ۱/ ۳۲۱، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الأول في الألفاظ التي ينعقد بها النكاح: ۲/ ۵۷۹، إدارة القرآن كراتشي)

حلالہ والے نکاح خواں اور گواہوں نے جو لاعلمی ظاہر کی ممکن ہے کہ ان کو تاکید کی گئی ہو کہ اس نکاح کو خفیہ رکھنا، اس وجہ سے انہوں نے ظاہر نہ کیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۹۲ھ۔

حلالہ کی صورت

سوال [۶۶۲۴]: بغرضِ حلالہ زہرہ بالغہ ثیبہ کا نکاح جعفر سے بلا شرط کیا گیا۔ چونکہ زہرا کے والد نے امام کو نکاح کی اجازت دے دی تھی تو راز داری کی وجہ سے امام صاحب نے خود وکیل اور گواہ اول اور موذن صاحب کو گواہ ثانی بنا کر دونوں میں ایجاب وقبول کرایا، بعدہ دونوں میں مقاربت بھی ہوگئی۔ تو سوال یہ ہے کہ حلالہ جائز ہے یا نہیں؟ اور امام صاحب کا وکیل اور گواہ درست ہے یا نہیں؟ اور نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زہرہ اور جعفر دونوں موجود تھے، ان کے سامنے امام صاحب نے ایجاب وقبول کرایا ہے اور ایک مرد بھی ان کے علاوہ موجود تھا تو یہ نکاح صحیح ہوگیا، مرد وعورت تو ایجاب وقبول کرنے والے قرار دیے جائیں گے اور امام صاحب اور ایک مرد یہ دونوں شرعاً گواہ قرار دیے جائیں گے، پھر مقاربت بھی صحیح ہوگی۔ اگر زہرہ وجعفر دونوں وہاں موجود نہیں ہیں، بلکہ صرف جعفر سے ایجاب وقبول کرادیا ہے اور صرف ایک آدمی اور تھا خواہ وہ زہرہ کے والد ہوں یا کوئی اَور، یا کوئی بھی نہیں تھا تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، نہ ہی مقاربت درست ہوئی، نہ ہی اپنے پہلے شوہر کیلئے وہ حلال ہوگی (۱)۔

اب دوبارہ کم از کم دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرایا جائے (۲)۔ جو کوتاہی غلطی ہوگئی اس سے

---

(۱) "(ولوزوج بنته البالغه) العاقلة (بمحضر شاهد واحد، جاز إن) كانت ابنته (حاضرةً؛ لأنها تجعل عاقدةً (وإلالا). الأصل أن الآمر متى حضر، جعل مبا شراً". (الدرالمختار، كتاب النكاح، مطلب في عطف الخاص على العام: ۳/ ۲۵، سعيد)

(وانظر أيضاً مجمع الأنهر، كتاب النكاح: ۱/ ۴۷۴، غفارية)

(والهداية، كتاب النكاح: ۲/ ۳۰۷، شركة علميه ملتان)

(۲) "ولاينعقد نكاح المسلمين إلابحضور شاهدين حرين، الخ". (الهداية، كتاب النكاح: ۲/ ۳۰۶، شركة علمية ملتان) .... =

توبہ واستغفار کیا جائے، خود امام صاحب بھی توبہ استغفار کریں (۱)، آئندہ اس قسم کی چیز میں ہمیشہ احتیاط کریں، ایسی حالت میں ان امام صاحب کو امامت سے الگ کرنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۶/۹۴ھ۔

مطلقہ ثلاثہ کا نکاح بغیر حلالہ کے

سوال [۶۲۲۵]: ایک شخص نے مطلقہ ثلاثہ یا مطلقہ بائنہ سے نکاح دورانِ عدت میں کرلیا، لیکن نہ اس عورت سے صحبت کی نہ خلوتِ صحیحہ اور نہ ہاتھ لگایا، نیز عورت نے بھی عدت ہونے کے خیال سے تیل سرمہ، کسم وزعفران کپڑے، کسی کا استعمال نہ کیا۔ آیا ختمِ مدتِ عدت کے بعد دورانِ عدت والے نکاح سے صحبت حلال ہے یا حرام ہے؟ اور مرد پر دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، اس سے متارکت واجب ہے اور بعد عدت دوبارہ نکاح کیا جائے تب صحبت حلال ہوگی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

= و انظر أيضاً ملتقى الأبحر، كتاب النكاح: ۱/۴۷۲، غفارية)

(و كذا في ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: الخصاف كبير في العلم: ۳/۲۱، ۲۲، سعيد)

(۱) "﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه، ثم يستغفر الله، يجد الله غفوراً رحيماً﴾ فالواجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح و حين يمسي". (تنبيه الغافلين، باب الآخر من التوبة، ص: ۲۰، مكتبه حقانية بشاور)

"و اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(و كذا في روح المعاني تحت آية ﴿يا أيهاالذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۹، سعيد)

(۲) "و يجب مهر المثل في نكاح فاسد، وهو الذي فَقَدَ شرطاً من شرائط الصحة كشهود، الخ". (الدرالمختار). "(قوله كشهود) ومثله تزوج الأختين معاً، ونكاح الأخت في عدة الأخت، و نكاح=

تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے نکاح میں رکھنا

سوال[۶۶۲۶] : ایک شخص بے روزگار و بے کار ہے، عیال دار ہے۔ اس کی بیوی بھی مزدوری سے تنگی کی حالت میں گذراوقات کررہی ہے۔ دونوں میں نکما ہونے کی وجہ سے نباہ نہیں ہوتا۔ خود جاہل وضدی ہونے کی وجہ سے اور بھاوج کے اشتعال دلانے سے متعدد مرتبہ جھگڑا ہو چکا اور ایک یا دوبار تین طلاق غصہ میں دے چکا ہے، پھر بھی ساتھ رہتا ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا تو کہتا ہے کہ نہ میں نے دل سے طلاق دی نہ نیت تھی، بلکہ بھاوج کے کہنے سے ڈرانے کے لئے ایسا کہہ دیا ہے۔ اس صورت میں فرمائیں کہ شرعی کیا حکم ہے اور بناؤ کی کوئی صورت شرعی نکلتی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صاف لفظوں میں تین دفعہ طلاق دے دی چاہے بھاوج کے کہنے سے دی ہو تو طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے ساتھ رہنا جائز نہیں(۱)، بیوی کو چاہیے کہ وقتِ طلاق سے تین ماہواری گذار کر دوسرے

= المعتدة ...... بل يجب على القاضي التفريق بينهما، الخ". (ردالمحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد : ۳/۱۳۱، ۱۳۲، سعيد)

"إذا وقع النكاح فاسداً، فرّق القاضي بين الزوج والمرأة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه : ۱/۳۳۰، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد وأحكامه : ۳/۲۴۸، غفاريه كوئٹه)

(۱) قال الله عزوجل :﴿فإن طلّقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (سورة البقرة: ۲۳۰)

"﴿فلا تحل له من بعد﴾: أي من بعد ذلك التطليق ﴿حتى تنكح زوجاً غيره﴾: أي تتزوج زوجاً غيره، ويجامعها، فلا يكفي مجرد العقد .... عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: جاءت امرأة رفاعة القرظي إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقالت: إنّي كنت عند رفاعة، فطلقني فبت طلاقي، فتزوجني عبدالرحمن بن الزبير وما معه إلا مثل هدبة الثوب، فتبسم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: "أتريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لاحتى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتك". (روح المعاني، سورة البقرة: ۲/۱۴۱، دارإحياء التراث العربي بيروت) .... =

شخص سے باقاعدہ نکاح کرلے(۱)۔صاف لفظوں میں طلاق دینے کے لئے نیت کا ہونا اور دل سے دینا ضروری

= عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلثاً، فتزوجت، فطلقت، فسئل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول". (صحيح البخاری، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلث: ۲/ ۷۹۱، قديمی)

"وأما الطلقات الثلاث: فحكمها الأصلي هو زوال الملك، وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لايجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج أخر". (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن: ۴/۴۰۳، دارالكتب العلمية بيروت)

"وفي ذلك حديث ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً، فتزوجت بزوج آخر، لم تحل للأول حتى تذوق من عسيلته ويذوق من عسيلتها" (المبسوط للسرخسي، كتاب الطلاق، الجلد الثالث، الجزء السادس، ص: ۱۰، غفاريه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقه: ۲/ ۳۹۹، امداديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۱/ ۴۷۳، رشيديه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقت يتربصن بأنفسهن ثلثة قروء﴾. (سورة البقرة: ۲۲۸)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ والّٰئى يئسن من المحيض من نسائكم إن ارتبتم، فعدتهن ثلثة أشهر، و الّٰئى لم يحضن، وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾. (سورة الطلاق: ۴)

"وذكر في الأصل أن عليها العدة من وقت الطلاق، وفي الفتوىٰ: عليها العدة من وقت الإقرار ..... قال في الهداية: ومشايخنا رحمهم الله تعالىٰ يفتون في الطلاق أن ابتداء ها من وقت الإقرار". (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۳/ ۲۶۱، دارالكتب العلمية بيروت)

"وإذا بلغ المرأة طلاق زوجها، أو موته، فعليها العدة من يوم مات، أو طلق؛ لأن العدة ليست إلا مدة ضربت لها لمناجزة عمل الطلاق، أو لأنها النكاح من كل وجه". (المحيط البرهاني، باب العدة: ۴/۳۳، رشيديه)

"(لو أقر بطلاقها منذ زمان) ماض، فإن الفتوىٰ أنها من وقت الإقرار مطلقاً نفياً لتهمة المواضعة ..... (وجبت) العدة من وقت الإقرار، ولها النفقة والسكنى". (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب العدة: ۳/ ۵۱۲، سعيد)

نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی، دار العلوم دیوبند، ۱۳/ ۶/ ۸۷ھ۔

بیوی کو تیسری طلاق میں شبہ ہونے کی صورت میں نکاح میں رکھنا

سوال [۷۲۲۶]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی، بعد میں بیوی چاہتی ہے کہ میں اپنے شوہر کے ساتھ رہوں اور وہ شخص بھی اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے جس کی وہ بیوی تھی۔ اور طلاق کے متعلق دونوں شوہر و بیوی کہتے ہیں کہ دو طلاق کے بارے میں تو یاد ہے، مگر تیسری طلاق کے بارے میں مغالطہ ہے کہ دی ہے یا کہ نہیں؟ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس واقعہ کو چھ سات ماہ ہو چکے ہیں۔ اب وہ عورت نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر غالب گمان یہی ہے کہ صرف دو طلاقیں دی ہیں، تیسری طلاق کا غالب گمان نہیں، شک کے درجے میں ہے اور کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جس کے سامنے طلاق دی ہو تو اب دوبارہ نکاح کی اجازت ہے (۲)۔

---

(۱) "قال في الذخيرة: ولو قال لها ''سہ طلاق باش'' أو قال: ''بطلاق باش'' تحكم النية . وكان الإمام ظهير الدين يفتي بالوقوع في هذه الصورته بلانية". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب من الصريح الألفاظ المصحفة: ۲۴۹/۳، سعيد)

"وروينا أن عبدالله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما لمّا طلق امرأته في حال الحيض، أمر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن يراجعها، ولم يسأله: هل نوى الطلاق أولم ينو، ولو كانت النية شرطاً لسأله، ولا مراجعة إلا بعد وقوع الطلاق، فدل على وقوع الطلاق من غير نية". (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في شرط النية في الكناية: ۲۲۲/۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "في نوادر ابن سماعة عن محمد رحمه الله تعالىٰ: إذا شك في أنه طلق واحدةً أو ثلاثاً، فهي واحدة حتى يستيقن أو يكون أكبر ظنه على خلافه، فإن قال الزوج: عزمت على أنها ثلاث، أو هي عندي على أنها ثلاث أضع الأمر على أشده، فأخبره عدول، حضروا ذلك المجلس، وقالوا: كانت واحدةً، قال: إذا =

لیکن اگر غالب گمان تیسری کا بھی ہے تو اب بغیر حلالہ کے نکاح سے پرہیز کیا جائے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۹۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= كانوا عدولاً أصدقهم وأخذ بقولهم، كذا في الذخيرة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول، مطلب: إذا شک أنه مطلق واحدةً أو ثلاثاً: ۱/۳۶۳، رشيديه)

(۱) قال الله عزوجل: ﴿فإن طلّقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (سورة البقرة: ۲۳۰)

"﴿فلا تحل له من بعد﴾: أى من بعد ذلک التطليق ﴿حتى تنكح زوجاً غيره﴾: أى تتزوج زوجاً غيره، ويجامعها، فلا يكفي مجرد العقد .... عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: جاء ت امرأة رفاعة القرظي إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقالت: إنّي كنت عند رفاعة، فطلقني فبت طلاقي، فتزوجني عبدالرحمن بن الزبير وما معه إلا مثل هدبة الثوب، فتبسم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: "أتريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لاحتى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتک". (روح المعاني، سورة البقرة: ۲/۱۴۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلثاً، فتزوجت، فطلقت، فسئل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول". (صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلث: ۲/۷۹۱، قديمي)

"وأما المطلقات الثلاث: فحكمها الأصلي هو زوال الملک، وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لايجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر". (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن: ۴/۴۰۳، دارالكتب العلمية بيروت)

"وفي ذلک حديث ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً فتزوجت بزوج آخر، لم تحل للأول حتى تذوق من عسيلته ويذوق من عسيلتها" (المبسوط للسرخسي، كتاب الطلاق، الجلد الثالث، الجزء السادس، ص: ۱۰، غفاريه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقه: ۲/۳۹۹، امداديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۱/۴۷۳، رشيديه)

باب ثبوت النسب

(ثبوتِ نسب کا بیان)

اقل مدتِ حمل

الاستفتاء: [۲۲۲۸] : زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ۲۵/ ذی الحجہ/ ۸۰ھ کو ہوا، اور گیارہ رجب/ ۸۳ھ کو ہندہ کے لڑکی تولد ہوئی کیا۔ اتنے عرصہ میں پیدا ہونے والی لڑکی زید کی مانی جاسکتی ہے، جب کہ نکاح کے صرف ایک مہینہ کے بعد ہی ہندہ کے حمل ظاہر ہوگیا تھا اور زید نے بھی اپنا حمل ہونے سے انکار کردیا تھا؟ لڑکی تولد ہونے پر جو دائی تھی، اس کا کہنا ہے کہ بچہ پورے نو مہینہ کا ہے۔ ایسی صورت میں زید کا نکاح ہندہ سے ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کم سے کم چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوسکتا ہے (۱) اور یہاں تو چھ ماہ سے زیادہ وقت ہوگیا۔ دائی کا یہ کہنا کہ پورے نو ماہ کا ہے شرعاً حجت نہیں کہ بچہ کو ناجائز قرار دیا جائے۔ جبکہ زید شادی کے بعد اپنی بیوی سے صحبت کرچکا ہے اور شادی سے چھ ماہ گذرنے کے بعد بچہ پیدا ہوا ہے تو زید کو انکار کا حق نہیں (۲)، اگر اسلامی حکومت

---

(۱) "أكثر مدة الحمل سنتان، وأقلها ستة أشهر إجماعاً، الخ". (الدر المختار مع رد المحتار، باب العدة، فصل في ثبوت النسب: ۵۴۰/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲۷۶/۴، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴۳۳/۲، مكتبه شركة علمية ملتان)

(۲) "النكاح الصحيح وماهو في معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه أنه يثبت النسب من غير دعوة، ولا ينتفي بمجرد النفي، وإنما ينتفي باللعان، فإن كانا ممن لالعان بينهما، لاينتفي نسب الولد". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۵۳۶/۱، رشيديه)

ہوتو ایسی صورت میں انکار کرنے سے لعان کا حکم کیا جائے (۱)، جبکہ ہندہ نہ کسی دوسرے کے نکاح میں تھی نہ عدت میں تھی تو زید سے اس کا نکاح درست ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

چھ ماہہ بچہ کے نسب کا ثبوت

سوال[۶۶۲۹]: زید نے شادی کی اور چھ مہینہ بارہ دن بعد اس کے بچی پیدا ہوئی پورے جسم کے ساتھ اور شادی کے بعد زید نے بلاچوں و چراشب باشی کی۔ اب چھ مہینے بارہ دن جب بعد بچی پیدا ہوئی تو لوگوں نے محض مشہور کیا کہ یہ بچی چھ مہینے کی نہیں بلکہ نومہینہ کی ہے اور علماء سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: بارہ روز زیادہ ہے، اس میں شک نہیں۔ اب لوگوں کے طعن کے بعد زید انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لیلۃ الزفاف میں آثار وعلامت میں پایا اور دوتین دن بعد ہندہ سے پوچھا تو وہ کہتی ہے کہ ہاں فلاں شخص نے مجھ سے بدکاری کی تھی، اب ہندہ منکر ہے کہ میں نے یہ بات نہیں کہی اور زید کافی تعداد لوگوں کو ہمراہ لے کر کہتا ہے کہ میں لیلۃ الزفاف سے انکار کرتا ہوں کہ یہ حمل میرا نہیں اور اسی پر چھ سات گواہ بھی موجود ہیں۔ اب علماء فریقین میں سے ہوگئے اس وجہ سے فساد برپا رہورہا ہے۔

واضح رہے کہ ہندہ کہتی ہے کہ شادی کے دوتین روز پہلے مجھ کو حیض سے پاکی حاصل ہوئی اور زید منکرِ نسب ہے۔ اب کس کا قول معتبر ہوگا، آیا زید کا انکار قابلِ قبول ہے؟ پھر جانبین منکر ہیں تو لعان جاری ہوگا یانہیں؟ اور بچی کس کے تابع ہوگی، دونوں منکر ہیں، بچی لینے میں ماں کے تابع ہوئی وہ نہیں لیتی، اب کیا کرنا چاہیے؟ بعض کہتے ہیں کہ یہاں دارالاسلام نہیں، لہٰذا لعان جاری نہ ہوگا تو کیا لعان کے لئے دارالاسلام شرط

= (وكذافي الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۸۷/۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذافي فتح المعين، باب ثبوت النسب: ۲۳۰/۲، سعيد)

(۱) "إذا قذف الرجل امرأته بالزنا، وهما من أهل الشهادة، والمرأة ممن يُحدّ قاذفها أو نفى نسب ولدها، وطالبته بموجب القذف، فعليه اللعان، الخ". (الهداية، باب للعان: ۴۱۲/۲، شركة علميه ملتان)

(وكذافي البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب اللعان: ۱۹۰/۴، رشيديه)

(وكذافي مجمع الأنهر، باب اللعان: ۴۵۲/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ہے؟ ہندوستان میں قاضی شرعی علماء کو ٹھہرایا گیا ہے، یہ کافی نہیں۔ حضرت والا سے گذارش ہے کہ بدستِ خود حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شریعت نے ثبوتِ نسب کے لئے بہت احتیاط کا پہلو اختیار کیا ہے اور حتی الوسع کسی کو اس کا موقع نہیں دیا کہ کسی بچہ کو ولد الزنا اور حرامی کہے، نیز مسلمان مرد اور عورت کی عزت کی بھی حفاظت کی ہے، کسی کو (بدکار، زانی، زانیہ) کہنے کی اجازت نہیں، ایسا کہنے پر سخت سزا تجویز کی ہے، اشاعتِ فاحشہ کو روکا ہے، ثبوتِ زنا کے بعد سزا بھی عبرتناک ہے اور اتہام کی سزا بھی دردانگیز ہے۔ ایسی سزائیں دینے کا بھی ہر ایک کو حق نہیں، بلکہ اس کے لئے خصوصی اقتدار اور خصوصی مقام ضروری ہے(۱)۔

نکاح سے چھ ماہ پورے ہونے سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے، وہ ثابت النسب ہوتا ہے(۲)، نسب منتفی

(۱) حدودِ شرعیہ کے نفاذ کے لئے شرعاً امام المسلمین کا ہونا شرط ہے، جہاں امام اور قاضی شرعی نہ ہو، وہاں حدودِ شرعیہ کے قیام کے لئے کوئی اور شخص قائم مقام قاضی نہیں ہوسکتا: "فیشترط الإمام لاستیفاء الحدود". (ردالمحتار، کتاب الجنایات، مبحثٌ شریفٌ: ۶/۵۴۹، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الحدود، الباب الأول فی تفسیره شرعاً و رکنه و شرطه و حکمه: ۲/۱۴۳، رشیدیه)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب الحدود، فصل فی کیفیة الحد و إقامته: ۵/۲۳۵، ۲۳۶، مصطفی البابی الحلبی بمصر)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الحدود: ۳/۱۴۳، إمدادیه ملتان)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الحدود، فصل فی شرائط جواز إقامتها: ۹/۲۵۰، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) "وإذا تزوج الرجل امرأةً، فجاء ت بولد لأقل من ستة أشهر منذیوم تزوجها، لم یثبت نسبه. وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعداً، یثبت نسبه منه، الخ". (الهدایة، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲/۴۳۲، شرکة علمیه ملتان)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب: ۱/۵۳۶، رشیدیه)

(وکذافی البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴/۲۷۳، رشدیه)

ہونے کے لئے چند شرائط ہیں: ایک شرط یہ بھی ہے کہ دونوں میں لعان ہو اور قاضی شرعی اس لعان کی بناء پر تفریق کردے، لعان کے لئے دار الاسلام شرط ہے اور دار الحرب میں لعان نہیں، جب لعان کسی وجہ سے بھی ساقط ہوجائے تو انتفائے نسب نہیں ہوگا:

"ثم لوجود قطع النسب شرائط: منها: التفریق؛ لأن النکاح قبل التفریق قائم، فلایجب النفي". بدائع ۲۴۶/۳(۱)۔ "أما شروط النفي فستة مبسوطة مذکورة في البدائع، ۱ھ".

درمختار۔ قال الشامي: "الأول التفریق، الخ". رد المحتار: ۵۹۰/۲(۲)۔

"فمن قذف بصریح الزنا في الإسلام". درمختار .... وقال الشامي: "أخرج دار الحرب لانقطاع الولایة". ردالمحتار: ۸۰۷/۲(۳)۔

"وإذا کان وجوب نفیه أحد حکمي اللعان، فلایجب قبل وجوده، وعلی هذا قلنا: إن القذف إذالم ینعقد موجباً للعان، أوسقط بعد الوجوب، ووجب الحد أولم یجب، أو لم یسقط، لکنهما لم یتلاعنا بعد، لاینقطع نسب الولد". بدائع: ۲۴۶/۳(٤)۔

اگر بیوی بھی نفی کردے یعنی شوہر کی تصدیق کردے تب بھی نسب منقطع نہیں ہوگا: "وکذا إذا نفی نسب ولد حرة، فصدقته، لاینقطع نسبه لتعذر اللعان" بدائع: ۲۴۶/۳(۵)۔

لعان بدل ہے حد کا، اس میں کوئی شخص امام المسلمین کا قائم مقام نہیں ہوسکتا ہے(۶)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۹/۲۶ھ۔

---

(۱) (بدائع الصنائع، کتاب اللعان، فصل في حکم اللعان: ۵۵/۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) (الدر المختار مع ردالمحتار، باب اللعان، مطلب في الدعاء باللعن علی معین: ۴۸۹/۳، سعید)

(۳) (الدر المختار مع ردالمحتار، باب العان: ۴۸۴/۳، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب اللعان: ۱۹۰/۴، رشیدیه)

(۴) (بدائع الصنائع، کتاب اللعان، فصل في حکم اللعان: ۵۴/۵، ۵۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۵) (بدائع الصنائع، کتاب اللعان، فصل في حکم اللعان: ۵۵/۵، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۶) حدود شرعیہ کے نفاذ کے لئے شرعاً امام المسلمین کا ہونا شرط ہے، جہاں امام اور قاضی شرعی نہ ہو، وہاں حدود شرعیہ کے قیام =

نکاح سے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچہ کا نسب

سوال[۶۶۳۰]: ہندہ کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی، طلاق کے تین ماہ بعد ہندہ نے زید سے نکاح کیا۔ زید نے اور زید کے متعلقین نے ہندہ کے والد سے اس امر پر شہادت چاہی کہ اس کی عدت پوری ہوگئی یا نہیں، اس وقت ہندہ کو حمل ہے یا نہیں، ہندہ کے باپ نے مجلس میں اس بات پر حلف اٹھایا کہ اس کی عدت پوری ہو چکی ہے اور اس کو حمل نہیں ہے۔

اس حلف کی بناء پر نکاح ہوا، لیکن ساڑے چھ ماہ یا پونے سات ماہ بعد ہندہ کے یہاں لڑکا ہوا، لڑکے کا ظاہری نشوونما اس بات کا شاہد ہے کہ یہ پورے نو ماہ کا ہے، کم کا نہیں ہے اور اس کو نکاح کے موقعہ پر تین ماہ حمل تھا، نیز نکاح کے فوراً بعد ہی عوام میں یہ خبر نہایت گرم جوشی سے پھیلی کہ اس (ہندہ) کو اس روز جب کہ نکاح ہوا تین ماہ کا حمل بطریقِ ناجائز تھا جس میں کہ اس کا سابق شوہر حمل ناجائز کے لئے شہادتِ عینی پیش کرتا ہے، بلکہ اپنی طلاق کی وجہ بھی یہ ہی ظاہر کرتا ہے۔

ا..... حکم شرع کے موافق ہندہ اپنے موجودہ شوہر کے نکاح میں ہے یا نہیں؟ بچہ حلال ہے یا حرامی؟ ایسے شخص سے تعلق رکھنا کیسا ہے؟

۲......اس نکاح کے بعد اکثر لوگ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جو اشخاص اس نکاح میں شریک تھے، ان کے نکاح ساقط ہوگئے، اس لئے ان کو دوبارہ نکاح پڑھنا چاہئے۔ کیا از روئے شریعت شریکِ نکاح کے نکاح ساقط ہوگئے؟ ایسی حالت میں عدت ہوگی یا نہیں؟ کیا ہر وہ شخص جو اس نکاح میں شریک تھا اپنی زوجہ سے نکاح

= کے لئے کوئی بھی شخص قائم مقام قاضی نہیں ہو سکتا: "فیشترط الإمام لاستیفاء الحدود". (ردالمحتار، کتاب الجنایات، مبحث شریف: ۶/۵۴۹، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الحدود، الباب الأول فی تفسیره شرعاً و رکنه و شرطه و حکمه: ۲/۱۴۳، رشیدیه)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب الحدود، فصل فی کیفیة الحد و إقامته: ۵/۲۳۵، ۲۳۶، مصطفی البابی الحلبی بمصر)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الحدود: ۳/۱۳۳، إمدادیه ملتان)

(وکذا فی بدائع الصنائع: کتاب الحدود، فصل فی شرائط جواز إقامتها: ۹/۲۵۰، دارالکتب العلمیة بیروت)

کرسکتا ہے، یا جو شرائط طلاق کے لئے ہیں وہ شرط یہاں بھی لاحق ہوں گی؟ براہِ کرم حکم شریعت سے مطلع فرمائیں۔فقط۔

محمد احسن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ نے اعتراف کیا کہ میری عدت ختم ہوچکی ہے اور وہ عادلہ ہے اور زید کو اس کے کہنے کا یقین آگیا تو شرعاً زید کا نکاح ہندہ سے صحیح ہوگیا:

"ولو أن امرأةً قالت لرجل: إنّ زوجي طلقني ثلثاً وانقضت عدتي، فإن كانت عدلةً، وسعه أن يتزوجها. وإن كانت فاسقةً، تحرّى وعمل بما وقع تحريه عليه، كذافي الذخيرة". عالمگیری: ۲/۱۸۷(۱)۔

اور جو بچہ وقتِ نکاح سے پورے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہو، وہ ثابت النسب ہوتا ہے، پس صورت مسئولہ میں وہ بچہ زید ہی کا شمار ہوگا، ہندہ کے پہلے شوہر کا حمل زنا کی عینی شہادت پیش کرنا شرعاً معتبر نہیں، کیونکہ عینی شہادت سے بہت زنا کی پیش کی جاسکتی ہے، حمل کی نہیں پیش کی جاسکتی۔ اور یہ اشکال کہ بچہ کی کانشوونما اس بات کی شاہد ہے کہ وہ پورے نوماہ کا ہے یہ بھی قابلِ اعتبار نہیں، بعض تھوڑی عمر کا بچہ بھی بڑا معلوم ہوتا ہے اور بعض دفعہ اس کا عکس ہوتا ہے:

"وإذا تزوج الرجل امرأةً، فجاءت بولدٍ لأقل من ستة أشهر منذيومٍ تزوجها، لم يثبت نسبه. وإن جاءت به لستة أشهر فصاعداً، يثبت نسبه منه، اعترف به الزوج أو سكت؛ لأن الفراش قائم والمدة تامة". هدايه(۲)۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهيه، الفصل الثاني في العمل بخبر الواحد في المعاملات: ۵/۳۱۳، رشيديه)

(۲) (الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲/۴۳۲، شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۱/۵۳۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴/۲۷۳، رشيديه)

ایسے نکاح میں شریک ہونے والے لوگوں کا نکاح نہیں ٹوٹا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۶/۲/۲۶ھ۔

نکاح کے چھ دن بعد جو بچی پیدا ہوا اس کا نسب

سوال [۶۶۳۱]: زید کی بیوی کو نکاح کے چھ دن یا دس دن کے بعد بچی پیدا ہوئی، زید کہتا ہے کہ یہ بچی میری جائز اولاد ہے، اس بات کی تصدیق زید کی بیوی بھی کرتی ہے، لیکن کچھ لوگ اس بچی کو ناجائز کہتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان میں کس کی بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں اس بچی کو زید کی بچی نہ سمجھا جائے، جو لوگ زید کی تصدیق کرتے ہیں وہ حق پر نہیں اور جو لوگ اس کی تکذیب کرتے ہیں وہ حق پر ہیں، کذافی الهدایه: ۲/۱۴۲:

"وإن جاءت به لستة أشهر فصاعداً، يثبت نسبه منه، اعترف به الزوج أوسكت"(۲)۔

وكذافي شرح الوقايه: ۲/۲۴۴ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۱/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۱/۲ھ۔

سات آٹھ ماہ گذرنے پر پیدا شدہ بچہ کا نسب

سوال [۶۶۳۲]: زید بمبئی میں رہتا تھا، جب زید گھر آیا تو زید کے آنے کے بعد ۷، ۸/ ماہ بعد اس کی اہلیہ کے بچہ پیدا ہوا، زید کو شبہ ہوا، اس کے معلوم کرنے پر ہندہ نے اپنے دیور کا بتلایا، پہلے تو شوہر ہی کا بتلایا تھا، مگر جب برادری کے لوگوں نے زور دیا تو پھر دیور کا بتلانے لگی۔ تو یہ بچہ کس کا ہے؟ کیا اس میں دیوبندی اور بریلوی کا اختلاف ہے؟ جو شخص شریعت کو نہ مانے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

---

(۱) (کفایت المفتی: ۵/۲۹۱، كتاب النكاح، دار الإشاعت كراچی)

(۲) (الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲/۴۳۲، شركه علميه)

(۳) (شرح الوقاية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲/۱۴۴، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۱/۵۴۳، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

شادی سے چھ ماہ پورے ہونے پر جو بچہ پیدا ہو وہ شرعاً ثابت النسب ہوتا ہے(۱)، اس کو حرامی کہنا جائز نہیں (۲)، اور جبکہ سات آٹھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا ہے تو اس پر کوئی بدگمانی نہ کی جائے (۳)، عورت کو مجبور کرنا اور اس سے کوئی اقرار لینا کہ یہ کس کا ہے، شرعاً جائز نہیں، اور اس کے اس اقرار سے کہ یہ دیور کا ہے وہ دیور کا نہیں ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس میں دیوبندی اور بریلوی کا کوئی اختلاف نہیں، سب اس پر متفق ہے، حدیث وفقہ میں بھی اس طرح مذکور ہے۔ جو شخص شریعت کو نہیں مانتا اس کی حالت خطرناک ہے، اس کا ایمان سلامت رہنا دشوار ہے(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۹ ۱۳ھ۔

دس برس کی جدائی پر بچہ کا نسب

سوال[۶۶۳۳]: ایک شخص اپنے مکان سے پردیس چلا گیا اور وہ مکان پر نہیں آیا دس برس تک، اور نہ بیوی اس کی اس کے پاس گئی اور یہاں بیوی کے ۸/ برس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے، وہ حرامی ہے یا حلالی

---

(۱) "وإذا تزوج الرجل امرأة، فجاءت بولد لأقل من ستة أشهر منذ يوم تزوجها، لم يثبت نسبه. وإن جاءت به لستة أشهر، فصاعداً، يثبت نسبه منه، الخ". (الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴۳۲/۲، شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۵۳۶/۱، رشيديه)

(وكذافي البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲۷۳/۴، رشيديه)

(۲) "ولو قال: ياولدالزنا، أوقال: يابن الزنا، وأمه محصنة، حُدّ؛ لأنه قذفها بالزنا، كذافي التمرتاشي". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب السابع في حد القذف، التعزير: ۱۶۲/۲، رشيديه)

(وكذافي فتح القدير، كتاب الحدود، باب حد القذف: ۳۲۲/۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، باب القذف، فصل في التعزير: ۸۷/۵، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ياأيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن، إن بعض الظن إثم﴾ (الحجرات: ۱۲)

(۴) "ومن قال: أنا بريئ من الإسلام، قيل: يكفر". (شرح الملاعلى القارى على الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۴، قديمى)

ہے؟ کلام مجید سے ثبوت تحریر فرمائیں، اوراس مسئلہ کوبھی حل کیجئے۔ بہشتی زیور، حصہ چہارم، ص: ۵۳، مطبوعہ لاہور: ''میاں پردیس میں ہے اورمدت ہوگئی، برسیں گذر گئیں کہ گھرنہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہوگیا تب بھی وہ حرامی نہیں، اسی شوہر کا ہے، البتہ اگر وہ خبر پاکر انکار کردے گا تو لعان کا حکم ہوگا'' (۱)۔ اس کو از روئے کلام مجید وحدیث شریف مفصل حل فرماکر مشکور فرمائیں فقط۔

منشی محمد یعقوب سخن بقلم خود، محلّہ شیرازان، سہارن پور، ۲۶/ جون/ ۳۵ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہشتی زیور میں یہ مسئلہ صحیح لکھا ہے، دوسری کتب فقہ میں بھی موجود ہے، فقہائے مجتہدین نے تمام مسائل قرآن وحدیث سے ہی لکھے ہیں، یہ بھی حدیث شریف سے ماخوذ ہے، مقلد کا منصب یہ ہے کہ اس کے امام نے قرآن وحدیث سے جومسائل استنباط کرکے بیان کردیئے ہیں اس پر عمل کرے، از خود ماٴ خذ کا طالب نہ ہو، کیونکہ ہر ہر مسئلہ کا ماخذ معلوم کرنے کے لئے بہت بڑے علم کی ضرورت ہے:

"يقام النكاح مقامه (أي الدخول) في إثبات النسب، قال النبي صلى الله عليه وسلم: "الولد للفراش، وللعاهر الحجر". وكذا لوتزوج المشرقيّ بمغربيّة، فجاء ت بولد، يثبت النسب وإن لم يوجد الدخول حقيقةً لوجود سببه، وهو النكاح". بدائع: ۳۳۲/۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۴/۳/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) (بہشتی زیور، حصہ چہارم، باب بیست ودوم، لڑکے کے حلال ہونے کا بیان، ص: ۳۰۲، دارالاشاعت کراچی)

(۲) (بدائع الصنائع، . كتاب النكاح، فصل في ثبوت النسب: ۲۰۷/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"النكاح الصحيح وماهو في معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه أنه يثبت النسب من غير دعوة، ولاينتفي بمجرد النفي، وإنما ينتفي باللعان، الخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۵۳۶/۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتا ب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۷۸/۴، إدارة القرآن كراچي)

(والحديث أخرجه البخاري في صحيحه في كتاب الأحكام، باب القضاء على الغائب: ۱۰۶۵/۲، قديمي)=

عزل کے بعد پیدا شدہ بچہ ثابت النسب ہے

سوال[۶۶۳۴] : ۱.....عزل کے باوجود بچہ پیدا ہوا، تو ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟

نس بندی کے بعد پیدا شدہ بچہ ثابت النسب ہے

سوال[۶۶۳۵] : ۲.....نس بندی کے بعد بچہ پیدا ہو تو ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....ثابت النسب ہوگا: "الولد للفراش، وللعاهر الحجر". بخاری شریف(۱)۔

۲.....تب بھی ثابت النسب ہوگا: "الولد للفراش وللعاهر الحجر، الخ". بخاری شریف(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۹۶ھ۔

حمل سوکھ کر ڈیڑھ سال بعد بچہ پیدا ہوا

سوال[۶۶۳۶] : ہندہ تین بچوں کی ماں ہے، ایک سال شوہر پردیس میں رہا، پھر شوہر ہندہ کو اپنے ساتھ لے گیا مگر پانچ ماہ کے بعد ہندہ کے بچی پیدا ہوئی، تو یہ بچی جائز کی ہے یا ناجائز؟ ہندہ کہتی ہے کہ بوجہ بیماری میرا حمل سوکھ گیا تھا اس لئے بچی دیر میں پیدا ہوئی یعنی یہ بچی ایک سال پانچ ماہ بعد پیدا ہوئی۔ شوہر بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ بچی جائز ہے یا ناجائز؟

=(وأخرجه أبو داؤد في سننه في كتاب الطلاق، باب الولد للفراش: ۱/۳۱۷، إمداديه ملتان)

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب القضاء على الغائب: ۲/۱۰۶۵، قديمي)

(۲) (صحيح البخاري، المصدر السابق)

"عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه.......... فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لادعوة في الإسلام، ذهب أمر جاهلية، الولد للفراش وللعاهر الحجر". (مشكوٰة المصابيح، باب اللعان، الفصل الثالث: ۲/۲۸۷، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب الولد للفراش: ۱/۳۱۷، امداديه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان حالات میں اس بچی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا وہ اپنے باپ کی ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ناجائز حمل کس کی طرف منسوب ہو؟

سوال[۶۶۳۷]: ایک شادی شدہ عورت ہے جس کا شوہر پردیس میں رہتا ہے، اس کے پیٹ میں ناجائز حمل ہے، دریافت کرنے پر اس نے دیور کا حمل بتلایا ہے اور اس کا دیور بھی شادی شدہ ہے، وہ انکار کرتا ہے، اب اس عورت کے شوہر نے اس کو طلاق دیدی ہے، اب اس عورت کو کس کے ٹھکانے لگایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت ومرد اگر دونوں ہی اقرار واتفاق کرلیں کہ یہ بچہ زنا کا ہے تب بھی بچہ کا نسب زانی سے ثابت نہ ہوگا:"لأن الولد للفراش وللعاهر الحجر، الخ". کما فی الحدیث(۲)۔ فراش قائم رہنے تک شوہر سے نسب منتفی نہیں ہوتا جب تک لعان نہ ہو(۳)۔موجودہ صورت میں بہتر یہ ہے کہ اس عورت کی شادی اس دیور سے ہی

---

(۱) "يقام النكاح مقامه (أي الدخول) في إثبات النسب، ولهذا قال النبي صلى الله عليه وسلم: "الولد للفراش وللعاهر الحجر". وكذا لو تزوج المشرقي بمغربية، فجاء ت بولد يثبت النسب وإن لم يوجد الدخول حقيقةً لوجود سببه، وهو النكاح". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل ثبوت النسب: ۶۰۳/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: " الولد للفراش وللعاهر الحجر". (صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب القضاء على الغائب: ۱۰۶۵/۲، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب الولد للفراش: ۳۱۷/۱، امداديه ملتان)

(۲) (صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب القضاء على الغائب: ۱۰۶۵/۲، قديمي)

(وكذا في سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب الولد للفراش: ۳۱۷/۱، امداديه ملتان)

(ومشكوٰة المصابيح، باب اللعان، الفصل الثالث: ۲۸۷/۲، قديمي)

(۳) "النكاح الصحيح وما هو في معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه أنه يثبت النسب من غير دعوة، =

کردی جائے (إن لم یمنع مانع)۔

اگر بچہ ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوا، صرف حاملہ ہے تو ثبوتِ نسب کی بحث قبل از وقت ہے۔ بعد طلاق عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کا دوسری جگہ نکاح درست نہیں (۱)، حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے (۲)۔ قبل عدت جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ ثابت النسب ہوتا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ۔

حاملہ مفرورہ سے پیدا شدہ بچی کس کی ہے؟

سوال [۶۲۳۸]: ایک عورت اپنے زندہ خاوند کو چھوڑ کر ایک دوسرے شخص کے ساتھ فرار ہوگئی، جس وقت عورت فرار ہوئی تھی اس وقت حاملہ تھی اور فرار ہونے کے دو تین ماہ بعد لڑکی پیدا ہوئی، بعدہ اس کے

= ولا ینتفي بمجرد النفي، وإنما ینتفي باللعان". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۵۳۶/۱، رشیدیه)

(وکذا في الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۷۸/۴، إدارة القرآن کراچي)

(۱) "لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثالث في المحرمات، القسم السادس: المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر: ۲۸۰/۱، رشیدیه)

(وکذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، باب المرأة المتزوجة، کتاب النکاح: ۶۶۴۶/۹، رشیدیه)

(وکذا في بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في شرط أن لاتکون منکوحة الغیر: ۴۵۱/۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن یضعن حملهن﴾ (سورة الطلاق: ۴)

"وعدة الحامل أن تضع حملها، کذا في الکافي". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة: ۵۲۸/۱، رشیدیه)

(وکذا في بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل في عدة الحامل: ۴۱۹/۴ – ۴۲۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۳) "کل امرأة وجبت علیها العدة، فإن نسب ولدها یثبت من الزوج". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۵۳۶/۱، رشیدیه)

خاوند نے اس کوطلاق دے دی۔ اب سوال یہ ہے کہ لڑکی خاوند کی مانی جائے گی یا جس کے ساتھ فرار ہوئی تھی اس کی ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی صورت میں لڑکی پہلے خاوند کی مانی جاوے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، مظاہر علوم سہانپور، ۱۳/۵/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۴/۵/۶۰ھ۔

نکاح فاسد میں ثبوت نسب

سوال [۶۲۳۹]: مطلقہ مغلظہ سے بغیر تحلیل نکاح کے بعد جو اولاد پیدا ہو، ان کے ثبوتِ نسب کے متعلق حسب ذیل چند عبارتیں نظر سے گذریں:

۱– "ولو طلقها ثلاثاً، ثم تزوجها قبل أن تنكح زوجاً غيره، فجاء ت منه بولد، ولايعلمان بفساد النكاح، فالنسب ثابت. وإن كان يعلمان بفساد النكاح، يثبت النسب أيضاً عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، كذافي التتاتارخانية ناقلاً عن تجنيس الناصري". عالمگیری: ۱/۵٤۰، فی ثبوت النسب (۲)۔

۲– "ويثبت نسب ولد مبتوتة ولدته لأقل منهما، لا لِتمامهما إلا بدعوة، واعترض بأن الزوج إذاوطي بشبهة معتدة من طلاق ثلاث، أو على مال، فأتت بولد، لايثبت نسبه وإن ادّعاه، نص على ذلك في كتاب الحدود". نقایه: ۱/۵۷۳، فصل فی ثبوت النسب(۳)۔

---

(۱) "وإذاتزوجت المعتدة بزوج آخر، ثم جاء ت بولد، إن جاء ت به لأكثر من سنتين منذ طلقها الأول أومات، ولأقل من ستة أشهر منذ تزوجها الثاني، فالولد للأول، الخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۱/۵۳۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴/۲۷۶، رشيديه)

(وكذافي المحيط البرهاني، الفصل السابع عشر في ثبوت النسب: ۳/۲۵۱، الغفاريه)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشرفي ثبوت النسب: ۱/۵۴۰، رشيديه)

(۳) (النقاية، كتاب النكاح، فصل في ثبوت النسب: ۲/۵۹، جامعه مليه بدهلي)

۳– ''ویکون شبهة الفعل مطلقة ثلاثاً وهی فی العدة، فلایحد الواطی إن ظن أنها تحل. قید به؛ لأنه لو قال: ظننتُ أنها لاتحل لی، یُحدّ، ولهذا لوجاء ت بولد، لایثبت نسبه وإن ادعاه''. نقایه: ۲/۳۳۸، حدود (۱)۔

۴– ''والمبتوتة إذاجاء ت لتمام سنتین، لم یثبت إلاأن یدّعیه''. هدایه، ص: ۴۰۷، ثبوت النسب(۲)۔

۵– ''کمایثبت بلادعوة فی مبتوتة جاء ت به لأقل عنهما، ولولتمامها، لایثبت النسب إلابدعوة؛ لأنه التزمه، وهی شبهة عقد أیضاً''. درمختار: ۲/۸۵۸، ثبوت النسب (۳)۔

۶– ''والشبهة نوعان: فی الفعل، فی المحل: النسب، یثبت فی الثانیة إذا ردعلی الولد، ولا یثبت فی الأولی وإن ادّعاه. فشبهة الفعل فی ثمانیة: منها المطلقه ثلاثاً، وهی فی العدة''. مع اختصار، هدایه، ص: ۴۸۸، حدود(۴)۔

مذکورہ عبارات میں فصل ثبوت النسب میں درمختار، ہدایہ، نقایہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسال کے بعد وَلد ہونے کی صورت میں شوہر اگر دعوی کرے تو نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں، نقایہ وہدایہ کی حدود کی عبارات بتاتی ہیں کہ اگر دعویٰ کرے تو بھی دوسال کے بعد ولد ثابت النسب نہیں اوران میں ''وهی فی العدة'' کے الفاظ موجود ہیں۔ عالمگیری کی مذکورہ عبارات ثبوتِ نسب کے بارے میں صاف ہیں اورشوہر فسادِ نکاح جانتا ہوتو بھی امام صاحب اس کا نسب ثابت مانتے ہیں۔

اس لئے مہربانی فرما کرتفصیلاً جواب تحریر فرمائیں، اس شکل میں نسب ثابت ہوگا یانہیں؟ اور اولاد میراث کی مستحق ہوگی یانہیں؟ اس باب میں فتوی امام صاحب کے مذہب پر ہے یاصاحبین کے قول پر؟ موجودہ

---

(۱) (النقایة، کتاب الحدود: ۲/۳۸۲، سعید)

(۲) (الهدایة، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲/۴۳۰، شرکة علمیه ملتان)

(۳) (الدرالمختار، کتاب الحدود، فصل فی ثبوت النسب: ۳/۵۴۱، سعید)

(۴) (الهدایة، کتاب الحدود، باب الوطئ الذی یوجب الحد والذی لایوجبه: ۲/۵۱۳، ۵۱۴، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

صورت میں جب کہ رجلِ مذکور فوت ہو چکا ہے تو اس کا بھی پتہ نہیں کہ فسادِ نکاح جانتا تھا یا نہیں؟ تتمہ ثانیہ امداد الفتاوی،ص:۱۵۷، میں حکیم الامت نے نکاحِ محارم میں عدمِ ثبوتِ نسب کا فتوی دیا ہے(۱)۔ لہٰذا مع دلائل کے صراحۃً تحریر فرمائیں کہ نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟ صاحبِ ہدایہ نے جس قول کو ترجیح دی ہے اس کا بھی حوالہ عنایت فرما کر تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مطلقہ مغلظہ سے بغیر تحلیل نکاح شبہۃ العقد اور نکاحِ فاسد ہے۔ عدمِ علم بالحرمت کی صورت میں بالاتفاق نسب ثابت ہوجاتا ہے، علم بالحرمت کی صورت میں اختلاف ہے: امام صاحب ثابت مانتے ہیں، صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نفی فرماتے ہیں۔ پھر تصحیح اور افتاء میں فقہاء کے دو قول ہیں بعض نے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتوی دیا ہے اور بعض نے صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر:

"لاحد أيضاً بشبهة العقد: أي عقد النكاح عنده: أي الإما م كوطي محرم نكحها، وقالا: إن علم الحرمة حُدّ، وعليه الفتوى، خلاصة. لكن المرجّح في جميع الشروح قول الإمام، فكان الفتوى عليه الأولىٰ، قاله قاسم في تصحيحه. لكن في القهستاني عن المضمرات على قولهما الفتوى. وحررهافي الفتح: أنها شبهة المحل، وفيها يثبت النسب، كما مرّ". در مختار۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: كوطي محرم نكحها): أي عقد عليها، أطلق في المحرم، فشمل المحرم نسباً ورضاعاً وصهريةً. وأشار إلى أنه لوعقد على منكوحة الغير أومعتدته أو مطلقةالثلاث أوأمةً على حرة، أوتزوج مجوسيةً أوأمةً بلا إذن سيدها، أوتزوج العبد بلا إذن سيدها، أوتزوج خمساً في عقدة فوطئهن، أو جمع بين أختين في عقدة فوطئهما، أو الأخيرة، لوكان متعاقباً بعد التزوج، فإنه لاحد بالاتفاق على الأظهر، أماعنده فظاهر، وأما عندهما، فلأن الشبهة إنما تنتفي عندهما إذا كان مجمعاً على تحريمه، وهي

---

(۱) (امداد الفتاوی: ۲/۵۱۵، تتمہ ثانیہ: ۱۵۷، دارالعلوم کراچی)

محرمة على التأبيد، بحر، اهـ". درمختار، الحدود: ۲/ ۱۵۸ (۱)۔

"وفي مجمع الفتاوى: تزوج المطلقة ثلاثاً، وهما يعلمان بفساد النكاح، فولدت، في الحاوي: أنه لايجب الحد عنده، ويثبت النسب خلافاً لهما، كما تزوج بمحارمه، ودخل بها". منحة الخالق حاشية البحر: ۵/ ۱۵۰، كتاب الحدود (۲)۔ والمسئله مذكورة في فتح القدير: ۴/ ۱۴۸ (۳)۔ "وفاسد النكاح في ذلك: أي في ثبوت النسب كصحيحه، قهستاني، اهـ". درمختار، أول ثبوت النسب (۴)۔

یہاں تک نفسِ ثبوت نسب کے متعلق کلام ہے، رہا وراثت کے متعلق سو طحطاوی نے ابوسعود سے وراثت کا انکار نقل کیا ہے، علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ باب المہر میں فرماتے ہیں:

"ويجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطئ لابغيره، ولم يزد على المسمّى، ولكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر من صاحبه، دخل بها أولا. وتجب العدة بعد الوطئ، لاالخلوة للطلاق، لاللموت من وقت التفريق، ويثبت النسب احتياطاً بلادعوة". درمختار مختصراً۔

"(قوله: ويثبت النسب) أما الإرث فلايثبت فيه، وكذا النكاح الموقوف عن أبي سعود، اهـ". شامي، ص: ۳۶۱ (۵)۔

اور ہدایہ آخر ثبوتِ نسب میں ہے:

"ومن قال لغلام: هو ابني، ثم مات، فجاءت أم الغلام، وقالت: أنا امرأته فهي امرأته،

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحدود، مطلب في بيان شبهة العقد: ۴/ ۲۳، ۲۴، سعيد)

(۲) (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الحدود، باب الوطئ الذي يوجب الحد والذي لايوجبه: ۵/ ۲۶، رشيديه)

(۳) (فتح القدير، كتاب الحدود، باب الوطئ الذي يوجب الحد والذي لايوجبه: ۵/ ۲۵۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) (الدر المختار، باب العدة، فصل في ثبوت النسب: ۳/ ۵۴۰، سعيد)

(۵) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/ ۱۳۱، ۱۳۴، سعيد)

وهو ابنه يَرِثانه. وفي النوادر: جعل هذا جواب الاستحسان، والقياس أن لايكون لهاالميراث؛ لأن النسب كما يثبت بالنكاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد وبالوطئ عن شبهة وملك اليمين، فلم يكن قوله إقراراً بالنكاح. وجه الاستحسان أن المسئلة فيما إذاكانت معروفةً بالمحرمية، ولكونها أمّ الغلام، والنكاح الصحيح هو المتعين كذلك وضعاً وعادةً، اه"(١)۔

اس پر علامہ اکمل فرماتے ہیں:

"واعترض بأن ينبغي أن لايكون لها الميراث في الاستحسان أيضاً؛ لأن هذا النكاح يثبت له اقتضاءً، فيثبت بقدر الضرورة، وهو تصحيح النسب دون استحقاق الإرث؟ وأجيب بأن النكاح على ماهو الأصل ليس بمتنوع إلى نكاح هوسبب استحقاق الإرث، ونكاح ليس بسبب له، فلماثبت النكاح بطريق الاقتضاء، ثبت ماهو من لوازمه التي لاتنفك عنه شرعاً، اه". عناية: ٣/٣١٣(٢).

وكذافي فتح القدير: ٣/٣١٣(٣)، وتبيين الحقائق: ٣/٤٦(٤)، والبحر الرائق: ٤/١٧٩(٥)، وردالمحتار: ٢/٦٤٦(٦)، والبناية: ٢/٤٤٧(٧).

"(قوله: ويثبت النسب في النكاح الفاسد) للاحتياط، عيني. ولاتوارث بين الزوجين في الفاسد والموقوف". فتح المعين، باب المهر: ٢/٦٤(٨).

---

(١) (الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ٢/٤٣٤، شركة علميه ملتان)

(٢) (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، باب ثبوت النسب: ٤/٣٦٢، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(٣) (فتح القدير، باب ثبوت النسب: ٤/٣٦٢، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(٤) (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ٣/٢٩٠، دارالكتب العلمية بيروت)

(٥) (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ٤/٢٧٩، رشيديه)

(٦) (رد المحتار، باب العدة، فصل في ثبوت النسب: ٣/٥٤٩، سعيد)

(٧) (البناية شرح الهداية، باب ثبوت النسب: ٥/٤٦٩، رشيديه)

(٨) (فتح المعين، كتاب النكاح، باب المهر: ٢/٦٢، سعيد)

سوال میں جو عبارات منقول ہیں ان میں سے پہلی عبارت اپنے مدعیٰ میں نص ہے، لیکن حکم میراث سے اس میں تعرض نہیں، بقیہ عبارات سے ضمناً بالالتزام ثبوتِ نسب کا مسئلہ مستفاد ہوسکتا ہے، صراحۃً نہیں، جبکہ امام صاحب کے نزدیک علم بالحرمت وعدمِ علم بالحرمۃ ہردو کا ایک ہی حکم ہے تو شخصِ مذکور کے متعلق تحقیق وعدمِ تحقیق مساوی ہے، البتہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک چونکہ حکم میں تفاوت ہے اس لئے ذریعہ علم مفقود ہونے کی صورت میں حتی الوسع صلاح پر عمل کیا جاوے گا اور کہا جائے گا کہ یہ نکاح عدمِ علم بالحرمۃ کی شکل میں ہوا ہے جیسا کہ ظاہر حال مسلم کا تقاضا ہے کہ وہ اقدام علی الحرام نہیں کرتا: "وحمل فعل المسلم على الصحة والحل واجبٌ ما أمكن، إلا أن تقوم البينة". ۱۷/۷۴(۱)۔

تتمۂ امداد الفتاویٰ، ص: ۱۵۷، میں صاحبین کے قول پر فتویٰ ذکر کیا ہے(۲) اور بھی بعض فقہاء نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، مظاہر علوم سہارنپور۔

نکاح فاسد میں ثبوتِ عدت ونسب

سوال[۶۶۴۰]: ہندہ نے مدتِ رضاعت میں زید کے حقیقی چھوٹے بھائی بکر کے ساتھ زید کی حقیقی ماں زینب کا دودھ پیا تھا، زید اور ہندہ کے والدین اس بات کو یاد رکھتے ہوئے اس گمان سے کہ ہندہ نے بکر کے ساتھ دودھ پیا ہے، لہٰذا بکر کی رضاعی بہن بنے گی زید کی رضاعی بہن نہیں ہوگی، لہٰذا زید کا نکاح مذکورہ بالا ہندہ کے ساتھ کردیا اور لڑکا پیدا ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ زید کی بیوی ہندہ مذکورہ زید کی بھی رضاعی بہن ہوئی اور رضاعی بہن محرمات میں سے ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری: ۲/۱۰۳، میں لکھا ہے:

"رجل مسلم تزوج بمحارمه فجئن بأولاد، يثبت نسب أولاد منه عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، خلافاً لهما، بناءً على أن النكاح فاسدٌ عند أبي حنيفة باطلٌ عندهما"(۳)۔

---

(۱) "أمور المسلمين على السداد حتى يظهر غيره .... تحرياً للجواز حملاً لحال المسلم على الصلاح، الخ". (قواعد الفقه، قاعدة، ص: ۵۲، ۶۳، الصدف پبلشرز)

(۲) (امداد الفتاویٰ، کتاب الطلاق، فصل في النسب والحضانة والنفقات: ۲/۵۱۵، دارالعلوم کراچی)

(۳) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۱/۵۴۰، رشیدیہ)

اور شامی کے:۲/ ۳۵۹، میں لکھا ہے:"إن نکاح المحارم باطل لا فاسد".(۱)۔

اور بھی اسی شامی کے ج:۲،ص:۳۵۹ میں لکھا ہے:

"نکاح المحارم باطل أوفاسد، والظاهر أن المراد بالباطل ما وجوده كعدمه، ولذالايثبت النسب، ولاالعدة في نكاح المحارم"(۲)۔

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر اعتماد کرکے مذکورہ بالا نکاح کی بطالت کی بناء پر مابین زید وہندہ تفریق کرادیجائے اور عدمِ ثبوتِ نسب وعدمِ وجوبِ عدت اور عالمگیری، کتاب الرضاعہ کی اس عبارت کی موافق:"وإن كا ن بعد الدخول بها، يجب الأقل من المسمى"(۳)۔

مقررشدہ مہر میں سے کچھ دینا زید پر لازم قرار دے کرفتوی دیا جائے گا، یا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر نکاحِ فاسد کی بناء پر ثبوتِ نسب و وجوبِ عدت اور مقرر شدہ مہر میں سے کچھ مہر دینا اور عدمِ مسمی کی حالت میں مہر مثل میں سے کچھ دلانے پر فتوی دیا جائے گا۔ بینوا بالتفصيل وبالدليل، توجروا عند الله بالأجر الجزيل۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نکاحِ فاسد وباطل کے متعلق فقہاء کی عبارات مختلف ہیں: کسی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں، کسی سے فرق بھی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ علامہ شامی نے باب المهر (٤) ثبوت النسب (٥) ووجوب العدة (٦) كتاب الحدود (٧) وغیرہ میں اس پر کلام کیا ہے۔ پھر ترجیح بھی مختلف ہوئی ہے، درمختار:

---

(۱) (ردالمحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/ ۱۳۲، سعيد)

(۲) (ردالمحتار، المصدر السابق)

(۳) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الرضاع: ۱/ ۳۴۷، رشيديه)

(۴) (ردالمحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/ ۱۳۲، سعيد)

(۵) (ردالمحتار، باب العدة، فصل في ثبوت النسب: ۳/ ۵۴۰، سعيد)

(۶) (رد المحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۳/ ۵۱۶، سعيد)

(۷) (ردالمحتار، كتاب الحدود، مطلب في بيان شبهة العقد: ۴/ ۲۳، سعيد)

۸۳۶/۲، میں ہے "لكن الصواب ثبوت العدة والنسب، اھ". بحر (۱)۔ لہٰذا یہی راجح ہے کیونکہ صواب کا مقابل خطا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/شعبان/۶۶ء۔

نسب بھی ثابت ہوگا اور عدت بھی لازم اور مہر مسمیٰ اور مہر مثل میں سے جو کم ہوگا وہ دلایا جائیگا: "ويجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطيء لا بغيره، ولم يزد على المسمى". درمختار مختصراً (۲)۔

سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/شعبان/۶۶ھ۔

بیٹی سے نکاح اور اس سے پیدا شدہ اولاد کا ثبوتِ نسب

سوال [۶۶۴۱]: زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا ہندوستان میں، اور کچھ عرصہ زید نے ہندہ کیساتھ گزارا اور ہندہ کو حمل قرار پا گیا، پھر اس کے بعد زید دوسرے ملک میں چلا گیا۔ اس کے بعد ہندہ کی لڑکی پیدا ہوئی اور اب زید کو وہاں سے آنے کو حکومت مجبور کرتی ہے، اور زید بھی مجبوراً چلا آیا اور پھر ہندہ کی جو لڑکی پیدا ہوئی ہے اس کا نام زینب ہے اور یہ زینب زید ہی کے نطفہ سے پیدا ہوئی ہے، بہر حال زینب بھی جہاں زید رہتا ہے پہونچ جاتی ہے اور زینب عاقل بالغ ہے اور زید کو معلوم نہیں ہے کہ یہ میری لڑکی ہے اس کے بعد زید کا نکاح زینب کے ساتھ ہو گیا اور زید زینب کے ساتھ رہتا ہے، اور زید کے نطفہ سے زینب کو اولاد ہوتی ہے، تو اس اولاد کا نسب کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صورتِ مسئولہ میں ہندہ کی لڑکی زینب سے زید نے نکاح کیا جبکہ اس کو علم نہیں تھا کہ یہ خود اس کی لڑکی ہے، لہٰذا جو اولاد زید سے پیدا ہوئی، وہ حرامی شمار نہیں ہوگی بلکہ زید سے اس کا نسب ثابت ہوگا، البتہ علم ہونے کے بعد اس کو فوراً تعلق زوجیت ختم کر دینا ضروری ہے:

---

(۱) (ردالمحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعيد)

(۲) (الدر المختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۱/۳، ۱۳۲، سعيد)

انظر للتفصيل: (أحسن الفتاوى، كتاب النكاح، (رسالة) القول الفاعل بين النكاح الفاسد والباطل: ۲۰/۵، سعيد)

"نکاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد، إن الدخول فی النکاح الفاسد موجب للعدة وثبوت النسب". ردالمحتار: ۲/۶۵۹، باب العدة(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۱۳۹۶ھ۔

بغیر نکاح کے عورت رکھنے سے اس کی اولاد ثابت النسب نہیں

سوال[۶۶۴۲]: بکر نے بغیر نکاح کے عورت رکھی ہے اور کچھ دنوں کے بعد زید کی شادی ہوتی ہے تو بکر قاضی بن کر جاتا ہے اور زید کا نکاح پڑھاتا ہے، سوال یہ ہے زید کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ نیز بکر کی اولاد ثابت النسب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بکر کا بغیر نکاح کئے ہوئے عورت کو رکھنا سخت معصیت ہے(۲)، اس کے باوجود اس نے جو زید کا نکاح قاضی بن کر پڑھایا تو اس کی غلط حرکت کی وجہ سے وہ نکاح غلط نہیں ہوا بلکہ وہ نکاح صحیح ہے(۳)، زید کی اولاد ثابت النسب ہوگی(۴)۔

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الخامس، ثبوت النسب: ۱/۵۴۰، رشیدیه)

(۲) "عن جابر رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "ألا! لا یبیتنّ رجل عند امرأة ثیب إلا أن یکون ناکحاً أو ذا محرم". (مشکوٰة المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة، الفصل الأول: ۲۶۸، قدیمی)

(۳) نکاح چونکہ گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول سے منعقد ہوجاتا ہے، لہذا یہ نکاح صحیح ہے: النکاح ینعقد متلبساً بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدرالمختار، کتاب النکاح: ۳/۹، سعید)

(وکذا فی الهدایة، کتاب النکاح: ۲/۳۰۵، شرکة علمیة ملتان)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق: ۳/۱۴۴، رشیدیه)

(۴) "قیام النکاح مقامه(أی الدخول فی إثبات النسب، ولهذا قال النبی صلی اللہ علیه وسلم: "الولد للفراش وللعاهر الحجر". وکذا لو تزوج المشرقیّ بمغربیة، فجاءت بولد، یثبت النسب وإن لم یوجد الدخول حقیقةً لوجود سببه، وهو النکاح". (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی ثبوت النسب: ۳/۲۰۷، دارالکتب العلمیة بیروت) =

بکر کے اگر بغیر نکاح کے اولاد ہوگی تو وہ بکر سے ثابت النسب نہیں ہوگی (۱)۔بکر کے ذمہ لازم ہے کہ توبہ کرے (۲) اور بغیر نکاح کے عورت کو نہ رکھے ، یا نکاح کرے اگر وہ عورت بغیر شوہر کے ہو، یا فوراً الگ کردے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۷/۶/۹۶ھ۔

ولدزنا کا نسب

سوال[۶۶۴۳]: زید کا تعلق ناجائز حمیدن سے تھا، زید کے نطفہ سے اس تعلق ناجائز کے درمیان ایک لڑکا بکر پیدا ہوا، بعدہ حمیدن سے زید نے نکاح عقد کرلیا تو کیا زید کی پہلی بیوی کا لڑکا عمر بکر کا سوتیلا بھائی کہلائے گا اور عمر کی اولاد بکر کے بھتیجہ بھتیجی ہوئے کہ نہیں فقط۔

= (وكذا في حاشية الشبلي على تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲۷۵/۳، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، قال: قام رجل، فقال: يارسول الله! إن فلاناً ابني عاهرتُ بأمه في الجاهلية، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لادعوة في الإسلام ذهب أمر الجاهلية، الولد للفراش، وللعاهر الحجر". (مشكوة المصابيح، باب اللعان، الفصل الثالث: ۲۸۷/۲، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب الولد للفراش: ۳۱۷/۱، امداديه ملتان)

(وصحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب القضاء على الغائب: ۱۰۶۵/۲، قديمي)

(۲) ﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه، ثم يستغفر الله، يجد الله غفوراً رحيماً﴾ فالواجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح وحين يمسي". (تنبيه الغافلين، باب آخر من التوبة، ص: ۶۰، حقانيه پشاور)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، تحت آية: ﴿يا أيها الذين آمنو توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾: ۱۵۹/۲۸، داراحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا: "عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قام رجل، فقال: یارسول الله! إن فلاناً ابنی عاهرتُ بأمه فی الجاهلیة، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "لادعوة فی الإسلام، ذهب أمر الجاهلیة، الولد للفراش، وللعاهر الحجر". رواه أبوداؤد". اهـ". مشکوٰۃ شریف، ص: ۲۸۱(۱)۔

لیکن جو رشتے نکاح کی وجہ سے حرام ہوجاتے ہیں وہ سب زنا کی وجہ سے حرام ہوجاتے ہیں:

"وتثبت (حرمة المصاهرة) بالوطء حلالاً کان أوعن شبهه أوزنا، کذا فی فتاوی قاضی خان". عالمگیری: ۱/۲۱۱(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: بندہ عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

اولادِ زنا میں ثبوتِ نسب

سوال[۶۶۴۴]: زانیہ کی اولاد امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام

---

(۱) (مشکوٰة المصابیح، باب اللعان، الفصل الثالث: ۲/۲۸۷، ۲۸۸، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الطلاق، باب الولد للفراش: ۱/۳۱۷، إمدادیه ملتان)

"إن ادّعی النسب، یثبت فی الأولی شبهة المحل، لا فی الثانیة: أی شبهة الفعل، لتمحضه زنا". (الدرالمختار، کتاب الحدود، مطلبٌ: الحکم المذکور فی بابه أولی من المذکور فی غیر بابه، الخ: ۴/۲۲، ۲۳، سعید)

(۲) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثانی: المحرمات بالصهریة: ۱/۲۷۴، رشیدیه)

"کما فی فتح القدیر، من بحث أن الزنا یوجب المصاهرة. ویُستدلّ لثبوت حرمة المصاهرة بالوطء الحرام". (البحرالرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۶۴، ۱۶۷، رشیدیه)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة، باب المحرمات، المحرمات بالصهریة: ۱/۳۶۰، رشیدیه)

ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے۔ اور وہ دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث: "الحرام لایفسد الحلال" سے پیش کرتے ہیں اور بعض صحابہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے۔ تو چونکہ صحابہ اور ائمہ میں اختلاف ہے، اس لئے اگر کوئی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر عمل کرے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟ نیز اگر عمل کرلیا تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس عورت کا شوہر نہ ہو اس کی جو اولاد ہوگی وہ اولادِ زنا ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، لقوله عليه السلام: "الولد للفراش، وللعاهر الحجر". بخاری شریف(۱)۔ اگر اس کا شوہر ہے یا وہ عدت میں ہے، اس کی جو اولاد ہو اس کو کلیۃً حتمی طور پر اولادِ زنا نہیں کہا جائے گا(۲)۔ سائل نے اس مسئلہ میں "عمل" کو دریافت کیا ہے تو تشریح طلب بات یہ ہے کہ کس کی دلیل کے تحت وہ کیا عمل کرنا چاہتا ہے، وہ سامنے آئے تو غور کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۵/۲۱ھ۔

---

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب القضاء على الغائب: ۱۰۶۵/۲، قديمي)

"عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه قال: قام رجل، فقال: يارسول الله! إن فلاناً ابني، عاهرتُ بأمه في الجاهلية، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لادعوة في الإسلام، ذهب أمر الجاهلية، الولد للفراش، وللعاهر الحجر". (مشكوة المصابيح، باب اللعان، الفصل الثالث: ۲۸۷/۲، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب الولد للفراش: ۳۱۷/۱، إمداديه ملتان)

(۲) "يقام النكاح مقامه (أي الدخول) في إثبات النسب، ولهذا قال النبي صلى الله عليه وسلم: "الولد للفراش وللعاهر الحجر". وكذا لو تزوج المشرقيُّ بمغربيّة، فجاء ت بولد، يثبت النسب وإن لم يوجد الدخول حقيقةً، لوجود سببه، وهو النكاح". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في ثبوت النسب: ۲۰۷/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲۷۵/۳، دار الكتب العلميه بيروت)

حرامی لڑکے سے اپنی لڑکی کو منسوب کرنا

سوال[۶۶۴۵]: ایک لڑکے کے متعلق برادری میں شہرت ہے کہ وہ حرامی ہے، کیا اس لڑکے سے ہم اپنی لڑکی منسوب کرسکتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس عورت نے نکاح نہ کیا ہو، اس سے پیدا شدہ بچہ حرامی ہوتا ہے(۱)۔ بغیر دلیل کے کسی کو حرامی کہنا حرام ہے(۲)۔ اگر اس لڑکے کا شرعی طور پر والد موجود ہے اور اس نے نسب کا انکار نہیں کیا تو بلاشبہ ثابت النسب ہے(۳)، اس سے اپنی لڑکی کو منسوب کرنا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۱۳۹۶ھ۔

مشترکہ لونڈی سے پیدا شدہ بچہ کا نسب اور جاریہ، زانیہ، منکوحہ کا فرق

سوال[۶۶۴۶]: ۱...... ''اگر ایک لونڈی دو آدمیوں کی شرکت میں تھی اور اس کا بچہ پیدا ہوا، اور اگر

---

(۱) ''عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه قال: قام رجل، فقال: يا رسول الله! إن فلاناً ابني عاهرتُ بأمه في الجاهلية، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''لا دعوة في الإسلام ذهب أمر الجاهلية، الولد للفراش، وللعاهر الحجر''. (مشكوٰة المصابيح، باب اللعان، الفصل الثالث: ۲۸۷/۳، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب الولد للفراش: ۳۱۷/۱، امداديه ملتان)

(وصحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب القضاء على الغائب: ۱۰۶۵/۲، قديمي)

(۲) اگر تمام شرائط متحقق ہوں تو اس طرح کہنے والے پر حدقذف جاری کی جائے گی: ''ولو قال: يا ولد الزنا، أو قال: يا ابن الزنا، وأمه محصنة، حُدّ؛ لأنه قذفها بالزنا، كذا في التمر تاشي''. (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب السابع في حد القذف والتعزير: ۱۶۲/۲، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الحدود، باب حد القذف: ۳۲۲/۵، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۷۸/۵، رشيديه)

(۳) ''يقام النكاح مقامه (أي الدخول) في إثبات النسب، ولهذا قال النبي صلى الله عليه وسلم: ''الولد للفراش، وللعاهر الحجر، الخ''. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في ثبوت النسب: ۲۰۷/۳، دارالكتب العلمية، بيروت)

دونوں نے اکٹھا دعویٰ کیا تو نسب دونوں سے ثابت ہو جائے گا..........اور یہ لونڈی دونوں کی ام ولد ہوگی اور وہ دونوں پر دونوں کے لئے نصف مہر واجب ہوگا، زید اس سے لے گا نہ وہ اس سے''۔اشراقِ نوری ترجمہ قدوری، ص:۱۸۳(۱)۔

سطر:۶۔اشکال یہ ہے کہ ایک لونڈی سے دو شخص کیسے مجامعت (صحبت) کریں گے، ایک وقت میں دونوں صحبت کریں گے تو کیا زنا کا حکم نہیں لگے گا؟ کیا بیک وقت دونوں کی صحبت جائز ہوگی؟ اگر ہوگی تو کیونکر؟ دونوں کا نسب کیونکر ثابت ہوگا جب کہ ایک شیخ ہو اور دوسرا سید؟ کیا اس زمانہ میں لونڈی خریدنا جائز ہے؟

۲......ایک شخص نے ایک زانیہ سے صحبت کی اور ایک رقم اس کو دیدی جو پہلے طے کر چکا تھا، مثلاً پانچ روپے یا پانچ سو روپے۔کیا یہ مہر کی رقم کہلائی جاسکتی ہے اور اس پر زنا کا جرمانہ ہوگا یا نہیں؟ اور حد جاری کی جائے گی یا نہیں؟ زانیہ اور جاریہ میں کیا فرق ہے؟ جاریہ اور منکوحہ میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......مشترکہ لونڈی سے اس کے کسی مولیٰ کو بھی مجامعت کی اجازت نہیں (۲)، اگر وطی بالشبہ کر لی تو حد لازم نہیں، لأن الحدود تندرء بالشبهات (۳)۔اور جب کہ دونوں نے وطی بالشبہ کر لی اور پھر نسب کے

(۱) (اشراق النوری، کتاب العتق، باب الاستیلاد، ص: ۲۹۲، سعید)

(۲) "لأن البضع لایحل إلابکمال ملک الیمین أو ملک النکاح، ولهذا لایحل وطء الجاریة المشترکة، والمکاتبة". (الفتاویٰ التاتار خانیة: ۳۸۷/۴، کتاب العتاق، الفصل الثانی عشر فی أمهات الأولاد، إدارة القرآن کراچی)

(۳) "الحدود تندرأ بالشبهات". (الأشباه والنظائر، الفن الأول، النوع الثانی من القواعد، القاعدة السادسة، ص: ۱۲۷، قدیمی)

(وکذا فی قواعد الفقه، ص: ۷۶، الصدف پبلشرز کراچی)

(وکذا فی الهدایة، کتاب الحدود، باب الوطی الذی یوجب الحدو الذی لایوجبه: ۵۱۳/۲، شرکت علمیه ملتان)

"لا حد بلازم بشبهة المحل: أی الملک، وتسمی شبهةً حکمیةً .... ووطء الشریک: أی أحد الشریکین الجاریة المشترکة". (الدرالمختار). "(قوله: ووطء الشریک)؛ لأن ملکه فی =

دعویٰ کو فراش قائم ہونے کی وجہ سے دونوں میں سے کسی پر حد لازم نہ ہوگی اور نسب دونوں سے ثابت ہو جائے گا، پھر نصف نصف مہر ہر ایک پر لازم کر کے تقاضی کا حکم دیا جائے گا (۱)۔ بچہ کو شیخوخت کا شرف بھی حاصل ہوگا اور سیادت کا شرف بھی۔ آج کل ہمارے ملک میں شرعی لونڈی موجود نہیں، پس کسی لڑکی کی خرید وفروخت جائز نہیں (۲)۔

۲...... یہ رقم شرعاً مہر نہیں (۳)۔ زنا کا گناہ ذمہ میں رہے گا، حدِ زنا جاری ہونے کے شرائط

= البعض ثابت، فتكون الشبهة فيها أظهر". (ردالمحتار، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد، مطلب في بيان شبهة المحل: ۱۹/۴، ۲۰، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الحدود، باب الوطئ الذي يوجب الحد والذي لايوجبه: ۵۹۳/۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الرابع في الوطء الذي يوجب الحد: ۱۴۷/۲، رشيديه)

(۱) "وإذا كانت الجارية بين شريكين فجاءت بولد، فادّعاه أحدهما، ثبت نسبه منه ...... وإن ادّعياه معاً، ثبت نسبه منهما". (الهداية، كتاب العتاق، باب الاستيلاد: ۴۷۶/۲، شركة علمية ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب العتق، باب الاستيلاد: ۴۵۷/۴، ۴۵۹، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب العتاق، باب الاستيلاد: ۴۸/۵، ۵۰، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۲) "بيع مالا يُعدّ مالاً بين الناس والشراء باطلٌ، مثلاً: لوباع جيفةً أو آدمياً حرّاً، أو اشترى بهما مالاً، فالبيع والشراء باطلان". (شرح المجلة لرستم الباز، الفصل الثاني فيما يجوز بيعه والذي لايجوز: ۱۰۱/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۴۱۷/۳، امداديه ملتان)

(وكذا في الهداية، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵۳/۳، امداديه ملتان)

(۳) "ثم عرف المهر في العناية بأنه اسم للمال الذي يجب في عقد النكاح على الزوج في مقابلة البضع، إما بالتسمية في عقد النكاح على الزوج في مقابلة البضع، وإما بالتسمية أو بالعقد". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۱۰۰/۳، سعيد)

(وكذا في العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۱۶/۳، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر)

موجود نہیں (۱)۔ **منکوحہ**: جس سے عقدِ شرعی کیا گیا ہے جو کہ فراشِ قوی ہے۔ **جاریہ**: جس پر شرعی طریقہ سے مِلک حاصل ہوگئی ہو جو کہ فراشِ ضعیف ہے، بچہ پیدا ہونے پر دعویٰ کرنے سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ **زانیہ**: جو کہ اجنبیہ ہو کہ اس سے نہ نکاح کیا گیا ہو اور نہ اس پر مِلک حاصل ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نو مسلمہ کا نکاح بلا عدت اور اس میں ثبوتِ نسب

سوال [۶۶۴۷]: ۱…… ایک عورت غیر مسلمہ کی شادی اپنے مذہب کے اعتبار سے سات سال کی عمر میں ہو چکی تھی، لیکن بلوغ تک نہ شوہر کے گھر گئی، نہ اس سے کچھ تعلق پیدا کیا۔ اس کے بعد وہ ایک مسلمان کے گھر رہنے لگی اور مسلمان ہو کر اسی دن اس سے شادی کر دی، شادی کے بعد اس کے ایک لڑکا چار سال بعد پیدا ہوا،

---

(۱) صورتِ مذکورہ میں چند وجوہ کی بناء پر حد جاری نہیں کی جا سکتی: پہلی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان دارالحرب ہے اور اجرائے حدود کے لئے دارالاسلام کا ہونا ضروری ہے: "قال رحمه الله: وبزنا في دار حرب أو بغي: أي لايجب الحد بزنا في دارالحربِ أو في دار البغي …… قوله عليه الصلاة والسلام: "لاتقام الحدود في دارالحرب"". (تبيين الحقائق، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحدوالذي لايوجبه: ۳/۵۸۰، دارالكتب العلمية، بيروت)

دوسری وجہ یہ ہے کہ مذکورہ زنا میں اجرت طے ہو چکی ہے اور مستاجرہ پر حدِ زنا جاری نہیں کی جاتی: " ولاحد بالزنا بالمستأجرة له: أي للزنا، والحق وجوب الحد". (الدرالمختار). "(قوله: والحق وجوب الحد): أي كما هو قولهما، وهذ البحث لصاحب الفتح، وسكت عليه في النهر والمتون والشروح على قول الإمام". (ردالمحتار، كتاب الحدود، باب الوطئ الذي يوجب الحد الخ، مطلبٌ: لاتكون اللواطة في الجنة: ۴/۲۹، سعيد)

تیسری وجہ یہ ہے کہ اقامت حدود کے لئے امام شرط ہے جب کہ دورِ حاضر میں اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے امام نہیں: "وركنه إقامة الإمام أو نائبه في الإقامة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الأول: ۲/۱۴۳، رشيديه)

(۲) "ضعيف: و هو فراش الأمة، لا يثبت النسب فيه إلا بالدعوة …… وقويٌّ: وهو فراش المنكوحة، الخ". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مطلبٌ: الفراش على أربع مراتب: ۳/۵۵۰، سعيد)

اب لاعلمی میں اتنا زمانہ گذر چکا ہے۔ تو اس کے کفارہ کی کیا صورت ہے؟

۲......اب جو اولاد ہو چکی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اب دوبارہ نکاح کر دیا جائے (۱)۔

۲......شبہۃ العقد کی بناء پر وہ اولاد ثابت النسب ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

---

(۱) "ولو أسلم أحدهما ثمة: أي في دار الحرب، لم تبن حتى تحيض ثلاثاً، أو تمضي ثلاثة أشهر قبل إسلام الآخر إقامةً لشرط الفرقة قيام السبب، وليست بعدة لدخول غير المدخول بها". (الدر المختار).

قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وليست بعدة): أي ليست هذ المدة عدةً؛ لأن غير المدخول بها داخلة تحت هذا الحكم، ولو كانت عدةً، لاختص ذلك بالمدخول بها. وهل تجب العدة بعد مضى هذه المدة؟ فإن كانت المرأة حربيةً، فلا؛ لأنه لاعدة على الحربية. وإن كانت هي المسلمة، فخرجت إلينا، فتمّت الحيض هنا، كذلك عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، خلافاً لهما، الخ". (ردالمحتار، باب نكاح الكافر، مطلب: الصبي والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق، بل للوقوع: ۱۹۱/۳، ۱۹۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب نكاح الكافر: ۳۷۰/۲، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۲۸۸/۲، امداديه ملتان)

(۲) "لاحد أيضاً بشبهة العقد: أي عقد النكاح عنده: أي الإمام، كوطئ محرم نكحها، الخ .... وحررها في الفتح أنها شبهة المحل، وفيها يثبت النسب، كمامر". (الدر المختار، كتاب الحدود، مطلب في بيان شبهة العقد: ۲۳/۴، سعيد)

"وفي مجمع الفتاوى: تزوج المطلقة ثلاثاً، وهما يعلمان بفساد النكاح، فولدت، في الحاوي: أنه لايجب الحد عنده، ويثبت النسب، خلافاً لهما، كماتزوج بمحارمه، ودخل بها". (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لايوجبه: ۲٦/۵، رشيديه)

(وكذافي فتح القدير، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لايوجبه: ۲٦۲/۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

جو عورت غیر مسلم سے حاملہ ہو جائے اس کا حکم

سوال[۶۶۴۸]: اس بدامنی کے زمانہ میں بہت سی مسلم مستورات ہندو جبراً لے گئے اور ان کو اپنے گھر رکھا اور ان سے زنا کیا، کچھ مستورات واپس ہوئی ہیں، ان میں سے چند حاملہ ہیں۔ اب بچہ پیدا ہونے کے بعد حرامی ہوگا یا حلالی اور ایسا حمل ساقط کرانے میں گناہ تو نہ ہوگا؟ اور وضعِ حمل کی صورت میں بچہ کا کیا کیا جائے؟ مع دلائل کتب فقہ تحریر فرمایئے عین کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن مستورات کے شوہر موجود نہیں بلکہ وہ کنواری یا بیوہ ہیں، ان کے بچوں کے متعلق تو حلالی ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں، لیکن جن کے شوہر موجود ہیں ان کے بچوں کو قطعی طور پر حرامی کہنے کا کسی کو حق نہیں، کیا بعید ہے کہ جس وقت ان مستورات کو ہندو جبراً لے گئے وہ اسی وقت اپنے شوہروں سے حاملہ ہوں اور بحالتِ حمل زنا کی نوبت آئی ہو۔ بہر حال ایسے بچوں کا نسب ان زانیوں سے ہرگز ثابت نہیں ہوگا، لقوله عليه السلام: "الولد للفراش وللعاهر الحجر". الحديث(۱)۔

جب تک حمل میں جان نہ پڑی ہو، اس کا ساقط کرانا ضرورۃً درست ہے، بلاضرورت گناہ ہے اور جان پڑنے کے بعد بالکل جائز نہیں، جب بچہ پیدا ہو جائے اس کی شفقت کے ساتھ پرورش کی جائے، اسلامی تعلیم دی جائے، غرض جو معاملہ دوسرے مسلم بچوں کے ساتھ ہوتا ہے وہی اس کے ساتھ ہوگا:

"هل يباح الإسقاط بعد الحمل؟ نعم، يباح مالم يتخلق منه شيء، وأن يكون ذلك إلا بعد مأة وعشرين يوماً، وهذا يقتضي أنهم أرادوا بالتخليق نفخ الروح ...... وفي كراهة الخانية: ولا أقول بالحل .... فلا أقل من أن يلحقها إثم هنا إذا أسقطت بغير عذر، اهـ. قال ابن وهبان: ومن الأعذار أن ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل، وليس لأبي الصبي مايستأجر به الظئر

(۱) (مشكوة المصابيح، باب اللعان، الفصل الثالث: ۲/۲۸۷، قديمي)

(و سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب الولد للفراش: ۱/۳۱۷، امداديه ملتان)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص، (سورة النور): ۳/۳۴۵، ۳۴۶، قديمي)

ویخاف هلاکه، اھ". شامی: ۲/۵۲۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

تبدیلِ نسب

سوال[۶۶۴۹]: کسی شخص نے اپنے نام کے اخیر میں ''خان'' لفظ لگا دیا، اور وہ اپنے خاندان کے اعتبار سے خان نہیں ہے۔ عذرِ شدید کی بناء پر اگر کوئی شخص اپنا نسب بدل ڈالے، یعنی اپنے باپ دادا کا نام بدل ڈالے اور غیر باپ کی جانب اپنے کو نسبت کرے، مثلاً کسی کو لندن جانا ہے اور اس کے پاس اپنا پاسپورٹ نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے شخص کا پاسپورٹ ہے، اور اس شخص نے اس پاسپورٹ کے مطابق اپنے باپ کے نام کو بدل کر دوسرے کے باپ کو اپنا باپ مان کر غیر باپ کی جانب نسبت کیا، اسلامی کالج جہاں دینی تعلیم دی جاتی ہے، اس میں بغیر سرٹیفکیٹ یا تصدیق نامہ کے داخلہ ممنوع ہے، اب اس شخص نے داخلہ کے لئے عرب کے کسی شخص کو باپ بنا کر داخلہ لے لیا اور اپنے باپ کا نام چھوڑ دیا۔ تو اس سے کیا گناہ ہے؟ نیز عند الضرورۃ بدلنا جائز ہے یا نہیں؟ اس پر توبہ آئے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص کی طرف اپنی نسبت کرنا حرام ہے، حدیث شریف میں اس فعلِ شنیع پر بڑی وعید آئی ہے، ایسے شخص کیلئے جنت کو حرام قرار دیا گیا، مشکوۃ شریف میں ہے:

"عن سعد بن أبي وقاص وأبي بكرة رضي الله تعالىٰ عنهما قالا: قال رسول صلى الله عليه وسلم: "من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم، فالجنة عليه حرام". متفق عليه(۲)۔

---

(۱) (ردالمحتار، باب نكاح الرقيق، مطلب في حكم إسقاط الحمل: ۱۷۶/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق: ۳۴۹/۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب نكاح الرقيق: ۴۰۱/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (مشكوة المصابيح، باب اللعان: ۲۸۷/۲، قديمي)

(وفيض القدير: ۵۲۱۴/۱۱، (رقم الحديث: ۸۳۷۰)، نزار مصطفى الباز، رياض) .... =

"وعن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: "لاترغبوا عن آبائكم، فمن رغب عن أبيه، فقد كفر". متفق عليه". ص: ۲۸۷(۱)۔

بلکہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے:

"عن أنس بن مالك رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم يقول: "من ادّعیٰ إلی غير أبيه أو انتمی إلی غير مواليه، فعليه لعنة اللّٰه المتتابعة إلی يوم القيامة". أبوداؤد: ۲/۳۵۰(۲)۔

مذکورہ بالا دوحدیثوں کی شرح فرماتے ہوئے ملاعلی قاری تحریر فرماتے ہیں:

"والادّعاء إلی غير الأب مع العلم به حرام، فمن اعتقد إباحته كفر، لمخالفة الإجماع، ومن لم يعتقد إباحته، فمعنی "كفر" وجهان: أحدهما أنه قد أشبه فعله فعل الكفار، والثانی أنه كافر نعمة الإسلام". مرقاة شرح مشكوٰة: ۳/۵۰۴(۳)۔

یعنی غیر باپ کی طرف جان بوجھ کر اپنی نسبت کرنے کو مباح سمجھنا مخالفتِ اجماع کی وجہ سے کفر ہے، اوراس کو مباح نہ سمجھتے ہوئے کرنا کفار کا سا فعل کرنا ہے، لہذا ایسا شخص مرتکبِ حرام ہے۔ اوراس میں تلبیس بھی ہے۔ سوال میں جواعذار لکھے گئے ہیں وہ کوئی اعذار نہیں، جن کی بناء پر حرام شئی کی اجازت دی جائے۔ لندن جانا یا تعلیم کے لئے عرب ہی کے اسلامی کالج میں جانا ضروری نہیں۔ اورحج کے لئے ایسے حرام فعل کا ارتکاب نہیں

= (ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۱/۶، (رقم الحديث: ۱۹۸۸۳)، دارإحياء التراث العربی، بيروت)

(۱) (مشكوٰة المصابيح، باب اللعان، الفصل الأول: ۲/۲۸۷، قديمی)

(۲) (سنن أبی داؤد، باب فی الرجل ينتمی إلی غير أبيه: ۲/۳۵۰، كتاب الأدب، إمداديه ملتان)

(فيض القدير: ۱۱/۵۲۱۵، (رقم الحديث: ۸۳۱۷)، مكتبه نزار مصطفیٰ الباز، رياض)

(ومسند أحمد بن حنبل رحمه اللّٰه تعالیٰ: ۵/۲۸۴، (رقم الحديث: ۱۷۲۱۶)، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(۳) (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، باب اللعان، الفصل الأول: ۶/۴۲۷، ۴۲۸، رشيديه)

کیا جائے گا، سفرِ حج رضائے خداوندی کے لیے کیا جاتا ہے، اس کیلئے لعنت کا راستہ اختیار کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے اور کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۲/۸۸ھ۔

نسب بدلنا

سوال[۱۱۲۵۰]: ایک شخص قوم ماچھی ضلع فیروزپور کی پیدائش ہے، لیکن اپنے کو سید پیرشاہ کہلانے لگا ہے اور دنیا کو بہکاتا پھرتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص نسب بدل دے گا وہ جنت میں نہیں جائے گا، پس جو شخص واقعۃً سید نہیں اس کا اپنے کو سید کہنا بڑا گناہ ہے(۱)، بلاتحقیق کسی پر بہتان لگانا بھی گناہ ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۸ھ۔

---

(۱) "وعن سعد بن أبي وقاص وأبي بكرة رضي الله تعالىٰ عنهما قالا: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من ادّعى": أي انتسب "إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه، فالجنة عليه حرام" .... وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال. قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم": "لا ترغبوا": أي لاتعرضوا "عن آبائكم": أي عن الانتماء إليهم .... اهـ". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول: ۶/۴۷۷، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير: ۱۱/۵۶۱۴، (رقم الحديث: ۸۳۷۰)، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۶/۱۷، (رقم الحديث: ۱۹۸۸۳)، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا يأتين ببهتان يفترينه بين أيديهن وأرجلهن، ولا يعصينك في معروف، فبايعهن، واستغفر لهن الله، إن الله غفور رحيم﴾ (سورة الممتحنة: ۱۲)

قال الحافظ ابن كثير في تفسير قوله تعالىٰ: ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور﴾ من ههنا بيان الجنس: أي اجتنبوا الرجس الذي هو الأوثان، وقرن الشرك بالله بقول الزور...... ومنه شهادة الزور. وفي الصحيحين عن أبي بكرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه =

ایضاً

سوال [۶۲۵۱]: جس وقت مسلمان دین کی خاطر ہندوستان تشریف لائے تو کون کون حضرات تشریف لائے؟ اور جو حضرات تشریف لائے تو دین حق کی دعوت دیکر ہندوستان میں قیام کیا یا واپس چلے گئے؟ اگر سب واپس چلے گئے تو جو ہندوستان کے مسلمان ہیں سب نئے مسلم ہیں اور سید یا قریشی یا انصاری یا فاروقی یا عثمانی یا شیخ کہلاتے ہیں، سب کا دعوی جھوٹا ہے اور سب حضرات خواہ مولوی ہوں یا جاہل سب نے اپنا نسب بدل ڈالا اور نسب بدلنا حرام ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سب حضرات علم کی وجہ سے یا مال کی وجہ سے اپنے کو سید یا قریشی یا انصاری یا شیخ کہلانے لگے۔ کس کس قبیلہ سے یہاں مسلمان آئے؟ کیونکہ انصاری، قریشی، سید یا شیخ ہی نے ہندوستان کو فتح کیا، معلوم ہوا کہ ہر قبیلہ سے تشریف لائے۔ تفصیل سے نقل کریں، آپ کی بڑی عنایت ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد ابن قاسم کے وقت مسلمان فوج یہاں آئی اور اس میں مختلف خاندان اور قبیلوں کے افراد تھے، بعض خاندان مستقلاً یہیں رہ گئے، اس کے بعد بھی متعدد گھرانے آئے ہیں اور اپنی بود و باش انہوں نے یہیں اختیار کرلی۔ یہ بات صحیح ہے کہ نسب بدلنا حرام ہے(۱)، جو شخص یا جو خاندان سید، قریشی، انصاری، عثمانی، فاروقی وغیرہ

= وسلم قال: "ألا أنبئكم بأكبر الكبائر"؟ قلنا: بلى يارسول الله! قال: "الإشراك بالله و عقوق الوالدين" وكان متكئاً فجلس، فقال: "ألا! وقول الزور، ألا! وشهادة الزور". فما زال يكررها حتى قلنا. ليته سكت". (تفسير ابن كثير، (سورة الحج، : ۳۰): ۳/۲۹۴، دار الفيحاء بيروت)

"فليس شيء من الذنوب أعظم من البهتان، فإن سائر الذنوب تحتاج إلى توبة واحدة والبهتان يحتاج إلى التوبة في ثلاثة مواضع، و قد قرن الله تعالىٰ البهتان بالكفر، فقال تعالىٰ: ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور﴾ (تنبيه الغافلين، باب الغيبة، ص: ۸۹، المكتبة الحقانية پشاور)

(۱) "و عن سعد بن أبي وقاص و أبي بكرة رضي الله تعالى عنهما قالا: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من ادعى" أي انتسب "إلى غير أبيه و هو يعلم أنه غير أبيه، فالجنة عليه حرام" .... و عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا ترغبوا": أي لا تعرضوا "عن آبائكم": أي عن الانتماء إليهم "فمن رغب عن أبيه، فقد كفر". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول: ۶/۴۷۷، رشيديه) .... =

نہ ہو اور جانتے ہوئے بھی وہ اپنا خاندان یہ بتائے وہ گنہگار ہے۔ عالم ہو یا جاہل، سب کو جھوٹا قرار دینا بھی زیادتی ہے، اب بھی ایسے خاندان موجود ہیں کہ جن کے پاس شجرہ محفوظ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۵ھ۔

چچا کو باپ کہنا

سوال [۶۶۵۲]: ایک شخص کے چھ لڑکے ہیں ایک لڑکے کا انتقال ہوا جس کے تین بچے ہیں جو اپنے چچا کے پاس رہتے ہیں۔ چچا ہی ان کے کھانے پینے اور رہائش کے ذمہ دار ہیں۔ اور بھتیجوں کو اپنی اولاد کی طرح رکھتے ہیں، اور وہ بھتیجے بھی چچا کو باپ کہہ کر مخاطب کرتے ہیں آیا اس طرح ان بچوں کا چچا کو باپ کہہ کر مخاطب کرنا شرع سے جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چچا کو مجازاً باپ کہہ سکتے ہیں، خصوصاً جبکہ وہ پرورش وغیرہ کے بھی ذمہ دار ہیں۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے: "والجد والعم یسمیان أباً مجازاً". روح المعانی: ۷/۲۰۵(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۳ھ۔

کسی بزرگ کی طرف اپنا نسب منسوب کرنا

سوال [۶۶۵۳]: جس طرح جولا ہے برادری والے اپنے کو شیخ انصاری کہتے ہیں اور قصائی برادری اپنے کو شیخ قریشی کہتے ہیں، تو اسی طرح ہم لوہار برادری اپنے کو شیخ داؤدی کہلا سکتے ہیں یا نہیں؟ ہم اپنی

= (وفیض القدیر: ۵۶۱۴/۱۱، (رقم الحدیث: ۸۳۷۰)، نزار مصطفی الباز مکة المکرمة)

(ومسند أحمد بن حنبل: ۱۷/۶، (رقم الحدیث: ۱۹۸۸۳)، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۱) (روح المعانی، (سورة الأنعام: ۷۴): ۱۹۴/۷، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

راجع للتفصیل: (تفسیر خازن: ۸۷/۲، حافظ کتب خانه کوئٹه)

(والجامع لأحکام القرآن: ۱۶/۷، ۱۷، دار الکتب العلمیة بیروت)

انجمن کا نام داؤدیہ انجمن رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ سنا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کا پیشہ کرتے تھے۔ شریعت کا کیا حکم ہے؟

محمد یوسف، آزاد باڈی ورکس، مظفرنگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلاتحقیق اپنے کو کسی بزرگ کی اولاد کہنا یا اپنا نسب بدلنا درست نہیں (۱)، جب تک تحقیق نہ ہو، نسبی حیثیت سے اپنے لئے کوئی لفظ اختیار نہ کریں۔ لوہار کو عربی میں ''حداد'' کہتے ہیں، ہر لوہار کو حق ہے کہ وہ اپنے نام کے ساتھ حداد لکھے، سب برادری ''انجمن حدادین'' اپنا نام تجویز کرلے۔ اسی طرح بڑھئی کو عربی میں ''نجار'' کہتے ہیں، ہر بڑھئی اپنے نام کے ساتھ نجار لکھ سکتا ہے اور سب برادری ''انجمنِ نجارین'' اپنا نام تجویز کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۵ھ۔

کسی پیغمبر یا کسی بزرگ کی طرف اپنا نسب منسوب کرنا

سوال [۶۶۵۴]: اس سے پیشتر بھی ایک استفتاء ارسالِ خدمت کیا گیا تھا جس کا جواب موصول ہوگیا، لیکن ہماری بھوک نہیں مٹی، اب ہم لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں ہم لوگ کس نسب یا قوم سے وابستہ ہیں، ہم لوگ ہندوستانی صنعت کار حضرات داؤد علیہ السلام کو اپنا استاذ مانتے ہیں۔ کیا یہ ہمارا نسب صحیح

---

(۱) ''وعن سعد بن أبي وقاص وأبي بكرة رضي الله تعالىٰ عنهما قالا: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''من ادعى'': أي انتسب ''إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه، فالجنة عليه حرام''. متفق عليه''.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول: ۶/۴۷۷، رشيديه)

(وفيض القدير: ۱۱/۵۶۱۴، (رقم الحديث: ۸۳۷۰)، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(ومسند أحمد بن حنبل: ۶/۱۷، (رقم الحديث: ۱۹۸۸۳)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

''وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ''لاترغبوا'': أي لا تعرضوا ''عن آبائكم'': أي عن الانتماء إليهم''. فمن رغب عن أبيه فقد كفر''. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول: ۶/۴۷۷، رشيديه)

نہیں ہوسکتا؟

ہم لوگ خالص ہندوستانی ہیں، ہماری برادری کا ایک نام ہونا چاہئے، جیسا کہ دوسری قوموں کا ہے، آپ ہماری برادری کا ایک نام تجویز کریں جو باشرع ہو جس سے ہماری قوم کا ایک وجود ہو، صدیوں سے ہماری قوم الگ الگ نام لکھتی ہے، کوئی لوہار، کوئی بڑھئی، کوئی شیخ، ہم بھٹک رہے ہیں، ہمارا ایک مستقبل بن جائے، یہ کام آپ کا دارالعلوم پورا کرسکتا ہے۔ امروہہ یا دہلی میں ایک آل انڈیا جلسہ یکم اپریل سے ہونا ہے، اس سے پہلے یہ معاملہ طے ہوکر آجانا چاہئے، ہم لوگ وہ نام چاہتے ہیں جو باشرع ہو۔

۱.....کیا استاد کے نسب سے ہم لوگ اپنے کو شیخ داؤدی کہلا سکتے ہیں؟

۲.....کیا آپ کے جواب گذشتہ کی تجویز سے ہم لوگ شیخ حداد کہلا سکتے ہیں؟

۳.....کیا شیخ مسلمان کو کہتے ہیں جیسا کہ سہارن پور میں مولانا شیخ الحدیث کہلاتے ہیں وہ حدیث سکھاتے ہیں، اسی طرح ہم لوگ صنعت سکھاتے ہیں۔ کیا ہم لوگ شیخ حداد کہلا سکتے ہیں؟

محمد یوسف، آزاد باڈی ورکس، مظفر نگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام پیغمبر تھے، ان کی امت داؤدی ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت عیسائی کہلاتی ہے۔ حضرت اسرائیل علیہ السلام کی امت اسرائیلی ہے۔ اگر ان کی طرف نسبت کر کے اپنے آپ کو لوگ داؤدی کہیں گے تو عامۂ ذہن اس طرف جائے گا کہ آپ ان کی امت میں ہیں، ایک بڑے عالمِ حدیث بھی داؤد گزرے ہیں، جو لوگ ان کا اتباع کرتے ہیں داؤدی ہیں، جیسے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا اتباع کرنے والے مالکی ہیں، ممکن ہے کہ لوگ آپ کو یہ سمجھیں کہ آپ حنفی نہیں، بلکہ داؤدی ہیں، اس لئے آپ حداد یا حدادی کہیں تو پھر یہ شبہ نہیں ہوگا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کے اوزار پر زرہ بنایا کرتے تھے، اس اعتبار سے حداد کہنے میں ان کی طرف بھی نسبت ہوسکتی ہے۔

شیخ عظیم المرتبت کو کہتے ہیں جو کسی فن میں اونچا ہو اور لوگ اس فن میں اس کی بات پر اعتماد کرتے ہوں، وہ اس فن کا شیخ کہلاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طبقہ میں شیخین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہتے ہیں، تابعین میں شیخین حضرت حسن بصری اور حضرت محمد ابن سیرین رحمہما اللہ

تعالیٰ کو کہتے ہیں، مجتہدین، محدثین، صوفیاء، نحویین، مناطقہ غرض ہر طبقہ میں شیخ ہوئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۳/۹۵ھ۔

کفاءت ومساوات اور شرافتِ نسبی

سوال[۶۶۵۵]: ہندوستان میں ذات پات کا وجود عرب کے شعوب وقبائل (جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے) سے مماثلت یا مطابقت رکھتا ہے۔ کیا ہندوستان میں ذات پات کا رواج مساوات اسلامی کی روح کی ضد ہے؟ اگر ذات پات کا امتیاز شعار اسلامی کے خلاف ہے تو علماء نے اس سلسلہ میں کیا کیا؟ کون سی کتب اس لعنت کے بطلان کے لئے لکھی گئیں۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ نام کے ساتھ "صدیقی، عثمانی، انصاری، سید، مرزا، خان، شیخ" وغیرہ کا اضافہ تعارف کے لئے ہے، اس سے افتخار مقصود نہیں۔

سوال یہ ہے کہ تعارف کا یہ ذریعہ زمانہ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں اور آج عرب ممالک میں کیوں رائج نہیں ہے؟ عوام کو اصرار ہے کہ ناموں کے ساتھ نسبی تعارف کے اضافہ کا ضرور استعمال ہو، یہاں تک کہ نومسلم حضرات اور پیشہ ور مسلمان بھی اپنے ناموں کے ساتھ کوئی عرف یا امتیاز پسند کر کے شامل کر لیتے ہیں۔ ایسا کرنا کہاں تک شرعی حیثیت رکھتا ہے؟ میرا خیال یہ ہے کہ یہ اضافہ تعارف کا ذریعہ ہو یا نہ ہو، اس ذہنیت کے آئینہ دار ہیں جو نسبی شرافت کو تقویٰ پر فضیلت دیتی ہے، آپ کا کیا خیال ہے؟ اور شرعی حکم کیا ہے؟ فقط۔

آپ کا خادم: محمد ابراہیم، ہومیو پیتھ، ہردوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن مساوات (کفاءت) کا ذکر کتب فقہ میں ہے وہ مساواتِ اسلامی کی روح کی ضد نہیں، اور جو ہندوستان میں نومسلموں نے ترکۂ آباء کی حیثیت سے باقی رکھی اور دوسرے ناواقف مسلمانوں میں صحبت کے اثر سے آگئی وہ ضد ہے، علمائے اسلام نے ہمیشہ اس کو رد کیا۔ ﴿إن أكرمكم عند الله أتقاكم﴾ (۱) کی تفسیر

(۱) (سورة الحجرات: ۱۳)

میں اس کا ذکر اردو کی تفاسیر میں بھی موجود ہے(۱)، غایت النسب میں اس پر کافی بحث ہے(۲)، القول الأسلم اسی مقصد کے لئے تصنیف کی گئی ہے(۳)۔ سید، صدیقی، فاروقی، انصاری وغیرہ کا لگانا تعارف کے لئے اہلِ عرب میں بھی موجود تھا اور اب بھی ہے۔ کتب حدیث میں اسانید میں بکثرت راویوں کے نام کے ساتھ قبائل کی نسبتیں مذکور ہیں، اسمائے رجال میں تحقیقاتِ انساب میں بکری، عمری، انصاری، اموی، خزرجی، اویسی، قریشی وغیرہ الفاظ ملتے ہیں حتی کہ صحاح ستہ میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

البتہ تعارف دوسرے طُرق سے بھی ہوسکتا ہے اور دوسرے طریق بھی عرب وعجم میں شائع ہیں، مگر اس طریق کو بھی ممنوع نہیں کہا جاسکتا۔ بعض خاندانوں کے ساتھ ایک لقب ہوتا ہے جو خاندان کے ہر فرد کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔

بعض (لوگ) اپنی صفتوں کے ساتھ جیسے "قصاب، بصاص، اسکاف، خیاط" وغیرہ بعض اپنے عہدوں اور کاموں "وکیل، جج، حکیم، ڈاکٹر" وغیرہ کے ساتھ مشہور ہوتے ہیں، بعض لوگ کسی ایسے وصف کے ساتھ مشہور ہوجاتے ہیں جس کو وہ خود پسند نہیں کرتے بلکہ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ لیکن رواۃ وانساب سے بحث کرنے والے حضرات محض امتیاز کے لئے اس وصف کو ذکر کرنے پر مجبور ہیں۔ نیز اگر ملک عرب میں امتیاز وتخصیص کے لئے ایک طریقہ رائج ہو اور شریعت کی طرف سے اس طریق پر مسلمانوں کو مجبور ومحصور نہ کردیا گیا ہو تو دوسرا طریقہ اختیار کرنا بھی گناہ نہیں، البتہ فخر وتکبر انتہائی مذموم وممنوع ہے(۴) اور اس امتیاز کی وجہ سے دوسروں کو حقیر وذلیل

---

(۱) راجع (معارف القرآن للمفتی محمد شفیع رحمه الله تعالیٰ [سورة الحجرات: ۱۳]: ۸/۱۲۴، إدارة المعارف کراچی)

(وکذا في معارف القرآن مؤلفه مولانا محمد إدریس کاندهلوی رحمه الله تعالیٰ: ۷/۵۰۴، ۵۰۵، مکتبة المعارف دارالعلوم حسینیه شهداد پور سندھ)

(۲) لم أجده

(۳) راجع للتفصیل: القول الأسلم، باب: تیسرا درجہ: قانونِ ترجیح وفضیلت، ص: ۵، خواجه برقی جامع مسجد دهلی)

(۴) "عن ابن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا یدخل الجنة من کان في قلبه مثقال ذرة من کبر"......... و عنه (أی أبي هریرة رضی الله تعالیٰ عنه) قال: قال =

سمجھنا ہرگز جائز نہیں (۱)۔ امتیازِ نسبی کو نجات کے لئے کافی سمجھنا اور احکامِ شریعت کی پابندی سے آزاد ہو جانا جہنم میں جانے کے لئے تو کافی ہوسکتا ہے، مگر خدا کے عذاب سے تحفظ کے لئے کافی نہیں ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اہلِ خاندان کو نام بنام خطاب فرمایا کہ نبی کی قرابت کو اپنے لئے ذریعۂ نجات نہ سمجھنا، بلکہ ذریعۂ نجات ایمان وعمل صالح ہے، اگر قرابتِ نسبی کافی ہوتی تو بعض اہل قرابت ابولہب وغیرہ بھی ناجی ہوتے (۲)، البتہ ایمان وعمل صالح کے ساتھ شرافتِ نسبی کی سعادت بھی میسر ہو جائے، تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يقول الله تعالىٰ: (الكبرياء ردائي، والعظمة إزاري، فمن نازعني واحداً منهما، أدخلتُه النار)". (مشكوة المصابيح، باب الغضب والكبر، الفصل الأول: ۲/۴۳۳، قديمي)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قومٍ عسىٰ أن يكونوا خيراً منهم﴾ ينهى تعالىٰ عن السخرية بالناس، و هو احتقارهم والاستهزاء بهم، كما ثبت في الصحيح عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "الكبر بطر الحق و غمص الناس" ...... والمراد من ذلك احتقارُهم واستصغارهم، وهذا حرام، فإنه قد يكون المحتقر أعظم قدراً عند الله تعالىٰ وأحبّ إليه من الساخر منه المحتقر له، و لهذا قال تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم﴾ الخ". (تفسير ابن كثير [سورة الحجرات] ۴/۲۷۰، دار الفيحاء بيروت)

(وكذا في روح المعاني، [سورة الحجرات: ۱۳]: ۲۶/۱۵۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص، [سورة الحجرات: ۱۳]: ۳/۲۰۲، قديمي)

(۲) و قوله تعالىٰ. ﴿إن أكرمكم عند الله أتقاكم﴾: أي إنما تتفاضلون عند الله تعالىٰ بالتقوى لا بالأحساب، وقد وردت الأحاديث بذلك عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قال البخاري: "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: سئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أيُّ الناس أكرم؟ قال: "أكرمهم عند الله أتقاهم". قالوا: ليس عن هذا نسألك، قال: "فأكرم الناس يوسف نبي الله، ابن نبي الله، ابن نبي الله ابن خليل الله" قالوا: ليس عن هذا نسألك، الخ .... "إن الله لا يسألكم عن أحسابكم و لا عن أنسابكم يوم القيامة، إن أكرمكم عند الله أتقاكم". (تفسير ابن كثير، [سورة الحجرات: ۱۳]: =

اصلی اور نقلی انصاری میں فرق

سوال[۶۶۵۶]: ہندوستان میں جولاہا قوم نے اپنے کو انصاری لکھنا شروع کردیا اور کہتے ہیں کہ ہمارا نسب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل مدینہ سے شروع ہوتا ہے، تو اصلی انصاری اور نقلی انصاری کی کیا پہچان ہے؟ مدرسہ میں کسی کتاب میں ہوتو وہ کتاب بھیج دیں، ہم قیمت بھیج دیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نسب بدلنا جائز نہیں حرام ہے، حدیث شریف میں اس پر سخت وعید ہے(۱)، کوئی ایسی نشانی نہیں جس کو دیکھ کر بتایا جاسکے کہ فلاں شخص انصارِ مدینہ کی اولاد سے ہے اور فلاں شخص مصنوعی انصاری ہے، دریافت پر مدار ہے۔ مدرسہ میں کوئی تجارتی کتب خانہ نہیں، اس میں جو کتابیں ہیں وہ اساتذہ اور طلباء کے مطالعہ کے لئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۹۱ھ۔

سقوں کا اپنے آپ کو عباسی کہنا

سوال[۶۶۵۷]: قوم بہشتی وسقے، اپنے آپ کو عباسی کہتے ہیں، کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی پانی بھرنے کا کام کیا تھا، اسی بات کو مدِ نظر رکھ کر بہشتی اپنے آپ کو عباسی کہتے ہیں، کچھ لوگ اعتراض

= ۴/۲۷۷، ۲۷۸، دار الفیحاء بیروت)

(والحدیث أخرجه البخاري في كتاب الأنبياء، باب قول الله عزوجل: ۱/۴۷۳، قدیمی)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من انتسب إلى غير أبيه أو تولى غير مواليه، فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين".

"عن عاصم الأحول عن أبي عثمان النهدي قال: سمعت سعداً و أبا بكرة: كل واحد منهما يقول: سمعتُ أذناي و وعى قلبي محمداً صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من ادّعىٰ إلىٰ غير أبيه و هو يعلم أنه غير أبيه، فالجنة عليه حرام". (سنن ابن ماجة، ص. ۱۸۷، أبواب الحدود، باب من ادّعى إلى غير أبيه، قدیمی)

کرتے ہیں کہ عباسی کہنا ناجائز ہے، لہٰذا بتایا جائے کہ ان کا اپنے آپ کو عباسی کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانی کے بھرنے کی یہ صورت نہیں تھی جو کہ آج کل سقوں میں رائج ہے کہ اُجرت پر پانی بھرتے ہیں، بلکہ زمانۂ حج میں جو لوگ حج کے لئے مکہ معظمہ میں آتے تھے ان کے لئے کشمش پانی میں بھگو کر بطورِ شربت تیار کیا کرتے تھے اور اس شربت سے ان کی مہمان نوازی کیا کرتے تھے جس کا معاوضہ کچھ نہیں لیتے تھے، بلکہ اس خدمت اور مہمان نوازی کو فرض سمجھتے تھے، یہ خدمت قبل از اسلام بھی ان کے سپرد تھی اور بعد از اسلام بھی انہیں کے سپرد رہی۔ باقی اُجرت پر پانی بھر کر لوگوں کے مکانوں میں پہونچانا اور اس کو اپنا پیشہ اور ذریعۂ معاش بنانا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق میں نے کہیں نہیں دیکھا اور یہ نسبت عباسی تو سلسلۂ نسب کی نسبت ہے جیسا کہ خلفائے عباسیہ، منصور، ہارون، مامون وغیرہ گزرے ہیں، نہ کہ پانی بھرنے کی نسبت۔ اگر کوئی شخص کسی غیر کی طرف اپنا نسب منسوب کرے حدیث شریف میں اس کے لئے بہت سخت وعید آئی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۵/۶۶ھ۔

نام کے ساتھ "صدیقی" لکھنا

سوال[۶۲۵۸]: مسلمانوں میں مختلف قوموں کے لوگ اپنے نام کے ساتھ "صدیقی" نسبت کے

---

(۱) "عن سعد بن أبي وقاص وأبي بكرة رضي الله تعالىٰ عنهما قالا: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من ادعى": أي انتسب "إلى غير أبيه و هو يعلم أنه غير أبيه، فالجنة عليه حرام". متفق عليه".

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول: ۶/۴۷۷، رشيديه)

(وفيض القدير: ۱۱/۵۶۱۴، (رقم الحديث: ۸۳۷۰)، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(ومسند أحمد بن حنبل: ۲/۷۱۰، (رقم الحديث: ۹۸۸۳)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لاترغبوا": أي لا تعرضوا "عن آبائكم": أي عن الانتماء إليهم "رمن رغب عن أبيه فقد كفر". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول: ۶/۴۷۷، رشيديه)

ساتھ اپنے کو منسوب کرتے ہیں، جب کہ یہ حقیقی نسبت ان کے ساتھ نہیں ہے، محض تفاؤلاً یا کسی اور مقصد کے پیش نظر ایسی نسبت اپنے ساتھ جوڑتے ہیں، تو مذکورہ نسبت کا اپنے نام کے ساتھ جوڑنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عرف عام میں آج کل ''صدیقی'' اس کو کہتے ہیں جو خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں ہو، پس جو شخص ان کی اولاد میں نہ ہو وہ اپنے نام کے ساتھ ''صدیقی'' لکھتا ہے تو یہ درست نہیں، اس سے دھوکا ہوتا ہے اور نسبت بدلنے والے کے لئے حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، اس کو پرہیز لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۵/۲۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) ''عن سعد بن أبي وقاص و أبي بكرة رضي الله تعالىٰ عنهما قالا: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ''من ادعى'': أي انتسب ''إلى غير أبيه و هو يعلم أنه غير أبيه، فالجنة عليه حرام''. متفق عليه''.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول: ۴۷۷/۶، رشيديه)

(وفيض القدير: ۵۶۱۴/۱۱، (رقم الحديث: ۸۳۷۰)، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(ومسند أحمد بن حنبل: ۱۷/۲، (رقم الحديث: ۱۹۸۸۳)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

''و عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''لا ترغبوا'': أي لا تعرضوا ''عن آبائكم'': أي عن الانتماء إليهم ''فمن رغب عن أبيه فقد كفر''. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب اللعان، الفصل الأول: ۴۷۷/۶، رشيديه)

باب الحضانة

(پرورش کا بیان)

حق حضانت کس کو اور کب تک ہے؟

سوال[۶۶۵۹]: ایک شخص انتقال کرتا ہے اور دو بچے اپنے بعد چھوڑے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چونکہ لڑکی بالغ ہے اور اس کا عقد ہوگیا اور لڑکا ہنوز نابالغ بہ عمر دس گیارہ سالہ ہے۔ چنانچہ لڑکے کی ماں نے عقدِ ثانی کرلیا اور ایسے خاندان میں عقد کیا کہ آئندہ لڑکے کی جان و مال خطرے میں ہے اور لڑکے کی بہن تا ہونے بالغ اس کی پرورش نگہبانی کے لئے ماں سے زیادہ رفیق معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ لڑکے کی ماں کچھ قاصر عقل بھی ہے، بذریعہ پنچایت یتیم کا مال محفوظ کردیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں ولی اس کی بہن ہوسکتی ہے کہ ماں؟ بینوا توجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے کی عمر جب دس سال کی ہوگئی تو اب ماں کو اس پر حقِ پرورش حاصل نہیں، جہاں لڑکے کا رہنا مفید ہو ماں کے پاس یا بہن کے پاس وہیں رہے، حقِ پرورش سات سال کی عمر تک رہتا ہے اس کے بعد نہیں رہتا(۱)۔ اگر لڑکے کی عمر سات سال سے کم ہوتی تو اس وقت یہ تفصیل ہوتی کہ اس کی والدہ نے جس شخص سے

---

(۱) "(تثبت للأم) ...... (ولو) ...... بعد الفرقة ...... (والحاضنة أماً أوغيرها أحق به): أي بالغلام حتیٰ يستغني عن النساء، وقدّر بسبع، وبه يفتي؛ لأنه الغالب". (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۳/۵۵۵-۵۶۶، سعيد)

(وكذافي البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۴/۲۸۷، رشيديه)

(وكذافي الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشرفي الحضانة: ۱/۵۴۲، رشيديه)

نکاح کیا ہے اگر وہ اس لڑکے کا ذی رحم محرم نہیں تو بہن کو حق ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ ۵/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، صحیح :عبد اللطیف، ۱۳/ جمادی الاولیٰ/ ۵۸ھ۔

مطلقہ کو حقِ حضانت کب تک ہے؟

سوال [٦٢٦٠]: زید جب اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو ان کی اس بیوی کے بطن سے جو اولاد صغیر ہوں ان کی پرورش کا حق کن کو ملنا چاہئے اور کس عمر تک، مثلاً ایک شخص کی تین اولاد ہیں ایک تقریباً دو ماہ عمر اور دوسرا لڑکا تقریباً چار ساڑھے چار سال کا اور تیسری لڑکی جو تقریباً چھ ساڑھے چھ سال کی ہے۔ آج کل فتنہ وفساد کا زمانہ ہے، اس لئے زید یہ چاہتا ہے کہ اپنی اولاد کو سوائے سب سے کم عمر والے کو اپنی تربیت ونگرانی میں رکھے۔

اس لئے شرعاً اس بارے میں کہاں تک گنجائش ہے؟ نیز فوری طور پر اگر زید پرورش کا حق کسی طرح نہ رکھ سکتا ہو تو مدت کے بارے میں لڑکے اور لڑکی کم سے کم کتنے عرصہ میں زید اپنی مطلقہ بیوی سے حاصل کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک زید کی یہ مطلقہ بیوی کسی اجنبی شخص سے نکاح نہ کرے تو خود بچوں کی والدہ کو حقِ

(۱) "أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم......... فإن ماتت أو تزوجت فالأخت لأب وأم.......... وإنما يبطل حق الحضانة لهؤلاء النسوة بالتزوج إذا تزوجن بأجنبي، فإن تزوجن بذي رحم محرم من الصغير كالجدة إذا كان زوجها جد الصغير، أو الأم إذا تزوجت بعم الصغير لا يبطل حقها، كذا في فتاوى قاضيخان". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة: ۱/ ۵۴۱، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۱/ ۴۸۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مطلب: لو كانت الإخوة أو الأعمام غير مأمونين: ۳/ ۵٦۵، رشيديه)

پرورش ہوگا(۱)، زید کو جائز نہیں کہ بچوں کو والدہ سے علیحدہ کرے، یہاں تک کہ لڑکا خود کھانے، پینے، پہننے، استنجا کرنے لگے، اپنی ان چیزوں میں وہ دوسروں کا محتاج نہ رہے اور عام طور پر بچہ سات سال کی عمر میں اس قابل ہوجاتا ہے۔ اور لڑکی کو والدہ سے اس وقت تک جدا کرنا درست نہیں کہ لڑکی کو شہوت ہونے لگے اور اس کا اندازہ نو سال کی عمر ہے، اس کے بعد اپنی اولاد کو والدہ سے علیحدہ کرنا شرعاً درست ہے(۲)۔

اگر بچوں کی والدہ بچوں کے کسی ذی رحم محرم سے مثلاً چچا سے نکاح کرے تو اس سے حقِ پرورش ساقط نہیں ہوتا، اگر کسی اجنبی شخص سے نکاح کرے گی، یا اس کی ایسی حالت ہے کہ بچوں کی طرف سے غافل ہوکر جہاں دل چاہا چلی گئی جس سے بچوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو والدہ کا حقِ پرورش ساقط ہوجائے گا(۳) اور نانی، دادی، بہن، خالہ، پھوپھی کو حقِ پرورش تربیت سے حاصل ہوگا اس کے بعد والد کو حق ہوگا، کذا فی الدرالمختار(٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ ذی قعدہ/ ٦٧ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ٦/ ذی قعدہ/ ٦٧ھ۔

---

(۱) (راجع، ص: ۵٦٧، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) "والأم والجدة أحق بالغلام، حتی یستغنی، وقُدّر بسبع سنین. وقال القدوری: حتی یأکل وحده، ویشرب وحده، ویستنجی وحده. وقدره أبوبکر الرازی بتسع سنین، والفتوی علی الأول. والأم والجدة أحق بالجاریة حتی تحیض. وفی نوادرهشام عن محمد رحمه الله تعالی: إذابلغت حد الشهوة، فالأب أحق". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، ، الباب السادس عشرفی الحضانة: ۱/ ۵۴۲، رشیدیه)

(وکذافی البحرالرئق، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۴/ ۲۸۷، رشیدیه)

(وکذافی الدرالمختار، کتاب الطلاق باب الحضانة: ۳/ ۵٦٦، سعید)

(۳) (راجع، ص: ۵٦٧، رقم الحاشیة: ۱)

(۴) "(ثم): أی بعد الأم بأن ماتت أولم تقبل أوأسقطت حقهاأوتزوجت بأجنبی (أم الأم) وإن علت عند عدم أهلیة القربی، (ثم أم الأب) وإن علت، (ثم الأخت لأب وأم ثم لأم)". (الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۳/ ۵٦۳، سعید)

(وکذافی البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۴/ ۲۸۳، رشیدیه)

(وکذافی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۳/ ۲۹۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

حقِ حضانت

سوال [۶۶۶۱]: ایک شخص کا نکاح ایک بیوہ عورت سے ہوا ہے اور اس کے ساتھ دو لڑکیاں ہیں، بعد آٹھ یا دس سال کے لڑکیوں کا دادا یا چچا لڑکیوں کو لینے کے لئے آیا کہ ہماری لڑکیاں ہیں اور ہمارا حق ہے ان لڑکیوں کو ہم کو دیدو اس مدت میں ان لڑکیوں کی پرورش میں جو خرچ ہوا ہے شریعت کے لحاظ سے کون دے گا آیا یہ خرچ لڑکیوں کا چچا دادا دیں گے؟ یا جس کے پاس وہ لڑکیاں پرورش پائی ہیں وہ اس کا حق تھا اور اگر لڑکیوں کا ذکر والدہ کے نکاح کے وقت پیش آیا ہے تب کیا حکم ہے؟ بیان فرمایئے مع حوالہ کتب معتبرہ بیان کیجئے۔ فقط۔

بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکیوں کا ولی نکاح کے لئے دادا ہے ماں نہیں اور حق پرورش اصالۃً ماں کو ہے اور جب ماں کسی ایسے شخص سے نکاح کرے جو لڑکیوں کا ذی رحم محرم نہ ہو تو ماں کا حق ساقط ہو جاتا ہے، اگر نانی نہ ہو تو دادی کو ہوتا ہے، پھر بہن کو، پھر خالہ کو، پھوپھی کو اور یہ حق لڑکیوں کے مشتہاۃ ہونے تک رہتا ہے جس کا اندازہ ۹/ سال ہے:

"تثبت الحضانة للأم، ثم أم الأم، ثم أم الأب، ثم الأخت، ثم الخالات، ثم العمات. والحاضنة يسقط حقها بنكاح غير محرمه. والأم أوالجدة أحق بها حتى تحيض، وغيرهما أحق بها حتى تشتهي. وقُدر بتسع، وبه يفتي. وعن محمد أن الحكم في الأم والجدة، كذالك، وبه يفتي، اهـ". درمختار مختصراً: ۹۰۹/۳ (۱)۔

"والولي في النكاح لا المال العصبةُ بنفسه بلاواسطة أنثي على ترتيب الإرث، اهـ".

درمختار: ۴۸۰/۲ (۲)۔

سوتیلے والد کو ان لڑکیوں کے نکاح کا اختیار نہیں:

"ولو كان الصغير والصغيرة في حجر رجل يعولهما كالملتقط ونحوه، فإنه لا يملك

(۱) (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۵۵۵/۳-۵۶۵، سعيد)

(۲) (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب في فرق النكاح: ۷۶/۳، سعيد)

تزويجهما، اھ". الفتاوى العالمكيرية: ١/٢٩٤(١)۔

لڑکیوں کا نفقہ دادا کے ذمہ ہے، اگر پہلے حکومت کے ذریعے سے یا آپس کی مصالحت سے کچھ خرچ لڑکیوں کا مقرر ہوگیا تھا جو دادا نے نہیں دیا اور ماں نے قرض لے کر لڑکیوں کو کھلایا ہے تب تو وہ بیوہ اتنی مقدار خرچ لے سکتی ہے، اگر پہلے کچھ مقرر نہیں ہوا تو نہیں لے سکتی، اسی طرح اگر مقرر ہوگیا، مگر قرض لے کر نہیں کھلایا تو تب بھی نہیں لے سکتی:

"قضى بنفقة غير الزوجة -زاد الزيلعي: والصغير- ومضت مدة: أي شهر فأكثر، سقطت لحصول الاستغناء فيما مضى .... إلا أن يستدين غير الزوجة بأمر قاض، فلو لم يستدن بالفعل فلا رجوع، بل في الذخيرة: لو أكل أطفاله من مسئلة الناس، فلا رجوع لأمهم ولو أعطوا شيئاً واستدانت شيئاً أو أنفقت من مالها، رجعت بمازادت، فتاوى قاضي خان، اھ".

درمختار: ٢/١٠٥٩(٢) والبسط في ردالمحتار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۲/۹/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۹/۶۱ھ۔

مدتِ حضانت شیعہ مذہب میں

سوال [۶۶۶۲]: آپ نے فرمایا: ایسی حالت میں جب لڑکی دین مذہب کو سمجھنے لگے جس کا اندازہ سات سال ہے، یا اس سے بیشتر ہی ماں کے عقائد سے متاثر ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اس کو ماں سے علیحدہ کرلینا چاہئے۔ ہندوستانی عدالتیں سنی قانون مسلمانان پر عمل کرتی ہیں، بارہ برس تک رہ سکتی ہے، زوجہ کی طرف سے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ چونکہ لڑکی کا باپ سنی ہے، لہذا خود لڑکی سنی ہے، اس لئے سنی قانون پر عمل

---

(١) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ١/٢٨٤، رشيديه)

(٢) (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، آخر مطلب في نفقة قرابة غيرالولادمن الرحم المحرم: ٣/٦٣٣-٦٣٤، سعيد)

(وكذافي البحرالرائق، باب النفقة: ٤/٣٦٥، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ٣/٣٣١-٣٣٢، دارالكتب العلميةبيروت)

کرنا چاہئے اورلڑکی بارہ برس تک ماں کے پاس رہے۔

اگر شوہر یہ دلیل پیش کرے کہ وہ اپنی لڑکی کو ماں کے عقائد سے متاثر کرنا نہیں چاہتا، اس لئے سات سال یا اس سے قبل ہی میں لڑکی کو اس کے پاس آجانا چاہئے تو اس کو غالبًا کئی حوالے دینے پڑیں گے تاکہ عدالت اس کی دلیل اور مطالبہ کو تسلیم کرے۔ اس مسئلہ میں شوہر کے ذمہ زوجہ کے مذہب کی پابندی لازم نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ آیا شوہر کو حق ہے کہ جس مذہب کے قانون کو چاہے اس کی پابندی کرے؟ عورت اپنے مذہب (شیعہ) کے قانون کی رو سے صرف ۷/سال تک لڑکی کو اپنے پاس رکھے، اور شوہر اپنے سنی قانون کے مطابق ۱۲/ برس سے پہلے لڑکی کو مانگ نہیں سکتا ہے، وہ تو خود یہ چاہتا ہے کہ زوجہ کے قانون یعنی شیعہ قانون پر عملدرآمد ہو کہ لڑکی اسے جلد از جلد مل سکے گی۔

شرعاً اسے حق حاصل ہے کہ زوجہ کے قانون پر عملدرآمد کرا سکے؟ لڑکی کو جلد از جلد ماں سے لینے کے لئے وہ صرف عقائد سے متاثر ہونے کے خوف کی دلیل ہی پیش کرتا ہے اور آیا صرف یہی دلیل کافی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بچہ جب دین کو سمجھنے لگے، ماں کے عقائدِ فاسدہ سے متاثر ہونے کا خوف ہو تو علیحدہ کر لینا چاہئے، یہ مسئلہ عامۂ کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔ میں ایک کتاب کی عبارت نقل کرتا ہوں اور چند کتب کے نام مع صفحہ درج کرتا ہوں تاکہ بوقتِ ضرورت ان کتب میں دیکھنا سہل ہو:

"وقد جمع في الهداية بين شيئين، فقال: مالم يعقل الأديان أوأن يألف الكفر، فظاهره أنه إذا خيف أن يألف الكفر، نزع منها وإن لم يعقل ديناً، اه". البحر الرائق: ۲/۱۷۱(۱)۔

تبيين الحقائق للزيلعي: ۳/۴۹(۲)، هداية، ص: ۴۱۶(۳)، عناية: ۳/۳۱۷(۴)،

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۴/۲۸۹، رشيدية)

(۲) (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۳/۲۹۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (الهداية، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۲/ ۴۳۶، شركة علمية ملتان)

(۴) (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الولد من أحق به: ۴/۳۷۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

سکب الأنہر: ۱/۴۹۱(۱)، الدر المختار: ۳/۹۸۸(۲)۔

اس حکم میں لڑکا اور لڑکی کا ایک ہی حکم ہے، مجمع الأنہر: ۱/۴۹۱(۳)۔

مذہبِ شیعہ میں لڑکی کی حضانت کے متعلق تین اقوال ہیں: ۱-سات سال، ۲-نو سال، ۳-شادی تک قولِ اول کو راجح اور معتبر لکھا ہے شرائع الاسلام، ص:۲۵۶۔

شوہر کے ذمہ زوجہ کے مذہب کی پابندی لازم نہ ہونے کو جو تحریر کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب سنی مذہب میں خود اتنی تفصیل موجود ہے یعنی سات سال بلکہ اس سے پیشتر لڑکی کو والدہ سے علیحدہ کرنے کا اختیار حاصل ہے تو پھر زوجہ کے مذہب کے مطابق مطالبہ کرنے کی کیا ضرورت کہ اس سے مذہب زوجہ کی حقانیت اور اس کی پابندی کا اعتراف عدالت سے تسلیم کرانا اور فتویٰ کے ذریعہ اس کو شرعاً حجت قرار دینا لازم آتا ہے اور عدالت میں ایک نظیر قائم ہو جائے گی کہ سنیوں نے شیعہ مذہب کے مطابق از خود درخواست دے کر عدالت سے فیصلہ کرایا ہے اور فتویٰ بھی اس کے موافق ہے، پھر یہ کہ سنی مذہب میں سات سال سے پیشتر بھی لڑکی کو لینے کا اختیار حاصل ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

بچہ کے گزشتہ ایام کا خرچ شوہر سے وصول کرنا، اور حق حضانت

سوال[۶۶۶۳]: ایک عورت اپنے خاوند سے اپنا نکاح فسخ کرانے پر بضد ہے، خاوند کوشش کرتا ہے کہ آباد ہو مگر وہ کسی صورت میں نہیں مانتی، یہ مخاصمت سرکاری عدالت سے ایک حَکَم کے پاس ثالثی کے لئے بھیج

(۱) (سکب الأنہر (الدر المنتقی شرح الملتقی) علی ہامش مجمع الأنہر، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۱/۴۸۳، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الحضانة، مطلب: لو کانت الإخوة أو الأعمام غیر مأمونین الخ: ۳/۵۶۵، سعید)

(۳) "والزمیة أحق بولدها المسلم ...... مالم یخف علیه ألف الکفر، فحینئذٍ یؤخذ عنها، جاریةً کانت أو غلاماً، الخ". (مجمع الأنہر مع ملتقی الأبحر). وقال الحصکفی: "(أحق بولدها، اھ) نظراً له بلا فرق بین غلام وجاریة، اھ". (سکب الأنہر، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۱/۴۸۳، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

دی گئی ہے، حکم نے مصالحت کی پوری پوری کوشش کی مگر کوئی صورت نہیں نکل سکی۔

اس عورت کا لڑکا پونے پانچ سال کی عمر کا اس کے ساتھ ہے، یہ پونے تین سال کا خرچ لڑکے کا جب سے یہ میکے بیٹھی ہے خاوند سے شرعاً وصول کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور آئندہ بعد فسخ نکاح سات سال تک سوا دو سال کا خرچ بھی شرعاً لے سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ عورت اپنا نکاح لڑکے کے غیر محرم سے کرے تو یہ لڑکا حقیقی نانی کی حضانت میں آئے گا یا والد کی طرف منتقل ہوگا اور نانی اس کا خرچہ لے سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

گزشتہ نفقہ نہیں وصول کرسکتی (۱)، لیکن اگر زوجین میں معاہدہ ہوگیا تھا کہ زوجہ جو کچھ خرچ کرے وہ شوہر سے وصول کرے، اس صورت میں حسبِ معاہدہ وصول کرنا درست ہے (۲)، آئندہ کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے چاہے وہ خود خرچ کرے چاہے، کسی کو اپنا وکیل بنادے، لڑکے کی والدہ کو یا کسی اور کو جب یہ عورت لڑکے کے کسی غیر محرم سے نکاح کرے تو حقِ حضانت اس سے ساقط ہوکر نانی کو یہ حق حاصل ہوگا (۳)۔ والد کے ذمہ نفقہ

---

(۱) "إذا خاصمت المرأة زوجها في نفقة مامضى من الزمان قبل أن يفرض القاضي لها النفقة وقبل أن يتراضيا على شئ فإن القاضي لايقضي لها بنفقة مامضى عندنا". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الأول في نفقة الزوجة: ۱/۵۵۱، رشيديه)

"ولاتجب نفقةٌ مضت إلابالقضاء أوالرضا، الخ". (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۱۶/۴، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/ ۳۱۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۱/ ۴۹۱، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ياأيهاالذين آمنوا أوفوابالعقود﴾ (سورة المائده: ۱)

"استدانت على الزوج قبل الفرض والتراضي فأنفقت، لاترجع بذلك على زوجها، بل تكون متطوعةً بالإنفاق، سواء كان الزوج غائباً أو حاضراً. ولو أنفقف من مالها بعد الفرض أو التراضي، لها أن ترجع على الزوج". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الأول في نفقة الزوجة: ۱/۵۵۱، رشيديه)

(۳) "وإنمايبطل حق الحضانة لهؤلاء النسوة بالتزوج إذا تزوجن بأ جنبي، الخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة: ۱/ ۵۴۱، رشيديه)

=

بلوغ تک واجب ہوتا ہے، سات سال کی عمر پر ختم نہیں ہوجاتا(۱)، حقِ حضانت البتہ مفتیٰ بہ قول کی بنا پر سات سال کی عمر تک رہتا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶۴/۴/۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۶۴/۴/۱۳ھ۔

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۱/۴۸۱، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذافي الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة، مطلب: لوكانت الإخوة أو الأعمام غيرمأمونين الخ: ۳/۵۶۵، سعيد)

"(ثم): أي بعد الأمّ بأن ماتت أولم تقبل أوأسقطت حقها أوتزوجت باجنبي (أمُّ الأم وإن علت) عند عدم أهلية القربىٰ (ثم أم الأب وإن علت ثم الأخت لأب وأم ثم لأم)، الخ". (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۳/۵۶۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۴/۲۸۳، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۳/۲۹۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "قيّد بالطفل وهوالصبي حين يسقط من البطن إلى أن يحتلم...... ولذاعبّربه؛ لأن البالغ لاتجب نفقته على أبيه". (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۴۱، رشيديه)

(وكذافي تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۳۲۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: الصغير والمكتسب نفقة في كسبه لاعلى أبيه: ۳/۶۱۲، سعيد)

(۲) "وحدّه وقدره بتسع أوسبع: أي قدّرمدة الاستغناء أبوبكرالرازي بتسع سنين، والخصاف بسبع سنين، وعليه الفتوى، الخ". (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۱/۴۸۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، باب الحضانة: ۳/۲۹۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۴/۲۸۷، رشيديه)

نانا کا پرورش میں خرچ کردہ روپیہ بچہ کے باپ سے مطالبہ کرنے کا حق

سوال[۶۶۶۴]: ایک شخص نے وفات پائی اپنے پیچھے ایک لڑکا چھوڑا اور زوجہ بیوہ کچھ عرصہ بعد زوجہ کا بھی انتقال ہوگیا، مرحوم کا لڑکا اپنے دادا کے پاس پرورش پاتا رہا، مگر اس کی والدہ کے انتقال کے بعد دادا نے اس کی پرورش سے انکار کردیا اور لڑکا اپنے نانا کے یہاں پرورش پاتا رہا۔ اس کے بعد لڑکے کے نانا نانی نے لڑکے سے کہا کہ جو خرچ ہم نے تیری پرورش پر کیا ہے اپنے دادا سے لے کر ہم کو دے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ لڑکا اپنے دادا سے یہ خرچ لے سکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کیا نانا نے پرورش کرنے سے پہلے یہ شرط دادا سے کی تھی کہ اس کی پرورش میں جو خرچ ہوگا وہ تم سے لوں گا اور دادا نے اس شرط کو قبول کرلیا تھا، اگر یہ معاہدہ ہوگیا تھا تب تو اس معاہدہ کی وجہ سے نانا کو مطالبہ کا حق حاصل ہے(۱)، اگر معاہدہ نہیں ہوا تھا تو حق حاصل نہیں ہوا، بلکہ جو کچھ نانا نے خرچ کیا ہے وہ احسان ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ربیع الاول/ ۶۴ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يا أيها الذين آمنو أوفوا بالعقود﴾ (سورة المائدة: ۱)

"عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قلّما خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا قال: "لا إيمان لمن لا أمانة له، ولا دين لمن لاعهدله". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الثاني: ۱/۱۵، قديمي)

(۲) "ونفقة الصبي بعد العظام إذا كان له مال في ماله، هكذا في المحيط. وإن كان مال الصغير غائباً أمر الأب بالإنفاق عليه ويرجع في ماله، فإن أنفق عليه بغير أمره لم يرجع إلا أن يكون أشهد أنه يرجع وبسعه فيما بينه وبين الله تعالىٰ أن يرجع ...... صغير له أب معسر وجدٌ أبو الأب موسر وللصغير مال كان ذلك ديناً على الأب". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الرابع في نفقة الأولاد: ۱/۵۶۲، رشيديه)

بعد بلوغ حقِ پرورش دادی وغیرہ کو ہے یا خالہ کو؟

سوال[۶۶۶۵]: میری دولڑکیاں ہیں، ان میں سے ایک کوبچپن میں ان کی خالہ نے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اپنے پاس رکھ لیا، اس کے بعد دوسری لڑکی کو بھی دل بہلانے کے واسطے رکھ لیا۔ جس لڑکی کو خالہ نے اولاً رکھا تھا اس کا نکاح بھی میری اجازت بغیر کردیا، مگر میں نے اور میرے بھائیوں نے اور والدہ نے کوئی تعرض نہیں کیا کہ شاید دل شکنی ہو۔ دوسری لڑکی پر بھی اب تک ان کا قبضہ مخالفانہ ہے اور اس کو بھی اپنے بہکائے میں خالہ اور خالو نے رکھ رکھا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو خالہ خالو کہیں وہی لڑکی کہنے لگے۔

اب چونکہ لڑکی جوان قابلِ پردہ ہوچکی اور خالو سے شریعت میں پردہ کا قانون ہے تو میں باپ ہونے کی وجہ سے اور میرے دونوں بھائی چچا ہونے کی رو سے اور میری دونوں بہنیں پھوپھیاں ہونے کی وجہ سے اور میری والدہ دادی ہونے کے بموجب نہیں چاہتے کہ ہماری جوان کنواری لڑکی خالہ اور خالو نامحرم کے گھر رہے اگرچہ پہلے دوسری لڑکی کی بھی یہ شکل ہوچکی ہے، لیکن بوجہ لاعلمی قانون پردہ ایسا ہوا-حق تعالیٰ معاف کرے-اب ہم کو علم ہوچکا کہ خالو سے پردہ ہے، اگر اس کے خلاف ہم کریں تو ہمارے اور خالو کے لئے بڑی ہی بے غیرتی اور بے حیائی ہے، دنیا وآخرت میں باعثِ رسوائی ہے۔

اس واقعہ کے بعد چند امور ہیں ہر نمبر کا جواب مختصر اور عام فہم عنایت فرماویں:

۱......جو کچھ ہم نے تحریر کیا، یہ ہمارا خیال درست ہے یا نہیں؟

۲......کیا باپ اور چچاؤں، دادی کو یہ حق شرعاً ہے کہ اپنی لڑکی کو اپنے گھر لے آویں اور خالو کے ماتحت نہ رہنے دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......جی ہاں! خالو سے پردہ فرض ہے اور وہ نامحرم ہے بشرطیکہ اس سے اور کوئی رشتہ رضاعت وغیرہ کا نہ ہو(۱)۔

---

(۱) خالو غیر محرم ہے اس سے پردہ ضروری ہے: ﴿وقل للمؤمنات یغضضن من أبصارهن ویحفظن فروجهن ولایبدین زینتهن إلا ماظهر منها ...... ولا یبدین زینتهن إلّا لبعولتهن أو آبائهن أو آباء بعولتهن أو أبنائهن أو أبناء بعولتهن أو إخوانهن أو بني إخوانهن أو بني أخواتهن أو نسائهن أو ما ملکت أیمانهن أو التابعین =

۲......ایسی حالت میں باپ کو لازم ہے کہ لڑکی کو اپنے پاس رکھے، خالو کے پاس نہ رہنے دے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

بیوہ کی مرضی کے خلاف چچا کا نابالغ بچوں کو اپنی کفالت میں لینا

سوال[۶۶۶۶]: بیوہ سے چار بچے ہیں اور وہ سب کے سب نابالغ ہیں، بیوہ ان بچوں کو جبریہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہے اور ان کے حصہ کا ترکہ بھی اپنے قبضہ میں لینا چاہتی ہے۔ ان بچوں کو ان کے چچا بیوہ کی مرضی کے خلاف اگر اپنی کفالت میں رکھیں، یا ان کے سامان ترکہ کی حفاظت کریں تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بچہ سات سال کی عمر تک تو والدہ ہی کے پاس رہنا چاہئے، پھر اس کی تعلیم وغیرہ کی غرض سے چچا تربیت کریں، پھر بھی والدہ سے ملنے پر کوئی پابندی عائد نہ ہو۔ والد مرحوم کے ترکہ میں جو کچھ بچوں کا حصہ ہے، اگر اس کی حفاظت چچا بخوبی کرسکیں تو چچا کے پاس رہے، اگر والدہ زیادہ حفاظت کرسکے تو والدہ کی نگرانی میں رہے (۲)، اس کو خاندان کے بڑے اور تجربہ کار حضرات باہمی مشورہ سے تجویز کرلیں کہ بچوں کے حق میں کیا صورت زیادہ مفید اور قابلِ اطمینان ہے کہ ان کا مال کس کے پاس رہنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۹ھ۔

= غير أولي الإربة من الرجال﴾ الآية (سورة النور: ۳۱)

درج بالا آیت میں مذکورہ اشخاص کے ماسوا سب سے پردہ ضروری ہے، اور ان میں خالو کا ذکر نہیں۔

(۱) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۲) "والأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغني، وقُدّر بسبع؛ لأنه إذا استغنى يحتاج إلى تأديب والتخلق بآداب الرجال وأخلاقهم، والأب أقدر على التأديب والتعنيف، الخ". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۴/ ۲۸۷ رشيدية)

"الأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغني، وقُدّر بسبع سنين. وبعد مااستغنى الغلام، فالعصبة أولى، يقدم الأقرب فالأقرب". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس العشره في الحضانة: ۱/ ۵۴۲، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۱/ ۴۸۰-۴۸۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

باب المتفرقات

زوجۂ دیوث کا حکم

سوال[۶۶۶۷]: جو شخص ایسا ہو کہ اس کی بیوی غیر آدمی سے ملتی ہو اور ہمیشہ جوتے کپڑے اور کھانے کی اشیاء فرمائش کر کے حاصل کرتی ہو اور خاوند اس کا اس امر کے خلاف نہ ہو، بلکہ خود بھی بیوی کے پاس سے کھاتا پیتا ہو تو ایسے شخص کے لئے شریعت کیا کہتی ہے، اس سے اس کی بیوی کو علیحدہ کر کے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں، جب کہ اس کی بیوی بھی اس کی اس حرکت کے خلاف ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا شخص شرعاً دیوث ہے(۱)، عورت کو بھی شرعاً ہرگز جائز نہیں کہ ناجائز کام میں شوہر کی اطاعت کرے(۲)۔ برادری کے باثر لوگوں کو چاہئے کہ جس طرح ہو اس کو اس حرکت سے روکیں، اگر وہ باز نہ آوے اور عورت کو حرام پر مجبور کرتا ہو تو عورت کو چاہئے کہ کسی طرح لالچ سے یا ڈرا کر طلاق حاصل کرلے(۳)، اس کے بعد عدت گزار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "ثلثة قد حرّم الله علیهم الجنة: مدمن الخمر، والعاق، والدیوث الذی یقر فی أهله الخبیث". (مشکوة المصابیح: ۳۱۸/۲، کتاب الإمارة والقضاء، باب التعزیر، قدیمی)

(۲) "عن النواس بن سمعان رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق". (مشکوة المصابیح: ۳۲۱/۲، کتاب الإمارة والقضاء، قدیمی)

(۳) "وإذا تشاق الزوجان و خافا أن لا یقیما حدود الله، فلا بأس بأن تفدی نفسها منه بمال یخلعها به".

(الهدایة: ۴۰۴/۲، باب الخلع، مکتبه شرکت علمیه ملتان)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۴۸۸/۱، الباب الثامن فی الخلع و ما فی حکمه، رشیدیه)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿و لا تعزموا عقدة النكاح حتی یبلغ الکتب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

بالغہ کا نکاح جبراً، پھر طلاق اور پھر طلاق سے انکار

سوال[۶۶۶۸]: مسماۃ رئیسہ کی عمر بائیس سال تھی جب کہ یہ اپنے ماموں کے یہاں گئی ہوئی تھی، ماموں نے ایک جگہ سے کچھ روپیہ لے کر مسماۃ رئیسہ کا نکاح کرنے کوشش کی، مسماۃ رئیسہ کو جب یہ معلوم ہوا، اس نے انکار کیا کہ میں نکاح کی اجازت نہیں دے سکتی اور تم کو یہ اختیار نہیں بلکہ میرے والد کو یہ حق حاصل ہے۔ غرض ماموں نے بلا اجازت جبراً نکاح کر کے ان کے حوالہ کر دیا۔ خلوت میں مسماۃ نے بچنے کی ہر چند کوشش کی اور مار پٹائی تک کی نوبت آئی، لیکن پھر بھی اپنی طاقت سے جبراً مسماۃ سے جماع کیا، غرض مسماۃ کسی طرح راضی نہیں۔ شوہر نے عام شارع پر کہہ دیا کہ مجھے اس عورت نے تنگ کر دیا ہے، میں نے اس کو طلاق دیدی اور یہ الفاظ ۵،۶/ مرتبہ استعمال کئے۔

عام پنچایت میں بھی طلاق ہوئی، لیکن تحریری طلاق نہیں دی گئی، اس بات کے گواہ موجود ہیں۔ اب دریافت یہ ہے کہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟ شوہر کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسماۃ نے جس طرح کہ ایجاب وقبول سے پہلے نکاح سے انکار کیا اگر ایجاب وقبول کے بعد بھی کہہ دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں جیسا کہ سوال سے ظاہر طور پر معلوم ہوتا ہے تو شرعاً یہ نکاح ہی نہیں ہوا(۱)، پھر رخصتی اور اس کے بعد ہمبستری جو کچھ بھی ہوئی سب ناجائز ہوئی۔ اگر ایجاب وقبول کے بعد اس نے انکار نہیں کیا بلکہ خاموش رہی اور اپنی قسمت پر صبر کر کے راضی ورخصت ہوگئی تو نکاح صحیح ہوگیا، پھر شوہر نے جو طلاق پانچ چھ مرتبہ

---

(۱) "ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ". (الدرالمختار). "(قوله: البكر) أطلقها فشمل ما إذا كانت تزوجت قبل ذلك، وطلقت قبل زوال البكارة، فتزوج كما تزوج الأبكار".
(ردالمحتار: ۵۸/۳، باب الولي، سعيد)

"لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكراً كانت أو ثيباً، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل". (الفتاوى العالمكيرية: ۲۸۷/۱، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۴۹۵/۲، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية، بيروت)

دی تو اس سے مغلظہ ہوگئی (۱) اور جب کہ اس طلاق پر شرعی گواہ بھی موجود ہیں تو اب اس کا انکار شرعاً معتبر نہیں (۲)، الحاصل مسماۃ رئیسہ اس کے نکاح سے بہر صورت آزاد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۱/۸۵ھ۔

طلاق کے بعد نکاحِ ثانی ہو جانے پر بھی مطلقہ کو اپنے گھر رکھنا

سوال [۶۲۶۹]: کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر اپنے گھر چھوڑی ہے اس سے ملتا جلتا ہے، اس عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کیا ہے، اس عورت سے دو لڑکی ہیں، ان لڑکیوں کی وجہ سے رہتی ہے۔ فقط والسلام۔

بمقام نوادہ ڈاکخانہ مظفرآباد ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی عورت سے ملنا جلنا اور اس کو اپنے گھر رکھنا منع ہے (۳) اس کو چاہئے کہ اس عورت کو اس کے خاوند

---

(۱) "لو كرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد دُيّن". (الدر المختار: ۳/۲۹۳، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

"لو قال: أنت طالق و طالق و طالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلاثاً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۵، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۸۸، تكرار الطلاق و إيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وإذا شهد شاهدان على رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً، وجحد الزوج والمرأة ذلك، فرّق بينهما؛ لأن الشهادة على الطلاق تقبل من غير دعوى". (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۵۷۲، الشهادة والدعوىٰ والخصومة في الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار: ۳/۲۲۴، ۲۲۵، باب الرضاع، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳/۲۶۱، كتاب الشهادات، مكتبه غفاريه، كوئٹه)

(۳) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة و ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً و يدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۴۷۳، الباب السادس، الرجعة، فصل=

کے گھر پہونچادے۔ فقط۔

العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۴/۵۴ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۸/ ربیع الثانی / ۵۸ھ۔

تین طلاق کے بعد ساتھ رہنا

سوال[۶۶۷۰]: ایک شخص بے روزگار وبیکار ہے، عیالدار ہے، اس کی بیوی بھی مزدوری سے تنگی کی حالت میں گزراوقات کررہی ہے، دونوں میں نکما ہونے کی وجہ سے نبھاؤ نہیں ہوتا، خود جاہل وضدی ہونے کی وجہ سے اور بھاوج کے اشتعال دلانے سے متعدد مرتبہ جھگڑا ہو چکا، اور ایک یا دو بار تین طلاق غصہ میں دے چکا ہے، پھر بھی ساتھ رہتا ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا تو کہتا ہے کہ نہ میں نے دل سے طلاق دی نہ نیت تھی، بلکہ بھاوج کے کہنے سے ڈرانے کے لئے ایسا کہہ دیا ہے۔ اس صورت میں فرمائیں کہ شرعی کیا حکم ہے؟ اور بناؤ کی کوئی صورت شرعی نکلتی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر صاف لفظوں میں تین دفعہ طلاق دیدی ہے، چاہے بھاوج کے کہنے سے دی ہو تو طلاق مغلظہ ہوگئی (۱)، اب بغیر حلالہ کے ساتھ رہنا جائز نہیں۔ بیوی کو چاہئے کہ وقتِ طلاق سے تین ماہواری گزار کر دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرلے (۲)، صاف لفظوں میں طلاق دینے کے لئے نیت کا ہونا اور دل سے دینا

= فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۱۶۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۰۹، ۴۱۱، باب الرجعة، سعيد)

(۱) "لو قال: أنت طالق و طالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولةً، طلقت ثلاثاً". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۵۵، الباب الثاني، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

"لو كرر لفظ الطلاق وقع الكل، وإن نوى التاكيد دُيّن". (الدر المختار: ۳/۲۹۳، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية: ۳/۲۸۸، تكرار الطلاق و إيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق و هي حرة =

ضروری نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۶/ ۸۷ھ۔

تین طلاق کے بعد مطلقہ کے ساتھ رہنا

سوال[۶۶۷۱]: زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں، دارالعلوم دیوبند سے فتویٰ طلب کیا گیا، از روئے فتویٰ زید کی بیوی کو طلاق مغلظہ واقع ہونے کا حکم صادر فرمایا گیا تھا، لیکن بغیر حلالہ کے زید بیوی کے ساتھ رہتا ہے۔ زید کی بیوی اور اس کے خسر اور خود زید اس فتویٰ پر عمل نہیں کرتے۔ زید کے سالے نے اپنے والد کو اس مذموم حرکت سے باز رہنے کی درخواست کی اور عرض کیا کہ آپ داماد کو گھر نہ آنے دیں اور نہ داماد و لڑکی کو ساتھ رہنے دیا جائے، اگر آپ فتویٰ کو نہیں مانتے تو میں آپ سے ترکِ تعلق کرلوں گا۔ اس پر باپ نے کہا کہ اگر تم ترکِ تعلق کرتے ہو تو میں نے تم کو عاق کیا۔

ایسی صورت میں لڑکا حق بجانب ہے کہ نہیں؟ اور باپ کا عاق کردینا ایسی صورت میں درست ہے

= ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۵۲۶، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۵۴۹، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/ ۵۰۴، ۵۰۵، باب العدة، سعيد)

(۱) "وهو كانت طالق ومطلقة وطلقتك، وتقع واحدة رجعية وإن نوى الأكثر أو الإبانة أو لم ينو شيئاً، كذا في الكنز". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۱/ ۳۵۴، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ۳/ ۲۴۸-۲۵۰، سعيد)

"فالصريح قوله: أنت طالق ومطلقة وطلقتك، فهذا يقع به الطلاق الرجعي؛ لأن هذه الألفاظ تستعمل في الطلاق ولاتستعمل في غيره، فكان صريحاً ...... ولا يفتقر إلى النية؛ لأنه صريح فيه لغلبة الاستعمال". (الهداية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق: ۲/ ۳۵۹، شركت علميه ملتان)

یا نہیں؟ اور اہلِ محلہ ترکِ موالات کرتے ہیں تو یہ فعل درست ہے یا نہیں؟ نیز عزیز و اقارب ترکِ موالات کریں تو درست ہے یا نہیں؟ اور لڑکا اگر والدین کے حقوق ادا کرنا چاہے تو اس کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے کو ایسی تدبیر اختیار کرنا لازم ہے کہ جس سے والد کا احترام بھی باقی رہے اور یہ مذموم چیز بھی ختم ہو جائے (۱)، نہ تو باپ کی شان میں گستاخی کرے، نہ اس چیز میں تعاون کرے (۲)۔

عاق کا مطلب عرفِ عام میں یہ ہوتا ہے کہ میراث سے محروم کر دیا جائے تو یہ کسی کے اختیار میں نہیں، اگر کوئی باپ تحریر لکھ دے کہ فلاں وارث کو میری میراث نہ دی جائے، تو اس کا یہ لکھنا بالکل بیکار ہے، شرعاً میراث

---

(۱) "عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب وهذا حديث أبي بكر قال: أول من بدأ بالخطبة يوم العيد قبل الصلوة مروان .... فقال أبو سعيد: أما هذا فقد قضى ماعليه سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "من راى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". (الصحيح لمسلم: ۱/ ۵۱، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر، قديمي)

(وجامع الترمذي: ۲/ ۴۰، أبواب الفتن، باب ماجاء في تغيير المنكر باليد، سعيد)

"عن عائشة رضي الله عنها قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "مروا بالمعروف وانهوا عن المنكر قبل أن تدعوا فلا يستجاب لكم". (سنن ابن ماجة، ص: ۲۸۹، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (مائدة: ۲)

قال الله تعالىٰ: ﴿وبالوالدين إحساناً .... فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما، وقل لهما قولاً كريماً﴾ (بني إسرائيل: ۲۳)

"عن أبي سلامة السلامي: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "أوصي امرأً بأمه أوصي امرأً بأمه، أوصي امرأً بأمه، أوصي امرأً بأبيه، أوصي امرأً بمولاه الذي يليه، وإن كان عليه منه أذى يؤذيه". (سنن ابن ماجة، ص: ۲۶۰، أبواب الأدب، باب بر الوالدين، قديمي)

ضرور ملے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۴/ ۹/ ۱۳۸۷ھ۔

تین طلاق کے بعد شوہر کے گھر رہنا

سوال[۶۶۷۲]: ہمارے چھوٹے بھائی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی، ان کا بڑا لڑکا عمر ۲۰/ سال اوران کی سالی طلاق دیتے وقت موجود تھی، اس کے علاوہ سات بچے گھر میں تھے، ایک لڑکی بڑی جس کی عمر ۱۷/ سال، دوسری لڑکی عمر ۱۶/ سال تیسری لڑکی عمر ۱۲/ سال، چوتھا لڑکا عمر ۱۰/ سال، پانچویں لڑکی عمر ۵/ سال اور ایک چھوٹا لڑکا عمر ۳/ سال۔ اب وہ عورت گھر سے جانا نہیں چاہتی، دو سال سے ہمارے بھائی کے پاس ہے اور بچوں کا خرچہ خود اٹھا رہے ہیں، ہمارے بھائی کبھی گھر جاتے ہیں، ان کی بیوی ان سے بات کرتی ہے، ہمارے بھائی اس کے سوالوں کا جواب دیتے ہیں، اب وہ عورت اس مکان میں رہنا چاہتی ہے دوسرے گھر جانا نہیں چاہتی۔ اس عورت کا اس مکان میں رہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین طلاق دینے سے نکاح بالکل ختم ہوگیا، اب وہ عورت اس کی بیوی نہیں رہی بلکہ اجنبیہ ہوگئی، اب دونوں کا ایک جگہ رہنا، بے پردہ بے تکلف تنہائی میں بات چیت کرنا درست نہیں رہا، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں رہی (۲)۔ طلاق کے بعد عدت تین حیض گزرنے پر اس کا نفقہ لازم نہیں رہا، اگر وہ اس طرح

---

(۱) "عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۶، باب الوصايا، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، ص: ۱۹۴، ابواب الوصايا، باب الحيف في الوصية، قديمي)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة و ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، و يدخل بها، ثم يطلقها أويموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية. ۱: ۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۹۹، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۶۰۳، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة المحلل ومايتصل به، إدارة القرآن كراچي)

رہے کہ آپ کے بھائی سے اس کا کوئی تعلق نہ رہے وہ الگ جگہ رہے اور بچوں کی پرورش کی وجہ اس کو بھی خرچہ دیتے رہیں تو اس کی اجازت ہے، مگر ایک مکان میں نہ رہیں، کبھی تنہائی میں نہ ملیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۷/۱۴۰۶ھ۔

طلاق کے بعد پندرہ سال تک ہمبستری کرتا رہا

سوال [۶۲۷۳]: زید بیوی کو طلاقِ مغلظہ دے چکا تھا، مگر پندرہ سال تک اس سے ہم بستری کرتا رہا اور بچے پیدا ہوتے رہے۔ شرعی حیثیت سے اس کو کیا سزا دی جائے اور کیا سلوک کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نے سخت جرم کا ارتکاب کیا ہے، مگر اس کی اصل سزا کی شرائط موجود نہیں، اس لئے وہ سزا نہیں دی جاسکتی۔ نیز اتنی مدت سے وہ ناجائز کام میں مبتلا ہے، سب خاندان اور اہل بستی واقف ہو کر کیوں خاموش رہے، کیوں اس کا حل دریافت نہیں کیا، اب کیا داعیہ پیش آیا جو یہ مسئلہ اٹھایا جا رہا ہے، فوراً دونوں میں جدائی کرادی جائے، جو لوگ جدائی کرنے پر قادر ہیں پھر جدائی نہیں کراتے وہ بھی گنہگار ہیں، لقولہ تعالیٰ: ﴿و لا ترکنوا إلى الذين ظلموا﴾ الآية. (۲) ﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين﴾ الآية (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پوری تدبیر و تفہیم کے بعد طلاق

سوال [۶۲۷۴]: ۱..... مسئلہ طلاق میں آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہدایات بیوی کو

---

(۱) "إذا طلقها ثلاثاً أو واحدةً بائنةً، وليس له إلا بيت واحد، فينبغي له أن يجعل بينه و بينها حجاباً، حتى لا تقع الخلوة بينه و بين الأجنبية". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۳۵، الباب الرابع في الحداد، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۵۵۳، فصل فيما يحرم على المعتدة، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۴/۳۴۵، فصل: وعلى المبتوتة والمتوفى عنها زوجها الخ، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۲) (سورة هود: ۱۱۳)

(۳) (سورة الأنعام: ۶۸)

طلاق دینے سے پہلے سمجھانا چاہئے ،اگر نہ مانے تو ڈانٹ ڈپٹ کرنا چاہئے اس پر بھی متنبہ نہ ہو تو بیوی کا بستر علیحدہ کردے، یہ بھی کافی نہ ہو تو ضرورت کے مطابق مار پیٹ کی بھی اجازت ہے، پھر بھی نہ مانے تو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے،شاید اصلاح کے لئے کافی ہو جائے ، یہ سب طریقے استعمال کرنے کے بعد طلاق قطعی دینے کے لئے فرمایا گیا آپ کا یہ فرمانا دو حال سے خالی نہیں: یا تو بطورِ مشورہ ہے یا پھر بطورِ حکم۔ اگر بطورِ مشورہ ہے تو یہ طریقے استعمال کئے بغیر بیوی کو طلاقِ قطعی دینا جائز ہوسکتا ہے؟ اور اگر بطورِ حکم ہے تو پھر یہ بات کیسے درست ہوگی؟

۲.....آج کل کا ماحول اس مسئلہ میں کچھ عجیب سا ہے ذرا ذرا سی بات پر لوگ طلاق دے دیتے ہیں، اس ماحول کے سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں تو مزید احسان ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....دو چیزیں ہیں: ایک ہے کسی شیٔ کی ممانعت، ایک ہے اس ممانعت کے باوجود اس کا امر وحکم۔ اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے غور کیا جائے کہ طلاق کو "أبغض المباحات" فرمایا گیا ہے جو بہت قبیح چیز ہے(۱) اور طلاقِ بدعی (ایک دم تین طلاق دینا) کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔اس کے باوجود اگر کوئی شخص تین طلاق بیک وقت دیدے تو وہ واقع ہوجاتی ہے، اس پر ائمۂ اربعہ اور فقہائے امصار کا اتفاق ہے جیسا کہ احکام القرآن میں بصراحت موجود ہے(۲) تو تین طلاق کی ممانعت وکراہت کے باوجود طلاق واقع ہوجاتی ہے اور ایسی طلاق دینے والا گنہگار بھی ہوتا ہے۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "أبغض الحلال إلى الله عزوجل الطلاق". (سنن أبی داؤد، باب فی كراهية الطلاق: ۱/۳۰۳، إمداديه)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الطلاق: ۱/۱۴۵، قديمی).

(۲) "فالكتاب والسنة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معاً وإن كان معصيةً". (أحكام القرآن: ۱/۳۸۸، ذكر الحجاج لإيقاع الثلاث معاً، دار الكتاب العربی بيروت)

"وذهب جماهير العلماء من التابعين و من بعدهم منهم الأوزاعی والنخعی والثوری و أبوحنيفة وأصحابه والشافعی و أصحابه و أحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون على مَن طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأثم". (عمدة القاری للحافظ العينی: ۲۰/۲۳۳، باب من أجاز طلاق الثلث، محمد امين دمج بيروت)

طلاق عامۂ غصہ کی حالت میں دی جاتی ہے (پیار ومحبت میں اس کی نوبت کم ہی آتی ہے) اس لئے تدبیر بتائی گئی ہے کہ تفہیم کی جائے، ڈانٹ ڈپٹ کی جائے، بستر الگ کردیا جائے، معمولی مارنے کی بھی اجازت ہے(۱) تاکہ غصہ کسی درجہ میں پورا ہوتا بھی رہے اس کا جوش بھی کم ہوتا رہے، انجام پر بھی نظر رہے۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہو اور بغیر غصہ کے بھی آدمی یہ سوچ لے کہ اب نباہ نہیں ہوسکتا، حقوق ادا نہیں کئے جاسکتے، تو پھر علیحدگی ہی چاہئے ایک طلاق سے تعلق ختم کردیا جائے (۲)۔

بغیر اس ترتیب کے انجام پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے اگر آدمی ایک دم تین طلاق دیدے تو پھر پچھتاتا ہے، پریشان ہوتا ہے، کبھی اپنے لئے دوسرے نکاح کی صورت نہیں ہوتی، ابتلائے معصیت کا اندیشہ ہوتا ہے، کبھی بچوں کی پرورش دشوار ہوجاتی ہے، کبھی عورت لاوارث رہ جاتی ہے، اس لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرنا اس قسم کی پریشانیوں سے تحفظ کا ذریعہ بھی ہے اور معصیت سے پرہیز بھی۔

۲...... بہت بُرا کرتے ہیں جس کی قدرے تفصیل نمبر ایک میں آگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

بدچلن عورت کو طلاق

سوال[۶۶۷۵]: زید اپنی بیوی کو جو کہ بدچلن ثابت ہوئی ہے نکال دیتا ہے، لیکن طلاق نہیں دیتا، ایسی شکل میں زید کو طلاق دینی ضروری ہے یا نہیں؟ اگر وہ عورت اپنے فعل پر برابر قائم رہے اور زید نے طلاق نہ دی ہو تو اس عورت کے فعل کا گناہ زید کے ذمہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں زید کو چاہئے کہ اپنی عورت کو بدچلنی سے روکے اور اس کی حفاظت کرے، اس کے بعد بھی اگر وہ باز نہ آئے تو بھی زید کے ذمہ طلاق دینا واجب نہیں۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿واللاتی تخافون نشوزهن، فعظوهن واهجروهن فی المضاجع، واضربوهن، فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلاً﴾ (سورة النساء: ۳۴)

(۲) "وسببه الحاجة إلى الخلاص عند تباين الأخلاق .... و حكمه وقوع الفرقة مؤجلاً بانقضاء العدة في الرجعي". (مجمع الأنهر: ۱/ ۳۸۰، باب الرجعة، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"و لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة"(۱) اورزید کے ذمہ اس کا گناہ بھی نہیں، لیکن اس حالت میں زید کے لئے افضل یہی ہے کہ اس کو طلاق دیدے، بشرطیکہ اس کا مہر پورا کرنے اور اپنے نفس کو معصیت سے روکنے پر قادر رہو، کذا فی تنبیہ الغافلین (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ ۸/ ۶۲ھ۔

جوعورت شوہرکووالدین کی بے عزتی پر مجبور کرے اس کو طلاق

سوال[۶۲۷۶]: ایک شخص جس کی شادی تقریباً چار سال پہلے ہوئی تھی، تو اس عورت نے اپنے شوہر کی عزت برباد کردی ہے، جملہ سسرال والوں کو ذلیل کردیا ہے، ایک روز اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں گھر کا سب سامان لے کر اکیلی بے پردگی کے ساتھ اپنے بہنوئی کے یہاں چلی گئی۔ اپنے شوہر کو وہ کہتی ہے کہ پہلے اپنے والدین کو جوتے مار کر گھر سے نکالو، ان سے کلام مت کرو، جب کہ شوہر کا کہنا ہے کہ والدین کی بے عزتی مجھ سے نہیں ہوگی تو چاہے رہ یا نہ رہ۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایسی عورت کو طلاق دی جائے یا نہیں؟

---

(۱) (الدر المختار: ۳/ ۵۰، کتاب النکاح، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالکمیریة: ۵/ ۳۷۲، کتاب الکراهیة، باب المتفرقات، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المحتار: ۶/ ۴۲۷، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

(۲) قال الفقیه رحمه الله: "ینبغی للمؤمن أن یکون غیوراً فلا یرضی بالفاحشة، إذا علم بهامن رجل أو امرأة فیمنعه عن الفاحشة إن استطاع منعه بیده، فإن لم یستطع فلینکره بلسانه، فإن لم یستطع فلینکره بقلبه. وروی زید بن أسلم رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أنه قال: "الغیرة من الإیمان، والمذاء من النفاق" فالمذاء أن یقود الرجل بالفاحشة فی أهله ویرضی بها. وقیل: المذاء أن یجمع بین رجال أو نساء، ثم یخلیهم لیماذی بعضهم بعضاً" .... قال الفقیه رحمه لله تعالیٰ: ماأقبح إلی الله وإلی رسوله من الدیوثین، لما روی عنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أنه قال: "لعن الله الدیوث والدیوثة" فالدیوث أن یرضی الرجل بفاحشة امرأته، وکذلک المرأة بفاحشة الزوج". (تنبیه الغافلین، الباب الثامن والسبعون فی الغیرة من بستان العارفین، ص: ۶۱، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ماں باپ کی بے عزتی کرنا ہرگز جائز نہیں (۱)، اگر بیوی کے ساتھ نباہ نہیں ہوتا اور اس کا مہر ادا کرنے پر قدرت ہے اور اس کو طلاق دینے کے بعد کوئی پریشانی نہیں ہوگی، تو اس کو طلاق دیدینا ہی بہتر ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۰/۱۳۹۵ھ۔

بے سلیقہ زوجہ کو طلاق اور دھوکہ والی صورت میں تفریق

سوال [۶۶۷۷]: ایک شخص نے اپنے امام صاحب سے کہا کہ تم اپنی لڑکی مجھ کو دے دو تو میں ایک عقل مند عورت سے تمہارا نکاح کرادوں گا، لہٰذا امام صاحب نے اپنی طرف سے کہہ دیا، پھر اس شخص نے ایک بے عقل عورت سے امام صاحب کا نکاح کرادیا جس کو دیکھنے سے معلوم ہوا اور امام صاحب کی لڑکی کا نکاح اپنے ایک رشتہ دار کے لڑکے سے کرادیا۔ اب اس بدتمیز عورت کو ڈیڑھ سال تعلیم دینے پر معلوم ہوا کہ یہ تمیز پر نہیں

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً، إما یبلغن عندک الکبر أحدهما أو کلاهما، فلا تقل لهما أف و لا تنهر هما، وقل لهما قولاً کریماً﴾ (سورۃ بنی إسرائیل: ۲۳)

"عن عبد الرحمن بن أبی بکرۃ عن أبیه رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! أنبئکم بأکبر الکبائر"؟ قلنا: بلیٰ یا رسول اللہ، قال: "الإشراک باللہ و عقوق الوالدین" وکان متکئاً فجلس فقال: "ألا! وقول الزور وشهادۃ الزور" مرتین، فما زال یقولها حتی قلت: لا یسکت". (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدین: ۲/۸۸۴، قدیمی)

(وجامع الترمذی، أبواب التفسیر، و من سورۃ النساء: ۲/۱۳۱، سعید)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲/۲۱۱، (رقم الحدیث: ۶۸۴۵)، مسند عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنه، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) "وقولهم: الأصل فیه الحظر، معناہ أن الشارع ترک هذا الأصل فأباحه. بل یستحب لو مؤذیة أو تارکة صلاۃ". (الدر المختار: ۳/۲۲۸، ۲۲۹، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۱/۳۸۰، کتاب الطلاق، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۱۴، کتاب الطلاق، رشیدیه)

آتی۔ لہذا اب اس کو آزاد کرنا کیسا ہے؟ اور لڑکی کو کیونکہ اس شرط پر دی تھی کہ عقل مند عورت سے نکاح کر دیں گے، آزاد کرانا کیسا ہے؟ نیز اس دھوکہ دینے والے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ ہے کہ امام صاحب اس کو آزاد نہ کریں بلکہ آہستہ آہستہ اس کی تربیت اور اصلاح کرتے رہیں، کچھ نہ کچھ درست ہو ہی جائے گی۔ اگر دل میں نفرت زیادہ بیٹھ گئی اور حقوق کی ادائیگی میں دشواری ہونے لگی اور نباہ نہیں ہو سکتا تو ایسی حالت میں شریعت نے آزاد کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ اجازت دے دی ہے (۱) جس نے دھوکہ کیا ہے اگر عمداً دھوکہ کیا ہے تو وہ گنہگار ہے، اس کو توبہ لازم ہے (۲) اور جس کو دھوکہ دیا ہے اس سے بھی معاف کرائے۔ اس سلسلے میں امام صاحب کی لڑکی کا کیا قصور ہے کہ اس کو گھر سے بے گھر کرایا جاوے، وہ بے خطا ہے، اسی طرح جس شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوا ہے وہ بھی بے قصور ہے، لہذا ان میں تفریق ڈالنا درست نہیں ہے اور نہ ان کے دھوکہ سے ان کے نکاح میں کچھ فرق آیا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبد اللطیف غفرلہ، ۲۸/ ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ۔

---

(۱) "معناه أن الشارع ترک هذا الأصل فأباحه، بل يستحب (أي الطلاق) لو مؤذيةً أو تاركة صلاة، و مفاده أن لا إثم بمعاشرة من لاتصلي. و يجب لو فات الإمساک بالمعروف، ويحرم لو بدعياً". (الدر المختار: ۳/ ۲۲۸، ۲۲۹، کتاب الطلاق، سعيد)

(و كذا في النهر الفائق: ۲/ ۳۱۰، کتاب الطلاق، إمداديه ملتان)

(و كذا في البحر الرائق: ۳/ ۴۱۲، کتاب الطلاق، رشيديه)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: مر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بطعام و قد حسنه صاحبه، فأدخل يده فيه فإذا طعام ردئ. فقال: "بع هذا على حدة، وهذا على حدة، فمن غشنا فليس منا". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲/ ۱۴۷، (رقم الحديث: ۵۰۹۲)، دار الكتب العلمية بيروت)

(و الصحيح لمسلم: ۱/ ۷۰، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من غشنا فليس منا، قديمي)

(۳) "و ركنه لفظ مخصوص خال [illegible]". (الدر المختار). "(قوله: و ركنه لفظ مخصوص) هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية". (رد المحتار: ۳/ ۲۳۰، کتاب الطلاق، مطلب: =

تفریق سے خرچۂ شادی کا مطالبہ

سوال [۶۶۷۸]: زید اور ہندہ کی شادی کو دو سال کا عرصہ ہو گیا، نا اتفاقی کی حالت کو ایک سال کا عرصہ ہوا۔ ایک روز دونوں کے وارثین جمع ہوئے، دونوں طرف سے متفقہ طور پر یہ بات منظور کی گئی کہ کچھ فیصلہ ہو جائے، دونوں طرف سے ایک عالم دین اور تین معزز اشخاص کو حَکَم بنایا گیا۔ ان چاروں حضرات نے لڑکی سے اس کی تکالیف معلوم کی، اس کے بعد تفریق کا فیصلہ کر دیا جس کی رضامندی زید اور اس کے وارثین نے بھی دی اور کہا کہ ہم کو بلا کسی شرط کے فیصلہ منظور ہے۔ اب اس کے وارثین کہتے ہیں کہ شادی میں جو دو ہزار روپیہ خرچ ہوئے تھے، یہ لڑکی والوں سے دلوائے جائیں۔ تو اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حَکَم نے تفریق کر دی تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی (۱)، دو ہزار روپے کا حَکَم نے فیصلہ نہیں کیا تو ان کا مطالبہ غلط ہے اور تفریق ان دو ہزار روپے پر معلق نہیں، بلا شرط واقع ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴/۱۱/۸۵ھ۔

طلاق کے مغلظ اور رجعی ہونے میں اختلاف

سوال [۶۶۷۹]: زید کا پڑوسی اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق مغلظہ دے دی ہے اور اس پر چند گواہ پیش کرتا ہے۔ اور زید کا بیان ہے کہ میں نے ہرگز طلاق مغلظہ نہیں دی، بلکہ طلاق رجعی دی ہے اور زید بھی چند گواہ پیش کرتا ہے۔ اور زید کی بیوی اس معاملہ سے بالکل ناواقف ہے، اس کو کچھ خبر نہیں۔ پس

= طلاق الدور، سعید)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۱۰/۴، فصل في ركن الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۱۰/۳، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۱) "والأول ذكره الخصاف، و شرط أن يكون (أى الحكم) صالحا للقضاء؛ لأنه بمنزلة القاضي فيما بينهما، فيشترط فيه (أى في الحكم) ما يشترط في القاضي". (تبيين الحقائق: ۱۱۸/۵، كتاب القضاء، باب التحكيم، دار الكتب العلمية بيروت)

اس صورت میں طلاق مغلظہ ہوگی، یا زید جو کہ عالم مسائل شرعیہ ہے اس کی تصدیق کی جائے گی؟

ولایت حسین، اعظم گڑھ، مئوناتھ بھنجن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعی مدعی کے گواہ ایسے ہی ہیں یعنی بعضے فاسق اور بعضے کافر ہیں جیسا کہ گواہوں کے بیان منسلکہ کے بعد درج ہے اور مدعیٰ علیہ دیانت دار ہے اور حلفیہ بیان کرتا ہے تو اس کا قول معتبر ہوگا، کیونکہ اولاً مدعی سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں، اگر گواہ موجود نہ ہوں یا مردود الشہادۃ ہوں تو مدعیٰ علیہ پر قسم آتی ہے:

"البينة على المدعي واليمين على من أنكر"(۱)۔ "و لا تقبل شهادة من يأتي باباً من الكبائر يتعلق بها الحد للفسق، قال: و لا من يدخل الحمام من غير إزار؛ لأن كشف العورة حرام، أو يأكل الربوا، أو يقامر بالنرد أو الشطرنج؛ لأن كل ذلك من الكبائر، وكذلك من تفوته الصلوة للاشتغال بهما". هدايه: ۳/۱۶۱(۲)۔ "و لا تقبل شهادته (أي الكافر) على المسلم". هدايه: ۱۶۲/(۳)۔

صورت مسئولہ میں مدعیٰ علیہ عالم دین دار ہے، جانتا ہے کہ طلاقِ مغلظہ کے بعد عورت حرام ہو جاتی ہے(۴) اور اس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، اگر جھوٹ بول کر اس کو حلال رکھنے کی سعی کرے گا تو دنیا کے ادبار اور آخری کے سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوگا، لہٰذا جو کچھ وہ حلفیہ بیان کرے اس کا بیان معتبر ہوگا۔

محمود گنگوہی ۶/۶/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف/ جمادی الثانیہ/ ۵۳ھ۔

---

(۱) (الهداية: ۳/۲۰۲، كتاب الدعوى، إمدايه ملتان)

(۲) (الهداية: ۳/۱۶۱، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته و من لا يقبل، إمداديه ملتان)

(۳) (الهداية: ۳/۱۶۲، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته و من لا يقبل، إمداديه ملتان)

(۴) "وأما حكمه فوقوع الفرقة بانقضاء العدة في الرجعي، وبدونه في البائن، كذا في فتح القدير. وزوال حل المناكحة متى تم ثلاثاً. كذا في محيط السرخسي". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، الباب الأول في تفسير وركنه ... الخ، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۳۲۰، ۳۲۱، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، امداديه ملتان)

خوبصورت لڑکی کا لالچ دیکر طلاق دلوانا

سوال[۶۶۸۰]: زید کو ہندہ نے بہکایا کہ تمہاری بیوی بدصورت ہے، میری لڑکی خوبصورت ہے، اگر تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو ہم اپنی لڑکی کی شادی تم سے کر دیں گے۔ زید بہکانے میں آ گیا، ہندہ نے خط منگوا کر زید سے تین طلاق لکھوا دیں۔ یہ خط زید کی خالہ نے زید کی جیب سے نکال کر پھاڑ کر پھینک دیا، زید کی بیوی میکے تھی، اس کو اس کا کوئی علم نہیں۔ ہندہ نے اپنی لڑکی کی شادی زید سے کرنے سے انکار کر دیا، زید کئے ہوئے پر نادم ہے۔ شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید نے اس لالچ سے طلاق دیدی، بہت برا کیا، ایسا کرنا گناہ ہے(۱)، زید کو توبہ واستغفار واجب ہے۔ طلاق مغلظہ واقع ہوگئی (۲)۔

اب نہ رجعت کرسکتا ہے، نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ اس سے نکاح کی گنجائش رہی (۳)۔ ہندہ نے جو

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "أبغض الحلال إلی اللہ عزوجل الطلاق". (سنن أبي داؤد: ۱/۲۹۶، کتاب الطلاق، سعید)

"عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما عن النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم: قال: "أبغض الحلال إلی اللہ عزوجل الطلاق". (سنن أبي داؤد: ۱/۳۰۳، باب في كراهية الطلاق، إمداديه)

"(وأما وصفه)فهو أنه محظور نظراً إلى الأصل، ومباح نظراً إلى الحاجة". (الفتاوی العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، الباب الأول في تفسيره وركنه وشرطه، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۲۸، كتاب الطلاق، سعيد)

(۲) "رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيت بالأولى الطلاق، وبالثانية والثالثة إفهامها، صدق ديانة، وفي القضاء طلقت ثلاثاً". (الفتاوی العالمكيرية: ۱/۳۵۵، ۳۵۶، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۹۳، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴/۲۴۰، فصل في الرجعي والبائن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له، حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً =

حرکت کی اس کی ممانعت حدیث میں صاف صاف موجود ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/ رمضان/ ۱۳۹۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۹/ ۹۷ھ۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کثرت سے طلاق دینا

سوال[۶۲۸۱]: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ازواج کثرت سے کی ہیں اور طلاق بھی دی ہے۔ایک صاحب نے اس کی وجہ یہ بتلائی کہ عورتیں ازخود برضامند وحصول شرف سلسلۂ نسب نکاح کے لئے حضرت امام صاحب کو آمادہ کرتی تھیں اور چار سے زائد کو بیک وقت نہیں رکھا جا سکتا، اسی لئے طلاق دے دے کر ان سے نکاح کرنا پڑا، جس کی وجہ سے کثرتِ نکاح وکثرتِ طلاق ہوئی۔دوسرے رفیق نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کثرت نکاح سے منع فرمایا، لیکن منکوحات کو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں داخل کرنے کے شرف اوران کی اُخروی نجات کے لئے انہوں نے ایسا کیا۔بتلائے، آیا یہ توضیحات درست ہے؟

ایک عامی جو کہ مذہب اسلام کی آفاقیت کو پڑھتا ہے، لیکن وہی برہمنی ذہنیت کی تشریح اسے یہاں محسوس ہوتی ہے، اس لئے فلاح ونجات کا مدارعمل پر ہے نہ کہ نسب پر اسی تضاد نے اسے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق سوئے ظن میں مبتلا کر دیا ہے، کیونکہ طلاق درجہ حلال میں مبغوض عمل ہے تو حضرت امام نے اس مبغوض عمل کو کیوں اختیار کیا؟ اور پھر اسے بار بار دھرایا اور والد کی نافرمانی کے بھی مرتکب ہوئے۔

= صحیحاً، ویدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها". (الفتاوی العالمکیریة، ۱/ ۴۷۳، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/ ۴۰۹، ۴۱۰، باب الرجعة، سعید)

(وکذا فی الهدایة: ۲/ ۳۹۹، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، شرکة علمیه ملتان)

(۱) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "لاتسئل المرأة طلاق أختها لتستفرغ صحفتها، ولتنکح، فإنما لها ماقدرلها". (سنن أبی داؤد: ۱/ ۲۹۶، کتاب الطلاق، باب فی المرأة تسأل زوجها طلاق امرأة له، سعید)

(وجامع الترمذی: ۱/ ۲۲۶، أبواب الطلاق واللعان، باب ماجاء لاتسأل المرأة طلاق أختها، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نجاتِ اُخروی کا مدار ایمان وعملِ صالح پر ہے، صرف نسب کی شرافت پر نہیں، البتہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نسب کو شرافت ضرور حاصل ہے، ایمان وعمل صالح کے ساتھ اگر یہ شرافت بھی حاصل ہوجائے، تو نورٌ علی نور ہوکر بیشی درجات کا ذریعہ ہے، اگر خدانخواستہ ایمان وعمل صالح نہ ہو تو شرافت نسب ہرگز ذریعۂ نجات نہیں۔ خودساختہ برہمنی ذہنیت اور اسلامی تعلیم میں فرق بالکل ظاہر ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع نہیں فرمایا تھا، بلکہ اور لوگوں سے فرمایا تھا کہ میرا یہ لڑکا طلاق دیتا ہے، لہذا تم لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی اس سے مت کرو اور یہ منع فرمانا بھی امیر المومنین کی حیثیت سے حکم کے درجے میں نہیں تھا، بلکہ مشورہ کے درجہ میں تھا، لہذا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر والد کی نافرمانی اور دوسرے لوگوں پر امیر کی اطاعت نہ کرنے کا اعتراض غلط ہے۔ طلاق ناپسندیدہ ہے، لیکن جس مقصد کے لئے یہاں طلاق کا تذکرہ آیا ہے وہ مقصد ایسا وزنی ہے کہ اس کے لئے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اختیار فرمایا، کما صرح به السیوطی وغیرہ (۱)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نکاح بلا طلاق اور طلاق بلا وجہ

سوال [۶۶۸۲]: کنٹرول کے زمانے میں ایک ہوی ایشن تھی جس سے قوم کو فائدہ ہوتا تھا، مگر مسمی عیسی نے تفرقہ ڈال کر قوم کو کافی نقصان پہونچایا اور وہ قوم کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوا۔

عیسی نے اپنی دختر فاطمہ کا نکاح عبدالستار سے کیا، حسب دستور سسرال آتی جاتی رہی، عیدالاضحیٰ کے موقع پر جب وہ میکہ آئی تو اس نے پھر لڑکی کو نہیں بھیجا اور دوسرے لڑکے سے نکاح کردیا۔ عبدالستار نے حقِ زوجیت کا دعوی کیا اور عدالت نے فیصلہ بھی اس کے حق میں دیا، مگر عیسی پھر بھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آیا۔

---

(۱) "قال السیوطی: وأخرج ابن سعد: عن جعفر بن محمد عن أبیه قال: قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنه: "یا أهل الکوفة! لاتزوّجوا الحسن، فإنه رجل مطلاق، فقال رجل من همدان: والله لنزوّجنّه، فما رضی أمسک، وما کره طلق". (تاریخ الخلفاء للسیوطی: ۱۵۷، الحسن بن علی بن أبی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنه، مؤسسة الکتب الثقافیة، بیروت)

دوسرے خاوند کو جب یہ حقیقت معلوم ہوئی تو وہ بھی پشیمان ہوا۔ دوسرے شوہر سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ شرع کی رو سے حرام ہوئی۔ برادری نے شوہر ثانی اور عیسیٰ کو برادری سے خارج کردیا، مگر وہ اب بھی ہٹ دھرمی پر اڑا ہوا ہے، لہذا عیسیٰ کے متعلق شرعی فتوی کیا ہے؟

عیسیٰ نے مسماہ ہاجرۃ سے اپنا نکاح ثانی کیا اور ڈھائی ماہ رکھ کر بلا کسی وجہ کے زدوکوب کر کے گھر سے نکال دیا، نان ونفقہ بھی نہیں دیا اور طلاق دے دی وہ بیچاری غم کی وجہ سے انتقال کرگئی، تجہیز وتکفین تک اس نے نہیں کی۔ برادری نے یہ خدمت انجام دی اور عیسیٰ نے اپنی دوسری شادی کرلی۔ عیسیٰ کا ایک دوست تھا جس نے کماحقہ امداد کی، مگر طوطا چشم عیسیٰ نے اس کے ساتھ منافقانہ دشمنی کی اور مالی نقصان کیا، عیسیٰ کے چچازاد بھائی کی نسبت ہوگئی تھی، جب نکاح کے لئے بلایا تو یہ شیطان صفت انسان اس کے ساتھ جاکر سسرال والوں کے ساتھ بگاڑ کیا اور پندرہ سوروپے رشوت کے لے کر نسبت کو چھڑا دیا۔ عیسیٰ اپنے چچازاد بھائی کی ملکیت بیچ کر روپیہ ہضم کرگیا وہ دوسرے شہر میں رہتا تھا، جب اسے پتہ چلا تو سوائے صبر کے چارہ کیا تھا۔

الغرض اس کی کارگذاری نہایت منافقانہ اور شیطانیت سے بھری ہوئی ہے اور وہ بہت دروغ گوئی سے کام لیتا ہے، لہذا ایسا شخص شریعت کی رو سے کیسا ہے؟ کیا ایسی حرکات والے شخص سے سلام کلام کیا جائے؟ اور کھانا کھلایا جائے؟ کیا وہ برادری میں رہنے کے قابل ہے؟ صحیح مدلل جواب دیں، تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے ذاتی مفاد کے لئے قوم میں تفرقہ ڈالنا شرعاً نہایت قبیح ومذموم ہے، جس کو سب ہی جانتے ہیں، یہ تو دریافت کرنے کی بات ہی نہیں۔ شوہر نے طلاق نہ دی ہو اور شرعی تفریق بھی نہ ہوئی ہو، پھر دوسری جگہ نکاح کردیا جائے تو یہ شرعی نکاح نہیں، بلکہ حرام کاری کا دروازہ ہے جس کا دنیا وآخرت میں سخت وبال ہے(۱)، بلا وجہ

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولاتقربوا الزنی، إنه كان فاحشةً وساء سبيلاً﴾ (سورة بنی إسرائيل: ۳۲)

"أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لايوجب العدة، إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً. قال: فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة، ولهذايجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لأنه زنى، كمافي القنية". (رد المحتار: ۳/۱۳۲، مطلب في النكاح الفاسد، سعيد)

طلاق دینا بھی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے(۱)۔اور بیوی کو ناحق زدوکوب کرنا اور نکال دینا بھی ظلم ہے، سخت گناہ ہے، رشوت لینا حرام ہے(۲)، دوسرے کی ملکیت کو بلا اس کی اجازت کے فروخت کردینا ناجائز اور ظلم ہے(۳)۔

عیسیٰ کو قوم برادری سے نکالنے کی سزا دے چکی مگر قوم ناکام رہی، عدالت اس کے مخالف فیصلہ کر چکی ہے تب بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوا، اب آپ کے پاس کونسی طاقت ہے جس سے اس کی اصلاح چاہتے ہیں؟

---

(۱) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "أبغض الحلال إلی الله عزوجل الطلاق". (سنن أبی داؤد: ۱/۳۰۳، باب فی کراهیة الطلاق، إمدادیه)

(وسنن ابن ماجة: ۱/۱۴۵، أبواب الطلاق، قدیمی)

"(وإیقاعه مباح) عند العامة لإطلاق الآیة، أکمل. (وقیل:) –قائله الکمال– (الأصح حظره): أی منعه (إلا لحاجة) کریبة ولکبر". (الدر المختار: ۳/۲۲۷، کتاب الطلاق، سعید)

(۲) "عن عبدالله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنهما قال: "لعن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الراشی والمرتشی". (مشکوة المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاة وهدایاهم، الفصل الثانی، ص: ۳۲۶، قدیمی)

"ثم الرشوة أربعة أقسام: منها ماهو حرام علی الآخذ والمعطی، وهو الرشوة علی تقلید القضاء والإمارة. الثانی: ارتشاء القاضی لیحکم، وهو کذلک ولو القضاء بحق؛ لأنه واجب علیه. الثالث: أخذ المال لیسوی أمره عند السلطان دفعاً للضرر أو جلباً للنفع، وهو حرام علی الآخذ فقط. الرابع: مایدفع لدفع الخوف من المدفوع إلیه علی نفسه أو ماله حلالٌ للدافع حرامٌ علی الآخذ". (ردالمحتار، کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدیة: ۵/۳۶۲، سعید)

(۳) قال الله تعالیٰ ﴿یا أیها الذین آمنوا لاتأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارةً عن تراض منکم﴾ (سورة النساء: ۲۹)

"قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه یطوّقه یوم القیامة من سبع أرضین". (مشکوٰة المصابیح: ۱/۲۵۴، باب الغصب والعاریة، قدیمی)

"عن أبی حرة الرقاشی عن عمه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "ألا! لاتظلموا، ألا! لایحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". (مشکوٰة المصابیح: ۱/۲۵۵، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، قدیمی)

یہاں تک کہ تو آپ کی تحریر کو صادق سمجھنے کی تقدیر پر یہی کا حکم تھا، اب براہ مہربانی اپنی اس تحریر کا حکم بھی کہیں سے دریافت کرلیں کہ اس تحریر میں جو الفاظ آپ نے لکھے ہیں اس کی شرعاً کیا حیثیت ہے: ''منافقانہ، شیطانیت، ذلیل وخوار، دروغ گوئی، طوطا چشم، شیطان صفت انسان'' وغیرہ وغیرہ، استفتاء بغیر ان الفاظ کے بھی نفس واقعہ لکھ کر آپ کرسکتے تھے، ایسے الفاظ لکھ کر آپ نے بھی اپنے سر پر بڑا بوجھ رکھ لیا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۲/۱۹ھ۔

بیوی کہتی ہے کہ طلاق دی تو مرتد ہو جاؤں گی

سوال [۶۲۸۳]: زید نے ایک لڑکی کو مسلمان بنا کر نکاح کیا اور پھر اس کو حالات کے دباؤ کی وجہ سے طلاق دینا چاہتا ہے لڑکی زید کے چھوڑنے پر اسلام کو چھوڑ کر اپنے آبائی ہندو دھرم کو اختیار کرنے کی دھمکی دیتی ہے۔ ایسی صورت میں لڑکی کے ارتداد کا گناہ زید کو ہوگا؟ کیا ارتداد کی ذمہ داری زید پر ڈالی جائے گی؟ لڑکی کے ارتداد کے بچانے کے لئے زید کو مجبور کیا جائے گا کہ اس کو نہ چھوڑے اور زید کا فعل شریعت کی رو سے کیا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اندازہ یہ ہے کہ زید نے کفر سے نفرت اور اسلام کی محبت کی وجہ سے اس لڑکی کو مسلمان نہیں کیا بلکہ لڑکی

---

(۱) ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر''. (مشكوة المصابيح: ۲/[illegible]، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، قديمي)

''عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه''. (جامع الترمذي: ۲/[illegible]، أبواب الزهد، باب ما جاء من تكلم بالكلمة ليضحك الناس، سعيد)

''عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''إن العبد ليتكلم بالكلمة من رضوان الله، لا يلقي لها بالاً، يرفع الله بها درجات، وإن العبد ليتكلم بالكلمة من سخط الله، لا يلقي لها بالاً، يهوي بها في جهنم''. (مشكوة المصابيح: ۲/[illegible]، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، قديمي)

کی ہی محبت سے اس کو مسلمان کیا ہے اور اس لڑکی نے بھی کفر سے نفرت اور اسلام کی محبت کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کیا، بلکہ اس لڑکے کی محبت کی وجہ سے اسلام قبول کیا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

زید کو چاہیے کہ ہرگز ہرگز اس لڑکی کو طلاق نہ دے، بلکہ اس کو اسلام کی تعلیم دے، اس کی خوبیاں ذہن نشین کرائے، کفر کی خرابی، اس کا انجام دل میں جمائے اور کسی دباؤ میں آکر اس کو طلاق نہ دے(۱)، حالات کا دباؤ ایک جانب رکھے اور ارتداد کا انجام دوسری جانب رکھے، پھر دیکھے دونوں میں کون زیادہ خطرناک ہے؟ کیا وہ اس کو پسند کرے گا کہ اس کی رفیقۂ حیات ہمیشہ کیلئے جہنم میں جلے؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۷/ ۱۳۹۹ھ۔

نوسوالات اوران کے جوابات

سوال[۶۲۸۴]: ایک شخص اپنی زوجہ کو چھوڑ کر اپنے سلسلۂ معاش کے لئے باہر چلا گیا تھا، اس عورت کا تعلق شوہر کے بھائی سے ہو گیا، اس تعلق کی بناء پر عورت حاملہ ہو گئی، اس پر شوہر نے اس سے قطعِ تعلق کر لیا۔ زوجہ مذکورہ کے والد نے طے کیا کہ اس بھائی سے نکاح کر لیا جائے، اس کی خالہ نے اس عورت کو دوسری جگہ رکھوا دیا۔ اب وہ یہاں آکر وضع حمل ہوئی اور اس کے گھر رہنے لگی اور ازدواجی زندگی سے بھی دوچار ہوئی، ایک سال تک یہی سلسلہ قائم رہا، ایک سال کے بعد شوہر حقیقی نے انقطاعِ تعلق کی خبر دی اور گھر آکر دوسری عورت سے نکاح کر لیا، بذریعۂ خط صرف رکھنے سے انکار کیا، طلاق کی صراحت نہیں کی، اس کے بعد اس کی خالہ نے رکھوا دیا ہے۔ اب اس حالت میں مندرجہ ذیل سوالات ہیں:

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "أبغض الحلال إلى الله عزوجل الطلاق". (سنن أبي داود: ۱/۳۰۳، كتاب الطلاق، سعيد)

"وأما الطلاق فإن الأصل فيه الحظر، بمعنى أنه محظور إلا لعارض يبيحه، وهو معنى قولهم: الأصل فيه الحظر، والإباحة للحاجة إلى الخلاص، فحيث تجرد عن الحاجة المبيحة له شرعاً، يبقى على أصله من الحظر، ولهذا قال تعالى: ﴿فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلاً﴾ أي لا تطلبوا الفراق". (ردالمحتار: ۳/۲۲۸، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۸۰، كتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربي بيروت)

۱.....شوہر کے بھائی سے فعل حرام کا مرتکب ہونا۔

۲.....شوہر کا رکھنے سے انکار کرنا۔

۳.....اس عورت (زوجہ) اپنی خالہ کے گھر آنا۔

۴.....خالہ کا اس عورت کو دوسرے شخص کے گھر رکھنا۔

۵.....اس دوسرے شخص کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم رہنا۔

۶.....شوہر کا رکھنے سے انکار کرنا اور طلاق نہ دینا۔

۷.....شوہر کا یہ قول کہ اس عورت (زوجہ) کے سامنے طلاق دوں گا۔

۸.....عورت بوجۂ ندامت کے اس کے روبرو نہ ہونا۔

۹.....اس درمیان میں مثل شوہر کے دوسرے شخص کے ساتھ رہنا۔

صورت مسئولہ کے جوابات تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....کبیرہ گناہ ہے(۱)۔

۲.....محض اس کے انکار سے طلاق نہیں ہوئی (۲)۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولاتقربوا الزنی، إنه كان فاحشةً وساء سبيلاً﴾ (سورۃ بنی إسرائیل: ۳۲)

"عن جابر رضی اللہ تعالی عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "ألا! لایبیتن رجل عند امرأة ثیب إلا أن یكون ناكحاً، أو ذامحرم". (الصحیح لمسلم: ۲/۲۱۵، كتاب السلام، باب تحریم الخلوة بالأجنبیة، والدخول علیها، قدیمی)

"عن أبی هریرة رضی اللہ تعالی عنه أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: "لایزنی الزانی حین یزنی، وهو مؤمن". (صحیح البخاری: ۲/۱۰۰۱، كتاب الحدود، باب الزنی وشرب الخمر، قدیمی)

(۲) "قال لها: لاحاجة لی فیک، أوما أریدک، أو "مارایکار نشیٖنی" لایقع". (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمكیریة: ۴/۱۹۹، الثانی فی كنایات، نوع فی المتفرقة، رشیدیه)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكیریة: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الكنایات، سعید)

(وكذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكیریة: ۱/۴۶۸، فصل فی الكنایات، رشیدیه)

۳......اس سے بھی نکاح ختم نہیں ہوا۔

۴......کسی نامحرم کے ساتھ رکھ دینا بھی ناجائز ہے(۱)۔

۵......یہ بھی معصیت ہے(۲)۔

۶......یہ شوہر کی زیادتی ہے، اس کو چاہیے کہ نالائق عورت کو طلاق دیدے(۳)۔

۷......یہ بے جا کی ضد ہے جس کی وجہ سے عورت کو معصیت سے چھٹکارہ مشکل ہے۔

۸......معصیت میں مبتلا رہنے کے بجائے عورت ندامت کو اختیار کرلے، سامنے آ کر ہی طلاق لے لے۔

۹......دوسرے شخص کے ساتھ رد کر شوہر جیسا معاملہ کرنا غضبِ خدا کا موجب ہے، جس کا نتیجہ دونوں جہاں میں تباہ کن ہے(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۴/۱۱/۹۱ھ۔

عورت کا اغوا کرنا اور روپیہ لے کر اس کو طلاق دینا

سوال[۶۶۸۵]: خالد نے زید سے کہا کہ میں تمہیں پانچ سو روپے دیتا ہوں، آپ مجھ سے پانچ سو

---

(۱) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ألا! لايبيتن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحاً، أو ذامحرم". (الصحيح لمسلم: ۲/۲۱۵، كتاب السلام، باب تحريم الخلوة بالأجنبية، والدخول عليها، قديمي)

(۲) (راجع، ص: ۶۰۰، رقم الحاشية: ۱)

(۳) "إذااعتادت الزوجة الفسق، عليه الأمر بالمعروف، والنهي عن المنكر، والضرب فيما يجوز فيه. فإن لم تنزجر، لايجب التطليق عليه؛ لأن الزوج قد أدى حقه، والإثم عليها ...... هذا ما اقتضاه الشرع، وأما مقتضى غاية التقوى، فهو أن يطلقها". (مجموعة رسائل اللكنوي: ۴/۱۶۳، نفع المفتي والسائل، إطاعة الزوجة للزوج وحقوقهما، إدارة القران كراچی)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۲۹، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۳/۲۱۴، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۴) (راجع، ص: ۶۰۰، رقم الحاشية: ۱)

لے کر ہندہ کو طلاق دے دیں اور مقدمہ سے نجات حاصل کریں، اس پر زید نے بغرض ثبوت ہندہ بطور حیلہ پانچ سو روپے خالد سے بیگراسٹ مفروش سے ایک روپے کا کاغذ خرید کر خالد کو دیا، خالد نے عرضی نویس سے کاغذ مذکورہ پر زید کی طرف سے مضمون طلاق نامہ تحریر کرایا جس پر زید نے بھی بغیر پڑھے سنے مضمونِ طلاق کے اپنا انگوٹھا لگا دیا اور زبان سے بھی ایک دفعہ کہہ دیا کہ "ہاں میں نے ہندہ کو طلاق دے دی" اور اس کے بعد زید نے رجعت کر لی اور یہی اعلان کیا کہ یہ سب کچھ میں نے اس لئے کیا کہ تاکہ ہندہ کا ثبوت مل جائے۔

چنانچہ اسٹام فروش عرضی نویس کی گواہی کے ذریعہ عدالت نے ہندہ کو برآمد کرا کے زید کے قبضہ میں دے دیا اور طلاق نامہ کو جعلی قرار دیا، زید کا بیان ہے کہ میں نے تو اس حیلہ کے ذریعہ اس سے روپے حاصل کئے ہیں، چونکہ میرا اس سے کہیں زائد خرچ ہو گیا ہے اور ہندہ کو برآمد کرایا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی جانب سے ہندہ کو کونسی طلاق واقع ہوئی؟ اور رجعت صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خالد نے زید کی بیوی کو اغوا کر کے جرم عظیم کا ارتکاب کیا ہے(۱)۔ پھر اس سلسلہ میں جو کچھ روپیہ زید کا

(۱) "رجل خدع امرأة إنسان، وأخرجها وزوّجها من غيره، أو صغيرةً، يُحبس إلى أن يحدث توبته أو يموت؛ لأنه ساع في الأرض بالفساد. كذا في قضاء الولوالجية". (الأشباه والنظائر: ۱۸۵/۲، كتاب الحدود والتعزير، الفن الثاني: الفوائد، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدرالمختار مع رد المحتار: ۸۰/۴، كتاب الحدود والتعزير، مطلب: العامي لا مذهب له، سعيد)

اس قسم کی حرکت احترام مسلمان کے خلاف ہے جب کہ مسلمان کے احترام کی بہت بڑی شان ہے: "ونظر ابن عمر يوماً إلى البيت، أو إلى الكعبة، فقال: ماأعظمك وأعظم حرمتك، والمؤمن أعظم حرمة عندالله منك". (جامع الترمذي: ۲۳/۲، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في تعظيم المؤمن، سعيد)

"حدثنا عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوف بالكعبة، ويقول: "ماأطيبك وأطيب ريحك، ماأعظمك وأعظم حرمتك، والذي نفس محمد بيده! لحرمة المؤمن أعظم عندالله حرمةً منك ماله ودمه، وإن نظن به إلاخيراً". (سنن ابن ماجة، ص: ۲۸۲، أبواب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، قديمي) =

خرچ ہوا، وہ زید اس سے پورا پورا وصول کرنے کا حق دار ہے، ایک طلاقِ رجعی کے بعد شوہر کو حقِ رجعت حاصل رہتا ہے، لہٰذا اگر طلاق نامہ میں طلاقِ رجعی لکھی ہے اور زبان سے بھی طلاقِ رجعی دی ہے تو طلاقِ رجعی واقع ہوئی (۱)، رجعت صحیح ہوگئی (۲)، اس حیلہ سے اس مقدمہ میں اپنا خرچ شدہ روپیہ وصول کرنا شرعاً درست ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

جواب صحیح ہے سید مہدی حسن غفرلہ، ۸۶/۲/۱۸ھ۔

= "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "المسلم أخو المسلم، لايخونه، ولايكذبه، ولا يخذله، كل المسلم على المسلم حرام: عرضه، وماله، ودمه. التقوى ههنا، بحسب امرئ من الشر أن يحتقر أخاه المسلم". (جامع الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ماجاء شفقة المسلم على المسلم: ۱۴/۲، سعيد)

(۱) "الطلاق على ضربين. صريح وكناية، فالصريح قوله: أنت طالق، ومطلقة، وطلقتك، فهذا يقع به الطلاق الرجعي". (الهداية: ۳۵۹/۲، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، شركة العلميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۳۵۴/۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۲۴۷/۳، ۲۴۹، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(۲) "(فالسني) أن يراجعها بالقول، ويشهد على رجعتها شاهدين، ويعلمها بذلك. فإذا راجعها بالقول نحو: أن يقول لها: راجعتك، أو راجعت امرأتي، ولم يشهد على ذلك، أو أشهد ولم يعلمها بذلك، فهو بدعيٌ مخالفٌ للسنة. والرجعة صحيحة". (الفتاوى العالمكيرية: ۴۶۸/۱، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۱۵۹/۴، باب الرجعة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الدر المختار: ۳۹۸/۳، ۳۹۹، باب الرجعة، سعيد)

(۳) "وكذا يضمن لو سعى بغير حق عند محمد، زجراً له: أي للساعي، وبه يفتى، وعزر". (الدر المختار).

"(قوله: وبه يفتى): أي دفعاً للفساد، وزجراً له، وإن كان غير مباشر، فإن السعي سبب محض لإهلاك المال". (رد المحتار: ۲۱۳/۶، كتاب الغصب، فصل في مسائل متفرقة، مطلب في ضمان الساعي، سعيد)

بیوی کوطلاق اس کی بہن سے نکاح کسی مصلحت سے

سوال[۲۲۸۶]: میری بیوی قریب ۱۲،۱۴/ سال سے ٹی بی کی مریض ہے، اس سے کوئی کام نہیں ہوتا اور اس کے دولڑکے بھی ہیں اور بچوں کی کوئی محبت نہیں ہے، اس لئے میری بیوی یہ چاہتی ہے کہ مجھے آزاد کرکے میری چھوٹی بہن بیوہ سے عقدِ نکاح کرلیں، اس سے کام کی پریشانیاں دور ہوجائیں گی۔ یہ نکاح جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوی کی خودخواہش ہے اور اس کی تیمارداری نیز بچوں کی پرورش کی ضرورت ہے کہ مریضہ بیوی کو طلاق دے کر بعد عدت اس کی بیوہ بہن سے آپ نکاح کرلیں تو شرعاً اجازت ہے(۱)۔ پہلی بیوی سے پھر پردہ لازم ہوجائے گا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱/۹۲ھ۔

(۱) "وإذا طلق امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً، لم يجز له أن يتزوج بأختها حتى تنقضي عدتها". (الهداية، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۲/۳۰۹، ۳۱۰، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات: ۱/۲۷۸، ۲۷۹، رشيديه)

(۲) "إذا طلقها ثلاثاً أو واحدة بائنة وليس له إلا بيت واحد، فينبغي له أن يجعل بينه وبينها حجاباً، حتى لاتقع الخلوة بينه وبين الأجنبية. فإن كان فاسقاً يخاف عليها منه، فإنها تخرج وتسكن منزلاً آخر، وإن خرج الزوج وتركها، فهو أولى. إن أراد القاضي أن يجعل معها امرأةً حرةً ثقةً تقدر على الحيلولة، فهو حسن، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد: ۱/۵۳۵، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: الحق أن على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع: ۳/۵۳۵، سعيد)

کتاب الرضاع

(رضاعت کا بیان)

حرمتِ رضاعت کا ثبوت

سوال[۶۶۸۷]: مسمی زید نے اپنی لڑکی کی منگنی اپنی حقیقی ہمشیرہ ہندہ کے لڑکے سے کردی ہے اور منگنی کی رسم ایک محفل میں پوری کی گئی، مثلاً رشتہ داروں کو دعوت کھلانا اور اپنی ہمشیرہ کو اسی طور پر کپڑا وغیرہ دینا سب کچھ کردیا۔ اب عرصہ آٹھ نو دن کا ہوا کہ ہمشیرہ کے تقاضہ پر مسمی زید نے اپنی لڑکی کے نکاح کا دن مقرر کردیا۔

آج آٹھ روز بعد مسمی زید کی بیوی مسماۃ خدیجہ نے بیان دیا ہے کہ عرصہ تیرہ سال کا ہوا جب کہ مسماۃ ہندہ کا لڑکا یعنی مسمی بکر جس کی عمر اس وقت تقریباً ایک سال کی تھی، میں نے اس کو دودھ پلادیا تھا۔ اس کی صورت یہ بیان کرتی ہے کہ بوقتِ شام ہندہ کا لڑکا میرے گھر سو رہا تھا اور میری لڑکی جس کی عمر بھی تقریباً ایک سال کی تھی سوئی ہوئی تھی کہ اچانک لڑکا رونے لگا، میں نے سمجھا کہ شاید کہ میری لڑکی ہے، اٹھا کر پستانوں سے لگالیا، لڑکا دودھ پینے لگا، غور کرنے پر دو تین منٹ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ میری لڑکی نہیں ہے بلکہ وہ مسماۃ ہندہ کا لڑکا ہے، اس پر میں نے بلند آواز سے کہا کہ میں نے غلطی سے لڑکے کو دودھ پلادیا۔ اس وقت، نزدیک کے گھر میں مسماۃ خدیجہ کی ساس اور نند بیٹھی ہوئی تھیں، ان کو سنا کر بآواز بلند کہا تو انہوں نے کہا کہ تم نے بڑی سخت غلطی کی۔

اب مسماۃ خدیجہ کی ساس و نند سے بیان لیا گیا تو انہوں نے اس طرح بیان کیا کہ: ''ہم نے ایک آواز سنی کہ میں نے دودھ پلادیا''۔ اس کے سوا ہم نے کچھ اور نہیں سنا اور نہ کچھ کہا، اس کے بعد یہ بات کبھی نہ ہوئی حتی کہ منگنی وغیرہ ہوگئی''۔

نیز مسماۃ خدیجہ نے اپنے شوہر سے تقریباً دو گھنٹہ بعد جب اس کا شوہر گھر آیا تو اس نے بھی یہی بیان دیا کہ مجھ سے میری بیوی نے اس وقت کہا تھا اور میں نے دھمکایا کہ تو نے بڑی غلطی کی جب اس سے سوال کیا گیا

کہ تو نے دیدہ ودانستہ منگنی کی رسم کیوں ادا کی؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے غلطی کی اور کسی مولوی صاحب کے شبہ ڈالنے پر کہ نکاح ہوجائے گا میں نے ایسا کرایا۔ اب زید کے محلّہ کے معتمد لوگوں سے اور زید کے اقرباء سے مزید تحقیق کے لئے جب پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ زید اپنی بیوی کے کہلانے سے کہتا ہے، جو کہتی ہے وہی کہتا ہے اور زید کی عورت مسماۃ خدیجہ نے کسی دنیاوی لالچ میں آکر یہ حیلہ اختیار کیا ہے۔

دریافت طلب امور یہ ہیں: بکر کا نکاح مسماۃ خدیجہ کی لڑکی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مسماۃ خدیجہ کی شہادت اندریں حالت مقبول ہے یا مردود؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ثبوت رضاعت کے لئے شرعاً دو عادل مرد، یا ایک مرد اور دو عورت عادلہ کی شہادت ضروری ہے، صرف ایک عورت یا ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی، پس اگر نکاح کرلیا گیا تو حرام نہیں ہوگا۔ صورت مسئولہ میں شہادت تام نہیں ہے، لہذا نکاح درست ہے، لیکن اگر غالب خیال یہ ہے کہ عورت سچ کہتی ہے تو اس نکاح سے احتیاط واجتناب چاہئے:

"قال البزازي في فتاواه: "لا يثبت الرضاع بشهادة الواحدة، سواء كانت أجنبيةً أو أم أحد الزوجين. فإن وقع في قلبه صدق المخبر، ترك قبل العقد وبعده، وسعها المقام معه، حتى يشهد عدلان أو رجل وامرأتان، اهـ".(۱)۔

قال العلامة قاضي خان: "إن أراد الرجل أن يخطب امرأةً، فشهدت امرأة قبل النكاح أنها أرضعتهما، كان في سعة من تكذيبها، كما لو شهدت بعد النكاح"(۲). "في النهاية: إذا وقع في قلبه أنها صادقة، فالأحوط أن يتنزه عنها، سواء أخبرت بذلك قبل عقد النكاح أو بعده، و سواء شهادة رجل أو امرأة"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۶/۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

---

(۱) (البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الرابع في الرضاع: ۱۱۵/۴، رشيديه)

(۲) (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، باب الرضاع، قبيل فصل في الحضانة: ۴۲۱/۱، رشيديه)

ثبوت رضاعت سماعاً

سوال[۶۶۸۸]: عبداللہ خان نے زوجۂ اول زیب النساء کے انتقال کے بعد دوسرا عقد مہر النساء سے کیا۔ میر خان جولڑکا برکت النساء بنت زینب النساء کا ہے نو ماہ کی عمر میں یتیم ہوگیا، یعنی اس کی والدہ (برکت النساء) کا انتقال ہو جاتا ہے اور مہر النساء جس کی عمر اس وقت چالیس برس کی ہے اور بیوہ ہو چکی ہے اس کا دودھ بھی خشک ہو چکا ہے، وہ میر خان کی پرورش کرتی ہے۔ میر خان کی پرورش گائے کے دودھ سے ہوتی ہے مگر بعض اوقات میر خان جب روتا ہے تو بغرضِ خاموش کرانے کے مہر النساء اپنی چھاتی اس کے منہ میں دیدیتی ہے، عینی شہادت نہیں مگر روایت ہے کہ مہر النساء کے دودھ پیدا ہو جاتا ہے۔ اب اس وقت مہر النساء کا انتقال ہو چکا ہے اور مہر النساء کی نواسی باصرہ سے میر خان کا عقد کر دیا گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا یہ عقد بوجۂ سماعی شہادت کے قائم رہ سکتا ہے یا نہیں؟ عینی شہادت اس وقت کوئی نہیں۔ نوٹ: لڑکی ابھی رخصت نہیں ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دو عادل مَردوں یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی شہادت موجود ہے تو شرعاً میر خان کا عقد باصرہ سے صورتِ مسئولہ میں درست نہیں ہوا، تفریق واجب ہے، اور چوں کہ رخصتی نہیں ہوئی اس لئے مہر اور عدت بھی واجب نہیں۔ اگر ایسی شہادت موجود نہیں جو بلکہ محض روایت ہے تو میر خاں اگر اس روایت کی تصدیق کرتا ہے تب بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ باصرہ بھی تصدیق کرتی ہو، اور اگر تکذیب کرتا ہے اور باصرہ بھی تکذیب کرتی ہے تو نکاح صحیح ہے۔ اور اگر باصرہ اس روایت کی تصدیق کرتی ہے اور میر خان تکذیب کرتا ہے تو باصرہ کو چاہئے کہ میر خان کو قسم دے کہ میرا رضاعی ماموں نہیں، اگر وہ قسم کھائے تو نکاح قائم ہے ورنہ

= "وإن كان المخبر واحداً، أو وقع في قلبه أنه صادق، فالأولى أن يتنزه، و يأخذ بالثقة، وجد الإخبار قبل العقد أو بعده، و لا يجب عليه ذلك". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الرضاع: ۱/۳۴۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۴۰۵، ۴۰۶، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب الرضاع: ۳/۲۲۴، سعيد)

(وكذا في فتاوى الأنقروية، كتاب الرضاع: ۱/۶۹، قندهار افغانستان)

تفریق کردی جائے۔

اگر میر خان تصدیق کرتا ہے اور باصرہ تکذیب کرتی ہے تو تفریق واجب ہے اور نصف مہر بھی واجب ہے۔ اگر میر خان نہ قطعی طور پر یقین کرتا ہے نہ تکذیب تو احتیاط یہ ہے کہ اس کو علیحدہ کردے مگر واجب نہیں:

"ویثبت (الرضاع) بما یثبت به المال، و هو شهادة رجلین عدلین أو رجل وامرأتین عدول؛ لأن ثبوت الحرمة، لا یقبل الفصل عن زوال الملك فی باب النكاح، وإبطال الملك لا یثبت إلا بشهادة رجلین، اهـ". بحر: ۳/۲۳۲، والبسط فی: ۳/۲۳۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۸/۶/۵۸ھ۔

رضاعت کی حجت

سوال[۶۲۸۹]: ایک شخص نے اپنی ماموں زاد بہن سے نکاح کیا اور بعد نکاح تقریباً آٹھ نو سال زوجین آپس میں زندگی بسر کرتے رہے اور اس اثناء میں ایک فرزند بھی پیدا ہوا اور مر بھی گیا۔ اب معلوم ہوا کہ اپنی ماں کے مرض کے زمانہ میں زوج کی ماں کا دودھ پیتی رہی اور اس کا علم محض زوجہ کی ماں اور زوج کی ماں کو ہے۔ اب اس واقعہ کی شہرت کے ساتھ ہی زوجہ کے خاندان والوں نے عورت کو اپنے گھر روک رکھا ہے۔ اب اس صورت مذکورہ میں مابین زوجین تفرقہ کا حکم ہو گیا یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: اسحاق میاں از سلہٹ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ثبوت رضاعت کے لئے دیگر معاملات مالیہ کی طرح دو عاقل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادلہ عورتوں کی شہادت شرط ہے اور صورتِ مسئولہ میں یہ نصابِ شہادت موجود نہیں، لہٰذا قضاءً تفریق کا حکم نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر زوجین اس شہادت کی تصدیق کرتے ہیں، یا فقط زوج تصدیق کرتا ہے تو مفارقت لازم ہے اور عورت کا مہر بھی لازم ہوگا، اگر زوجہ تصدیق کرتی ہے اور زوج تکذیب کرتا ہے تو زوج کے ذمہ حلف ہوگا اس بات کا کہ

---

(۱) (البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳/۴۰۵، ۴۰۶، رشیدیہ)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الرضاع: ۳/۲۲۴، سعید)

میرے علم میں یہ شہادت جھوٹی ہے۔

اگر حلف کرلے تو تفریق واجب نہیں اور اگر حلف نہ کرے تو تفریق کردیجائے گی اور اگر دونوں تکذیب کرتے ہیں تب بھی تفریق واجب نہیں، مگر احوط اور افضل یہی ہے کہ تفریق کردی جائے:"والرضاع حجته حجة المال، و هی شهادة عدلين، أو عدل و عدلتين، اهـ". درمختار(۱)۔

"فی الهندية: تزوج امرأةً، فقالت امرأةٌ: أرضعتُكما، فهو على أربعة أوجه: إن صدقاها، فسد النكاح، ولا مهر لها إن لم يدخل. وإن كذباها و هی عدلة، فالتنزه المفارقة، والأفضل له إعطاء نصف المهرلو لم يدخل، و الأفضل لها أن لا تأخذ شيئاً، و لو دخل فالأفضل دفع كَمَالِه والنفقة والسكنى، والأفضل لها أخذ الأقل من مهر المثل والمسمى، لا النفقة والسكنى، ويسعه المقام معها. وكذا لو شهد غير عدول أو امرأتان أو رجل و امرأة. وإن صدقها الرجل و كذبتها، فسد النكاح، والمهر بحاله. وإن بالعكس لايفسد، و لها أن تحلفه ويفرق إذا نكل، الخ". شامی: ۶۳۸/۲(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۸/۵۵ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/شعبان/۵۵ھ۔

کمزور بچے کا دودھ کب چھڑایا جائے؟

سوال[۶۶۹۰]: ایک بچہ پیدائش کے روز سے بیمار ہے اور بہت کمزور ہے، اب اس کی عمر ڈھائی

---

(۱) (الدر المختار، باب الرضاع: ۲۲۴/۳، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۴۰۵/۳، رشيديه)

(وكذا فی التاتارخانية، كتاب الرضاع: ۲۴۰/۳، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا فی المحيط البرهانی، الفصل الثالث عشر فی بيان أسباب التحريم، نوع منه: ولا تقبل فی الرضاع إلا شهادة رجلين، الخ: ۱۹۵/۳، ۱۹۶، ، مكتبة غفارية كوئٹه)

(۲) (ردالمحتار، باب الرضاع: ۲۲۴/۳، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۴۰۶/۳، رشيديه)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثامن فی النكاح الفاسد و أحكامه: ۳۴۷/۱، رشيديه)

سال کی ہوگئی۔ اس بچہ کو دستوں کا عارضہ ہے اور بہت لاغر ہے اس کا دودھ کب چھڑایا جائے؟ بچہ کی کمزوری کی وجہ سے کچھ عرصہ تک اَور بھی اس کی والدہ کا دودھ پلایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بضرورت ڈھائی سال تک کی گنجائش ہے اس سے زائد قطعاً ناجائز ہے، کذا فی ردالمحتار: ۶۲۴/۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۶/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم، ۶۱/۶/۲۸ھ۔

حرمتِ رضاعت کے ثبوت کے لئے شہادت کے شرائط

سوال[۶۶۹۱]: عبدالواحد اور کشورا بانو کی آپس میں والدین نے نسبت طے کی، جب عبدالواحد کو اس کا علم ہوا تو اس نے انکار کردیا۔ یہ آج سے چار پانچ سال پیشتر کی بات ہے اور یہ دونوں خالہ زاد بہن بھائی ہیں اور عبدالواحد تین چار سال تک برابر انکار کرتا رہا۔ کشورا بانو کی ماں نے ایک بار عبدالواحد سے بلا واسطہ دریافت کیا، تو عبدالواحد نے جواب دیا کہ میں ایسا نہیں کرسکتا کیونکہ میں پہلے اپنی چھوٹی بہنوں کا بوجھ اپنے کندھوں سے اتارنا چاہتا ہوں۔ اس بات سے کشورا کی والدہ کچھ ناامیدسی ہوگئی، مگر کچھ عرصہ بعد کشورا کے والدین نے فیصلہ کرلیا کہ عبدالواحد کی ایک ہمشیرہ ہم اپنے لڑکے کے لئے مانگ لیں گے اور بات چل پڑی۔

درمیانی عرصہ میں کچھ شکر رنجیاں بھی رہیں، مگر ۱۹۶۸ء میں عبدالواحد اور کشورا بانو کے والدین، رشتہ داروں کے سامنے نسبت طے ہوگئی، عبدالواحد نے ۶۸ء کو عقدِ رخصتی کی تقریب انجام دینے پر زور دیا، لیکن ادھر

---

(۱) "و لم يبح الإرضاع بعد مدته؛ لأنه جزء آدمي، والانتفاع به بغير ضرورة حرام على الصحيح". (الدر المختار). وقال ابن عابدينؒ: "(قوله: و لم يبح الإرضاع بعد مدته) اقتصر عليه الزيلعي، و هو الصحيح كما في شرح المنظومة، بحر. لكن في القهستاني عن المحيط: لو استغنى في حولين حل الإرضاع بعدهما إلى نصف و لا تأثم عند العامة، خلافاً لخلف ابن أيوب". (ردالمحتار، باب الرضاع: ۲۱۱/۳، سعيد)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب الرضاع: ۳۷۶/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۶۳۴/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

ادھر کے سمجھانے سے نرم پڑ گیا اور پھر لڑکے اور لڑکی کے والدین نے سال گذشتہ کے ماہ صیام سے پیشتر شادی کرنے کی بات پکی کرلی، لیکن جب ماہ صیام قریب آیا تو بات عید کے بعد کے لئے اٹھادی گئی، عبدالواحد ان باتوں سے تنگ آکر پھر انکار کرنے لگا۔

عید کے بعد لڑکی کے والد صاحب نے پھر دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا اور اس کی ہمشیرہ اور اپنے لڑکے کی بات کہدی اور کہا کہ ہم نے اب فیصلہ کرلیا ہے کہ دونوں شادیاں بیک وقت ہوں گی، پھر عبدالواحد کی والدہ نے کہا کہ ہم اپنی لڑکی کی بات آپ کے گھر کرنا نہیں چاہتے، اب صرف اپنی لڑکی ہمارے لڑکے کو دیں، مگر کشورا کے والد نے کہا نہیں یہ دونوں باتیں کریں گے۔ اس کے بعد ۶۹ء کا موسم خزاں شادیوں کے لئے طے پایا۔ عبدالواحد نے جب یہ سنا تو چراغ پا ہوا اور اس نے کشورا بانو کے بھائی عبدالرشید سے بلا واسطہ بات کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عبدالرشید نے کہا: اگر آپ کو جلدی ہے تو سکنی کی تلاش کے ساتھ ہی تمہاری اور کشورا کی شادی کی جائے گی اور دوسرا عقد ہوگا کیونکہ میرا بھائی زیر تعلیم ہے۔

عبدالواحد نے کہا تھا کہ میں اپنی بہن کی بات آپ کے گھر نہیں کرسکتا. چونکہ تمہارے والد صاحب دل سے اس بات کے حق میں نہیں ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی گریجویٹ لڑکی کو اپنی بہو بناویں، لیکن عبدالرشید نے کہا: اگر ہوں گی تو دونوں باتیں ہوگی ورنہ ایک بھی نہیں (دراصل عبدالرشید اور اس کے والد یہ کہتے تھے کہ ہماری لڑکی کو طعنے دیئے جائیں گے وغیرہ، اگر ہم ان کی لڑکی کو اپنے گھر نہ لائیں گے)۔

سال رواں میں کشورا بانو اور عبدالواحد ایک دوسرے سے ملنے لگے، لڑکی کو یقین نہ آتا تھا کہ عبدالواحد اس کے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ ہوگا، لیکن ایک دوسرے کے ملتے رہنے سے عبدالواحد کو کشورا بانو سے بے انتہا محبت ہوگئی اور انہوں نے لڑکی کو یقین دلایا کہ اب وہ اَور کسی لڑکی سے شادی نہیں کرے گا۔ عبدالواحد کی محبت کے اسباب موجود تھے۔ وقتِ نسبت سے کشورا عبدالواحد کی ملاقات تک کشورا عبدالواحد سے پیار کرتی آتی تھی جس کا علم مختلف ذرائع سے عبدالواحد کو ہو چکا تھا اور کشورا کی کہی ہوئی باتیں جو وہ اپنی خالہ اور والدہ سے کرتی تھی عبد الواحد کے دل ودماغ پر ہتھوڑے چلاتی رہتی تھیں۔

اب عبدالواحد ایک عجیب قسم کی کشمکش میں مبتلا تھا، ایک طرف وہ اپنی بہنوں کی شادی کرانے میں غلطاں وپیچاں تھا اور اپنی شادی کہیں نہ کرنے پر فیصلہ کر چکا تھا اور دوسری طرف وہ کشورا کی کہی ہوئی باتیں اور اس

کی بے لوث محبت اور غایت درجہ کے پیار سے مجبور ہو جاتا اور کہتا: میری بہنوں کا خدا انتظام فرمائے گا، میں کشورا بانو کا دل نہیں توڑوں گا، آج اگر کشورا بانو کی مراد میری وجہ سے برآنے لگی تو خدا میری بھی تمام مرادیں برلائے گا۔ اور ملاقاتوں کے درمیان کشورا بانو اور عبدالواحد کے درمیان خط وکتابت بھی ہوتی رہی۔ کشورا عبدالواحد سے زبانی اور تحریراً کہتی رہی کہ اگر آپ کے دل میں ذرا بھی تبدیلی آئی تو میں خودکشی کرلوں گی اور آپ کے انکار کے بعد تو میری جان نکل جاوے گی۔

اس سلسلہ میں عبدالواحد نے اسے یقین دلا دیا اور ساتھ ساتھ اسے سمجھاتا اور تلقین بھی کرتا رہا کہ میری کشورا! تم کیسی بُری باتیں سوچتی رہتی ہو؟ خودکشی کرنا اسلام میں بہت بڑا گناہ ہے، اس کی سزا جہنم کے سوا کچھ بھی نہیں اور یوں بھی دنیاوی لحاظ سے اچھی بات نہیں، اس کا مطلب یہ کہ خودکشی کرنے والا کچھ کم ہمت اور کمزور دل تھا، اور خودکشی محبت کی توہین ہے، شکست کا اعلان ہے وغیرہ، مگر وہ بار بار کہتی کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اور ان ملاقاتوں کا علم لڑکی کے والدین کو ہو چکا تھا اور اب جا کر سب کو علم ہو گیا کہ عبدالواحد کشورا سے سچی محبت کرتا تھا، کیونکہ وہ مہینہ میں تین چار بار کشورا کے گھر جاتا رہتا ہے۔

اگست ٦٩ء میں عبدالواحد نے کشورا بانو کے بھائی عبدالرشید کو بذریعۂ خط یاد دلایا کہ سکنی کی تلاش تو کبھی کی ہو چکی اب تو شادی کرالو، تو اس نے جواباً کہا کہ والد صاحب سے بات کی جائے، لہٰذا عبدالواحد نے لڑکی کے والد کو خط لکھا کہ اگر آپ اسی ماہ اگست میں ہماری شادی کرادیں تو بہتر ہوگا۔ اب چونکہ وہ جانتا تھا کہ عبدالواحد کشورا سے بے انتہا پیار کرتا ہے اس لئے اس نے عبدالواحد کے والد کو خط لکھا کہ: عزیزی عبدالواحد نے مجھے اس قسم کا خط لکھا ہے، اس وجہ سے میں انکار کررہا ہوں کہ آپ کشورا کی شادی کی بابت کوئی بات کرنے کی تکلیف گوارا نہ کریں۔ اتفاقاً وہ خط عبدالواحد کو مل گیا، جب اس نے اس خط کو دیکھا تو اس کے پیر تلے کی زمین نکل گئی اور آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور اسے کشورا کی موت صاف سامنے دکھائی دینے لگی۔

پھر اس نے ایک اس خط کا جواب لکھا کہ: مجھے آپ کی ہر بات سے اتفاق ہے میں کشورا کو آج سے پھر اپنی بہن ماں کی لڑکی سمجھونگا، مگر آپ یہاں آنے کی تکلیف گوارا فرمائیں تاکہ میں وہ راز جو مدت سے چھپائے ہوئے ہوں آپ پر ظاہر کردوں۔ پھر اس کے بعد کشورا کے والد عبدالواحد کے پاس آئے اور اس شرط پر وہ راز بتانے کا وعدہ کیا کہ گھر میں کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو اور قرآن مجید ہاتھ میں لیکر کہیں کہ میں اس راز کو کسی سے نہ

بتاؤں گا اور جب کشورا کے والد نے قرآن مجید اپنے ہاتھ میں لیکر اس راز کو راز ہی رکھنے کا اقرار کیا تو عبدالواحد نے وہ پریم پتر ان کے ہاتھ میں دیا جس میں کشورا نے اس کے نہ پانے پر خودکشی کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کے ساتھ عبد الواحد نے یہ بھی کہا کہ آپ اپنا فیصلہ بدل دیں تو اچھا ہے، اور پھر قسمیں لیں کہ آپ اس خط کو کسی کے علم میں نہ لائیں تا کہ وہ کوئی غلط اقدام نہ کر بیٹھے، مجھے کشورا کی زندگی بھی کافی عزیز ہے، وہ خوش وخرم رہے، یہ میرے لئے عزیز ہے۔

لیکن انہوں نے گھر جا کر سب کو بتایا جس سے کشورا کی والدہ پر غشی طاری ہوگئی، سب رونے دھونے لگے اور یک کہرام مچ گیا۔ اور جب اس طوفانِ بدتمیزی کی خبر عبدالواحد کے گھر پہنچی تو وہاں بھی وہی سب کچھ ہونے لگا اور عبدالواحد کانپ گیا کہ دیکھو میں کرنا کیا چاہتا تھا اور ہو کیا گیا۔ غرض وہ بھی کشورا کے والدین کے پاس گیا اور خوب رویا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں معاملہ سلجھ گیا، عیدالفطر کے ساتھ ہی شادی کردی جائے گی، لیکن کشورا کی والدہ اب اس رشتہ کے خلاف ہے کیونکہ اسے گمان ہے چونکہ ہم نے اب صرف اپنی لڑکی دینے کی بات کی ہے اور وہ اپنی لڑکی دینے سے انکار کرتے ہیں، کیونکہ ہم نے بہت سی باتیں بُری کہدی ہیں اور اب جو کشورا ان کے گھر جائے گی تو ستائی جائے گی، مگر لڑکی کا والد دل سے چاہتا ہے اور اس نے اب طے کرلیا ہے کہ جو بھی ہو میں اپنی لڑکی کی شادی عبدالواحد ہی سے کروں گا اور یہ سب باتوں کا علم کشورا کی والدہ کو بھی ہے۔ اب کشورا کے بھائی عبدالرشید نے عبدالواحد کو خط لکھا کہ والدہ کہتی ہیں کہ کشورا نے اپنی خالہ کا دودھ دو سال کے اندر پیا ہے، اور پیٹ بھر کر پیا ہے لہذا آپ کی والدہ کشورا کی رضاعی ماں ہوئی، اس وجہ سے یہ نکاح درست نہیں ہے، اگر آپ ہمارے والد صاحب کو کوئی اقدام کرنے پر مجبور کریں گے تو اس کا ذمہ آپ پر ہوگا، یہ ہے پسِ پردہ حالات۔

ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ فتویٰ صادر فرمائیں، یہ بات تو واضح ہے کہ رضاعی بھائی بہن کا رشتہ نہیں ہوسکتا مگر یہ رضاعت ثابت نہیں۔ اب صرف کشورا کی والدہ کہتی ہیں کہ دودھ پیا ہے، اور کوئی گواہ نہیں۔ اور کشورا کا باپ بھی کہتا ہے کہ مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں کہ کشورا نے اپنی خالہ کا دودھ پیا ہے اور اگر کوئی گواہی بھی دے تو اس کا کس طرح اعتبار ہوگا؟ شاہد عادل اور معتبر گواہ کی شریعت میں کیا مراد ہے؟

سائل: رشیدہ فریدی، ڈوڈہ، ریاست جموں کشمیر۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ تو نصِ قطعی سے ثابت ہے کہ رضاعی بہن سے نکاح حرام ہے: ﴿وأخواتكم من الرضاعة﴾ (۱)۔ اب بحث طلب بات یہ ہے کہ موجودہ حالات میں صرف لڑکی کی والدہ کے بیانات ہیں اور وہ بھی مذکورہ رائے کے تغیر وتبدل کے بعد، کشورہ کی والدہ جب خود پیش قدمی کر کے عبد الواحد سے اس شادی کی خواہش اور کوشش کر رہی تھی اس وقت یہ رضاعت کا واقعہ کیوں سدِ راہ نہیں بنا؟ اب جب کہ عبد الواحد اپنی بہن کی شادی کشورا کے بھائی سے نہیں کرنا چاہتا اور کشورا کے والد اور بھائی سب رضا مند ہیں تو اب یہ رضاعت کا مسئلہ اٹھایا گیا ہے، اس سے کشورا کی والدہ شرعاً متہم ہے۔ ثبوتِ رضاعت کے لئے دو عادل، دیندار، متبعِ شریعت، کبائر سے پرہیز کرنے والے کی شہادت ضروری ہے، یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیں، ایک دو عورتوں کی گواہی سے رضاعت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ درمختار میں ہے:

"حجته حجة المال، و هي شهادة عدلين أو عدل و عدلتين. اهـ"۔ "أي و لو إحدهما المرضعة، و لا يضرّ كون شهادته على فعل نفسها؛ لأنه لا تهمة في ذلك، و ما في شرح الوهبانية عن النتف من: أنه لا تقبل شهادة المرضعة عند أبي حنيفة رحمهم الله تعالى وأصحابه رحمهم الله تعالى، فالظاهر أن المراد إذا كانت وحدها، اهـ". شامي: ۲/۵٦۸ (۲)۔

لہٰذا محض کشورا کی والدہ کے بیان پر حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/ ۸۹ھ۔

شبۂ رضاعت کا حکم

سوال [۲۶۹۲]: عبد القادر اور سلمیٰ خاتون دونوں حقیقی خالہ زاد بہن بھائی ہیں، بالغ ہونے کے بعد

---

(۱) (سورة النساء: ۲۳)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الرضاع: ۲۲۵/۳، ۲۲۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۴۰۵/۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۲/۶۴۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الرضاع: ۱/ ۳۴۷، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲/ ۱۰۰، دار المعرفة بيروت)

دونوں کی شادی ہوگئی اور ایک لڑکا بھی پیدا ہوگیا۔ ایک موقع پر عبدالقادر کی والدہ نے بتایا کہ میں نے تمہاری بیوی یا اس کی دوسری بہن کو مدتِ رضاعت میں اپنی گود میں بٹھا لیا تھا، اب پتہ نہیں کہ اس نے میرا دودھ پیا ہے یا نہیں، اور تمہاری خالہ بھی موجود تھی ہوسکتا ہے، ان کو یاد ہو، لہٰذا تم ان سے پوچھ لو۔ اس نے خالہ سے پوچھا کہ میری بیوی یا اس کی بہن کو میری والدہ نے دودھ پلایا ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں، ہاں! ایک مرتبہ لڑکے بدل گئے تھے تب میں نے تم کو دودھ پلایا تھا۔

اور پھر چند دن کے بعد عبدالقادر کی خالہ نے چند دیندار آدمیوں کے سامنے عبدالقادر کو دودھ پلانے سے انکار کیا اور اس کے اوپر کوئی شرعی گواہ بھی نہیں ہے۔ اب عبدالقادر سلمٰی خاتون کو اپنی زوجیت میں رکھے یا بھائی بہن کا رشتہ قائم کرے، اگر بھائی بہن کا رشتہ قائم کرے تو مولود بچہ کس کے پاس رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عبدالقادر وسلمٰی کو اس بات کا یقین نہیں تو کوئی تردد نہ کریں، یہ نکاح درست ہے، کیونکہ نہ دودھ پلانے والی کو یقین ہے نہ اس پر شرعی شہادت ہے: "و حجته حجة المال". درمختار(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

ثبوتِ رضاعت میں اختلاف

سوال[۲۶۹۳]: زید کی نانی ہندہ نے گواہوں کے سامنے اقرار کیا ہے کہ انہوں نے زید کی رضاعت کی مدت میں یعنی جب زید کی عمر ایک سال سے کم تھی دودھ پلایا تھا لیکن ایک عرصہ کے بعد اب زید کی نانی نے حلفیہ قسمیہ بیان گواہوں کے سامنے دیا ہے کہ انہوں نے ہرگز دودھ نہیں پلایا ہے اور نہ ہی ان کو دودھ تھا۔ ان دونوں بیانوں میں کس بیان کو صحیح سمجھا جائے؟ زید نے اپنی نانی کے حلفیہ قسمیہ بیان وحیدہ جو ہندہ کی حقیقی نواسی ہے وحیدہ کے بھائیوں کا کہنا ہے کہ یہ رشتہ ہندہ کے بیان کہ اس نے اپنا دودھ پلایا ہے کی وجہ سے یہ رشتہ ناجائز ہے، لہٰذا اس عقد کو فسخ کیا جائے اور اس پر زور دیا جارہا ہے، یہ معاملہ نزاعی صورت اختیار کرچکا ہے۔ براہِ کرم مدلل جواب سے جلد از جلد مطلع فرمائیں۔

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الرضاع: ۳/ ۲۲۴، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً:

"حجته حجة المال، و هي شهادة عدلين أو عدل و عدلتين. اهـ". درمختار۔ "أفاد أنه لا يثبت بخبر الواحد، امرأةً كان أو رجلاً، قبل العقد أو بعدها .... لو شهدت به امرأة قبل النكاح، فهو في سعة من تكذيبها، لكن في محرمات الخانية: إن كان قبله والمخبر عدل ثقة، لا يجوز النكاح، و إن بعده و هما كبيران، فالأحوط التنزه، و به جزم البزازي. اهـ". شامي: ۵۸۶/۱(۱)۔

اگر زید نے اپنی نانی کے حلفیہ بیان کو صحیح سمجھتے ہوئے یہ شادی کی ہے تو درست ہوگئی اور حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوئی، دارومدار جو کچھ ہے وہ نانی کے بیان پر ہے جس سے اس نے انکار بھی کردیا ہے اور اس کے علاوہ نفسِ رضاعت کا گواہ بھی موجود نہیں ہے، لہذا حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوسکتی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بچہ کو غلطی سے دودھ پلانے پر بھی رضاعت کا حکم

سوال[۶۶۹۴]: مسماۃ فاروق النساء نے اپنی لڑکی کے دھوکہ میں اپنے پوتا کو گود میں لیکر دودھ پلادیا، پانچ چھ منٹ یا کچھ کم کے بعد جو اس نے دیکھا تو وہ اس کی لڑکی نہیں تھی، بلکہ پوتا تھا، یہ علم ہوتے ہی اس نے فوراً پوتہ کو علیحدہ کردیا۔ اب مسماۃ فاروق النساء کے اس پوتہ کی نسبت شادی مسماۃ فاروق النساء کی نواسی سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور شرعی حیثیت سے کیا وہ پوتا فاروق النساء کے بیٹے اور بیٹیوں کا رضاعی بھائی ہوگیا؟ اگر نہیں تو کیا فاروق النساء کے دیگر بیٹے بیٹیوں کی اولاد سے اس کی شادی نکاح شرعاً جائز ہے؟ جواب باصواب سے مطلع فرمایئے۔ مکرر عرض ہے کہ وہ دودھ کا پلانا بالکل اتفاقی اور دھوکہ میں ہوگیا ارادۃً ہرگز نہیں۔

---

(۱) (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۲۲۴/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۴۰۵/۳، ۴۰۶، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الرضاع: ۵۵۸/۱، غفاريه كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ پوتا فاروق النساء کی تمام اولاد کا رضاعی بھائی ہوگیا اور اس نواسی کی والدہ کا بھی رضاعی بھائی بن گیا اور یہ نواسی اس کی رضاعی بھانجی ہوگئی، ان دونوں کا آپس میں نکاح جائز نہیں، بلکہ فاروق النساء کی اولاد در اولاد جہاں تک بھی چلے، کسی سے بھی اس کا نکاح درست نہ ہوگا۔ جب دودھ کا یقینی چاہے ایک ہی گھونٹ حلق کے اندر گیا اور خواہ کسی نیت سے (دھوکہ سے یا قصداً)(۱) پلایا ہو بہرحال حرام ہے:"و لا حل بین رضیع و ولد مرضعته، وإن سفل. الخ". درمنتقی: ۱/۳۷۸ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۵/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۵/۶۶ھ۔

بچے کے منہ میں پستان دینے سے حکمِ رضاعت

سوال[۶۲۹۵]: زید کی والدہ نے کسی وقت ایک دفعہ اپنا پستان بکر کے منہ میں-جو کہ اس کا بھتیجا ہے- دیا اور فوراً ہی اس عورت کا والد آ گیا جس کے منع کرنے سے اس عورت نے اپنا پستان نکال لیا۔ تو کیا اب زید کا نکاح بکر کی لڑکی سے شرعاً ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ عورت کے یہ الفاظ ہیں کہ: دودھ اس لڑکے کے منہ میں داخل

---

(۱) "قلیل الرضاع و کثیره سواء عندنا .... كما يحصل الرضاع بالمص من الثدى، يحصل بالصب والسعوط". (فتاوى قاضى خان: ۱/۴۱۷، باب الرضاع، رشيديه)

"هو مص الرضيع حقيقةً أو حكماً من ثدى الآدمية فى وقت مخصوص، و يثبت حكمه بقليله و لو قطرةً، و كثيره فى مدة: أى الرضاع لا بعده". (مجمع الأنهر، كتاب الرضاع: ۱/۳۷۵، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۳۸۶، رشيديه)

(۲) (الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب الرضاع: ۱/۳۷۷، دار إحياء التراث العربى بيروت)

"و لا حل بين الرضيعة و ولد مرضعتها و ولد ولدها؛ لأنه ولد الأخ". (الدر المختار، باب الرضاع: ۳/۲۱۷، سعيد)

(و كذا فى تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۲/۶۳۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۳۹۷، رشيديه)

نہیں ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ دودھ اس کے حلق میں نہیں پہونچا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوئی:

"فلو التقم الحلمة، ولم يدر أدخل اللبن في حلقه أم لا؟ لا يحرم، اهـ". درمختار۔

"وفي القنية: امرأة كانت تعطي ثديها صبيةً، واشتهر ذلك بينهم، ثم تقول: لم يكن في ثديي لبنٌ حين ألقمتها ثديي، ولم يعلم ذلك إلا من جهتها، جاز لابنها أن تزوج بهذه الصبية. اهـ".

شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ربیع الثانی / ٦٧ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یو، پی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

پستان بچہ کے منہ میں دینے سے ثبوتِ حرمت کب ہوگا؟

سوال [٦٢٩٢]: ایک لڑکی کی عمر جب کہ اس کی والدہ فوت ہوئی ڈیڑھ سال تھی اور اس کی نانی حقیقی جس کی عمر ۵۸/ سال تھی اور آٹھ لڑکی اور ایک لڑکا اس کی عمر میں پیدا ہوا تھا جو موجود تھا اور اس کی اخیری لڑکی دس سالہ اس وقت تھی۔ اس نانی نے بنظرِ پرورش نواسہ خود اپنی چھاتیوں سے اس لڑکی کو لگایا کہ شاید دودھ اتر آئے مگر دودھ نہ اترا اور اس بچہ کو گائے وغیرہ کے دودھ پلائے۔ نانی مذکورہ حلفیہ بیان کرتی ہے کہ میرے دودھ نہیں اترا، البتہ چھاتیاں چوستا ضرور رہا۔ اب اس لڑکے کا نکاح ہمراہ پوتی نانی یعنی لڑکے کے ماموں کی بیٹی سے درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) (رد المحتار، باب الرضاع: ۳/ ۲۱۲، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/ ۳۸۷، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الرضاع: ۱/ ۳۷۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الرضاع: ۱/ ۳۴۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى الأنقروية، كتاب الرضاع: ۱/ ٦٨، قندهار افغانستان)

الجواب حامداً ومصلياً:

صورتِ مسئولہ میں حرمت رضاعت شرعاً ثابت نہ ہوگی:"وفي القنية: امرأة كانت تعطي ثديها صبيةً، واشتهر ذلك بينهم، ثم تقول: لم يكن في ثديي لبنٌ، حين ألقمتها ثديي، ولم يعلم ذلك الأمر إلا من جهتها، جائز لابنها أن يتزوج بهذه الصبية. اهـ". شامی: ۲۲۲/۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

محض چھاتی بچہ کے منہ میں دینے سے حرمتِ رضاعت کا حکم

سوال[۷۲۹۷]: دختر عاصمہ کی سمیع النساء سگی پھوپھی ہے۔ سمیع النساء نے دختر عاصمہ کے منہ میں اپنی چھاتی رکھی دودھ پلانے کی غرض سے، پھر نکال لیا، سمیع النساء کا کہنا ہے کہ میرا دودھ عاصمہ نے نہیں پیا۔ اس حالت میں سمیع النساء کے لڑکے کے ساتھ دختر عاصمہ کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ سمیع النساء کا لڑکا اور عاصمہ شرع شریف کی رو سے دودھ شریک بھائی بہن ہوئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر دودھ حلق سے نہیں اترا تو محض چھاتی منہ میں رکھنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوئی اور دختر مذکورہ سمیع النساء کے لڑکے کی دودھ شریک بہن نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۸۸/۳/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۸۸/۳/۱۸ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، باب الرضاع: ۲۱۲/۳، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳۸۷/۳، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الرضاع: ۳۷۵/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الرضاع: ۳۴۲/۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى الأنقروية، كتاب الرضاع: ۲۸/۱، قندهار افغانستان)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان ''پستان بچہ کے منہ میں دینے سے ثبوت حرمت کب ہوگا''؟)

جس عورت کا دودھ بچہ کو پلایا جائے اس کے اثرات بچے میں آتے ہیں یا نہیں؟

سوال[۶۶۹۸]: ایک عورت اگر دوسری عورت کے بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو کیا اس عورت کے عادات کا کچھ حصہ اس بچہ میں آئے گا؟ عادات چاہے اچھی ہوں یا بری ہوں اور کیا دودھ پلانے والی اور جس کو دودھ پلایا ہے دونوں کا نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ یا دونوں کا رشتہ دودھ بھائی بہن کا ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دودھ پلانے کی مدت میں دودھ پلانے سے وہ بچہ اس عورت کا رضاعی بیٹا ہوجاتا ہے اور وہ عورت اس بچہ کی رضاعی ماں ہوجاتی ہے اور اس عورت کی جس قدر بھی اولاد ہو، وہ سب اس بچے کے بھائی بہن ہوجاتے ہیں، ان سے نکاح حرام ہوجاتا ہے(۱)۔ اچھی بُری عادات کا بھی اثر ہوتا ہے، اسی لئے بے وقوف عورت کا دودھ پلانے سے منع کیا گیا ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۳ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأمهاتكم الّتي أرضعنكم﴾ (سورة النساء: ۲۳)

﴿وأمهاتكم الّتي أرضعنكم﴾ .... المرضعة أم المرضع و حرمها عليه، و كذا بناتها يحرم من عليه .... والأصل في هذه الجملة قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب". (بدائع الصنائع، كتاب الرضاع، فصل في المحرمات الرضاع: ۵/۶۴، ۶۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وأخرجه مسلم في صحيحه في كتاب الرضاع: ۱/۴۶۷، قديمي)

(والبخاري في صحيحه في باب: ﴿وأمهاتكم الّتي أرضعنكم﴾: ۲/۷۶۴، قديمي)

(وأخرجه ابن ماجة في سننه في باب: يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، ص: ۱۳۹، قديمي)

(۲) "نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن تسترضع الحمقاء، فإن اللبن يشبه". (السنن الكبرى للبيهقي، باب ماورد في اللبن: ۷/۴۶۴)

"ولاينبغي للرجل أن يدخل ولده إلى الحمقاء، يعرض ولده للهلاك، بسبب قلة حفظها له، وتعهدها، أو لسوء الأدب، فإنها لا تحسن تأديبه، فينشأ الولد سيء الأدب. (وقوله: اللبن يعدى) يحتمل أن الحمقاء لاتحتمي من الأشياء الضارّة للولد، فيؤثر في لبنها، فيضر بالصبي". (البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۳۸۷، رشيديه)

بغیر اجازت شوہر کسی کے بچہ کو دودھ پلانا

سوال[۶۶۹۹] : ایک بچہ کی والدہ مرض کی وجہ سے دودھ پلانے سے قاصر ہے، والد کو اتنی توفیق بھی نہیں کہ ذاتی پیسے صرف کر کے دودھ پلوا سکے۔ اس صورت میں اس بچہ کے لئے اپنی ہمشیرہ سے دودھ پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمشیرہ اپنے شوہر سے اجازت لے کر اس بچہ کو دودھ پلا دے اور بلا اجازت شوہر دودھ پلانا مکروہ ہے، لیکن اگر بھوک کی وجہ سے تڑپتا ہو اور اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں بلا اجازت شوہر بھی دودھ پلانا مکروہ نہیں: "ویکره للمرأة أن ترضع صبياً بلا إذن زوجها، إلا إذا خافت هلاكه، اهـ". ردالمحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

بچہ کے کمزور ہونے کی صورت میں ڈھائی سال دودھ پلانے کی گنجائش

سوال[۶۷۰۰] : زید امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بچہ کو دودھ پلانا دو سال صحیح بتلاتا ہے اور بکر تیس ماہ تک دودھ پلانا صحیح بتلاتا ہے۔ تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنے دن دودھ پلانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہ حنفی کی کتابوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ لکھا ہے کہ دودھ پلانے کی اکثر مدت تیس ماہ ہے، امام صاحب کے دو اونچے درجہ کے شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور امام شافعی

---

(۱) (ردالمحتار، باب الرضاع: ۳/۲۱۳، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۳۸۷، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الرضاع: ۲/۹۴، دار المعرفة بيروت)

رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو سال ہے اور یہی قول راجح ومختار ہے(۱)۔ہاں!اگر بچہ بہت کمزور ہو کچھ اور نہ کھا سکتا ہو تو ایسی ضرورت کے وقت ڈھائی سال کی بھی گنجائش ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۵/۴/۱۳۹۰ھ۔

بچہ کے منہ کی رال وغیرہ

سوال[۱۷۰۱]: زید کا لڑکا جو کہ ماں کا دودھ پیتا ہے، اس کا جھوٹا پانی یا رال وغیرہ منہ کی، جوش محبت میں چوس لے۔کیا ایسی حرکت کرنا ناجائز ہے؟ اس لئے غالباً زید کی بیوی کا دودھ اس کے منہ میں ہو اور زید کے منہ میں چلا جائے، کیا ایسی باتوں سے زید کا نکاح بیوی سے منقطع ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نکاح نہیں منقطع ہوتا(۳)، لیکن اگر بچے کے منہ میں دودھ ہو تو اس کا چوسنا اور پینا گناہ ہے(۴)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ رمضان المبارک/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ رمضان المبارک/ ۶۷ھ۔

---

(۱) "ثم مدة الرضاع ثلثون شهراً عند أبي حنيفة، وقالا: سنتان، وهو قول الشافعي". (الفتاوى العالمكيرية: ۲/ ۳۵۰، كتاب الرضاع، مكتبة شركة علمية ملتان)

(وكذا في رد المحتار: ۳/ ۲۰۹، كتاب الرضاع، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۲/ ۶۳۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "ونقل أيضاً قبله عن إجارة القاعدي أنه واجب إلى الاستغناء، ومستحب إلى حولين، وجائز إلى حولين ونصف". (ردالمحتار: ۳/ ۲۱۱، كتاب الرضاع، سعيد)

(۳) قال العلامة الحصكفي: "مص رجل ثدي زوجته لم تحرم". (الدر المختار). قال ابن عابدين تحته: "قيد به احترازاً عما إذا كان الزوج صغيراً في مدة الرضاع، فإنها تحرم عليه". (ردالمحتار، كتاب الرضاع: ۳/ ۲۲۵، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الرضاع: ۲/ ۱۰۱، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، باب الرضاع: ۱/ ۴۱۷، رشيديه)

(۴) "لأنه جزء آدمي، والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح". (الدر المختار، باب الرضاع: =

کافرہ عورت سے رضاعت کا حکم

سوال[۶۷۰۲]: کافرہ عورت کا دودھ بچہ کو پلا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کافرہ عورت کا دودھ اگر چہ پاک ہے، بچے کو پلانا گناہ نہیں، لیکن جب تک ہو سکے مسلمان بلکہ دیندار عورت سے پلوایا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۱/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیوی کا دودھ پینے سے نکاح پر اثر

سوال[۶۷۰۳]: ایک بالغ آدمی نے اپنی بیوی کا دودھ قصداً پی لیا، یا اس کی بیوی نے بے احتیاطی کی، یہاں تک کہ اپنا دودھ طعام وغیرہ میں گرادیا اور وہ طعام شوہر نے کھالیا۔ تو ان صورتوں میں نکاح پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ فقط۔

عبدالعلی۔

= ۳/۲۱۱، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الرضاع: ۲/۶۳۴، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳/۳۸۹، رشیدیه)

(وکذا فی فتح المعین، کتاب الرضاع: ۲/۹۵، سعید)

(۱) کافرہ عورت کا دودھ پلانا اگر چہ جائز ہے، لیکن جیسا کہ احتیاطاً بے وقوف عورت کا دودھ پلانے سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح بربنائے احتیاط کافرہ عورت کا دودھ بھی نہ پلایا جائے:

"نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن تسترضع الحمقاء، فإن اللبن يشبه". (السنن الكبرى للبيهقي، باب ماورد في اللبن: ۷/۴۶۴)

"ولاينبغي للرجل أن يدخل ولده إلى الحمقاء، يعرض ولده للهلاك، بسبب قلة حفظها له، وتعهدها، أو لسوء الأدب، فإنها لا تحسن تأديبه، فينشأ الولد سيء الأدب. (وقوله: اللبن يعدى) يحتمل أن الحمقاء لاتحتمي من الأشياء الضارّة للولد، فيؤثر في لبنها، فيضر بالصبي". (البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۳۸۷، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دودھ پینا اور پلانا حرام ہے(۱)، لیکن اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۱/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

بیوی کا پستان منہ میں لینے سے نکاح پر فرق نہیں پڑتا

سوال[۶۷۰۴]: دورانِ صحبت میں نے اپنی بیوی کی چھاتی منہ میں لی، اس سے کچھ نمکین سا پانی نکلا، میں نے فوراً تھوک دیا، پہلا بچہ تقریباً ایک سال ہوا مر چکا تھا تو اس سے میرے نکاح میں کچھ اثر پڑا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے آپ کے نکاح میں کچھ خلل نہیں آیا، بدستور نکاح قائم ہے اور پختہ ہے، فکر نہ کریں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۲/۸۸ھ۔

---

(۱) "لأنه جزء آدمي، و الانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح". (الدر المختار، باب الرضاع: ۲۱۱/۳، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۶۳۴/۲، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳۸۹/۳، رشيديه)

(وكذا في فتح المعين، كتاب الرضاع: ۹۵/۲، سعيد)

(۲) "و يثبت التحريم في المدة فقط". (الدر المختار، باب الرضاع: ۲۱۱/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الرضاع: ۳۴۳/۱، رشيديه)

(وكذا في فتح المعين، كتاب الرضاع: ۹۴/۲، سعيد)

"إذا مص الرجل ثدي امرأته، و شرب لبنها، لم تحرم عليه". (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، باب الرضاع: ۴۱۷/۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى الأنقروية، كتاب الرضاع: ۶۸/۱، قندهار افغانستان)

(۳) "مص رجل ثدي زوجته لم تحرم". (الدر المختار، باب الرضاع: ۲۲۵/۳، سعيد) .... =

سات سال سے لبن منقطع ہونے کے بعد حرمتِ رضاعت کا حکم

سوال[۶۷۰۵]: مسماۃ فاطمہ بیان کرتی ہے کہ مجھے تقریباً سات سال سے بچہ پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی میرے پستان میں دودھ نکلتا تھا، بوجہ ضرورت اپنے دیور کی بچی مسماۃ راجہ جو اس وقت ڈھائی سال کے اندر تھی، میرے پستانوں کو دو ایک مرتبہ چوسا لیکن میرے پستانوں سے کچھ نہ نکلا، راجہ کی والدہ نے فاطمہ بی بی کو اس طرح کرنے پر اعتراض اسی وقت کیا کہ کسی وقت آپس میں اپنے بچوں بچیوں میں نکاح کرا سکتے ہیں۔ فاطمہ بی بی نے جواباً کہا کہ میرے پستانوں سے کچھ نکلنا ممکن نہیں، ضرورت کے وقت حکمِ شریعت معلوم کیا جائے گا۔

راجہ کا ماموں محی الدین البتہ یہ کہتا ہے کہ مجھے فاطمہ بی بی کے پستان سے لیس دار سفید کچھ نکلتا نظر آیا ہے، لیکن عین وقت پر ایک ہمسایہ عالم مولوی احمد اللہ صاحب بلائے گئے اور فاطمہ بی بی کے پستانوں کو دبانا شروع کر دیا، لیکن کچھ نہ نکلا۔

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ فاطمہ بی بی زوجۂ مظفر احمد اور تاج بی بی زوجۂ یوسف شاہ پسر نور الدین شاہ کے دو پسر صلبی ہیں اور راجہ دختر یونس شاہ ازبطن مسماۃ تاج بی بی ہے، اور بہاؤ الدین پسر مظفر شاہ ازبطن مسماۃ فاطمہ بی بی ہے اور یوسف شاہ اور مظفر شاہ سگے بھائی ہیں۔ اور اشکال دودھ مذکورہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حکم شریعت سے مطلع فرمائیں۔

مولوی احمد اللہ صاحب نے ایک حدیث زبانی فرما کر ان دونوں میں نکاح جائز قرار دیا تھا وہ حدیث یہ ہے: "جرعاۃ أو جرعتان أو ثلاث جراعات". یعنی ایک گھونٹ دو گھونٹ یا تین گھونٹ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے، جب ایک گھونٹ بھی نہ نکلا تو حرمت نکاح کیسے ہوگی؟ لیکن ماموں صاحب مطمئن نہیں ہوئے، صرف ماموں صاحب کے اعتراض کی وجہ سے جناب والا کی طرف رجوع کرنا بہتر سمجھا گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب دودھ کا حلق کے اندر اترنا ثابت نہیں اس لئے کہ پستان میں دودھ موجود ہی نہیں تو حرمتِ رضاعت بھی ثابت نہیں، لہٰذا اس نکاح میں تأمل کی ضرورت نہیں۔

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الرضاع: ۲/ ۱۰۱، دار المعرفة بيروت)

"امرأته كانت تعطي ثديها صبيةً واشتهر ذلك بينهم، ثم تقول: لم يكن في ثديي لبن حين ألقمتها ثديي، ولم يعلم ذلك إلا من جهتها، جاز لابنها أن يتزوج بهذه الصبية". شامی: ۲/۴۰۵(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نکاح اور تولد کے بعد حرمتِ رضاعت کا علم ہوا

سوال[۶۴۰۶]: زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور نکاح کو تقریباً تین سال ہو گئے اور اس دوران دو بچے ہندہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔تقریباً تین سال کے بعد معلوم ہوا کہ زید نے ہندہ کی نانی کا دودھ مدتِ رضاعت میں پیا تھا،جس کے سلسلہ میں علماء نے فتویٰ دیا کہ دونوں یکجا نہیں رہ سکتے۔اس کے بعد دونوں کو الگ الگ کر دیا گیا،لیکن زبانی طلاق نہیں ہو پائی ہے۔اور اس کے بعد زید نے دوسری شادی بھی کر لی ہے۔

تو کیا زید سے الفاظِ طلاق کہلوانا بھی ضروری ہے یا نہیں،اور کیا زید سے جو دونوں بچے ہندہ کے بطن سے پیدا ہوئے ثابت النسب ہیں یا نہیں؟ اور کیا بغیر الفاظِ طلاق کے ہندہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا ہندہ سے نکاح ایسی حالت میں ہوا کہ حرمتِ رضاعت کا علم نہیں تھا،لہٰذا یہ نکاح فاسد ہوا،جو بچے پیدا ہوئے وہ ثابت النسب ہیں(۲)۔رضاعت کا علم ہونے پر زید زبان سے کہہ دے کہ میں نے ہندہ سے تعلق

---

(۱) (ردالمحتار: ۳/۲۱۲، کتاب الرضاع، سعید)

(وكذا في الطحطاوي على الدرالمختار، باب الرضاع: ۲/۹۳، دارالمعرفة بيروت)

(۲) "ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد، وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالىٰ، وعليه الفتوىٰ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

"فظاهره أنهما لا يحدان، وأن النسب يثبت فيه، والعدة إن دخل، بحر". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۱، سعيد) .... =

زوجیت ختم کردیا، پھر عدت گذار کر ہندہ دوسری جگہ نکاح کرے:

"وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح، حتى لايحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة، اه". درمختار. "النكاح لايرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع، بل يفسد، اه".
"(قوله: إلابعد المتاركة): أى وإن مضى عليها سنون، كما في البزازية. وعبارة الحاوى: إلا بعد تفريق القاضي أو بعد المتاركة، اه.

وقد علمت أن النكاح لايرتفع بل يفسد، وقد صرحوا في النكاح بأن المتاركة لايتحقق إلا بالقول إن كانت موصولاً بها كتركتُك أو خليت سبيلك، اه". شامى: ۲/۲۸۳(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۱۴۰۵ھ۔

ماں کا بچہ کو دودھ پلانا خلافِ اکرام نہیں

سوال[۶۷۰۷]: اعضاء (گردہ، آنکھ وغیرہ) کی پیوندکاری کو علماء حضرات منع فرماتے ہیں، اس لئے کہ یہ اعضاء انسان کے اجزاء ہیں اور انسان مستحقِ اکرام ہے، اس کا ہر جزو مکرم ہے، کما قال تعالیٰ: ﴿ولقد كرمنا بنى ادم﴾ الآية(۲)۔ کوئی شخص اگر اپنا کوئی جزو کسی کو دے تو یہ خلافِ اکرام ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ماں بچے کو دودھ پلاتی ہے، دودھ بھی تو اس کا جزو ہے، وہ کیوں پلاتی ہے، یہ خلافِ اکرام کیوں نہیں؟

= "وإذا فرق القاضي بين الزوجين في النكاح الفاسد .... ويثبت نسب ولدها؛ لأن النسب يحتاط في إثباته إحياءً للولد، فيترتب على الثابت من وجه. وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالىٰ، وعليه الفتوىٰ". (الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۳۳۲، ۳۳۳، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۱) (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، سعيد)

(۲) (سورة بنى إسرائيل: ۷۰)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حق تعالیٰ نے انسان کو کرامت بخشی ہے، اس نے ہی دودھ پلانے کا حکم بچے کی ماں کو دیا ہے:
﴿والوالدات یرضعن أولادهن﴾(۱) ﴿وأوحینا إلی أمّ موسی أن أرضعیه﴾ الآیة(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (سورة البقرة: ۲۳۳)

(۲) (سورة القصص: ۷)